# تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم

# تحریک ختم نبوت

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

حصہ سیز دہم (۱۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

www.ircpk.com

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ سیزدہم (۱۳)
صفحات: ۵۴۴
مولف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع: اول
سال طباعت: ۲۰۱۱ء

# فہرست

# پیش لفظ

ہمارے ممدوح جناب ڈاکٹر بہاء الدین کی سلسلہ ،تحریک ختم نبوت ،کی تیرھویں جلد میرے سامنے ہے قبل اس کے کہ میں اس کتاب کے صوری اور معنوی محاسن پر خامہ فرسائی کروں، چاہتا ہوں کہ تحریک ختم نبوت سے اپنی شعوری وابستگی ،علمی قربت ،اور عملی جد و جہد کا ایک خاکہ قارئین کے سامنے پیش کرتا چلوں۔

تحریک ختم نبوت کا میرے لوح دماغ پر پہلا عکس غالبًا میری عمر کے گیارھویں سال (۱۹۵۳ء) کا رہین منت ہے۔میں ساتوں جماعت کا طالب علم تھا،سیالکوٹ شہر کے ایک دومنزلہ مکان کی کھڑکی سے گلی کا شور وغل ہم سب اہل خانہ کیلئے باعث تشویش ہوا۔دیکھا کہ گلی میں لوگوں کا ہجوم تکبیر کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں آگے بڑھ رہا ہے،لوگوں کے کندھوں پر جنازے ہیں، ایک کے بعد دوسرا کفن ،کفن کی لالی خون شہداء کی فراوانی کا غماز تھی۔ہمیں بتایا گیا کہ یہ ان جوانوں کے جسد خاکی ہیں جو ہمارے پیارے رسول ﷺ کی ختمی مرتبت پر نثار ہو گئے۔یہ وہ نفوس پاکیزہ ہیں جو تحریک ختم نبوت کو گولیوں کی بوچھاڑ سے ختم کرنے کی ناپاک ،لیکن لاحاصل مہم کے نتیجہ میں نخل حیات سے کٹ کر گر چکے ہیں۔مڈل کلاس کے طالب علم کے ذہن پر مرتسم ہونے والا یہ دھندلا سا عکس مرور ایام کے سے اجلا ہوتا گیا۔

عصری اور پھر عربی تعلیم وتعلم کے مراحل طے ہوتے گئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت (۱۹۶۶ء) کے بعد تدریس وتبلیغ کا داعیہ مشرقی افریقہ کے مرغزاروں کی سیر کرا گیا۔نیروبی میں اپنے مسکن سے شہر جاتے وقت سڑک کے دائیں طرف ایک ویران مسجد کے مینار نظر آتے، یہاں سناٹا سا چھایا دیکھا،معلوم ہوا کہ نیروبی کے قادیانی مشن کا ہراول دستہ ہے۔شہر میں مسلمانوں کی جامع مسجد ہندوستانی طرز تعمیر کے مینار اور گنبد پر مشتمل تھی،اس مسجد سے متصل لائبریری اس مسجد کے اولین بانی امام عبداللہ غزنوی کے نام سے موسوم تھی۔لائبریری کی مقفول الماریاں غالبًا میری منتظر تھیں۔مجھے وہاں کیا کیا گوہر نایاب ہاتھ آئے وہ ایک علیحدہ موضوع ہے،لیکن ایک شیلف میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر کی پرانی جلدیں میرے لئے ایک

نعمت غیر مترقبہ تھیں، میں بیسویں صدی کے اوائل کے پرچے دیکھ رہا تھا جن میں مولانا امرتسریؒ اور مدعی نبوت کاذبہ غلام احمد قادیانی کے مابین مباحثات ومناظرات کا باب کھلا نظر آ رہا تھا۔ مرزا قادیانی کے آخری فیصلہ کے اشتہار اور پھر ۱۹۰۸ء کے پرچوں میں صادق سے پہلے کاذب کی ہلاکت کی خبر مجھے بیسویں صدی کے اوائل کی سیر کراتی گئی۔

۱۹۷۶ء میں لندن منتقلی کے بعد جہاں اس ملک میں مسلمانوں کی دعوتی تبلیغی اور تدریسی سرگرمیوں کا بالمشافہہ علم ہوا وہاں ووکنگ کی شاہ جہان مسجد کے سابق امام جناب بشیر مصری سے ذاتی ملاقاتیں اور پھر التقوی کے مدیر جناب حسن بن محمود عودۃ (سابق قادیانی مبلغ) کے ذاتی تجربات نے اس جماعت سے متعلق بہت سے مخفی گوشے اجاگر کیئے۔ میرے قلم سے انہی دنوں، قادیانیت کی حقیقت، پر ایک پمفلٹ قرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام شائع ہوا جسے بعدازاں انگریزی میں Truth About Ahmadiat اور عربی میں بعنوان، القادیانیہ فی المیزان، شائع کرنیکی توفیق ہوئی۔

اور اس دوران میری لائبریری میں ختم نبوت کے موضوع پر کتابوں، رسائل، اور مختلف تحریروں کا اضافہ ہوتا رہا۔ قادیانیت کے ہفوات کی تردید میں مولانا محمد عبداللہ معمارؒ کی محمدیہ پاکٹ بک، پروفیسر الیاس برنیؒ کی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کی یادداشت یا فائل حوالہ جات جس میں قادیانی زعماء کی تحریروں کے عکس شائع کیئے گئے ہیں، میرے لئے سرمایہ افتخار رہے۔

سرزمین مغربی افریقہ کے ایک صاحب علم دوست بابا آدم مرحوم کی دعوت پر گھانا کا خصوصی سفر کیا جہاں ان کے دارالعلوم کے طلبہ کو قادیانیت کی حقیقت کے بارے میں کئی لیکچر دینے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایام نیروبی کے دوران پاکستان کی ایک زیارت میں شوق جستجو ربوہ بھی لے گیا جہاں جماعت احمدیہ کا مکتبہ اور پھر خاک اڑاتا بہشتی مقبرہ بھی نظر نواز ہوا۔

قادیانیت کے بارے میں اب مجھے کسی ضخیم کتاب کی توقع نہ تھی لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ انگلینڈ کے شمالی افق سے ایک ذرہ تابناک اس موضوع کا اس وارفتگی اور وسعت کے ساتھ احاطہ کرتا نمودار ہوا کہ تیرھویں جلد تک اس کا پہنچ جانا گویا ہلال کا بدر کی شکل میں نمودار ہونا ہے۔

جناب بہاء الدین نے مرزا کے دعوی مسیح (سال ۱۸۹۱ء) سے تحریک ختم نبوت کے ہراول دستے کی حکایت سے آغاز کیا تھا پہلی جلد پہلے چھ سال تک کے وقائع پر مشتمل تھی دوسری جلد میں یہ سلسلہ بیسویں صدی کے اوائل اور تیسری جلد میں ۱۹۱۲ء تک کے واقعات کا احاطہ مقصود تھا

لیکن پھر جو حکایت دراز ہونا شروع ہوئی تو اب تیرھویں جلد اس عالم میں طلوع ہو رہی ہے کہ بات ابھی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہلاکت سے تجاوز نہیں کر پائی ہے۔

پچھلی جلدوں کی تقریظات، تبصروں اور تاثرات میں متعدد اہل فکر ونظر نے ان تمام جلدوں کے موضوعات کی طرف بالتفصیل اشارہ کیا ہے۔ قند مکرر کے طور پر عرض ہے کہ ان تیرہ جلدوں کے مباحث کو اگر الگ الگ ترتیب دیا جائے تو انہیں مندرجہ ذیل موضوعات کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف دعووں جیسے تجدید، مہدویت، مسیحیت اور پھر نبوت کا تدریجی ارتقاء، مرحلہ بمرحلہ بیان ہوتا چلا گیا ہے

۲۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے مباحثہ لدھیانہ (۱۸۹۱ء) سے لے کر ان تمام مباحثوں مناظروں اور مجادلات کی تفصیل اس کتاب میں سمو دی گئی ہے جو علم الکلام کے ایک طالب علم کیلئے اپنے دامن میں بیش بہاء معلومات کا ذخیرہ لئے ہوئے ہے۔

۳۔ شیخ الحدیث مولانا نذیر حسین دہلویؒ سے لے کر فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ان شخصیات کا تذکرہ جنہوں نے رد قادیانیت میں بھرپور حصہ لیا۔ جلد دوئم میں مجھے اپنے پردادا مولانا عبدالجبار عمرپوریؒ کا تذکرہ فیہ ذکر کم کا مصداق نظر آیا۔

۴۔ ان تمام کتب کے علمی مباحث کا خلاصہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے اکانوے (۹۱) رسائل و کتب کی رد میں تحریر کی گئیں۔ مرزا کی کتب اگر روحانی خزائن کے عنوان سے ۲۳ جلدوں میں سمو دی گئی ہیں تو ہمارے ممدوح ڈاکٹر بہاء الدین کی تصنیف بجا طور پر روحانی خزائن کے پوسٹ مارٹم کا درجہ رکھتی ہے۔

۵۔ مناظرات کے علاوہ وہ مراسلت جس کا آغاز مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا قادیانی سے ہوا اور پھر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تک یہ زنبیل دراز ہوتی گئی۔

۶۔ مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں چاہے ان کا تعلق اشخاص سے ہو یا کونی وزمانی واقعات سے، علماء حق کی وہ ساری تحریریں تک جا کر دی گئی ہیں جو کہ ان کی حقیقت کو آشکار کرتی ہیں اور دجل وتلبیس کے سارے فریب چاک کرتی ہیں۔

۷۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کا کچا چٹھا پیش کیا گیا ہے جس سے یہ دونوں پہلو ظاہر ہوتے ہیں کہ ایک طرف یہ تحریف آیات قرآن کا شاہکار ہیں اور دوسری طرف زبان کے لحاظ سے رکیک

اور بے سلیقہ ہیں۔

۸۔ادعاء مثیل مسیح کے دلائل میں لفظ توفی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ان احادیث نزول مسیح کی مرزا قادیانی کے حالات و وقائع سے عدم مطابقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

۹۔ قادیانیوں کے باہمی مجادلات اور رسہ کشی کی تصویر دسویں جلد کا ایک باب ہے۔

۱۰۔مؤلف نے کمال انصاف سے کام لیتے ہوئے ان تمام علماء کی کاوشوں کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے جنہوں نے رد قادیانیت میں کسی نہ کسی طرح حصہ لیا ہے۔اہل حدیث علماء کے ساتھ مولانا اشرف علی تھانوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، اور شاہ احمد رضا خان کی کاوشوں کے تذکرہ سے غافل نہیں رہے ہیں۔ تلک عشرۃ کاملہ

ہمارے پیش نظر بارھویں جلد میں خاص طور پر رد قادیانیت میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی تحریریں اس گلدستہ حکمت کو چار چاند لگا رہی ہیں۔میرے پیش رو صاحب علم حضرات اپنی تقریظات تاثرات میں مولف کتاب ڈاکٹر بہاء الدین اور ان کے دست راست جناب جمیل احمد شیر خان کا شکریہ بھرپور انداز میں پیش کر چکے ہیں۔میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی مولف کتاب کو صحت کاملہ سے نوازیں کہ جس پر کٹھن راستے کا بیشتر حصہ وہ طے کر چکے ہیں، اللہ تعالی کی توفیق سے وہ اس کی آخری منزل تک پہنچ سکیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

کتبہ: ڈاکٹر صہیب حسن

صدر مسجد و مدرسہ التوحید ٹرسٹ لندن برطانیہ۔ ۲۷ شوال ۱۴۳۱ھ، ۶۔اکتوبر ۲۰۱۰ء

# عرض مؤلف

تاریخ تحفظ ختم نبوت ایک مختصر سے دور (۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء) میں دفاع اسلام کے ایک محاذ پر علماء اسلام کی حسن کارگردگی کی روئداد ہے۔ زیر نظر جلد اس روئداد کا تیرھواں حصہ ہے ۔ نہ روئداد ختم ہوئی ہے اور نہ من حیث لا یحتسب کے لا متناہی خزائن سے توفیق و امداد میں کوئی وقفہ آیا ہے اللہ تعالی عنایات کریمانہ سے مشرف کئے جا رہے ہیں اور فقیر درگاہ، ان عنایات کو دامن میں سمیٹ کر اپنے قارئین کی نذر کئے جا رہا ہے۔

تحریک ختم نبوت کی تاریخ کے زیر نظر حصہ میں حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی چند تحریریں اور ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۹ شائع ہونے والے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے چند مقالات نذر قارئین کئے جا رہے ہیں جو دراصل قادیانیت اور اس کی رد کی تحریک کی رننگ کمنڑی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان سے کیسے میزائل داغے جا رہے تھے اور کس طرح اپنا بچاؤ کر کے رد قادیانیت کے کیمپ سے جوابی وار ہو رہے تھے۔

مولانا حامد رضا خان بھی تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شامل تھے انہوں نے قادیانی کے خلاف ایک فتوی صادر فرمایا تھا جو الصارم الربانی علی اسراف القادیانی کے نام سے ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ ہم نے اسے ملخصاً نقل کیا ہے نیز اس فتوی پر قادیانی حضرات نے جو تبصرہ کیا تھا اسے بھی ہم نے نقل کر دیا ہے۔

مولانا انوار اللہ حیدر آبادیؒ کی افادۃ الافہام تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی نہایت ضخیم کتاب ہے۔ مولانا امرتسری نے کسی جگہ لکھا ہے کہ مولانا انوار اللہ نے افادۃ الافہام لکھتے ہوئے ان کی مؤلفہ، الہامات مرزا، سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔ کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا اس قابل قدر کتاب میں نہ صرف الہامات مرزا سے ہی استفادہ کیا گیا ہے بلکہ مولانا محمد بشیر سہسوانی کی الحق الصریح، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس، مولانا عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس، مولانا محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی، منشی الہی بخش لاہوری کی عصائے موسی سے بھی وسیع پیمانے پر نہ صرف استفادہ کیا گیا ہے بلکہ انتہائی فراخ دلی سے اس کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دور میں افادۃ الافہام لکھی گئی اس وقت حیدر آباد دکن میں رد قادیانیت پر مسلمانوں کا

متداول سرمایہ کم وبیش انہی کتب پر مشتمل تھا۔ یوں افادۃ الافہام نہ صرف بذات خود تحریک کے ابتائی دور کے لٹریچر میں شامل ہے بلکہ ایک معاصر شہادت بھی ہے کہ اس دور میں کن بزرگوں کی تالیفات عوام وعلماء میں متداول تھیں۔

تلخیص کی غرض سے افادۃ الافہام کے مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ مولانا انوار اللہؒ کے سامنے ردقادیانیت کی سرگرمیوں کی پوری تفصیل موجود نہیں تھی، اس لئے چند مقامات پر نامکمل واقعات بیان ہوئے ہیں جنہیں کسی جگہ تو ہم نے مکمل کر دیا ہے، اور کسی جگہ حذف کر دیا ہے تاہم ایسے کسی بھی موقع پر ان کے استدلال پر زد نہیں پڑنے دی۔ بعض عبارات و واقعات کو بغرض اختصار حذف کر دیا ہے یوں افادۃ الافہام کے حصہ اول سے تقریباً ایک تہائی مواد ترک کر کے باقی ماندہ کو مختلف عنوانات کے تحت شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

گذشتہ جلد میں قادیانی دریچہ کھولا گیا تھا، اور کچھ مضامین قادیانی اخبارات سے نقل کر کے ان پر حسب ضرورت نقد وتبصرہ کیا گیا تھا۔ زیر نظر جلد میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور الحکم، البدر اور ریویو آف ریلی جنز سے اقتباسات نقل کر کے حسب موقع وضرورت ان پر نقد وتبصرہ کیا گیا ہے

قادیانی اخبارات کی ورق گردانی سے بعض ایسی کتب ورسائل اور کارکنان تحرک ختم نبوت کے نام سامنے آئے ہیں جو اس سے قبل میرے علم میں نہ تھے۔ بنا بریں میں نے وہ اقتباسات جن میں ایسے کارکنوں اور کتابوں وغیرہ کے نام، یا ان پر تبصرے ہیں، بھی نقل کر دیئے ہیں۔ چونکہ اصل کتابیں میرے سامنے نہیں ہیں اس لئے تبصروں پر تبصرہ کسی اور کیلئے چھوڑ دیا ہے۔

تعاونوا علي البر کے زمرہ میں مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں ضلع شیخوپورہ، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، مولانا رئیس الاعظم فیضی دہلی، حافظ ابوبکر ظفر رفیق ادارہ دارالدعوۃ السفیہ لاہور، جناب عبدالحنان بن مولانا محمد علیؒ جانباز سیالکوٹ، مولانا عبدالباسط عمری نیوکیسل اور عزیزم محمد سہیل بورے والہ شامل ہیں اللہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مواد کی فراہمی، تنقیح وترتیب، تخریج وتصحیح میں برادر مکرم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کا تعاون بے مثال ہے۔ تاہم مسودہ میں رہ جانیوالی کمپوزنگ کی غلطیوں کے لئے قارئین سے معذرت اور تنبیہ کا خواستگار ہوں۔

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین** ۱۶۔نومبر ۲۰۱۰ء

# انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الر حمن الر حیم

# قریب تر بامن ونز دیک تر بسعا دت

( قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ )

مرزا غلام احمد قا دیانی کا دعوی ہے،قریب تر بامن ونز دیک تر بسعا دت ، کہ جنہوں نے اس عا جز ( مرزا ) کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے، وہ سعادت مند ہیں نہ کہ ( یا ) وہ لوگ جو منکر ہو گئے ہیں۔مرزا قا دیانی نے معتقدین اور مبائعین کو جو انوار و برکات حاصل ہوئی ہیں ان کا بیان کر تے ہوئے تمہیدی الفاظ میں ہی لکھا ہے :

وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ و معصوم ہیں ۔،

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ فر ماتے ہیں:

نا ظرین ! انہی الفاظ پر غور کرو ۔ ہر ایک خطرہ سے محفوظ ہونے والے معصوم بننے والے یہ کون ؟ مقام خوف وہ مقام ہے کہ بڑے بڑے اولوالعزم رسول ہیبت وخوف سے کانپا کر تے تھے اللہ تعالی نے خود اس کا تصفیہ فر ما دیا ہے:

فلا یأمن مکر اللّٰہ الّا القوم الخاسرون (اعراف:۹۹)

سورہ یوسف میں ہے:

و ما ابرّیء نفسی انّ النّفس لا مّا رۃ با لسّو ء (یوسف:۵۳)(میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا کیونکہ نفس تو ہمیشہ برائی کا ہی حکم دیتا ہے )۔

حضرت عثمانؓ بن مظعون کے جنازہ پر آنحضرت ﷺ نے فر مایا:

و اللّٰہ لا ادری و اللّٰہ لا ادری ما یفعل بی و لا بکم (معجم کبیر ج ۹ ص ۳۷ نمبر ۸۳۱۷) بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول خدا ہوں کہ میرے ساتھ کیا بر تا ؤ ہو گا اور تمہارے ساتھ )

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے:

الجنۃ اقرب الی احدکم من شراك نعله و النّار مثل ذلک۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۶۰ باب الجنۃ اقرب الی احدکم) بہشت اور دوزخ تو تمہارے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ تم سے قریب تر ہیں)۔

حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے:

تم وہ عمل کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال سے بھی زیادہ تر باریک ہیں۔ ہم ان کو عہد رسول اللہ ﷺ میں مہلکات سے شمار کرتے تھے (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ باب ما یتقی من محقرات الذنوب)

یہ ارشادات ان مقتدایان ملت اور انبیاء کرام کے ہیں جن کی عصمت پر نص قطعی موجود ہے جن کا کوئی لمحہ کوئی لحظہ خوف اور خشیت خدا اور بیم ورجا سے خالی نہ ہوتا تھا۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں واللہ اگر تم جان لو تو ہنسو کم اور گریہ بہت کرو۔ عورتوں سے فرش پر لذت نہ پاؤ۔ راہوں سے نکل بھاگو۔ اور خدا سے فریاد کرو۔ (ترمذی ج ۲ ص ۵۷۔ ابواب الزھد عن ابی ذر)

باوجود ایسے نصوص شرعیہ وقطعیہ کے اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خطرہ سے محفوظ سمجھتا ہے تو بحکم آیت خاسرین میں داخل ہے۔ اب رہا مریدان جناب (مرزا قادیانی) کا خطرہ سے معصوم ہوجانا، یہ خاصہ انبیاء کا ہے اور وہ باوجود معصوم ہونے کے بھی ڈرتے رہے ہیں۔ اول آپ نے عاجز، گنہگار بندوں کو معصوم بتایا۔ اور پھر خشیت اور خوف کی صفت سے خالی کر کے ان کو ہلاکت کے قریب کردیا۔ جس طرح نصاریٰ فضل پر بھروسہ کر کے بیٹھ گئے صدق اعمال ان سے اٹھ گیا حسن عبادت جاتا رہا۔ وہی حال ان بیچاروں کا بھی ہونے والا ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہو رہا ہے۔ میں تو مرزا قادیانی کے جتنے مریدوں سے واقف ہوں اور بیعت سے پہلے کی واقفیت رکھتا ہوں ان کی حالت ماسبق و مابعد پر اکثر احتیاط اور غور سے فکر کیا کرتا ہوں تو ان کو بدترین حالت میں پاتا ہوں۔ ان میں سنن ہدیٰ بہت کم نظر آتے ہیں۔ اوقات صلوۃ کے بھی پابند نہیں ہوتے۔ خیر اب ناظرین ان انوار و برکات کی تفصیل سنیں جو مرزا قادیانی نے فرمائی ہیں:

۱۔ ان لوگوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا ہے اور اس کو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اس کی نسبت طرح طرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں جگہ نہیں دی۔ اس وجہ سے اس ثواب کا انہیں استحقاق ہوا کہ

جو بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۰)

ناظرین! حسن ظن ایک عمدہ صفت ہے اور بے شک ہر مسلمان کو ہر مسلمان پر ہونی چاہیے مگر حسن ظن اس کا نام نہیں ہے کہ ایک شخص پر حسن ظن کرتے کرتے تمام سلف وخلف صلحاء وعلماء سے سوءظنی پیدا ہو جائے اور صرف ایک شخص کو مفتری یا کذاب نہ کہنے کے لئے صحابہ اور تابعین تک کو ملحد ومحرف تسلیم کرلیا جائے۔ معاذ اللہ

میں سچ کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی سے حسن ظن صرف اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جب جملہ مفسرین ومحدثین وتابعین آئمہ واصحابہ کرام کی طرف سے سخت شکوک اور بدظنیوں کو دل میں مستحکم کرلیا جائے۔ اگر حضرت ابوہریرہؓ روایت حدیث کے ساتھ و ان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته سے حیات عیسیؑ ثابت کرتے ہیں تو کیا کریں۔

اگر ابن جریر وابن کثیر تفسیر طبری جز ۶ ص ۱۸، وامام احمد باسناد صحیح ابن عباس سے اس آیت ان من اهل الكتاب میں حیات ونزول مسیح بیان کرتے ہیں تو خیر وہ بھی بیان کیا کریں

اگر ضحاک اور قتادہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے انّی متوفّیک و رافعک کے معنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزّمان روایت کرتے ہیں تو خیر وہ بھی روایت کرتے رہیں۔

اگر امام حاکمؒ وابن مردویہؒ، طبرانیؒ اور ابن ابی حاتمؒ، حضرت ابن عباسؓ سے انه لعلم للسّاعة میں نزول عیسی قبل یوم القیامۃ کی تفسیر کرتے ہیں تو خیر، یہ بزرگوار بھی اپنی کتابیں اپنے پاس رہنے دیں۔

اگر عبد بن حمیدؒ نے انه لعلم للسّاعة میں ابوہریرہؓ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے کہ قبل از قیامت حضرت مسیحؑ تشریف فرمائے دنیا ہونگے تو وہ بھی اس نقل کو اپنے پاس رکھ چھوڑیں۔

اور اگر رئیس المفسرین ابن جریرؒ نے سند متصل وصحیح کے ساتھ امام حسن بصریؒ سے جو جملہ اہل کشف وشہود اولیاء وعلماء کے امام وسرگروہ ہیں ان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته میں حیات عیسیؑ بیان کرتے ہیں اور و اللّه انّه لحيّ الآن عند اللّه و لكن اذا نزل آمنوا به اجمعون فرماتے ہوں جس کا ترجمہ یہ ہے: بخدا حضرت عیسیؑ اس وقت خدا کے پاس ضرور ہی زندہ ہیں۔ مگر جب نازل ہوں گے تو سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے )، تو خیر قسم کھایا کریں۔

اگر حضرت کعب احبارؓ، حضرت قتادہؒ، حضرت مجاہدؒ، آیات بالا میں نزول اور حیات مسیح ثابت کرتے ہوں تو کیا کریں۔

اگر معالم و بیضاوی، کشاف و درمنثور، بحر مواج وغیرہ آیات صدر میں معانی بالا پر جزم کرتے ہوں، تو کیا کریں۔

اگر سلف و خلف کا اجماع و اتفاق اسی عقیدہ پر ہو، تو ہوا کرے۔

اگر خروج دجال کی احادیث کے راوی ۳۵ صحابہ ہوں، تو ہوا کریں۔ اگر قتل دجال و نزول عیسیٰؑ کی احادیث کے راوی ۱۳۰ صحابہ ہوں، تو خیر۔

مگر وہ حسن ظن جو ایک بھائی کو بھائی سے ہونا چاہیے، وہ مانع ہے کہ مرزا قادیانی کو کاذب اور مفتری خیال کیا جائے۔ مرد آدمی حسن ظن کے یہ معنی کس نے کئے ہیں کہ تمام جہان کے عقلائے ملت و علماء دین ایک طرف ہوں اور ایک مدعی ایک طرف پھر بھی وہ حسن ظن ہی چلا جائے؟
یقین رکھئے کہ یہ بہت بڑی خرابی ہے جو واقع ہو رہی ہے اس کا انجام بخیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی اس کے بعد دوسری خوبی یہ بتلاتے ہیں:

۲۔ دوسری یہ کہ وہ حق کے قبول کرنے کے وقت ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرے اور نہ نفسانی جذبات ان پر غالب ہوسکے۔ اس وجہ سے وہ ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کہ انہوں نے دعوت حق کو پا کر اور ربانی منادی کی آواز سن کر پیغام کو قبول کرلیا اور کسی طرح کی روک سے رک نہیں سکے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۰)

ناظرین! حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمان صدق دل سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ داعی الی اللہ اور ربانی مناد محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور آنحضرت ﷺ کے ان دونوں مراتب رفیعہ کا ذکر قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے:

یا قومنا اجیبوا داعی اللّٰہ و آمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم۔ (احقاف:۳۱)

دوسری جگہ ہے وداعیاً الی اللّٰہ باذنہ و سراجاً منیراً (احزاب:۴۶)

حدیث میں ہے: فالدّاعی محمد و المادبہ الجنۃ۔

ربانی مناد کا اس آیت میں ذکر ہے:

ربّنا انّنا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان آمنوا بربّکم فامنا ربّنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفّر عنّا سیّآتنا و توفّنا مع الابرار۔ (آل عمران:۱۹۳)

پس جن لوگوں نے محمد ﷺ کو داعی الی اللہ قبول کر کے ان کی دعوت حق کو قبول کر لیا ہے اور احمد مصطفیٰ ﷺ کو ربانی منادصدق دل سے جان کر ان کی ندا کو گوش جان سے سن لیا ہے وہ مجبور ہیں کہ کسی اور کو داعی الی اللہ سمجھیں یا اس کی دعوت کو دعوت حق قرار دیں ۔ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی دعوت حق نہیں کر سکا اور کسی کی ندا اس مبارک ندا سے زیادہ شیریں اور روح بخش نہیں ثابت ہوئی اس لئے اس مبارک دعوت اور نداء کے بعد اور جتنی دعوتیں اور ندائیں ہیں وہ سب گمراہی اور ضلالت کی دعوت اور ندائیں ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فما ذا بعد الحق الّا الضلا ل (یونس:۳۲)۔

پس یہ دوسری مصیبت (معصیت) ہے جو مبائعین مرزا قادیانی پر نازل ہو چکی اور نازل ہو رہی ہے جس مصیبت کا گرنا ان کو برف باری کی طرح خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر تھوڑی دیر میں وہ خوش آئند منظر مہلک ثابت ہوگا۔

۳۔تیسری بات مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پیش گوئی کے صدق پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ ان تمام وساوس سے مخلصی پا گئے کہ جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کی حالت میں ایمان دور ہو جانے کا موجب ٹھہرتے ہیں ۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۰)

ناظرین یہ تیسری برکت ہے جو مبائعین کو مرزا قادیانی سے حاصل ہوئی ۔اگر مرزا کے مبائعین کا ایمان یہی ہے کہ وہ ہر چیز پر مشاہدہ کے بغیر ایمان نہیں لا سکتے اگر مبائعین کی اتنی ہی عقل ہے کہ وہ ہر ایک پیش گوئی کو جو ان کے عہد حیات میں پوری نہ ہو ،قبول نہیں کر سکتے اور اگر وہ ایسے دل کے بودے ،طبیعت کے کمزور ایمان کے کچے ہیں کہ خدا کے وعدوں اور مصلحتوں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادوں کو وہ اپنے پیدا شدہ وساوس کا دافع نہیں جانتے تب مرزا قادیانی بخوبی یقین رکھیں کہ وہ ان لوگوں کو وساوس سے مخلصی نہیں دے سکتے اور ان کا ایمان جو حالت یاس سے دور ہونے لگ گیا ہے قائم نہیں رکھ سکتے کیونکہ مسیح موعود کی پیش گوئی پر جب یہ وساوس کرنے اور پھر ایمان چھوڑنے لگے تب تو مرزا قادیانی نے احسان فرما کر خود دعوی کر دیا اور ان کی روک تھام کر لی لیکن کل کو جب قیامت کے وجود پر وساوس قائم کریں گے اور وہی انتظار کی وجہ سے حالت یاس پیدا ہو کر ازالہ ایمان ان کا ایمان ہو جائے گا تب مرزا قادیانی کیا تدبیر فرمائیں گے ۔آپ کے پنجاب کی ایک مثل ہے اج نپتی کل نپتی کیسو پھوتے سدا نپتھی ۔ ہاں اگر حسن بن محمد گیاہ بزرگ امید کی

آپ نے تقلید کی اور قیامت موعودہ بھی اپنے نفس ہی کو ٹھہرایا، تب تو کیا کہنے ہیں۔

غرض یہ تیسری مصیبت ہے کہ ایک پیشگوئی کے انتظار سے اگر آپ نے مریدان عقیدت کیش کو رہائی بخشی ہے تو اور سینکڑوں آنیوالی اور ظاہر ہونیوالی پیشگوئیوں کی نسبت انکے دلوں میں وساوس اور اوہام پیدا کردیئے اور قریب ہے کہ جلد باز جب ان ربانی وعدوں کا انتظار نہ کرسکیں گے اور مصلحت الہی پر یقین نہ رکھیں گے تو سب کے سب منکر ہو جائینگے اور وہ وقت بھی پہنچے گا جب لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحاب السّعیر کہنے کی ان کو ضرورت پڑے۔

۴۔ چوتھی بات مرزا قادیانی یہ بتاتے ہیں کہ:

وہ خدا تعالی کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لا کر اس سخت غضب الہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے کہ جن کے حصہ میں بجز تکذیب وانکار کے اور کچھ نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۱)

ناظرین! خدا تعالی کا بھیجا ہوا بندہ یہ الفاظ عبدہ و رسولہ کا ترجمہ ہیں اور ہم رب کریم کو شاہد بنا کر صدق دل سے پڑھتے ہیں نشهد ان لا اله الّا اللّه وحده لا شریک له و نشهد انّ محمّداً عبده و رسوله۔ ہمارا ایمان ہے کہ محمد ﷺ کے بعد جو شخص اپنے آپ کو خدا تعالی کا بھیجا ہوا بندہ کہتا ہے وہ اس حدیث کا مورد ہے:

سیکون فی امّتی دجّالون کذّابون کلّهم یزعم انّه نبیّ اللّه (سنن ترمذی۔ ج ۲ ص ۴۵۔ ابواب الفتن)

پس یہ چوتھی مصیبت ہے جو مرزا قادیانی کے مبائعین پر نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کو خدا تعالی کا بھیجا ہوا مان کر آیت ختم النبیین کا انکار کیا۔ اور اس انکار سے اس غضب الہی کے مستحق ٹھہر گئے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے منکرین کے لئے ہے۔ مرزا قادیانی! اگر ہر دعوی کرنے والا زبان دراز محض ادعا اور زبان درازی سے خدا تعالی کا نبی بن سکتا ہے تب آپ سجاح اور مسیلمہ اور اسود کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

پانچویں بات مرزا قادیانی نے بتائی کہ:

وہ ان فیوض اور برکات کے مستحق ٹھہر گئے جو ان مخلص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اس شخص کو قبول کر لیتے ہیں جو خدا کی طرف سے آتا ہے (ازالہ اوہام ص ۱۸۱)

مرزا قادیانی! یہ پانچویں برکت تو وہی ہے، جو پہلی تھی۔ آپ نے خواہ مخواہ ۱۵ سطروں

بعد اس کوئی برکت بنانا چاہا۔ الحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔ آپ کے وجودِ باجود سے مبائعین کو جو فیوض و برکات حاصل ہونے والے (بزمانہ مستقبل) ان کی تفصیل وتشریح آپ نے خود ہی فرمادی ۔ جناب یہ تو وہ فوائد ہیں جو برہم سماجیوں کو کیشب چندر سین سے اور دیو دھرمیوں کو اگنی ہوتری لاہوری سے، دتے شاہیوں کو اپنے پیر سے، آریہ کو دیانند سرستی سے حاصل ہو چکی ہیں، اس میں مسیح موعود نے کیا طرہ لگا دیا۔ اب آپ اگر ان سعادتوں کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں جو آپ کو قبول نہ کرنے والوں اور رد کر دینے والوں کو پہلے سے حاصل وشامل ہیں اور آپ کے انکار سے اور زیادہ ہوگئے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ ان کی تفصیل کے لئے دفتر ضخیم بھی کافی نہیں ۔ سب سعادات سے اعلی وافضل واکمل اتباع سنت نبوی کی سعادت ہے جس کیلئے قرآن مجید فرماتا ہے:

قل ان کنتم تحبّو ن اللّٰہ فا تّبعو نی یحببکم اللّٰہ (آل عمران:۳۱)

نیز ارشاد ہے ان تطیعوہ تھتدوا یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کرو گے تب ہدایت پاؤ گے

مرزا قادیانی ! آپ نے دافع الوساوس میں بلی من اسلم و جھہ کی تفسیر کرتے ہوئے ہر ایک مدعی کے لئے فنا و بقا اور لقا کے مدارج کا ذکر فرمایا ہے خیر مدعی اسلام تو برطرف، میں گستاخانہ سوال کرتا ہوں کہ آپ کے مریدان باعقیدت کو یہ مراتب کیوں حاصل نہیں ہوئے اور ان انوار و برکات سے کس لئے محروم رہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وساوس میں ان مضامین کو صوفیہ کی کتابوں سے اخذ کر کے لکھ تو دیا ورنہ نہ خود آپ کو یہ منصب حاصل ہے اور نہ تا حشر آپ کے کسی متبع اور معتقد کو ان ہر سہ مراتب میں سے کوئی مرتبہ مل سکتا ہے۔ یا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ سچے ہیں تو اقتداری کن کا جلوہ خود دکھائیں یا کسی مرید کو پیش کریں۔

ناظرین! اس مضمون کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ حق تعالی آپ کی بصیرت کو زیادہ کرے ۔ مرزا قادیانی کو اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوی میں اتنا تو غلو ہے کہ انہوں نے یہ بھی لکھ مارا:

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوی میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کچھ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے، انہی دنوں میں آسمان سے اتر آوے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں، مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آئے تا کہ میں ملزم ٹھہر سکوں ۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح بن مریم جلد آسمان سے اترتے دکھائی دیں (ازالہ اوہام۔ ص ۱۵۵)

مرزا قادیانی ! ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالی کے سب کام حکمت کے ساتھ ہیں اور ہر چیز کا اس نے اندازہ کر رکھا ہے اور ہر کام کا ایک وقت مقرر فرما دیا ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں کوئی چیز اندازہ سے باہر نہیں کوئی کام ایک ساعت آگے یا پیچھے نہیں ہوتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح نازل ہوں گے خواہ ہم شرف زیارت سے مشرف ہوں، یا اس مسعود وقت سے پہلے اپنے انفس وحیات پورے کر کے تہ خاک چلے جاویں۔ بہر حال ہم کو نزول مسیح پر وہی ایمان ہے جس کو سیدنا علیؓ بن ابی طالب نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے:

لو کشِف الغطاء لما ازددت یقیناً۔

اب رہا آپ کا فرمانا کہ مسیح کو جلد بلا لو ابھی بلا لو اسی زمانہ میں بلا لو اس کے جواب میں ہم صرف وہی آیات پڑھ دینا کافی سمجھتے ہیں جو منکرین قیامت کی ایسی بیہودہ گوئیوں کے جواب میں اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو تعلیم فرمائیں:

و یقولون متی هذا الوعد ان کنتم صادقین (یونس: ۴۸) کہتے ہیں یہ وعدہ کب کا ہے (اور کہاں ہے) اگر تم سچے ہو۔

قل انّما العلم عند اللّه و انّما انا نذیر مبین. فلمّا رأوه زلفة سیئت وجوه الّذین کفروا و قیل هذا الّذی کنتم به تدّ عو ن (ملک: ۲۶۔۲۷)

کہدے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو ڈرسنانے والا ہوں ظاہر، پھر جب دیکھیں گے کہ وہ ان سے نزدیک ہے تب نافرمانوں کے منہ برے برے ہو جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا یہ ہے جو تم اس وقت مانگتے تھے۔

ناظرین ! مرزا قادیانی یہاں بھی اپنی چالاکی سے نہیں چوکے اور اس اعتراض کا کہ دعا سے مسیح کا اترنا ضروری ہے جواب خود ہی دینا چاہا ہے،

اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں، ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندؤوں کے مقابل پر مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی۔ اور ضرور ہے کہ خدا اسے روکے رہے جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے ..اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہوگئیں جن کا مسیح کے وقت پیدا

ہونا ضروری تھا۔(ازالہ اوہام۔ص ۴۶۳)

اس بیان سے ہمارے اعتراض کو مرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت اٹھا نہیں سکے بلکہ دو اور مغالطے لکھ مارے:

ا۔ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی۔اس فقرہ میں آپ نے نصوص قطعیہ فرقانیہ اور احادیث نبویہ کا بھی خلاف کیا اور اللہ کے مکر و غضب سے لوگوں کو بےخوف کر دینا بھی چاہا۔قرآن مجید کی دربارہ قیامت یہ تعلیم ہے:

لا یجلّیھا لو قتھا الّا ھو (اعراف:۱۸۷)

اورحدیث جبریل میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے:

ما المسؤل عنه باعلم من السّا ئل (مشکوۃ۔کتاب الایمان)

یعنی اے جبریل جیسی تمہیں خبر نہیں ویسے مجھے بھی نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔

دوسری حدیث میں ہے اسرافیل صور کو منہ لگائے ایک پاؤں پیچھے ایک آگے کو کئے ہوئے کھڑا ہے کان آواز پر لگے ہوئے ہیں اور آنکھیں عرش کی جانب اٹھ رہی ہیں، کیا جانے کس وقت حکم آپہنچے۔پس مرزا قادیانی نے سات ہزار برس سے پہلے قیامت کے نہ آسکنے کا عقیدہ بالکل اسلام کے خلاف بیان کیا ہے۔

۲۔دوسرا مغالطہ آپ کا یہ ہے کہ ابن مریم کے آنے کی علامات پوری ہو چکی ہیں۔جن لوگوں کی احادیث پر نظر ہے یا جنہوں نے غایت المرام میں ہمارا مضمون زمانہ نزول مسیح ، اور اس رسالہ میں مضمون امام محمد بن عبداللہ المہدی پڑھا ہے وہ آپ کے قول کی تکذیب بخوبی کرسکتے ہیں اور حاصل کلام جس پر اس مضمون کا خاتمہ ہے یہ ہے کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا نہ کوئی ثبوت ہی پیش کیا اور نہ مسیح موعود کی صفات کا اپنے اندر ہونا ہی ثابت کر دکھلایا۔غرض کیا ان دلائل کی قوت سے جو مسیح موعود کے بارہ میں ہم اپنے پاس رکھتے ہیں اور کیا ان اباطیل کی لغویت سے جو آپ نے اس بارہ میں پیش کی ہیں، بخوبی ظاہر ہوگیا کہ آپ مسیح موعود ہرگز نہیں اور اس دعوی کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث میں سے ایک لفظ بھی مرزا قادیانی کے پاس موجود نہیں۔(تائید الاسلام۔۱۱۴۔۱۲۲)

# الہام و مکاشفہ

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

لغت میں الہام کسی شخص کے حلق میں کھانا ڈالنے کو کہتے ہیں اس طرح پر کہ اس شخص کو ہونٹ اور دانت ہلانے نہ پڑیں۔ اب اصطلاح شرعی میں الہام کسی امر کے اس داعیہ کو کہتے ہیں جو دل میں کسی پہلے فکر کے بغیر پیدا ہو۔

الہام ربانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۸)

پس اس لئے کہ الہام ربانی اور شیطانی دونوں قسموں کا ہوتا ہے بزرگان دین نے اس کی شناخت کے لئے ایک معیار قائم کیا ہے یعنی کتاب اور سنت۔ اور قرار دیا ہے کہ جب تک اس کی آزمائش نہ کر لی جائے تب تک الہام کو ربانی کہنے کی جرأت نہ کرنی چاہیے۔

الہام کی یہ تعریف جو ہم نے کی ہے ایسی واضح ہے جس پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہے اور وہ بزرگ جن کی تحقیقات شریف تصوف اور علم میں تازگی کی روح ڈالنے والی ہے، سب کے سب ایسے ہی الفاظ لکھ گئے ہیں۔

بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں کہ:

الہام اولیاء موجب علم ظنی ہے اور اگر دو ولیوں کا کسی ایک الہام میں اتفاق کلی ہو جائے تو اس کا درجہ ظن غالب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ولی کا کشف اور الہام کسی حدیث کے جو آحاد میں سے ہو بلکہ کسی قیاس کے جو شرائط قیاس کا جامع ہو، مخالف ہوگا تب بھی اس جگہ حدیث کو بلکہ قیاس کو الہام پر ترجیح دینی چاہیے۔،

اس کے بعد قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ سلف اور خلف میں مجمع علیہ ہے۔

ابو سلیمانؒ دارانی کہا کرتے تھے:

الہام پر عمل نہ کرو جب تک اس کی تصدیق آثار سے نہ ہو جائے (احیاء العلوم)

پیران پیر شیخ عبدالقادرؒ جیلانی فتوح الغیب میں لکھتے ہیں: الہام اور کشف پر عمل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن اور حدیث نیز اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔

عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوب نمبر ۱۷۷ میں لکھتے ہیں کہ

کشوف اور منامات اور بشارات صحیحہ صادقہ اور ان کے خلاف میں کوئی فرق کرنا دشوار ہے۔ پس ان

پر اعتماد کرنا نہ چاہیے اور ان کو اتنا معتبر نہ خیال کرنا چاہیے کہ کمال معتد بہ انہی لگا ہوا ہے بیشک اعتماد کے لائق اور نجات دینے والی تو صرف کتاب اور سنت ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

جو لوگ بلند ہمت ہوتے ہیں وہ ایسے امور کی طرف التفات نہیں کرتے۔

کشف کے معنی میں کھلنے اور آشکار ہونے کے ہیں اصطلاح صوفیہ میں کسی ایسے امر کو جو حواس ظاہرہ کے بغیر معلوم ہو جائے کشف کہتے ہیں۔ اس کے چند اقسام ہیں:

۱۔ نوم و رؤیا یعنی خواب میں کسی امر کا دیکھنا۔ واضح ہو کہ منامات میں روح کے ساتھ نفس کا بھی تعلق ہوتا ہے اور اس لئے اکثر خواب یا خواب کا بیشتر حصہ صحیح نہیں ہوتا۔ صرف انبیاء ہی کی یہ شان ہے جن کے خواب بعینہ صحیح ہوتے ہیں اور ان میں تعبیر کی یا تو بالکل ہی ضرورت نہیں پڑتی یا بہت ہی کم جیسا کہ (بخاری ج ا ص ۲ باب کان بدء الوحی) میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آغاز کار نبوت میں حضرت رسول اللہ ﷺ جو خواب شب کو دیکھتے صبح کو نور صبح کی طرح اسی طرح دیکھ لیتے یا جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰنؑ نے اپنے خواب میں فرزند کو خود ذبح کرتے ہوئے دیکھا تو ذبح کا قصد مصمم کر لیا اور اس کی تعبیر نہیں کی۔ یا حضرت یوسفؑ نے کواکب وقمرین کا اپنے آپ کو مسجود پایا اور بھائیوں اور والدین کو سجدہ شکرانہ کرتے ہوئے ھذا تاویل رؤیای فرمادیا،

۲۔ واقعہ، یعنی اثنا ذکر و استغراق میں ایسی حالت آ کر طاری ہو جائے کہ محسوسات غائب ہو جائیں اور بعض امور غیبی کے بعض حقائق کھل جائیں جیسے نائم پر حالت نوم میں کھل جاتے ہیں ان میں بھی نفس اور روح مشارک ہوتے ہیں۔

۳۔ مکاشفہ، اس میں واقعہ کی طرح محسوسات سے غائب ہونا لازمی نہیں بلکہ وہی حالت حضوری میں ہی ہو جاتی ہے اور اعلیٰ مکاشفہ کی صفت یہ ہے کہ روح انسانی غواشی بدن سے تجرد پا کر مطالعہ مغیبات میں تفرد حاصل کرے۔ یہ تجرد اور تفرد بھی بقدر مراتب ہوتا ہے کیونکہ کشف درحقیقت آئینہ خیال میں صورت مثال کے عکس پڑنے کا نام ہے۔ پس جس قدر زیادہ آئینہ خیال مصفی ومجلی ہوگا اسی قدر کشف بھی درست اور صادق ہوگا ورنہ نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بیہقی وقت ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں کہ انبیاء کے خواب بھی وحی قطعی ہیں اور اولیا کے رؤیا اور کشف میں بھی خطا واقع ہوتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جن کی مجددیت اور مثیلیت کی بنیاد زیادہ تر الہام ومکاشفہ پر ہے۔

اس بارہ میں علماء وصوفیہ سلف وخلف کی طرح مان چکے ہیں:

کشف میں خطا کا احتمال بہت ہے (ازالہ اوہام۔ص ۵۶۷)

شیطان اپنی شکل نوری فرشتہ کیساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۹)

الہام ولایت یا الہام عام مومنین بجز موافقت ومطابقت قرآن کے حجت نہیں (ازالہ اوہام ص ۶۲۹)

بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی تو انبیاء کے الہامات اور اولوالعزم رسولوں کے مکاشفات کو بھی صحیح اور قابل اعتماد نہیں سمجھتے بلکہ جائز رکھتے ہیں کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا کشف بھی ایسا مکدر ہو کہ حقائق غیبیہ کا ظہور اس کشف کے خلاف ہو۔ انبیاء کے الہامات صحیح نہ ہونے پر آپ نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۹ میں لکھا ہے:

مجموعہ توریت میں سلاطین اول باب ۲۲، آیت ۲۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی (یہاں قاضی صاحب نے ایک مفصل حاشیہ لکھا ہے جسے ہم کسی اور جگہ نقل کر چکے ہیں۔ بہاء) اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔

اس حوالہ توریت کے بعد انبیاء کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹے نکلنے کا سبب اسی صفحہ پر مرزا قادیانی یہ تحریر فرماتے ہیں:

اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا اور نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔

اسی واقعہ کا حوالہ قادیانی نے، حقانی تقریر بروفات بشیر، صفحہ ۷ میں بدیں الفاظ دیا ہے:

بنی اسرائیل کے چارسو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو سلاطین اول باب ۲۲۔ آیت ۱۹۔ مگر اس عاجز کی کسی پیش گوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک نہ صرف ایک بلکہ چارسو نبیوں کا الہام اور وہ بھی متفقہ الہام غلط ہو سکتا ہے اور الہام شیطانی بھی ایسے زرق وبرق کے ساتھ ہوا کرتا ہے کہ نبیوں کی تعداد کثیر بھی اسی دھوکے میں آسکتی ہے بلکہ آچکی ہے۔

اب رسولوں کی نسبت ملاحظہ فرمائیں۔مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مسیح کا مکاشفہ بہت صاف نہیں تھا۔(ازالہ اوہام۔ص ٦٩٠)

یہ دخل (شیطانی کلمہ کا) کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے (ازالہ ص ٦٢٨)

اور سید الانبیاء ﷺ کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ٦٩١ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

کچھ تعجب نہیں کہ آپ ﷺ پر ابن مریم دجال یا جوج ماجوج دابۃ الارض دجال کے ستر باع کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلیت معلوم نہ ہوئی ہو (مختصراً)

ان تمام عبارات کے بعد جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک اولیاء کا الہام اور کشف اور مرزا قادیانی کے نزدیک انبیاء کا الہام اور کشف بھی جب حجت اور دلیل نہیں ہوسکتا تو پھر ہر ایماندار اندازہ کرسکتا ہے کہ ایک عامی کا الہام کیا درجہ رکھ سکتا ہے اور اس کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ مرزا قادیانی کے نزدیک گو انبیاء اور رسل کے الہام اور مکاشفہ میں غلطی ہوتی رہی مگر ان کے خیال میں یہ نہایت مشکل ہے کہ تمام افراد امت کا بھی یہی حال ہو۔ان کا خیال ہے کہ محدث جو اس امت میں سے ہی ایک فرد ہوتا ہے ایسے درجہ کا شخص ہوتا ہے کہ اس کے الہام کو وحی کہنا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ، رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے (توضیح المرام۔ص ١٨) پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ٩١٣ پر لکھا ہے کہ:

محدث حالت درربودگی میں جو کلام لذیذ لے آتا ہے وہی وحی الٰہی ہوتی ہے۔

میں زیادہ تر اسی کی تنقیح کرنا چاہتا ہوں۔مرزا قادیانی کے اس دعوی پر کہ وہ محدث ہیں ، میں اپنے رسالے غایت المرام میں بخوبی بحث کر چکا ہوں کہ صحیحین کی حدیث مرفوع متصل اور سنن ترمذی کی حدیث صحیح اور حضرت ابن عباسؓ کے قول سے جس کو امام بخاریؒ اپنی صحیح کی تعلیقات میں لائے ہیں اور ان خواص سے جن کا محدث میں ہونا لازمی ہے یہی ثابت ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کے سوا امت محمدیہ میں اور کوئی محدث نہیں۔اب میں اس جگہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا فی الواقع محدث کی وحی آمیزش شیطانی سے پاک ہوتی ہے (جیسا کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد ہے) یا نہیں (جیسا کہ جمہور سے مروی ہے)۔

اس بارے میں کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان سے میں ایک فصل کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:

ولی خدا، کی شروط میں سے یہ بات نہیں کہ وہ معصوم ہو اور غلطی یا خطا نہ کرے،

بلکہ جائز ہے کہ علم شریعت کا کوئی حصہ اس سے مخفی رہے۔اور بعض امور دین اس پر مشتبہ رہیں حتی کہ بعض ممنوع امور کو مامور بہ خیال کر بیٹھے۔ یا وہ بعض خوارق کو کرامات اولیاء میں سے شمار کرنے لگے حالانکہ وہ شیطانی ہوں اور شیطان نے ان کو ناقص کرنے کے لئے تلبیس کر دی ہو اور اس بندہ خدا کو اس امر کی آگاہی بھی نہ ہو۔اور بایں ہمہ اس کی ولایت الٰہی میں کچھ فرق بھی نہ آئے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ امت محمدیہ کی خطا ونسیان سے درگذر کی گئی ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ ولی خدا سے غلطی کرنا جائز ہے تو ہم کو ضرورنہیں کہ اگر اس کے دل میں کوئی الہام آئے یا محادثہ وخطاب الٰہی سے وہ مشرف ہونا خیال کرے تو ان پر اعتماد بھی کر لے بلکہ اسے لازم ہے کہ اس الہام وخطاب کو احادیث نبوی کے سامنے پیش کرے اگر احادیث کے موافق ہو تو قبول کرے ورنہ رد کر دے اور اگر اسے خبر نہ ہو کہ احادیث کے موافق ہے یا مخالف، تو ان میں توقف کرنا چاہیے۔واضح ہو کہ اس بارہ میں لوگوں کی تین صفتیں ہیں۔ایک وسط میں، اور دو افراط و تفریط میں۔ایک وہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شخص کو ولی اللہ سمجھ لیتا ہے تو اس کے ان تمام اقوال میں جن کی نسبت ولی اللہ کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کی طرف سے آئے ہیں ولی اللہ کی موافقت کر لیتا ہے اور اس کے افعال اسی کو سپرد کر دیتا ہے (خواہ کیسے ہی ہو) ایک وہ ہے کہ جب کسی نیک آدمی سے کوئی ایسا قول یا فعل دیکھ پاتا ہے جو شرع کے موافق نہیں ہوتا تو اس کی ولایت کی ہی نفی کر دیتا ہے گو اس نیک کی یہ غلطی اجتہادی غلطی ہو۔مگر واضح ہو کہ بہترین امور اوسط ہوتی ہے چاہیے کہ نہ اسے معصوم سمجھے اور نہ (ناظرین کو یاد رہے کہ مرزا قادیانی کی یہ غلطی اجتہادی غلطی نہیں کیونکہ اجتہاد کو نصوص شرعیہ کے موجود یا معلوم نہ ہونے پر کیا جاتا ہے۔اگر نصوص صحیحہ وقطعیہ شرعیہ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص ان کا خلاف کرے اور اس کا نام اجتہاد رکھے تو آئمہ ملت نے قرار دیا ہے کہ ایسا شخص معاند فی الدین یعنی دین سے عداوت کرنے والا ہوتا ہے) اجتہادی غلطی پر گناہ گار ہی قرار دے۔لازم ہے کہ عام اقوال میں اس کا اتباع نہ کرے اور اجتہادی غلطی کی وجہ سے کفر اور فسق کا فتوی نہ دیا جائے۔واجب یہ ہے کہ اتباع صرف ان احکام میں کیا جائے جو اللہ اور رسول نے دیئے ہیں مگر جب کسی فقیہ کا قول مخالف شرع اور دوسرے کا موافق پائے تو اس کو یہ الزام دینا کہ یہ شرع کے خلاف کرتا ہے، ٹھیک نہیں

کیونکہ صحیحین (بخاری ج ۱ ص ۵۲۱ باب مناقب عمر) میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے قد کا ن فی الا مم قبلکم محدّ ثون فان یّکن فی امّتی ا حد فعمر (تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے پس اگران میں سے کوئی ایک میری امت میں ہے تو عمرؓ ہے) اور ترمذی میں یہ ارشاد نبوی ہے لو لم ابعث فیکم لبعث عمر (اگر میں تم میں نبی نہ بنایا جاتا تو عمرؓ بنایا جاتا) نیز ایک اور حدیث میں ہے انّ اللّٰہ ضر ب الحقّ علی لسان عمر و قلبہ (خدا تعالی نے عمرؓ کے دل وزبان پر حق قائم کر دیا ہے) اسی حدیث شریف میں ہے لو کان بعدی نبیّ لکان عمر (اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا) اور روایت شعبی میں سیدنا ومولانا علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے ما کنّا نبعد انّ السّکینۃ تنطق علی لسان عمر (ہم اسے کچھ بعید نہ سمجھتے کہ عمرؓ کی زبان پر سکینہ بول رہا ہے) سیدنا ابن عمرؓ کا قول ہے ما کا ن عمر یقو ل بشیء انّی لا را ہ کذا ا لا کا ن کما یقو ل (عمرؓ جس شئے کی نسبت کہتے کہ میں اسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی) اور قیسؓ بن خارق سے روایت ہے کنّا نتحدّ ث انّ عمر ینطق علی لسا نہ ملک (ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے) حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے اقربوا من افواہ المطیعین و اسمعوا منھم ما یقو لون فانّہ تجلی لھم امور صادقۃ (اطاعت کرنیوالوں کے ہونٹوں سے قریب ہوجاؤ، جو وہ کہتے ہیں سنو کیونکہ ان پر امور صادقہ کی تجلی ہوا کرتی ہے)

واضح ہو کہ ان امور صادقہ سے وہ مکاشفات مراد ہیں جو اللہ تعالی اپنے دوستوں پر کھول دیتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اولیاء اللہ کے مخاطبات اور مکاشفات ثابت ہیں (مگر ان مخاطبات اور مکاشفات کا بمقابلہ شرع اعتبار کرنیکے لئے تم یہ خیال کرو) کہ سید الانبیاء ﷺ کے بعد افضل ترین سیدنا ابوبکرؓ اور ان کے بعد سیدنا عمرؓ ہیں اور حدیث صحیح حضرت عمرؓ کا محدث ہونا تعین کرچکی ہے۔ اب امت محمدیہ میں خواہ کوئی شخص محدث اور مخاطب فرض کرلیا جائے (اس امام نے جو لفظ ،فرض کیا جائے، استعمال کیا اس سے واضح ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ سوا حضرت عمرؓ کے اور کوئی محدث نہیں جیسا کہ احادیث کا منشاء ہے) بہرحال سیدنا عمرؓ اس سے افضل و برتر ہوں گے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ واجبات شرعی کے موافق اپنا کام کرتے تھے اور اپنے واقعات کو احکام

شرعی پر پیش کیا کرتے تھے ( لفظ واقعات علم تصوف میں کشف اور تجلیات اور واردات قلبی کو جو غیب سے ہوں ، کہتے ہیں ) کبھی ایسا ہوتا کہ ان کے الہامات اور واقعات موافق شرع نکلتے ہیں اور یہ امر ان کی فضیلت کا باعث سمجھا جاتا جیسا کہ بارہا قرآن مجید حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل ہوا۔ اور بار بار رب کریم نے حضرت فاروقؓ سے موافقت فرمائی ہے کبھی ایسا ہوتا کہ وہ الہامات و واقعات خلاف شرع ثابت ہوتے تو سیدنا عمرؓ ان سے رجوع کر لیتے ۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے دن ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ صلح کر لی اور صلح نامہ میں بعض ایسی شرائط درج ہوئیں جن میں مسلمانوں کی ظاہر سبکی تھی تو بہت سے مسلمانوں پر یہ صلح گراں گزری ۔ سیدنا عمرؓ بھی انہی میں تھے حتی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کیا ہم حق پر اور ہمارے اعداء باطل پر نہیں؟ فرمایا ، ہاں ۔ عرض کی کیا ہمارے شہید جنت میں اور کفار کے مقتول دوزخ میں نہ جائیں گے؟ فرمایا ہاں ۔ عرض کی پھر کیوں ہم اپنے دین کو سبک ہونے دیں اور ایسی شرائط پر صلح کریں؟ فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور ہر امر میں وہی مجھے حکم دیتا ہے اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا ۔ عرض کی ، کیا آپ ﷺ نے .... آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اسی سال کا کہا تھا ۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں ، یہ تو نہیں فرمایا ۔ فرمایا پس تو یقین رکھ کہ ( ہم ضرور مشرکین پر غالب آ کر ایک نہ ایک دن ) بیت اللہ پہنچ کر طواف کریں گے ۔ حضرت عمرؓ اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور یہی تقریر کی ۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے وہی جواب جو رسول اللہ ﷺ نے دیئے تھے ان کو دیئے تھے ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے فہم سے رجوع کیا اور اس کے کفارہ میں بہت سے اعمال کئے ( مرزا قادیانی نے اس قصہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے اور اس تائید میں کہ پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے اس قصہ کا حوالہ دے کر نتیجہ نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خواب کے بھروسہ پر مدینہ منورہ سے بہ نیت عمرہ و طواف چل پڑے تھے مگر اس سال مشرکین نے اجازت نہ دی ۔ اور تب معلوم ہوا کہ خواب اس سال کے متعلق نہ تھا ۔ مرزا قادیانی کو لازم ہے اس مکالمہ نبوی کو جو حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا دیکھیں اور سمجھیں کہ سال کا تعین حضرت رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی نہ اپنے دل میں نہ اپنے کلام میں کیا تھا ۔ اور آپ کا مکہ آنا صرف بتقاضائے شوق صحابہ کرام تھا لہذا آپ رسول کریم ﷺ کی طرف ایسی غلط نسبت لگانے سے احتراز کریں ) ۔ اس

سے واضح ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ موافقت نبوی میں سیدنا عمر فارقؓ سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ ایسا ہی حال وفات نبوی پر ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ محدث نے انکار موت کیا اور صدیق اکبرؓ نے جب خطبہ پڑھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے، تب حضرت عمر محدثؓ نے اپنے قول سے رجوع فرمایا۔ علی ہذا جب حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوۃ سے قتال کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے آکر کہا، آپ ان سے کیونکر قتال کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا ہے:

امرت ان اقاتل النّاس حتّی یشھدوا ان لا الہ ا لّا اللّٰہ و انّ محمداً رسول اللّٰہ فاذا قا لوھا عصموا منّی دماء ھم و اموالھم الّا بحقّھا

(البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۱۱)

حضرت صدیقؓ نے فرمایا جب الّا بحقّھا لفظ موجود ہے تو تم یاد رکھو کہ زکوۃ بھی اسی کا حق ہے۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں اگر کوئی عہد نبوی سے ایک بچہ شتر بھی مجھ کو کم دے تو میں اس سے جنگ کرونگا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس تقریر کے بعد میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالی نے ابوبکرؓ کے سینہ کو جنگ کے لئے کھول دیا ہے اور حق بھی یہی ہے۔ ایسے ہی اور بہت نظائر ہیں جن سے سیدنا ابوبکرؓ کا تقدم سیدنا عمرؓ پر ثابت ہے حالانکہ حضرت عمرؓ محدث ہیں۔ بات یہ ہے کہ صدیق کا مرتبہ محدث سے اوپر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ صدیق جو کچھ لیتا ہے وہ رسول معصوم کے قول اور فعل سے لیا کرتا ہے۔ مگر محدث اپنے قلب سے بھی بہت اشیاء (الہام، مکاشفات وغیرہ) لیا کرتا ہے اور اس لئے محدث کا قلب معصوم نہیں ہوتا۔ اسے ضرور ہوتا ہے کہ اپنی واردات قلبی کو احادیث کے سامنے پیش کرے۔ یہی وجہ ہے (کہ باوجود محدث ہونے کے) حضرت عمر فاروقؓ، صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا کرتے اور مناظرہ فرمایا کرتے اور بعض امور میں دوسروں کی رائے کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ علی ہذا صحابہ کرام بھی اکثر امور میں عمرؓ سے تنازع کیا کرتے تھے صحابہ آپ پر کتاب اور سنت کے دلائل وارد کرتے اور آپ صحابہ پر، آپ ان لوگوں کو برابر تنازع اور بحث کرنے دیتے اور کبھی یہ نہ فرماتے کہ میں محدث ملہم اور مخاطب من اللہ ہوں، اس لئے تم کو چاہیے کہ میرا قول قبول کر لو اور مجھ سے معارضہ نہ کرو۔ جب یہ حال ہے تو اب خواہ کوئی شخص خود ولایت اور مخاطبہ الٰہی کا

مدعی ہو یا اس کے مرید، اور تجویز کرتے ہوں کہ اس کے مریدوں پر اس کے تمام اقوال وافعال کا ماننا ضروری اور اس کی واردات کا تسلیم کر لینا بلا کتاب وسنت سے پرکھ لینے کے لابدی ہے تو وہ خود نیز اس کے مرید سب خاطی ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی گمراہ ہیں ان کو یاد کرنا چاہیے کہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ ان سب سے افضل ہیں اور امیر المومنین بھی ہیں مگر مسلمان برابر آپ سے جھگڑا کرتے ۔ اور آپ کے مقولوں کا کتاب وسنت سے معارضہ کیا کرتے حقیقت یہ ہے کہ تمام امت کے آئمہ سلف وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کا قول لیا جائے اور چھوڑا نہ جائے کیونکہ نبی اور ولی میں صرف یہی فرق ہے۔

اس قدر لکھنے کے بعد ہم مرزا قادیانی کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اول تو آپ کا محدث ہونے کا دعویٰ ہی ایسا ہے جن کی صحیحین اور سنن کی احادیث مرفوع ومرسل تکذیب کر رہی ہیں پھر اس کے بعد جو آپ نے محدث کے یہ نو خواص قرار دیئے ہیں:

۱۔محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کیلئے نبوت تامہ نہیں مگر جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے

۲۔ کیونکہ وہ خدا سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔

۳۔امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔

۴۔ رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔

۵۔اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔

۶۔اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔

۷۔اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔

۸۔اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔

۹۔اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں (یہ عبارت مرزا کی ہے صرف نمبر میں نے لگائے ہیں۔منصور پوری)۔(توضیح المرام۔ص ۱۸)

پس اگر ان صفات کا محدث کی ذات میں ہونا ضروری اور لابدی ہے اور محدث وہی ہوتا ہے جس میں یہ صفات پائے جائیں تو مناسب ہے کہ سب سے پیشتر آپ ان صفات کا وجود حضرت عمر فاروقؓ میں جو بالتحقیق محدث ہیں ثابت کیجئے۔ بجائے اس کے کہ محدث کا ایک معنی سے نبی ہونا آپ ثابت کر سکیں، میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد پیش کرتا ہوں:

قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یّکونوا انبیاء فان یکن فی امّتی منھم احد فعمر

جس میں صاف تصریح ہے کہ محدث نبی نہیں ہوتا، نہ ایک معنی سے نہ دو چار معنی سے۔ اس حدیث کو بھی آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۴ پر درج کیا ہے اور یہی ترجمہ اس کا کیا ہے۔ اب رسولوں اور نبیوں کی طرح محدث کی وحی کا آمیزش شیطانی سے منزہ ہونا بھی تحقیق طلب ہے کہ حضرت عمرؓ سے بعض ایسے حرکات سرزد ہوئے ہیں جن کا ان کو کفارہ دینا پڑا تو تنزہ کہاں رہا؟ علی ہذا، بعینہ انبیاء کی طرح محدث کا مامور ہو کر آنا یہ بھی فیصلہ طلب ہے اگرچہ بعینہ کی عینیت کے معنی میری سمجھ میں آج تک نہیں آئے کیونکہ جب عینیت ہی ہوگئی تو غیریت کے کیا معنی اور باوجود تحقیق عینیت ایک کو محدث اور دوسرے کو نبی کہنے میں تفریق کی کیا وجہ؟ مگر اس میں بھی مرزا قادیانی کو ثابت کرنا تھا کہ حضرت عمرؓ کب اور کیونکر مامور ہو کر آئے تھے۔ اسی کے ساتھ ملا ہوا مرزا قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ بعینہ انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ حضرت عمرؓ کی محدثیت کا ظہور زیادہ سے زیادہ ان کے زمانہ خلافت میں خیال کیا جا سکتا ہے۔ سو آپ کو معلوم ہے اور کل مورخین جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے نام خلافت نامہ لکھ کر جب خلیفہ رسول نے انہیں طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے صاف فرمایا تھا: مرا بخلافت حاجت نیست (ناسخ التواریخ) تو کیا حضرت عمرؓ نے اس فرض کو اسی طرح بآواز ظاہر کیا تھا کہ خلافت سے قطعی انکار کیا اور گوشہ خمول میں بسر کرنے کو زیادہ پسند فرمایا تھا۔ اب رہا کہ محدث سے انکار کرنے والا ایک درجہ تک مستوجب سزا ہوتا ہے۔ اس کلیہ میں خدا جانے کتنے صحابہ رسول داخل ہو گئے ہوں گے جو مسائل اور واقعات میں نہایت آزادی کے ساتھ حضرت عمرؓ سے بحث کیا کرتے تھے۔ بالخصوص حضرت صدیقؓ اور حضرت ابو تراب علی کرم اللہ وجہہ تو ضرور ہی مرزا قادیانی کے نزدیک ایک کلیہ میں داخل ہوں گے جنہوں نے بارہا حضرت عمرؓ کی آراء کا خلاف کیا اور ان کو ساکت بھی کر دیا۔ اب رہی سب سے آخری وجہ کہ نبوت کے معنی یہی ہیں کہ امور متذکرہ اس میں پائے جائیں، تو میں حیران ہوں کہ محدث کی نبوت کو جزئی کہنے کی جرأت اور مبادرت آپ نے کیوں کر کی؟ اجی حضرت! جب نبوت کے معنی ہی یہ ہیں تو پھر جس کو بظاہر محدث کہا جاتا ہے وہ بباطن نبی کیوں نہیں؟ اور جب یہی بات ہے تو آپ اس سے بھی زیادہ صاف جس کو اردو کی پہلی پڑھنے والے بھی سمجھ لیں کیوں نہیں لکھ دیتے۔ مگر کوئی مصلحت ہے جس نے مہر سکوت لگا دی ہے۔

مرزا قادیانی ! میں رب کریم کے فضل سے ثابت کر چکا ہوں کہ اولیاء کا کشف اور الہام حجت اور دلیل بننے کی ذرا صلاحیت اور قابلیت نہیں رکھتا اور اسی مضمون میں آپ کی تحریروں سے ثابت کر چکا ہوں کہ آپ کا یہی اعتقاد نہ صرف اولیاء بلکہ انبیاء کے حق میں بھی یہی ہے مگر آپ محدث کو کوئی ایسی شئے سمجھے ہوئے تھے جس کے الہام کو آمیزش شیطانی سے تنزیہہ حاصل ہے، میں نے اس فہم کا بھی سراپا غلط ہونا ثابت کر دیا۔ اب آپ بہر خدا آیئے اور اس الہام کے بھروسہ پر جو دعاوی کئے ہیں ان کو خیر باد کہہ دیجئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وفات مسیح اور عدم نزول مسیح اور اپنی قائم مقامی بجائے مسیح کے خیالات آپ کو اپنے الہام سے پیدا ہوئے جس کو آپ نے ان الفاظ میں تسلیم کر لیا ہے :

مجھے یقیناً معلوم ہے کہ میری اس رائے کے شائع ہونیکے بعد جس پر میں بینات الہام سے قائم کیا گیا ہوں ، بہت سی مخالفانہ قلمیں اٹھیں گی۔ (توضیح المرام۔ص ۱)

اور ان الہامات کو مقدم رکھ کر پھر آپ نے نصوص شرعیہ قرآن اور حدیث کی تاویل کر کے ان کو اپنے سانچے میں ڈھالا ہے اور اس امر میں آپ نے نہایت جرأت فرما کر قرآن اور حدیث کو تابع الہام اور الہام کو متبوع ٹھہرا دیا ہے۔ لہذا آپ خیال فرمائیں اور ان عقاید سے توبہ کریں۔

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے مرزا قادیانی سے یہ مسئلہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایک ہی شخص کے دو الہام آپس میں متضاد اور متناقض ہوں تو ان دونوں میں سے اس کو اور نیز دیگر اشخاص کو کس پر یقین اور عمل کرنا چاہیے۔ خصوصاً جب کہ ایک الہام تو کل اہل اسلام کے عقیدہ کے موافق ہو اور دوسرا کل اہل اسلام کے مخالف۔ (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۸۴ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے : میرے اس دعوی پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے کون سی اندیشہ کی جگہ ہے۔ بفرض محال میرا یہ کشف والہام غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اس کے سمجھنے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے، تو ماننے والے کا اس میں ہرج بھی کیا ہے۔، ہاں صاحب ! ہرج صرف اتنا ہے کہ یہ شخص احادیث کا جھٹلانے والا بن جاتا ہے یعنی فقط ایمان جاتا ہے اور بس۔ منصور پوری)۔ اور اس موافق ومخالف ہونے کا صاحب الہام کو خود بھی اقرار ہو۔ جب آپ اس کا جواب عطا فرمائیں گے تو حیات اور وفات مسیح کی بحث چار سطروں میں ختم ہو جائے گی۔ (تائید الاسلام۔ص ۲۷۹۔۲۹۰)

# نزول مسیح

قاضی محمد سلیمانؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور وہ تم میں نزول فرمائیں گے جب ان کو دیکھو تو (اس حلیہ سے) پہچان لو۔ قد درمیانہ، رنگ سرخ وسفید، لباس زردی مائل، گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنیکے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ وقتال کریں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کرینگے خدا ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کردے گا صرف اسلام باقی رہے گا وہ دجال کو ہلاک کریں گے پھر زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

(عن ابی ہریرہؓ۔ ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۵ کتاب الملاحم)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسی بن مریم اتریں گے۔ امیر جماعت کہے گا آیئے نماز پڑھایئے۔ فرمائیں گے نہیں، تم ایک دوسرے کے امام ہو، خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے (مسلم باب نزول عیسی)

یہ حدیث جو حضرت جابرؓ کی ہے، صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۸۷ باب نزول عیسی کی حدیث بروایت ابو ہریرہؓ کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم، کی بخوبی تفسیر کرتی ہے کہ و امامکم منکم سے دوسرا امام غیر عیسی ہی مراد ہے۔ نہ کہ حسب قول مرزا قادیانی خود عیسی ہیں جنہوں نے و امامکم منکم کے معنی بنانے کیلئے و ھو امامکم بنالیا ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شب معراج ابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیمؑ کے سپرد ہوا۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ پر بات ڈالی گئی۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰؑ پر اس کا تصفیہ رکھا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالی کے سوا کسی کو بھی نہیں، ہاں خدا نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہوگی جب وہ مجھے دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے رانگ پگھل جاتا ہے (عن ابن مسعودؓ۔ مسند احمد۔ ج ا ص ۳۷۵)

۴۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خدا پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک

قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو اٹھا دیں گے مال کی کثرت ہو جائے گی اور زر و مال کو کوئی قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ تمام دنیا اور دنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے اگر تم ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ (آل عمران) نہیں کوئی اہل کتاب مگر یہ کہ وہ ایمان لاوے گا عیسیٰؑ پر عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے۔ یہ حدیث صحیح بخاری، ج اص ۴۹۰ باب نزول عیسیٰ کی ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰؑ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اگر وہ پتھریلی زمین سے کہدیں کہ نرم ہو کر بہ جا، وہ بہ چلے۔

پہلی حدیث ابوداؤد، دوسری مسلم، تیسری مسند احمد، چوتھی بخاری پانچویں مسند کی ہے اور یہ احادیث متعدد صحابہ سے مروی ہیں۔ ناظرین ان کتابوں کے نام دیکھ کر ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جملہ دواوین حدیث میں کس قدر احادیث نبوی مندرج ہیں۔ خاتمۃ المحدثین امام شوکانیؒ نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

اب خصوصیات زمانہ نزول مسیح کو ملاحظہ کیجئے:

۱۔ ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہو گی۔

آج خود عیسیٰ بننے والے ہی روپیہ کے محتاج، خواستگار اور چندہ کے سائل ہیں۔

۲۔ مسلمان اپنے مال کی زکوۃ نکالیگا اور اسے زکوۃ لینے والا کوئی نہ ملیگا۔ سب متمول ہوں گے۔

آج دنیا کی تمام اقوام میں سے سب سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں۔ زکوۃ نکالنے والوں کی تعداد قلیل ہے اور لینے والے ہزاروں۔

۳۔ آپس کی بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائے گی۔

آج عیسیٰ بننے والیکے ہاتھ پر جنہوں نے بیعت کی ہے خود ان میں تباغض اور تحاسد موجود ہے ایک دوسرے کی چارپائی الٹ دیتا ہے، گالی گلوچ ہوتا ہے، قادیانی اور نورالدین کو خود اسکا اقرار ہے۔

۴۔ ہر زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائے گی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے ان کو کچھ ضرر نہ ہو گا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ چرے گا۔

نقشہ اموات ملاحظہ ہو کہ صرف ملک ہندوستان میں سانپ کے کاٹے، وحوش کے کھائے ہوئے آدمیوں کی تعداد لاکھوں سے کم نہیں۔ پھر تمام دنیا کی آبادی کو اس سے قیاس کرلو۔

۵۔ زمین صلح سے بھر جائے گی۔ لڑائی مفقود ہو جائے گی۔

اس زمانہ میں سلاطین کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں چھوڑ کر شاہان عظام کی جنگی تیاریوں، جنگی فوج کی کثیر تعداد پر نظر ڈالو جو ایک عالمگیر جہاں آشوب جنگ کی خبر ہے۔

۶۔ زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل پیدا کر اور اپنی برکت کو لوٹا دے اس دن ایک انار کو ایک گھرانہ کھائے گا اور انار کے چھلکہ کو بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے۔ دودھ میں برکت ہو گی یہاں تک کہ دودہار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو، دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو دودہار بکری ایک جدی شخصوں کو کفایت کرے گی۔

۷۔ گھوڑے سستے بکیں گے کیونکہ لڑائی نہ رہے گی۔ بیل گراں قیمت ہو جائیں گے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

اس زمانہ کی بے برکتی سب جانتے ہیں۔ گھوڑوں کا گراں زر ہونا ظاہر ہے۔

یہ سب علامات مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایسے مفقود ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ ۔مرزا قادیانی! دعوی مسیحائی کرنا آسان ہے ازالہ اوہام کے برابر موٹی موٹی کتابیں چھپانا آسان ہے مگر ان احادیث کی تاویل کرنا مشکل اور محال ہے۔ اگر آپ کو ایمانی طور پر یقین ہے کہ آپ فی الواقع آنے والے مسیح ہیں تو ان احادیث کی تاویل تو کی ہوتی نہ یہ کہ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰) پر وعدہ کیا کہ اب ہم وہ احادیث جس سے علماء کو ڈگری ملتی ہے مع ترجمہ کے لکھتے ہیں اور لکھنے کے وقت صحیح بخاری کی چار سطروں کی حدیث بھی پوری پوری نہ لکھی۔

## نزول کے بعد:

۱۔ حضرت عیسیٰؑ جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے۔ پھر اہل دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجال میں نہایت سکینت و متانت سے چلیں گے۔ زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں تک اثر کر جائے گی۔

۲۔ جس کافر کو ان کے سانس کا اثر پہنچے گا وہ فی الفور مر جائے گا۔

۳۔ بیت المقدس کو بند پائیں گے، دجال نے اسکا محاصرہ کر لیا ہو گا اس وقت نماز صبح کا وقت ہو گا۔

۴۔ ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کریں گے تمام خشکی و تری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے۔

۵۔ یہ روضہ رسول میں نبی ﷺ کے پاس مدفون ہوں گے مسلمان ان کی جنازہ کی نماز پڑھیں گے

۶۔ دجال کو باب لد پر قتل کریں گے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے۔
مرزا قادیانی کے پاس یہ صفات کہاں ہیں۔ دعوی کرنا آسان اور ثابت کرنا مشکل۔

قل لو کا ن البحر مداداً لکلما ت ربّی لنفد البحر قبل ان تنفد کلما ت ربّی و لو جئنا بمثله مدداً ۔ قل انّما انا بشر مّثلكم يوحى الىّ انّما الهكم اله وا حد فمن كا ن ير جو لقا ء ر بّه فليعمل عملاً صا لحاً و لا يشر ك بعبادة ر بّه ا حداً ۔ ر بّنا افتح بينا و بين قو منا با لحقّ و انت خير الفا تحين ۔ و آ خر دعوا نا ان الحمد للّه ربّ العا لمين ۔

## مہدی کے اہل بیت سے ہونیکی احادیث:

۱۔ لا تذ هب و لا تنقضى الدّ نيا حتى يملک العرب رجل من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى (ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۱ کتاب المهدی ۔ترمذی ۔ج ۲ ص ۴۷ باب ما جاء فی المهدی عن ابن مسعودؓ) دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمد ہوگا، عرب کا مالک نہ ہوجائے۔

۲۔ سنن ابوداؤد، جلد۲ ص ۱۳۱ کی دوسری روایت میں ہے: يوا طى اسمه اسمى و اسم ابيه اسم ابى ۔اس کا نام میرے نام پر اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا یعنی محمد بن عبداللہ

۳۔المهدى من عترتى من و لد فا طمة ۔مہدی میرے کنبہ میں سے فاطمہ کی اولاد ہوں گے۔ (ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۱ عن ام سلمہؓ)۔ ۴۔ان کا مولد مدینہ ہے رواہ نعیم عن علیؓ

۵۔ہجرت گاہ ان کا بیت المقدس ہوگا۔ (ابوداؤد۔ج ۲ ص ۱۳۲) کتاب الملاحم کی حدیث میں ہے بیت المقدس کی کامل آبادی سبب ہے مدینہ کی ویرانی کا۔

۶۔حلیہ ان کا یہ ہے۔گندم رنگ، کم گوشت، میانہ قد، کشادہ پیشانی، بلند بینی، کمان ابرو، رخسار پر تل سیاہ۔ چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کہ کوکب دری، ریش پرانبوہ، کشادہ ران، عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران پر ہاتھ ماریں گے۔کف دست میں نبی ﷺ کی نشانی ہوگی۔

ناظرین! ایسی احادیث ہیں جن کے ایک حرف سے بھی مرزا قادیانی کو تطبیق حاصل نہیں

(تائید الاسلام۔ص ۱۲۹۔۱۴۳؛ ص ۲۹۵)

# الصارم الربانی
# علی اسراف القادیانی

سوال: سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے۔ پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ۔ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو بھیجی ہے مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہونگا اور درصورت تاخیر کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا اور وہ اپنی راہ پر لے آئے گا۔تحریر یہ ہے:

ایک مدت سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات وحیات پر ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

اب آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے؟ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اورصریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ عیسیٰؑ بجسدہ العنصری ذی حیات جسمانی آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ آسمان سے رجوع کرینگے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالی اس عہدہ جلیلہ سے معزول کر دیگا؟ تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرہ بالا ہونی چاہیے اور بعد اسکے کوئی حدیث ،تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ ،حیات، ہو خواہ وہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو عیسیٰؑ کی حیات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک و فلمّا توفّیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا ﷺ و ابن عباسؓ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔

اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوں اور صحیح

بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمایئے۔ اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہم کو صرف، قرآن شریف، سے ثبوت چاہیے جس تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت، اور نہیں ہے تو وجہ۔ فقط۔ بینوا توجروا۔ یعقوب خان کلارک پولیس سرساوہ ضلع سہارنپور ۱۵ رمضان ۱۳۱۵ھ

جواب از مولانا حامد رضا بریلوی: بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۔ میں پیش از جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہوں جن سے بعونہ تعالیٰ حق واضح ہو۔ و اللّٰہ المعین

مقدمہ اولی: مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید اور حدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تبیاناً لّکلّ شیء (یعنی جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے) تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مگر ساتھ ہی فرما دیا: و ما یعلمھا الّا العالمون (یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو) اس لئے فرماتا ہے: فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (نحل: ۴۳) (یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو)۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں، نہیں بلکہ اسکے متصل ہی فرمادیا: و انزلنا الیک الذّکر لتبین للنّاس ما نزل الیھم (نحل: ۴۴)۔ (ہم نے یہ ذکر تیری طرف اسلئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرماوے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی)۔

اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہوں گے۔ ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرما دیا کہ، اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو، اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو، تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے گا۔..

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے، میزان الشریعۃ الکبری میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا، ازانجملہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے مجملات قرآن کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوں ہی مجمل رہتا اور اگر آئمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یوں ہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے زمانے تک کہ اگر کلام آئمہ کی علمائے بعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔

تو یہ سلسلہ ہدایت اللہ کا قائم فرمایا ہوا ہے جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ ضلالت کی راہ چل رہا ہے۔ اسی لئے قرآن کی نسبت فرمایا: یضلّ بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً

جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں۔ اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں:

سیأتی ناس یجا دلونکم بشبھات القرآن فخذوھم با لسّنن فان اصحاب السّنن اعلم بکتاب اللّٰہ (یعنی قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں) رواہ الدا ر می و نصر المقدسی فی الحجّۃ و اللا لکا ئی فی السّنّۃ و بن عبد البرّ فی العلم و ابن ابی بو ز مین فی ا صل السنۃ و الدار می و الدارقطنی و الاصبھا نی فی الحجّۃ ابن النّجّار (یعنی دارمیؒ نے اور نصر مقدسیؒ نے حجۃ میں اور لا لکائیؒ نے سنہ میں اور ابن عبد البرؒ نے العلم میں اور ابن بوز مینؒ نے اصول السنہ اور دار قطنیؒ اور اصبھانیؒ نے حجۃ میں اور ابن نجارؒ نے اس حدیث پاک کو روایت کیا)۔

اسی لئے امام سفیانؒ بن عینیہ فرماتے ہیں ا لحد یث مضلّۃ ا لاّ لفقھاء یعنی حدیث گمراہ کر دینے والی ہے مگر آئمہ مجتہدین کو۔

تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح آئمہ مجتہدین نے کر دکھائی، تو جو آئمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے بھکے گا اور جو حدیث کو چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔ تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے، ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے، جان لو یہ گمراہ ہے۔ اور جسے کہتا سنو، ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں تو قرآن درکار ہے، سمجھ لو کہ یہ بد دین، دین خدا کا بد خواہ ہے پہلا فرقہ قرآن کی پہلی آیت فا سئلوا اھل الذ کر کا مخالف مستکبر اور دوسرا طا ئفہ قرآن کی دوسری آیت لتبیّن للنّاس ما نزل الیھم (نحل:۴۴) کا منکر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے فرقہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

الا سألوا اذا لم یعلموا فانّما شفاء العی السوال کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے۔ رواہ ابو داؤد عن جا بر بن عبد اللّٰہ۔

اور دوسرے طائفہ ملعونہ کا ردّ اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

الا انّی او تیت القرآن و مثلہ معہ ا لا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجد تم فیہ من حلال فاحلّوہ و ما وجد تم فیہ حرام فحرموہ و ان ما حرّم رسول اللّٰہ ﷺ کما حرّ م اللّٰہ (یعنی سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام جانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی) رواہ الآئمۃ احمد و الدارمی و ابو داؤد و التّرمذی و ابن ماجہ عن المقدا م بن معدی کرب و نحوہ عند ھم ما خلا الدارمی و عند البھیقی فی الدلائل عن ابی رافع و عند ابی داؤد عن عرباض بن ساریہ (اس حدیث پاک کو امام احمدؒ، دارمیؒ، ابو داؤدؒ، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے مقدام بن معدی کربؓ سے روایت کیا اور ایسے ہی ان کے نزدیک سوائے دارمی کے اور بیہقی کے نزدیک دلائل میں حضرت ابو رافع سے اور ابو داؤد کے نزدیک عرباض بن ساریہ سے روایت کیا)

رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بےفکرے نیچری حضرات ہیں جنہوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا اور بزور زبان صرف قرآن عظیم پر دارو مدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن، وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے برخلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گھڑنا۔

اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ تو بات کیا ہے کہ یہ دونوں طائفے دل سے خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں حضور ﷺ کی روشن حدیثیں ان کے مردہ خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑی بنانے کو پہلے ہی دروازے بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگا لینے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تو حدیث کی پناہ لو اگر اس میں ایں وآں نکالیں تو تم آئمہ کا دامن پکڑو، اس تیسرے درجے پر آ کر حق و باطل

صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے صاف کھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے ہوئے نظر آئیں گے کانّھم حمر مّستنفرہ یعنی گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگتے ہوں۔

اول تو ان حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات آئمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں مانتے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث و آئمہ کے ارشادات پر جمنے نہیں دیتا۔ ولا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم ۔ یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ تعالیٰ ہزار گمراہیوں سے بچائے گا۔

مقدمہ ثانیہ۔ جسمائی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں

اول ۔ضروریات دین جن کا منکر کافر، ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالۃ واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم ۔ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت، جن کا منکر بد مذہب، ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم ۔ بینات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے، ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل کر دے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند وانی ید اللّٰہ علی الجماعۃ یعنی بیشک اس جماعت پر اللہ کا دست قدرت ہے۔

چہارم ۔ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے، ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے گنجائش بھی رکھی ہو۔

ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلسوف

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد ‎ ‎ ‎ ‎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر کافر مگر

بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔

مثلاً باری عز وجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں اللہ عز وجل کے علم واحاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ:

واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے۔،

تو کیا وہ کافر نہ ہوگا؟ کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھلاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

اس کی نظیر یوں سمجھنا چاہیے کہ، کوئی کہے فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا، زید کہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے؟ ہمیں قرآن میں لکھا دکھاؤ کہ مرزا تھا، ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں۔ ایسے سفیہ کو مجنون سے بہتر اور کیا لقب دیا جا سکتا ہے؟

زید کہے کہ میں نہیں مانتا کہ یحیٰ کی رحلت ہو چکی ہے، ہمیں تو خاص قرآن میں دکھا دو کہ ان کی رحلت ہو چکی۔ تو اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں بالتصریح کتنے انبیاء کی موت وحیات کا ذکر ہے جو یحیٰ کے انتقال وزندگی کا ذکر ہوتا، بلکہ قرآن نے تو چند ہی انبیاء کے نام گنائے اور باقی کو فرما دیا و منھم من لم نقصص علیک؟ بہت انبیاء وہ ہیں جن کا ذکر ہی ہم نے تمہارے سامنے نہ کیا۔

تو عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیاء کا اصلاً تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی۔ یوں ہی موت یحیٰ یا حیات عیسیٰ کا ذکر نہ فرمانے سے ان کی موت اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ عقل وانصاف ہو تو بات اتنے ہی فقرے میں تمام ہو گئی اور جنون وتعصب کا علاج میرے پاس نہیں۔

**مقدمہ ثالثہ۔** جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے دعویٰ کا ثبوت نہ دے دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔

**مقدمہ رابعہ:** جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعویٰ کے متعلق بحث کی جائیگی۔ خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو مفید نہیں، نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو مضر نہیں، ایسی بات میں اس

کا بحث چھیڑنا، وہی جان بچانا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے۔

مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں۔ اپنی قطبیت کا تو کچھ ثبوت نہ دے اور بحث چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو تیرے دعوے کا کیا ثبوت؟ اور تجھے کیا نافع، تیرے خصم کو کیا مضر ہوا؟ کیا ان کے انتقال سے یہ ضرور ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے، تو اپنے دعوے کا ثبوت دے۔

مقدمہ خامسہ: کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

او کالّذی مرّ علی قریۃٍ وھی خاویۃ علی عروشھا۔ قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام ثمّ بعثہ۔ قال لبثت یوماً او بعض یوم۔ قال بل لبثت مأۃ عام فانظر الی طعامک لم یتسنّہ وانظر الی۔ حمارك ولنجعلک آیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً۔... انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر۔

(یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلائے گا اسے اللہ بعد اس کی موت کے سو اسے موت دی اللہ نے سو برس پھر زندہ کیا اور فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا بولا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو (جو دو روز میں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ اب تک) نہ بگڑے۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کیلئے (کہ اللہ تعالی یوں مردوں کو جلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو ہم کیونکر اٹھاتے ہیں پھر گوشت پہناتے ہیں جب یہ سب اس کے لئے ظاہر ہو گیا (اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا) بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے)

اس کے بعد رب جل وعلا نے سیدنا ابراہیمؑ کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے عرض کی کہ مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا حکم ہوا چار پرندے اپنے اوپر بلا لے پھر انہیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزاء رکھ دے سیدنا ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ قیمہ کر کے سب خلط ملط کئے اور اس مجموع مخلوط کے حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھے، حکم ہوا، انہیں بلا تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ سیدنا ابراہیمؑ نے بیچ میں

کھڑے ہوکر آواز دی، ملاحظہ فرمایا کہ ہر جانور کے گوشت پوست پروں کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اڑ کر ہوا میں باہم ملتا اور پورا پرند بن کر زندہ ہو کر ان کے پاس دوڑتا آرہا ہے۔

تو جب چرند پرند مر کر دنیا میں پھر پلٹے اور عزیرؑ یا ارمیاؑ سو برس موت کے بعد دنیا میں پھر تشریف لا کر ہادی خلق ہوئے تو اگر سیدنا عیسیٰؑ نے بالفرض انتقال بھی فرمایا تو ان کے دوبارہ تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا کیا مانع ہوسکتا ہے۔

یہاں مسلمانوں سے کلام ہے جو اپنے رب کو قادر مطلق مانتے اور اس کے کلام کو حق یقینی جانتے ہیں نیچری ملحدوں کا ذکر نہیں جن کا معبود ان کے زعم میں نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے کہ ان کے ساختہ نیچر کے خلاف دم نہیں مارسکتا جو بات ان کی ناقص عقل معمولی قیاس سے باہر ہے کیا مجال کہ ان کا خدا کر سکے ان کے نزدیک قرآن مجید کے ایسے ارشادات معاذ اللہ بناوٹ کی کہانیاں ہیں کہ گھڑ گھڑ کر من سمجھوتے کو بنائی گئی ہیں۔..

اب فقیر (حامد رضا) ان مقدمات خمس سے منکر شمس کے حواس خمسہ درست کر کے بتوفیق اللہ تعالیٰ جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

**تنبیہ اول۔** سید عیسیٰؑ بن مریم رسول اللہ وکلمۃ وروح اللہ کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں مسئلہ اولی۔ یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے بلکہ ان کے رب جل وعلا نے انہیں مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھالیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے جس کا منکر یقیناً کافر اس کی دلیل قطعی رب العزت کا ارشاد ہے

و بکفرھم و قولھم علی مریم بھتا ناً عظیماً وقولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مر یم رسول اللّٰہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین ا ختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لھم بہ من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلو ہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ و کا ن اللّٰہ عزیزاً حکیماً ۔و ان من اھل الکتا ب الا لیومننّ بہ قبل موتہ و یوم القیا مۃ یکون علیھم شھیداً (اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو۔ اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی، بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کیلئے اور

بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوئے ( کہ کسی نے کہا اس کا چہرہ تو عیسیٰ جیسا ہے مگر بدن عیسیٰ کا نہیں کسی نے کہا نہیں بلکہ وہی ہیں ) البتہ اس سے شک میں ہیں انہیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نہیں مگر گمان کے پیچھے ہو لینا اور بالیقین انہوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰؑ پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰؑ ان پر گواہی دے )

اس مسئلے میں مخالف یہود و نصاریٰ ہیں اور مذہب نیچری کا قیاس چاہتا ہے کہ وہ مخالف ہیں۔ یہود تو خلاف کیا ہی چاہیں، اور ساختہ نیچری کی سمجھ سے دور ہے کہ آدمی سلامت آسمان پر اٹھا لیا جائے اور اس کی صورت کا دوسرا بن جائے، اس کے دھوکے میں سولی پائے مگر ختم الٰہی کا ثمرہ کہ نصاریٰ بھی اس عبداللہ و رسول اللہ کو معاذ اللہ، اللہ و ابن اللہ مان کر پھر باتباع یہود اسی کے قائل ہوئے کہ دشمنوں نے انہیں سولی دے دی قتل کیا، نہ ان کی خدائی چلی نہ بیٹے ہونے نے کام دیا۔ طرفہ یہ کہ ( ان کا ) خدا ( ایسا ) جسے آدمی سولی دیں۔

مسئلہ ثانیہ۔ اس جناب رفعت قبابؑ کا قرب قیامت آسمان سے اترنا دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ نے تمام انبیاء کرام سے لیا، دین محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا، یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ، خاسر، بدمذہب، فاجر، اسکی دلیل احادیث متواترہ و اجماع اہل حق ہے ہم یہاں بعض احادیث ذکر کرتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

۲: صحیحین و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

و الّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل؟ فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا و ما فیھا فیقول ابو ھریرہ اقرأو ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ( قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل

کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ فرماتا ہے: عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے)۔

۳: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی نصاری اعماق یا وابق میں اتریں (کہ ملک شام کے موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائیگا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہوں گے جب دونوں لشکر مقابل ہوں گے رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑنے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور جو مسلمان ہو گئے) ہیں مسلمان کہیں گے، نہیں واللہ! ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑیں گے۔ پھر ان سے لڑائی ہوگی۔ لشکر اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کبھی انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا۔ اور ایک تہائی مارے جائیں گے وہ اللہ کے نزدیک بہترین شہداء ہوں گے۔ اور ایک تہائی کو فتح ملے گی یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے۔ پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصاری کے قبضے میں آچکا ہوگا) فتح کریں گے۔ وہ غنائم تقسیم کرتے ہی ہوں گے اپنی تلواریں درختان زیتون پر لٹکا دی ہوں گی کہ ناگاہ شیطان پکار دے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آگیا۔ مسلمان پلٹیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی جب شام میں آئیں گے دجال نکل آئے گا۔ اسی اثنا میں کہ مسلمان دجال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہوں گے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں ان کی امامت کریں گے وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا ایسا پگلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اگر عیسیٰ رسول اللہ اسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائے مگر اللہ انکے ہاتھ سے اسے قتل کریگا مسیح مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائینگے

۴: صحیح مسلم وسنن ابوداؤد وجامع ترمذی ونسائی وسنن ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انّها لن تقوم تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى بن مريم و ياجوج ماجوج .. الحديث (بے شک قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ ازاں جملہ ایک دھواں، اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسیٰؑ

بن مریم کا اترنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا)۔
۵: مسند احمد وصحیح مسلم میں ام المومنین عائشہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا:

یأتی بالشام مدینة بفلسطین باب لد فینزل عیسی فیقتله و یمکث عیسی فی الارض اربعین سنة اماماً و عدلاً و حکماً مقسطاً ۔(وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازہ شہرلد کو جائے گا۔عیسیٰؑ اتر کر اسے قتل کریں گے۔عیسیٰؑ زمین میں چالیس برس رہیں گے امام عادل وحاکم منصف ہوکر)

۶: نیز مسند وصحیح مذکور میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لا تزال طائفة من امّتی یقا تلون علی الحقّ ظا هرین الی یوم القیامة فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صلّ لنا فیقول لا ،ان بعضکم علی بعض امراء، تکرمه اللّٰه تعالی لهذه الامه (ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا۔عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے امیر المومنین ان سے کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں نہ،تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی اللہ تعالی کی طرف سے)

۷: مسند احمد صحیح مسلم جامع ترمذی سنن ابن ماجہ میں مطولاً اور سنن ابی داؤد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعانؓ سے، رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ

وہ شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا۔ چالیس دن رہے گا۔ پہلا ایک دن ایک سال کا ہوگا۔ دوسرا ایک مہینے کا ،تیسرا ایک ہفتہ کا ،باقی دن جیسے ہوتے ہیں۔اس قدر جلد ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچے گا جیسے بادل کو ہوا اڑائے لئے جاتی ہو۔ جو اسے مانیں گے ان کے لئے بادل کو حکم دے گا برسنے لگے گا، زمین کو حکم دے گا کھیتی جم اٹھے گی۔ جو نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائے گا ان پر قحط ہوجائے گا تہی دست رہ جائیں گے۔ ویرانے پر کھڑے ہوکر کہے گا اپنے خزانے نکال،خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہولیں گے۔ پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دوٹکڑے کرے گا۔ دونوں ٹکڑے ایک نشانہ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا، وہ زندہ ہوکر چلا آئے گا دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا، ہنسے گا۔

فبینما هو کذا لک اذ بعث اللّٰه المسیح عیسی بن مریم فینزل

عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بین مهزودتیں واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین ...( الحدیث )

( دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللہ، مسیح عیسی بن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کی شرقی جانب منارہ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے۔ دو کپڑے ورس و زعفران سے رنگے ہوئے پہنے، دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے، جب اپنا سر جھکائیں گے بالوں سے پانی ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے۔ کسی کافر کو حلال نہ ہوگا کہ ان کے سانس کی خوشبو پائے اور مر نہ جائے اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہ دجال کو تلاش کر کے شہر لد کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے )۔

۸: نیز مسند احمد و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

یخرج الدجال فی امّتی فیمکث اربعین فیبعث اللّٰه عیسی بن مریم فیطلبه فیهلک .. الحدیث ( دجال میری امت میں نکلے گا ایک چلہ ٹھہرے گا پھر اللہ عیسی بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے ڈھونڈ کر قتل کریں گے )

۹۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لیس بینی وبینه نبی یعنی عیسی و انّه نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوه رجل مربوع... الحدیث ( ترجمہ ) میرے اور عیسیؑ کے بیچ کوئی نبی نہیں بیشک وہ اترنے والے ہیں جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا وہ میانہ قد ہیں رنگ سرخ و سفید دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو۔ وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ اٹھادیں گے انکے زمانے میں اللہ تعالی، اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کر دے گا وہ مسیح دجال کو ہلاک کرینگے دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائینگے مسلمان انکے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔

۱۰: جامع ترمذی میں حضرت مجمع بن جاریہ انصاری سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

یقتل ابن مریم الدجال بباب لد عیسی بن مریم دجال کو دروازہ شہر لد پر قتل فرمائیں گے

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں حدیثیں وارد ہیں حضرت عمران بن حصین ، ونافع بن عتبہ وابو برزہ وحذیفہ بن اسید، وابو ہریرہ وکیسان ، عثمان بن ابی العاص وجابر وابوامامہ و ابن مسعود وعبداللہ بن عمر، سمرہ بن جندب ونواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفہ بن الیمان سے

۱۱: سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستدرک حاکم وصحیح ...؟ میں ابوامامہ باہلی سے حدیث طویل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالتفصیل عجائب احوال اعور دجال بیان فرمائے پھر فرمایا:

اہل عرب اس زمانے میں سب کے سب بیت المقدس میں ہوں گے اوران کا امام ایک مردصالح ہوگا فبینما اما مھم قد تقدم یصلی بھم الصبح فنزل علیھم عیسی بن مریم الصبح اس اثنا میں کہ ان کا امام نماز صبح پڑھانے کو بڑھے گا۔ ناگاہ عیسی بن مریم وقت صبح نزول فرمائیں گے مسلمانوں کا امام الٹے قدموں پھرے گا کہ عیسی امامت کریں۔عیسی اپنا ہاتھ اس کی پشت پر رکھ کرکہیں گے آگے بڑھو نماز کی تکبیر تمہارے لئے ہوئی تھی۔ان کا امام نماز پڑھائیگا،عیسی سلام پھیر کر دروازہ کھلوائیں گے اس طرف دجال ہوگا جسکے ساتھ ستر ہزار یہودی ہتھیار بند ہوں گے جب دجال کی نظر عیسی پر پڑے گی پانی میں نمک کی طرح گلنے لگے گا بھاگے گا عیسی فرمائیں گے کہ میرے پاس تجھ پر ایک وار ہے جس سے تو بچ کرنہیں جا سکتا پھر شہر لد کے شرقی دروازے پر اسے قتل فرمائیں گے۔ ،

۱۲: سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے شب اسراء رسول اللہ ﷺ وابراہیم وموسی و عیسی سے ملے باہم قیامت کا چرچہ ہوا۔انبیاء نے پہلے ابراہیمؑ سے ان کا حال پوچھا۔انہیں خبر نہ تھی موسیٰؑ سے پوچھا انہیں بھی معلوم نہ تھا۔انہوں نے عیسیٰؑ پر رکھا۔حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا:

قیامت جس وقت آئے گی اسے تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں اس سے پہلے کے باب میں مجھے رب العزۃ نے ایک اطلاع دی ہے۔پھر خروج دجال کا ذکر کر کے فرمایا، میں اتر کر اسے قتل کرونگا پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے میری دعا سے ہلاک ہوں گے ... مجھے اللہ نے اطلاع دی ہے کہ جب یہ ہو لے گا تو اس وقت قیامت کا حال لوگوں پر ایسا ہوگا جیسے کوئی عورت پورے دنوں پیٹ سے ہو گھر والے نہیں جانتے کس وقت اس کے بچہ ہو پڑے۔

۱۳: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور رویانی مسند ... میں سمرہؓ بن جندب سے راوی رسول اللہ ﷺ نے ذکر دجال بیان کر کے فرمایا: ... (ترجمہ) اس کے بعد عیسی بن مریم جانب مغرب سے آئیں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے اور انہیں کی ملت پر، پس دجال کو قتل کریں گے۔ پھر آگے قیامت ہی قائم ہونا ہے۔

۱۴: معجم کبیر میں عبداللہ بن مغفل سے ہے رسول اللہ ﷺ نے بعد ذکر دجال فرمایا:

یلبث فیکم ما شاء اللہ ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمد علی ملته اماماً مهدیاً و حکماً عدلاً فیقتل الدجال (وہ تم میں رہے گا جب تک اللہ چاہے پھر عیسیٰ بن مریم اتریں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے حضور ﷺ کی ملت پر امام رائے پائے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ دجال کو قتل کریں گے)

۱۵: مسند احمد و صحیح ابن خزیمہ و مسند ابی یعلی و مستدرک حاکم و مختارہ مقدسی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے حدیث طویل ذکر دجال میں فرمایا:

مسلمان ملک شام میں ایک پہاڑ کی طرف بھاگ جائیں گے وہ وہاں جا کر ان کا حصار کرے گا اور سخت مشقت و بلا میں ڈالے گا ثمّ ینزل عیسی فینادی السحر فیقول یا ایها الناس ما یمنعکم ان تخرجوا الی الکذاب الخبیث.. (الحدیث) (اس کے بعد عیسی اتریں گے پچھلی رات مسلمانوں کو پکاریں گے، لوگو اس خبیث کذاب کے مقابلے میں کیوں نہیں نکلتے۔

۱۶: نعیم بن حماد، کتاب الفتن میں حذیفہؓ بن الیمان سے راوی

قلت یا رسول اللّٰہ انه دجال قبل او عیسی بن مریم قال الدجال ثمّ عیسی بن مریم .. الحدیث ۔(میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہلے دجال نکلے گا یا عیسی؟ فرمایا، دجال پھر عیسیٰ)

۱۷: طبرانی کبیر میں اوس بن اوسؓ سے راوی رسول اللہ فرماتے ہیں:

ینزل عیسی بن مریم عند المنارة البیضاء شرقی دمشق ۔ عیسی بن مریم (دمشق کی شرقی جانب منارہ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے)

۱۸: مستدرک حاکم میں ابو ہریرہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لیهبطن عیسی بن مریم حکماً و اماماً مقسطاً لیسلکن ... حاجاً او معتمراً و لیاتین قبری حتی یسلم علی و لاردن علیه ۔(خدا کی قسم ضرور عیسی ابن مریم حاکم و امام عادل ہو کر اتریں گے اور ضرور شارع عام کے رستے حج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور میرے سلام کے لئے میری قبر پر آئیں گے اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دونگا)

۱۹: صحیح ابن خزیمہ ومستدرک حاکم میں حضرت انسؓ سے ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

سیکون ؟ رجلان من امّتی عیسی بن مریم و یشھدا ن قتل الدجال

(عنقریب میری امت سے دو مرد عیسیٰ بن مریم کا زمانہ پائیں گے اور دجال سے قتال میں حاضر ہوں گے)۔

۲۰: امام حکیم ترمذی نوادرالاصول اور حاکم مستدرک میں جبیرؓ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

لن یخزی اللّٰہ تعالی امۃ انا اولھا و عیسی بن مریم آخرھا ۔

(اللہ ہرگز رسوا نہ فرمائے گا، اس امت کو جس کا اول میں ہوں اور آخر عیسیٰ بن مریم)۔

۲۱: ابوداؤد طیالسیؒ حضرت ابوہریرہؓ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لم یسلط علی دجال الا عیسی بن مریم ۔

(دجال لعین کے قتل پر کسی کو قدرت نہ دی گئی سوا عیسی بن مریم کے)

۲۲: مسند احمد وسنن نسائی وصحیح مختارہ میں ثوبانؓ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

عصابتان من امتی احرزھما اللّٰہ تعالی من النّار عصابۃ تغزو الھند و عصابۃ تکون مع عیسی بن مریم ۔

(میری امت کے دو گروہوں کو اللہ عزوجل نے نار سے محفوظ رکھا ہے ایک گروہ وہ جو کفار ہند پر جہاد کرے گا دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا)۔

۲۳: ابونعیم حلیہ اور ابوسعید نقاش فوائد العراقیین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ....خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لئے جو بعد نزول عیسی ہوگا۔ آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اگے، یہاں تک کہ اگر تو اپنا دانہ پتھر کی چٹان پر ڈال دے گا تو وہ بھی جم اٹھے گا اور یہاں تک کہ آدمی شیر پر گذرے گا اور وہ اسے نقصان نہ پہنچا ئیگا اور سانپ پر پاؤں رکھ دیگا وہ اسے مضرت نہ دیگا نہ آپس میں مال کا لالچ رہے گا نہ حسد نہ کینہ)

۲۶: صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو عیسی بن مریم سے ملوں۔ اگر میرا دنیا سے تشریف لے جانا جلد ہو جائے، تو تم میں جو انہیں پائے ان کو میرا اسلام پہنچائے۔

۲۷: ابن الجوزی کتاب الوفا میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له فیمکث کمساً و اربعین سنة ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم من قبر واحد بین ابی و عمر ۔(عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے۔ یہاں شادی کریں گے ۔ان کے اولاد ہوگی۔ ۴۵ برس رہیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔ میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ روز قیامت ، میں اور وہ ایک ہی مقبرے سے اس طرح اٹھیں گے کہ ابوبکر و عمر دونوں کے داہنے بائیں ہوں گے )

۲۸: بغوی شرح السنہ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے حدیث طویل ابن صیاد میں راوی ( جس پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا تھا )۔ امیر المومنین عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کردوں ۔فرمایا:

ان یکن ہو فلست صاحبه انما صاحبه عیسی بن مریم و الا یکن ہو فلیس لک ان اقتل رجلاً من اہل العہد(اگر یہ دجال ہے تو اس کے قاتل تم نہیں۔ دجال کے قاتل تو عیسی بن مریم ہوں گے۔ اور اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں نہیں پہنچتا کہ کسی ذمی کو قتل کرو)

۲۹: ابن جریر، حضرت حذیفہ بن الیمان سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ)....قیامت کی بڑی نشانیوں میں پہلی نشانی دجال کا نکلنا ،اور عیسی بن مریم کا اترنا، اور یاجوج و ماجوج کا پھیلنا ( وہ گروہ کے گروہ ہیں ہر گروہ میں چار لاکھ ان میں کہ مرد نہیں مرتا جب تک خاص اپنے نطفے سے ہزار شخص نہ دیکھ لے ہیں بنی آدم سے )، وہ دنیا کو ویران کرنے چلیں گے ( دجلہ وفرات و بحیرہ طبریہ کو پی جائیں گے ) ، یہاں تک کہ بیت المقدس تک پہنچیں گے، اور عیسی اس دن کوہ طور سینا میں ہوں گے، اللہ عیسی کو وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو طور اور ایلہ کے قریب محفوظ جگہ میں رکھ۔ پھر عیسیؑ ہاتھ اٹھا کر دعا کریں گے، اور مسلمان آمین کہیں گے۔ اللہ یاجوج ماجوج پر ایک کیڑا بھیجے گا نغف نام وہ انکے نتھنوں میں گھس جائے گا)۔

۳۰: حاکم و ابن عساکر تاریخ اور ابونعیم کتاب ، اخبار المہدی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کیف تہلک امة انا فی اولها و عیسی بن مریم فی آخرها و المہدی من اہل بیتی فی وسطها ( کیوں کر ہلاک ہو وہ امت جس کی ابتداء میں

میں ہوں انتہاء میں عیسی بن مریم اور بیچ میں میرے اہل بیت سے مہدی )

۳۱: نیز اسی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

منّا الّذی یصلّی عیسی بن مریم خلفه۔

( میرے اہل بیت میں وہ شخص ہے جس کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے )

حضرت امام مہدیؑ کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت کہ وہ عترت رسالت و بنی فاطمہ سے ہیں اور متعدد احادیث میں ان کا علاقہ نسب حضرت عباسؓ عم مکرم سید عالم ﷺ سے بھی بتایا گیا اوراس میں کچھ بعد نہیں وہ نسباً سید حسنی ہوں گے اور مادری رشتوں میں عباسؓ سے بھی اتصال رکھیں گے جیسے جعفر صادقؒ نے رافضیوں کے رد میں فرمایا کہ کیا کوئی شخص اپنے باپ کو بھی برا کہتا ہے ابوبکر صدیقؓ دوبار میرے باپ ہوئے یعنی دوطرح سے میرا نسب مادری صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے

۳۳: اسحاق بن بشر وابن عساکر حدیث طویل ذکر دجال میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(ترجمہ) جب دجال نکلے گا اور سب سے پہلے ستر ہزار یہودی طیلسان پوش اس کے ساتھ ہولیں گے اور لوگ اس کے سبب بلائے عظیم میں ہوں گے مسلمان سمٹ کر بیت المقدس میں جمع ہوں گے۔ اس وقت میرے بھائی عیسی بن مریم آسمان سے کوہ افیق پر اتریں گے، امام راہنما، حاکم عادل ہوکر، ایک اونچی ٹوپی پہنے، میانہ قد، کشادہ پیشانی، موئے سر سید ھے، ہاتھ میں نیزہ جس سے دجال کو قتل کرینگے۔ اس وقت لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دیگی اور سب جہان میں امن وامان ہوجائے گا۔ آدمی شیر سے ملے گا تو وہ جوش میں نہ آئے گا۔ اور سانپ کو پکڑے گا تو وہ نقصان نہ پہنچائے گا۔ کھیتیاں اس رنگ پر اگیں گی جیسے زمانہ آدم میں اگا کرتی تھیں۔ تمام اہل زماین ان پر ایمان لے آئینگے اور سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا۔

۳۴: ابن عساکرؒ ،ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے راوی ، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کی جاؤں ۔ فرمایا:

و انی لی بذ لک الموضع ما فیه الّا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی بن مریم ۔( بھلا اس کی اجازت میں کیونکردوں، وہاں تو صرف میری قبر کی جگہ ہے اور ابوبکر وعمر وعیسی بن مریم کی )۔

۳۵: مسند ابی یعلی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: قسم اس کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک عیسی بن مریم اتریں گے پھر اگر میری قبر پر کھڑے ہوکر مجھے پکاریں گے تو ضرور میں انہیں جواب دونگا۔

۳۶: ابونعیم، حلیہ، میں عروہ بن رویم سے مرسلاً راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

خیر ھذہ الامۃ اولھا و آخرھا فیھم رسول اللہ و آخرھا فیھم عیسی بن مریم۔ (اس امت کے بہتر اول و آخر کے لوگ ہیں۔اول کے لوگوں میں رسول اللہ ﷺ رونق افروز ہیں اور آخر کے لوگوں میں عیسی بن مریم تشریف فرما ہوں گے)۔

۳۸: ابن عساکر حضرت ابو ہریرہؓ سے راوی

(ترجمہ)۔عیسی بن مریم اتریں گے نماز پڑھیں گے جمعے قائم کریں گے مال حلال کی افراط کردیں گے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں ان کی سواریاں انہیں تیز لئے جاتی ہیں بطن وادی روحا میں حج یا عمرے کے لئے

۳۹: وہی حضرت ترجمان القرآن سے راوی:

لا تقوم السّاعۃ حتّی ینزل عیسی بن مریم علی دروۃ افیق بیدہ حربۃ یقتل الدجال۔(قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ عیسی بن مریم کوہ افیق کی چوٹی پر نزول فرمائیں، ہاتھ میں نیزہ لئے جس سے دجال کو قتل کریں گے)

۴۰: وہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے راوی:

ان المسیح بن مریم خارج قبل یوم القیامۃ لیستغن بہ الناس عمن سواہ (بے شک مسیح بن مریم قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے۔آدمیوں کو ان کے سبب اور سب سے بے نیازی چاہیے)۔

۴۱: وہی حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک طویل حدیث ذکر مغیبات آئندہ میں راوی کہ:

چنین و چناں ہوگا پھر مسلمان قسطنطنیہ و رومیہ کو فتح کریں گے پھر دجال نکلے گا اس کے زمانہ میں قحط شدید ہوگا فبینما ھم کذلک اذ سمعوا صوتاً من السّماء ابشروا فقد اتاکم الغوث فیقولون نزل عیسی بن مریم فیستبشرون و یستبشر بھم و یقولون صل یا روح اللّٰہ فیقول انّ اللّٰہ اکرم ھذہ الامۃ فلا ینبغی لاحدٍ یؤمھم الا منھم فیصلّی امیر المؤمنین بالناس و یصلی عیسی خلفہ لوگ اسی ضیق و پریشانی میں ہونگے، ناگاہ

آسمان سے ایک آواز سنیں گے، خوش ہو کہ فریاد رس تمہارے پاس آیا۔ مسلمان کہیں گے کہ عیسی اترے، خوشیاں کرینگے۔ اور عیسی انہیں دیکھ کر خوش ہونگے۔ مسلمان عرض کریں یا روح اللہ نماز پڑھایئے۔ فرمائیں گے اللہ نے اس امت کو عزت دی ہے، اس کا امام اسی میں سے چاہیے۔ امیر المومنین نماز پڑھائیں گے اور عیسی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ سلام پھیر کر اپنا نیزہ لے کر دجال کے پاس جا کر فرمائیں گے، ٹھہر اے دجال اے کذاب۔ جب وہ عیسی کو دیکھے گا اور ان کی آواز پہچانے گا ایسا گلنے لگے گا جیسے آگ میں رانگ یا دھوپ میں چربی۔ اگر روح اللہ نے ٹھہر نہ فرما دیا ہوتا تو گل کر فنا ہو جاتا۔ پس عیسیؑ اس کی چھاتی پر نیزہ مار کر واصل جہنم کریں گے۔ پھر اس کے لشکر کو کہ یہود و منافقین ہوں گے قتل فرمائیں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو نیست و نابود کریں گے اب لڑائی موقوف اور امن چین کے دن آئیں گے یہاں تک کہ بھیڑیئے کے پہلو میں بکری بیٹھے گی اور وہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا۔ بچے سانپ سے کھلیں گے وہ نہ کاٹے گا ساری زمین عدل سے بھر جائے گی۔

(پھر خروج یاجوج ماجوج اور ان کی فنا وغیرہ کا حال بیان کر کے فرمایا): و یقبض عیسی بن مریم و ولیه المسلمون و غسله و حنطوه و کفنوه و صلوا علیه و حضروا له و دفنوه

ان سب وقائع کے بعد عیسی بن مریم وفات پائیں گے مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے خوشبو لگائیں گے کفن دیں گے نماز پڑھیں گے قبر کھود کر دفن کریں۔

یہ سردست بے قصد استیعاب کچھ حدیثیں ہیں۔۔ اور قرآن کریم میں ہے و انه لعلم للساعة بے شک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا یعنی ان کے نزول سے معلوم ہو جائے گا کہ قیامت اب آئی۔ ابو ہریرہؓ و عبداللہ ابن عباسؓ کی قرأت و انه لعلم للساعة بے شک ابن مریم نشانی ہیں قیامت کے لئے۔

معالم التنزیل میں ہے:

و انّه یعنی عیسی لعلم للسّاعة یعنی نزوله من اشراط الساعة یعلم به قربها و قرأ ابن عباس و ابو هریره و قتاده و انه لعلم للساعة بفتح اللام و العین ای امارة و علامة۔ (یعنی حضرت عیسی قیامت کیلئے علم

ہیں، یعنی ان کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، اس سے جان لیا جائے گا کہ قیامت قریب تر ہے اور ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ اور قتادہؒ نے اسے انه لعلم للساعة پڑھا یعنی بے شک وہ قیامت کے لئے نشانی ہیں۔ لام اور عین کے زبر کے ساتھ یعنی ان کا نزول قرب قیامت کی امارت و علامت ہے)

مدارک التنزیل میں ہے:

و انه لعلم للساعة و ان عیسی مما یعلم به مجیء الساعة و قرأ ابن عباس العلم و هو العلامة ای و ان نزوله علم الساعة

(یعنی بے شک عیسیٰؑ قیامت کے لئے علامت ہیں جس سے جان لیا جائے گا کہ اب قیامت آنے والی ہے اور ابن عباسؓ نے انه لعلم للساعة پڑھا یعنی ان کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے)

امام جلال الدین محلی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

و انّه ای عیسی لعلم للسّاعة تعلم بنزوله (یعنی بے شک حضرت عیسیٰؑ قیامت کے لئے علم ہیں جو ان کے نزول سے پہچان لی جائے گی)

بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقاید اہل سنت و جماعت سے ہے جس طرح اس کا منکر گمراہ بالیقین، وہیں اس کا بدلنے والا اور نزول عیسی بن مریم کو کسی زید و عمرو کے خروج میں ڈھالنے والا بھی ضال مضل بددین کہ ارشادات حضور سید عالم ﷺ کی دونوں نے تکذیب کی۔

**مسئلہ ثالثہ: سیدنا روح اللہ کی حیات**

اقول....اس کے ثبوت کو اولاً اسی قدر کافی و وافی کہ رب جل وعلا نے فرمایا

و ان من اهل الکتاب الا لیؤمننّ به قبل موته (یعنی کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے)

جس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ صحابی سید عالم ﷺ سے گذری۔ مخالف نے اپنی جہالت سے صرف صحیح بخاری کی تخصیص کی تھی یہ تفسیر نہ صرف اس میں بلکہ صحیح بخاری و مسلم دونوں میں موجود۔ شرح مشکوۃ شریف للعلامہ الطیبی میں ہے:

استدلّ بآیة علی نزول عیسی فی آخر الزّمان مصدقاً للحدیث و تحریره ... قبل موته لعیسی و المعنی و ان من اهل الکتاب الا

لیؤمننّ بعیسی قبل موت عیسی و هم اھل الکتاب الذین یکون فی زمان نزولہ فیکون الملۃ واحدۃ و ھی ملۃ الاسلام۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابوہریرہؓ اس آیت سے تصدیق حدیث کیلئے نزول عیسی پر استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ہر کتابی عیسیؑ کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاری ہیں جو بعد نزول عیسی ان کے زمانے میں ہوں گے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا، دین اسلام۔ نقل عنہ الملا علی القاری فی المرقاۃ

ثانیاً: یہی تفسیر بسند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے جن سے صحیح بخاری میں قول موت منقول ہونے کا مخالف نے ادعا کیا تھا۔

صحیح بخاری وارشاد الساری میں ہے:

ترجمہ: یعنی اس حدیث کو روایت کر کے ابوہریرہؓ آخر زمانے میں عیسیؑ کے نزول پر دلیل لانے حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے بتانے کے لئے فرماتے تم چاہو تو یہ آیت پڑھو و ان من اھل الکتاب الا لیومنن .. الآیہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیؑ پر ان کی موت سے پہلے اور وہ وہ کتابی ہیں جو اس وقت انکے زمانے میں ہوں گے سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریرؒ نے ان کے شاگرد سعید بن جبیر کے واسطے سے بسند صحیح روایت کی۔

اور یہی تفسیر امام حسن بصریؒ سے مروی ہوئی کما سیاتی انشاء اللّٰہ

ثالثاً: تصریحات کثیرہ آئمہ کرام ومفسرین عظام وعلمائے اعلام

امام سیوطیؒ، تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

انّی متوفیک قابضک و رافعک الیّ من الدنیا من غیر موت (یعنی اللہ نے عیسیؑ سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیئے اٹھالوں گا)۔

تفسیر امام ابوالبقا... میں ہے: انّہ رفع الی السّماء ثمّ یتوفی بعد ذلک عیسیؑ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور اس کے بعد وفات دیئے جائیں گے۔..

امام بغویؒ، تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

قا ل الحسن و الکلبی و ابن جر یج انی قا بضک و را فعک من الد نیا الی من غیر مو ت بذ لک (یعنی حسن بصریؒ ، محمد بن سا ئب کلبیؒ اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جر تجؒ نے آ یہ کر یمہ کی تفسیر کی ، کہ اے عیسی میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا بغیر اس کے کہ تیرے جسم کو موت لاحق ہو )

امام فخر الدین رازیؒ ، تفسیر کبیر میں فر ما تے ہیں: ( تر جمہ )..دلیل سے ثا بت ہو چکا ہے کہ عیسی زندہ ہیں اور سید عالم ﷺ سے حدیث آئی ہے کہ وہ عنقریب اتر ینگے اور د جال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد اللہ انہیں وفات دے گا۔

اسی تفسیر میں ہے:

التوّفی ا خذ الشّیء وا فیاً و لما علم اللہ تعا لی ان من النّاس من یخطر با لہ ان الذی رفع اللّہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلا م لیدل انہ علیہ السلام رفع بتما مہ الی السما ء برو حہ و جسدہ ۔

(تو فی کہتے ہیں کسی چیز کے پورا لینے کو جب کہ اللہ کے علم میں کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم گذرے گا کہ عیسی کی روح آسمان پر گئی نہ بدن، لہذا یہ کلام فر مایا جس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام وکمال مع روح و بدن آسمان پر اٹھا لئے گئے )

تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی ، علامہ شہاب الدین الخفا جی میں ہے:

سبق انہ علیہ السلا م لم یصلب و لم یمت ۔

(اوپر گذرا کہ عیسیؑ نہ سولی دیئے گئے نہ انتقال فر مایا)

امام بدر الدین محمود عینیؒ ، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فر ما تے ہیں:

( تر جمہ ) آ یہ کر یمہ و ان من اھل الکتا ب کی جو تفسیر ابو ہریرہؓ نے فر مائی امام حسن بصری سے بطریق ابی رجاء مروی ہوئی کہ انہوں نے فر مایا معنی آ یت یہ ہیں کہ تمام کتابی موت عیسیؑ سے پہلے ایمان لا نے والے ہیں اور فر مایا خدا کی قسم عیسی زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذ ہب ہے۔

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ذہبی نے تجر ید الصحا بہ اور تا ج الدین سبکی نے کتا ب القواعد اور ابن حجر عسقلانی نے اصا بہ میں سیدنا عیسیؑ کو ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے صحا بیوں میں شمار کیا کہ وہ شب معراج حضور اقدس ﷺ کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوئے ظا ہر ہے کہ ان کی تخصیص

اسی بنا پر ہے کہ انہیں یہ دولت قبل فرمان موت نصیب ہوئی ورنہ شب معراج حضور کی زیارت کسی نبی نے نہ کی امام سبکی نے اسی مضمون کو ایک چیستاں میں ادا فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت سے وہ کون سا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان کے حضرت افضل الصحابہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی و علی مرتضی سب سے افضل ہے، یعنی سیدنا عیسی۔ اصابہ میں ہے:

عیسی المسیح بن مریم الصدیقه رسول الله و کلمته القاها الی مریم ذکره الذهبی فی التجرید مستدرکاً علی من قبله فقال عیسی بن مریم رسول اللّٰه رأی النّبی ﷺ لیلة الاسراء فهو نبی و صحابی و هو آخر من یموت من الصحابة والغرة؟ القاضی تاج الدین السبکی فی قصیدته التی فی اواخر القواعد له فقال

من باتفاق جمیع الخلق افضل من
خیر الصحاب ابی بکر و من عمر
و من علی و من عثمان و هو فتی
من امة المصطفی المختار من مضر

یعنی مسیح ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جنہیں اس نے حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا، اسے امام ذہبی نے تجرید الصحابہ میں اپنے اگلوں سے استدراک کرتے ہوئے ذکر کیا تو فرمایا اللہ کے رسول عیسی بن مریم نے شب معراج میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو وہ نبی اور صحابی ہیں اور وہ ایسے صحابی ہیں جن کا وصال سارے صحابہ کے بعد ہوگا اور قاضی تاج الدین سبکی نے اسے اپنے قصیدے میں رکھا جو کہ کتاب القواعد کے اواخر میں ہے کہ وہ کون سا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان افضل الصحابہ ابوبکر و عمر عثمان علی سے بھی افضل ہے وہ جوان امت مصطفیٰ کا قبیلہ مضر سے ہے۔

امام ذہبیؒ کی اس عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ عیسیٰؑ ایسے صحابی ہیں جن کا انتقال سب صحابہ کرام کے بعد ہوگا۔ یہاں کلمات آئمہ دین و علمائے معتمدین کی کثرت اس حد پر نہیں کہ ان کے احاطہ و استیعاب کی طمع ہو سکے اور اہل حق کے لئے اس قدر بھی کافی ہیں اور مخالف متعسف کہ اپنی ناقص عقل کے آگے آئمہ کو کچھ نہیں گنتے ان کے لئے ہزار دفتر ناوافی، لہذا اسی قدر پر بس کریں۔

رابعاً۔ یہی قول جمہور ہے اور قول جمہور ہی معتمد و منصور، ابھی شرح صحیح بخاری سے گذرا

، ذھب الیہ اکثر العلم یعنی اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے

خامساً یہی قول منقح و مرجح اور قول صحیح کا مقابل ساقط و نامعتبر، امام قرطبی صاحب ملھم شرح مسلم،، پھر امام ابوالسعود تفسیر ارشاد العقل السلیم میں فرماتے ہیں۔

الصحیح انّ اللّٰہ تعالی رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن و ابن زید و ھوا ختیار الطبری و ھو الصحیح عن ابن عباس

(صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں زندہ اٹھا لیا، نہ ان کا انتقال ہوا، نہ اس وقت سوتے تھے۔ جیسا کہ امام حسن بصریؒ و ابن زیدؒ نے تصریح فرمائی ہے اور اس کو امام طبریؒ نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی صحیح روایت یہی ہے)۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

القول الصحیح انّہ رفع و ھو حیّ (صحیح قول یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھائے گئے)

اقول: یہ تو بالیقین ثابت ہے کہ وہ دنیا میں عنقریب نزول فرمانے والے ہیں اور اس کے بعد وفات پانا قطعاً ضرور، تو اگر آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے بھی وفات ہوئی ہوتی تو دوبارہ ان کی موت لازم آئے گی، کیوں کہ امید کی جائے کہ اللہ اپنے محبوب جمیل ایسے رسول عظیم و جلیل پر دوبارہ مصیبت بھیجے گا۔

جب حضور پرنور ﷺ سید یوم الثور کی وفات ہوئی اور عمرؓ اس سخت صدمے کی دہشت میں تلوار کھینچ کر کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے انتقال نہ فرمایا اور انتقال نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ منافقوں کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں کاٹیں اور ان کے قتل کا حکم دیں۔ صدیق اکبرؓ نعش اقدس پر حاضر ہوئے جھک کر روئے انور پر بوسہ دیا پھر روئے اور عرض کی:

با بی انت و امی و اللّٰہ لا یجمع اللّٰہ علیک مو تین..الخ

(میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان خدا کی قسم اللہ تعالی حضور ﷺ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا وہ جو مقدر تھی ہو چکی)..

تو ایسی بات جب تک نص صریح سے ثابت نہ ہو، انبیاء خصوصاً ایسے رسول جلیل کے حق میں ہرگز نہ مانی جائے گی خصوصاً روح اللہ عیسی جن کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اگر تو یہ پیالہ یعنی جام مرگ کسی سے پھیرنے والا ہے تو مجھ سے پھیر دے۔ بارگاہ عزت میں رسول اللہ کی جو عزت ہے اس پر ایمان لانے والا بے دلیل صریح واضح التصریح کے کیوں کر مان سکتا ہے کہ وہ یہ دعا کریں، اور رب

عزوجل اس کے بدلے ان پر موت نازل فرمائے۔ یہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ انصاف کیجئے تو ایک یہی دلیل ان کے زندہ اٹھائے جانے پر کافی ووافی ہے و باللّٰہ التوفیق

تنبیہ دوم۔ اقول۔ قرآن مجید سے اتنا ثابت اور مسلمان کا ایمان کہ سیدنا عیسیٰ یہود عنود کے مکروکیود سے بچ کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ رہا یہ کہ تشریف لے جانے سے پہلے زمین پر ان کی روح قبض کی گئی اور جسم یہیں چھوڑ کر صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی اس کا آیت میں کہیں ذکر نہیں، یہ دعوی زائد ہے جو مدعی ہو، ثبوت پیش کرے۔

مخالف نے جو کچھ ثبوت میں پیش کیا سب بے ہودہ ہے۔ وہ یا تو نرا افتراء اس کے اپنے دل کا اختراع ہے، یا مطلب سے محض بے گانہ جس میں مقصود کی بو بھی نہیں، یا مراد میں غیر نص جو مدعی کے لئے ہرگز بکار آمد و کافی نہیں۔ سب کا بیان سنئیے:

ایک افتراء۔ تو اس کا یہ کہنا ہے کہ سید عالم ﷺ نے ان آیات کی تفسیر میں ثابت فرما دیا کہ عیسی بعد قبض روح آسمان پر اٹھائے گئے۔

دوسرا افتراء۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ پر کہ انہوں نے ایسا فرمایا۔ حالانکہ ہم ابھی ثابت کر آئے ہیں کہ ان سے بسند صحیح اس کا خلاف ثابت ہے۔ وہ اسی کے قائل ہیں کہ عیسیٰؑ نے ابھی وفات نہ پائی، ان کی موت سے پہلے یہود و نصاری ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبیؒ سے گذرا کہ یہی روایت ابن عباسؓ سے صحیح ہے۔

تیسرا افتراء۔ صحیح بخاری شریف پر کہ اس میں یہ تفسیر سید عالم ﷺ و ابن عباسؓ سے مروی ہے حالانکہ اس میں بروایت ابن عباسؓ صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انکم محشورون و ان نا ساً یؤخذ بھم ذات الشمال فا قول کما قال العبد الصا لح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم۔ فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔ و انت علی کل شیء شھید ۔ ان تعذ بھم فا نھم عبادك و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم

(یعنی تمہارا حشر ہوگا اور کچھ بائیں طرف معاذ اللہ جانب جہنم لے جائے جائیں گے۔ میں وہ عرض کروں گا جو بندہ صالح عیسی بن مریم نے عرض کیا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے)

اس حدیث میں مدعی کے اس دعوی کا کہاں پتہ ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اور صرف روح اٹھائی گئی اور بےگانہ و بےعلاقہ اس آیت کریمہ: فلما تو فیتنی کنت انت الر قیب کا ذکر ہے یہاں اگر وفات بمعنی موت ہو بھی تو روز قیامت کا مکالمہ ہے۔ رب العزۃ فرماتا ہے:

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اجبتم ۔ قالوا لا علم لنا ۔ انک انت علام الغیوب ۔ اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والد تک اذ اید تک بروح القدس تکلّم الناس فی المهد و کھلا۔ و اذ علمتک الکتا ب و الحکمة و التوراۃ و الا نجیل۔ و اذ تخلق من الطین کھیئة الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی۔ و تبرىء الا کمه و الا برص باذ نی۔ و اذ تخرج الموتی باذ نی۔ و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینات فقال الذ ین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مبین۔ و اذ او حیت الی الحواریین ان آ منوا بی وبرسولی قا لوا آ منا واشھد با ننا مسلمو ن ۔ اذ قال الحواریون یا عیسی بن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء ۔ قال اتقوا الله ان کنتم مومنین ۔ قا لوا نرید ان نا کل منھا و تطمئن قلوبنا و نعلم ان صدقتنا و نکو ن علیھا من الشا ھدین ۔ قال عیسی بن مر یم اللھم ربنا انز ل علینا ما ئدۃ من السما ء تکون عیداً لاولنا و آ خرنا وآ یة منک و ارزقنا و انت خیر الرا زقین ۔ قال الله انی منزلھا علیکم، فمن یکفر بعد منکم فا نی اعذ به عذا باً لا اعذّ به ا حداً من العا لمین ۔ و اذ قال الله یا عیسی ابن مر یم أأنت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دون الله قال سبحا نک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق۔ ان کنت قلته فقد علمته۔ تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک۔ انک انت علا م الغیو ب ۔ ما قلت لھم ا لا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی و ربکم۔ و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب

علیھم ۔ و انت علی کل شیء شھید ۔ ان تعذ بھم فا نھم عبادك و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔..(ما ئدہ :۱۰۹۔۱۱۹)

جس دن جمع فرمائے گا اللہ، رسولوں کو، فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ بولے ہمیں کچھ بھی خبر نہیں، بیشک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ جب فرمایا اللہ نے اے مریم کے بیٹے عیسی یاد کر میرے احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی مورت میرے حکم سے بناتا، پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی، اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا، اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔ اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں، جب حواریوں نے کہا اے عیسی بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے؟ کہا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ عیسی بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے رب ہمارے، ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینیوالا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں، پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دونگا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کرونگا۔ اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسی بن مریم کیا تو نے کہہ دیا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا؟ بولا پاکی ہے تجھے، مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ میں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا، اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا، جب تو نے مجھے وفات دی تو

ہی ان پر مطلع رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ )

اول سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے۔ کس نے کہا کہ عیسیٰؑ کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روز قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کرسکیں۔ شاید جاہل یہاں قال اللّٰہ اور قال سبحانک میں ماضی کے صیغے دیکھ کر سمجھا کہ یہ تو گزری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہ گزرا، حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ ایسی یقینی الوقوع ہے کہ گویا واقع ہولی۔

قرآن میں بکثرت ایسے محاورات ہیں۔ سورہ اعراف ( آیات :۴۴ـ۵۰ ) میں دیکھئے:

و نادی اصحا ب الجنۃ اصحا ب النار ان قد و جد نا ما وعد نا ر بنا حقاً فھل و جد تم ما وعد ر بکم حقاً۔ جنتیوں نے دوزخیوں کو پکارا کہ ہم نے تو پالیا جو وعدہ دیا ہمیں ہمارے رب نے سچا کیا تم نے بھی پایا جو تمہیں وعدہ دیا تھا سچا قا لوا نعم وہ بولے ہاں۔ فا ذن مو ذن بینھم ان لعنۃ اللہ علی الظا لمین ۔تو ندا کی ان میں ایک ندا دینے والے نے کہ خدا کی پھٹکار ستم گاروں پر۔. و نا دوا اصحا ب الجنۃ ان سلام علیکم۔ اعراف والے پکارے جنت والوں کو سلام ہو تم پر۔ و نادی اصحا ب الاعراف رجالاً یعرفونھم بسیماھم اور اعراف والے پکارے دوزخیوں کو ان کی علامت سے پہچان کر۔ و نا دی ا صحا ب النار ا صحا ب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء او مما رز قکم اللہ ۔اور دوزخی پکارے جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی وغیرہ سے کچھ دو۔ قا لوا ان اللّٰہ حرّ مھما علی الکافرین بولے، اللہ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کی ہیں۔

اسی طرح سورہ صافات :۲۷ میں ہے: واقبل بعضھم علی بعض یتساء لون
سورہ ص میں دوزخ میں دوزخیوں کا باہم جھگڑا:۔

قا لوا بل انتم لا مرحباً بکم۔ انتم قد متموہ لنا۔ فبئس القرار۔قا لوا ربنا من قدم لنا ھذا فز دہ عذا باً ضعفاً فی النار۔ و قا لوا ما لنا لا نری ر جا لاً کنا نعد ھم من ا لا شرار ۔ ا تخذ نا ھم سخر یاً ام زا غت

عنهم الا بصار۔ انّ ذلک لحق تخا صم اھل النار ( ص:۶۱۔ ۶۴)

اور سورہ زمر میں: و نفخ فی الصور فصعق من فی السما وا ت و من فی الار ض ا لا من شاء اللہ۔ ثم نفخ فیہ ا خری فا ذا ھم قیا م ینظرو ن۔ سے قالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ.. الخ( زمر :۶۸۔۷۴) میں تمام وقائع روز قیامت صیغہ ہائے ماضی میں ارشاد ہوئے ہیں اور خود اسی آیت میں دیکھئے جس دن جمع کرے گا اللہ رسولوں کو پھر فرمائے گا تم نے کیا جواب دیا بولے ہمیں کچھ علم نہیں۔

یہاں بھی ان کا جواب بصیغہ ماضی ارشاد فرمایا اور نا کافی و نا مثبت آیت کریمہ فقال اللہ یا عیسی انی متوفیک و رافعک و مطھرك من الذین کفروا سے استدلال جس میں ارشاد ہوتا ہے: جب فرمایا اللہ نے اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور کافروں سے دور کر دینے والا ہوں

اولاً۔ حرف واؤ ترتیب کے لئے نہیں کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات و رفع و تطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلا شبہ حق ہے۔ یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہولے گی۔ تفسیر امام ...میں لکھا ہے: متو فیک و را فعک الی کلا ھما للمستقبل و التقدیر را فعک و متو فیک لا نہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک یعنی یہ دونوں کلمے مستقبل کے لئے ہیں اور را فعک الی و متو فیک مقدر یعنی تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں وفات دونگا اس لئے کہ تمہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا پھر اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر جمل و تفسیر مدارک و تفسیر کشاف و تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

و اللفظ للتشفی و ممیتک فی وقتک بعد النزو ل من السما ء و را فعک ا لآ ن یعنی یہ الفاظ تسلی کے ہیں، یا تمہیں موت دوں گا تمہاری موت کے وقت میں آسمان سے اتارنے کے بعد اور اس وقت میں تمہیں اٹھالیتا ہوں، اس لئے کہ واؤ ترتیب کو واجب نہیں بناتا

تفسیر کبیر میں ہے: الآ یۃ تد ل علی انہ تعا لی یفعل بہ ھذہ الافعال فاما کیف یفعل و متی یفعل فا لامر فیہ موقوف علی الد لیل و قد ثبت الدلیل انہ حی۔ (یعنی آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ یہ افعال کرتا ہے۔ تو رہا یہ کہ کس طرح کرتا ہے اور کب کرتا ہے؟ تو یہ معاملہ دلیل پر موقوف ہے

اور دلیل اس بات پر قائم ہو چکی ہے کہ وہ زندہ ہیں )۔

ثانیاً توفی ،خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں ۔توفی کہتے ہیں ، پورا لے لینے کو۔کبیر کی عبارت اوپر گزری کہ معنی یہ ہیں کہ مع جسم وروح تمام وکمال اٹھا لوں گا۔تفسیر جلالین سے گذرا متوفیک قابضک و رافعک من غیر موت ۔معالم التنزیل سے گذرا کہ حسن کلبی و ابن جریج نے کہا انی قابضک و رافعک من غیر موت ..

کشاف وانوار التنزیل وتفسیر ابی السعود وتفسیر نسفی میں ہے:

و قابضتک من الارض من توفیت مالی ۔(یعنی میں تجھے زمین سے اچک لوں گا (جیسے ) اہل زبان کا قول کہ میرا مال اچک لیا گیا )۔

خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

و لذا فسّر التوفی یرفعه و اخذه من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضته (یعنی اس لئے توفی کی تفسیر، زمین سے اٹھا لئے جانے سے، کی جیسے کہا جائے کہ میرا مال فوت ہو گیا جب اسے لے لیا جائے )

ثالثاً ۔توفی بمعنی استیفاء اجل ہے یعنی تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا اور ان کا فروں کے قتل سے بچاؤں گا ان کا ارادہ پورا نہ ہو گا تم اپنی عمر مقرر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کرو گے۔

تفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد میں ہے۔

انّی مستوفی اجلک و مؤخرك و عاصمک من ان یقتلک الکفار الی ان تموت حتف انفک ۔( پورا کرونگا تمہارے اجل کو اور تمہیں مؤخر کرونگا اور تمہیں محفوظ رکھونگا کفار کے قتل کرنے سے یہاں تک کہ تم اپنی طبعی موت پاؤ)۔

تفسیر کبیر میں ہے:

ای متمم عمرك فحینئذ اتوفاك فلا اترکهم حتی یقتلوك وهذا تاویل حسن ۔( میں تمہاری عمر مکمل کرونگا تو اس وقت تمہیں وفات دونگا میں نہیں چھوڑوں گا ان کے لئے کہ تمہیں قتل کر دیں۔اور یہ تاویل اچھی ہے )

رابعاً۔وفات بمعنی خواب خود قرآن عظیم میں موجود ہے: قال اللہ تعالی:

وهو الذی یتوفاکم باللیل۔وہ جو تمہیں وفات دیتا ہے رات میں یعنی سلاتا ہے

اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها و التی لم تمت فی منامها ۔اللہ تعالی

وفات دیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں۔

تو یہ معنی ہوئے کہ میں تمہیں سلاؤں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت نہ لاحق ہو یہی قول امام ابن انس کا ہے۔

تفسیر معالم میں ہے:

قال الر بیع بن انس ان المراد با لتوفی النو م وکان عیسی قد نا م فرفعه الله تعا لی الی السماء و معناه انی ممیتک و را فعک الی (ربیع ابن انس نے کہا کہ توفی سے مراد نوم ہے کہ عیسی سوتے رہے تھے تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں سلاؤں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا)

تفسیر مدارک میں ہے:

ومتوفی نفسک بالنو م و رافعک و انت نائم حتی لا یلحقک خوف و تستیقظ و انت فی السماء امن مقرب (یعنی میں تمہیں لے لوں گا سوتے میں اور تمہیں اٹھالوں گا اس حال میں کہ تم سو رہے ہو گے تا کہ تمہیں خوف نہ ہو اور تم بیدار ہو اس حالت میں کہ آسمان میں مامون ومقرب ہو)

کشاف وانوار وارشاد میں ہے:

او متو فیک نا ئماً اذ عوی انه رفع نا ئماً (میں تمہیں خواب میں لے لوں گا اس لئے کہ مروی ہے عیسی سوتے میں اٹھالئے گئے)

اوران کے سوا آیت میں اور بھی بعض وجوہ کلمات علماء میں مذکور، تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے جس کا آیت میں اصلاً پتہ نہیں۔

اقول: بلکہ اگر خدا انصاف دے تو آیت تو اس مزعوم کا رد فرما رہی ہے ان کلمات کریمہ میں اپنے بندے عیسی کو تین بشارتیں تھیں:

متو فیک را فعک مطھر ك۔

اگر معنی آیت یہی ہوں گے کہ میں تمہیں موت دونگا اور بعد موت تمہاری روح کو آسمان پر اٹھا لونگا، تو اس میں سوا اس کے کہ انہیں موت کا پیغام دیا گیا، اور کون سی بشارت تازہ ہے۔ مرنے کے بعد ہر مسلمان کی روح آسمان پر بلند ہوتی اور کافروں سے نجات پاتی ہے۔ قال اللہ تعالی:

ان الذین کذ بوا بآ یا تنا و استکبروا عنھا لا تفتح لھم ابوا ب السما ء

(بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اوران سے تکبر کیا، ان کیلئے نہ کھولے جائیں گے دروازے آسمان کے)۔

تو کافر کی روح آسمان پرنہیں جاتی۔ ملائکہ عذاب جب لے کر جاتے ہیں دروازے آسمان کے بند کردیئے جاتے ہیں کہ یہاں اس ناپاک روح کی جگہ نہیں۔

آیت میں صرف خبرموت رہ گئی اور ہمارے طور پر ہرایک بشارت ہے کہ

میں تمہیں عمر کامل تک پہنچاؤں گا، یہ کافر قتل نہ کرسکیں گے، اور جیتے جی آسمان پر اٹھالونگا اور کافروں سے ایسا پاک کردونگا کہ عمر بھر کسی کافرکوتم پر دسترس نہ ہوگی، جب دوبارہ دنیا میں آؤگے یہ جوتمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں تم خود انہیں قتل کروگے، اور انہیں کو ہی نہیں بلکہ کافروں سے سارے جہان کو پاک کردوگے کہ ایک دین حق تمہارے نبی محمد ﷺ کا ہوگا۔معہذا شروع کلام میں فرمایا:

و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین ۔ و اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک .. الآیہ۔

یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں نے عیسیؑ کے ساتھ مکر کیا انہیں قتل کرنا چاہا اور اللہ نے انہیں ان کے مکر کا بدلہ دیا کہ اس کا مکر الٹا انہیں پر پڑا، جب فرمایا اللہ تعالی نے اے عیسی میں تیرے ساتھ یہ یہ باتیں کرنے والا ہوں۔

انصاف کیجئے اگر کچھ دشمن کسی بادشاہ ذوالاقتدار کے محبوب کوقتل کرنا چاہتے ہوں اور وہ اسے بچالے،تو بچانے کے معنی یہ ہوں گے کہ اسے سلامت نکال لیجائے، ان کا چاہا نہ ہونے پائے ، یا یہ کہ ان کے قتل سے یوں محفوظ رکھے کہ خود موت دیدے۔ان کی مرادتو یوں بھی برآئی۔آخر جو کسی کا قتل چاہے اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ جان سے جائے، وہ حاصل ہوگیا، ان کے ہاتھوں سے نہ سہی اللہ کے ہاتھ سے ہی سہی۔ بخلاف اس کے کہ انہیں ان کے قادر ذوالجلال والاکرام نے زندہ اپنے پاس اٹھالیا کہ انہیں پھر بھیج کران خبیثوں کی شرارتیں انہیں کے دست مبارک سے نیست و نابود کرائے تو یہ سچا بدلہ ان ملعونوں کے مکر کا ہے۔

مسلمانو! ان منکروں کا ظلم قابل غور ہے ہم سے تومحض بے ضابطہ تقاضے تھے کہ ثبوت حیات صرف قرآن سے دو، آیت بھی قطعی الدلالۃ ہو، اورحدیث بھی ہو تو خاص صحیح بخاری کی ہو، حالانکہ از روئے قواعد علمیہ ہمارے ذمہ ثبوت دینا ہی نہ تھا۔ ہماری تقریرات سے روشن ہو چکا کہ مسئلے میں مخالفین مدعی ہیں اور بارثبوت ذمہ مدعی ہوتا ہے، تو ایک الٹا مطالبہ اور وہ بھی ایسی تنگ قیود

سے جو عقلاً ونقلاً کسی طرح لازم نہیں۔ اور جب خود ان مدعی صاحبوں کو ثبوت دینے کی نوبت آئی تو وہ گل کترے کہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ پر افتراء، صحیح بخاری شریف پر افتراء، محض بیگانہ اجنبی سے استناد، نہ قرآن پر بس نہ قطعیت کی ہوس، اور کیا ناانصافی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تنبیہ سوم۔ اس نئے فیشن کے مسیحوں کا سچے مسیح رسول اللہ وکلمۃ اللہ کی نسبت یہ سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالیٰ اس عہدہ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا، اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ہے ورنہ صریح شرارت وضلالت۔

حاش للہ نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ کوئی نبوت سے استعفی دیتا ہے، نہ اللہ عزوجل انہیں معزول فرمائے گا، نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے، اور ضرور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے۔ یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا۔ یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر رفیع سے غفلت ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسی روح اللہ پر موقوف نہیں، ابراہیم خلیل اللہ وموسی کلیم اللہ ونوح وآدم وتمام انبیاء سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے امتی ہیں حضور پاک ﷺ کا نام نبی الانبیاء ہے۔

حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں لو کان موسی حیاً ما وسعہ الّا اتّباعی اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی۔ رواہ احمد والبیہقی فی الشعب عن جابر بن عبد اللہ یعنی احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔۔

یہ سفہاء قرآن مجید کا نام لیتے اور حدیثوں سے منکر ہو کر فریب دہی عوام کے لئے اسی سے استناد کا پیام دیتے ہیں مگر استغفر اللہ قرآن کی انہیں ہوا بھی نہیں لگی۔ یہ منہ اور قرآن کا نام اگر قرآن عظیم کبھی سنا بھی ہوتا تو ایسے بے ہودہ سوال کا منہ نہ پڑتا

اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

و اذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به و لتنصرنّه قال أ اقررتم و اخذتم على ذلكم اصرى قالوا اقررنا قال فاشهدوا و انا معكم من

الشاھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔

(اور یاد کر جب اللہ نے عہد لیا سب پیغمبروں سے جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول تصدیق کرتا ہوا اس کتاب کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے فرمایا اے پیغمبرو! کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا اور اس عہد پر میرا ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ اس عہد کا گواہ ہوں تو جو اس کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ بے حکم ہیں)

کیوں قرآن کا نام لینے والو! کیا یہ آیتیں قرآن میں نہ تھیں؟ کیا اللہ نے اس تاکید شدید کے ساتھ سب انبیاء و مرسلین سے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا؟ کیا اس عہد سے ان سب کو محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی نہ بنا دیا گیا؟ کیا یہ عہد لیتے وقت انہوں نے نبوت سے استعفا کیا؟ یا اللہ عزوجل نے انہیں معزول کر کے امتی کر دیا؟ اے سفیہو! اس عہد عظیم پر حضرت روح اللہ اتریں گے اور باوصف نبوت ورسالت محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی و ناصر دین ہو کر رہیں گے

آسمان نسبت بعرش آمد فرود　　　گرچہ بس عالیست پیش خاک تود

رہا اس کا سوال کہ کس وقت آسمان سے رجوع کریں گے اس کا جواب وہی ہے کہ ما المسئول فیھا باعلم من السائل۔

اتنا یقینی ہے کہ وہ مبارک وقت بہت قریب آ پہنچا ہے کہ وہ آفتاب ہدایت کمال افق رحمت و جمال وقہر وجلال سے طلوع فرما کر اس زمین تیرہ وتار پر تجلی فرمائے اور ایک جھلک میں تمام کفر بدعت نصرانیت یہودیت شرک مجوسیت نیچریت قادیانیت رافضیت خروج وغیرہا اقسام ضلالت سب کا سویرا کر دے۔ تمام جہان میں ایک دین اسلام ہو جائے۔ مگر تعیین وقت کے آج سے کے سال و ماہ باقی ہیں نہ ہمیں بتائی گئے نہ ہم جان سکتے ہیں جس طرح قیامت کے آنے پر ہمارا ایمان ہے اور اس کا وقت معلوم نہیں۔

تنبیہ چہارم۔ مسلمانو! اللہ عزوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی وبہیمی وشیطانی بنایا ہے جسے وہ ہدایت فرمائے صفات ملکی ظہور کرتے اور اسے بعض یا کل ملائک سے افضل کر دیتے ہیں کہ: عبدی المومن احب الی من بعض ملائکتی یعنی میرے نزدیک میرا مومن بندہ بعض فرشتوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

شریعت ان کی شعار ہوتی ہے اور تقوی ان کا وثار کہ لا یعصو ن اللہ... و یفعلو ن ما یو مرون ۔یعنی جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں ( کنز الایمان )
تواضع وفروتنی ان کی شان جبلی اور تکبر و تعلیٰ سے تنفر کلی کہ: ان الملا ئکۃ لتضع ا جنحتھا لطا لب العلم یعنی بے شک فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں۔

اور جس نے صفات بہیمی کی طرف رجوع کی بہائم دار لیل ونہار بطن وفرج کا خادم خوار اور فکر شہوات کا اسیر وگرفتار کہ او لئک کا لانعا م بل ھم ا ضل یعنی وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ۔کنز الایمان

اور جس پر صفات شیطا نیہ غا لب آئیں تکبر و ترفع اس کا دین و آئین کہ ابی و استکبر و کان من الکا فرین یعنی منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا ( کنز الایمان )

یہ ہر وقت طلب جاہ و شہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالتے جس سے آسمان تعلیٰ پر ٹوپی اچھالے دور دور نام مشہور ہو خاص و عام میں ذکر مذکور ہو اپنا گروہ الگ بنائیں وہ ہمارا غلام ہم اس کے امام کہلائیں ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے وہ انا ر بکم ا لا علی بولتے اور دعوی خدائی کی دکان کھولتے ہیں جیسے گزرے ہوں میں فرعون ونمرود وغیر ہما مردود اور آنے والوں میں مسیح قادیانی کے سوا، ایک اور مسیح خر نشین یعنی دجال لعین ۔اور جو ان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ کذاب ثقیف وغیر ھما خبیثوں کی طرح ادعائے رسالت ونبوت پر تھکتے نہیں اور گھٹ کی ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زمان کوئی مجتہد وقت کوئی چنیں چنا ں ہندوستان جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین بے یاور نفس امارہ کی آزادیاں کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں رنگ نہ لائیں تو کہاں ہزاروں مجتہد سینکڑوں ریفارمر مقلان تہذیب مشرعان نیچر کتنے ہی مہدی کتنے مذہب گوحشرات الارض کی طرح نکل پڑے اور خدا کی شان یھدی من یشاء و یضل من یشاء کوئی کیسے ہی کھلے باطل صریح جھوٹ کا نشان باندھ کر آگے بڑھا کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اوندھے اس کے پیچھے ہو لئے ۔آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے، یہی آدمی ہوں گے جو دجال کا ساتھ دیں گے ان صدیوں کے دورے میں مہدی تو کتنے ہی نکلے اور زمین کا پیوند ہوئے۔

سنا جاتا ہے ایک صاحب کو پانچ پانی کے زور میں نئی اپچ سوجھی کہ مہدی بننا پرانا ہو گیا، اور نرا امتی بننے میں لطف ہی کیا، لاؤ عیسی موعود بنیں، اور ادعائے الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار

چنیں، اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے، اگر کہیں صلیب کے صدقے میں نصیب جاگا، اور ان کی سمجھ میں آ گیا جب تو جنگل میں منگل ہے۔ سولی کے دن گئے، برے کی شادی کا دنگل ہے، یورپ و امریکہ و برما و انڈیا سب تخت اپنے ہی ہیں، اپنے ہی بندے خداوند تاج وشہی میں پاؤں چاند تارے کا جوتا سر پر سورج کا تاج ہوگا، باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہوگا، اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے اندھے تو کہیں گئے ہی نہیں، یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ تیار، شہرت حاصل سرداری برقرار۔

اس خیال کے جمانے کو جہاں ہزاروں گل کھلائے، صدہا جل کھیلے، وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ سیدنا عیسی تو مر بھی گئے، اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے۔ جو کچھ ہیں ہمیں ذات شریف ہیں۔ ہمیں قاتل خنزیر، ہمیں قاطع یہود، ہمیں کاسر صلیب، ہمیں مسیح موعود، گویا انہیں کی ماں کنواری، انہیں کا باپ معدوم، احادیث متواترہ میں انہیں کے آنے کی دھوم، مگر یہ ان کی نری خام ہوس ہے اور حیات وموت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث۔

ہم پوچھتے ہیں موت عیسوی منافی نزول ہے یا نہیں، اگر نہیں اور بیشک نہیں جیسا کہ ہم مقدمہ خامسہ میں روشن کر آئے جب تو اس دعوی سے تمہیں کیا نفع ملا، اور احادیث نزول کو اپنے اوپر ڈھالنے سے کیا کام چلا۔ اور اگر بالفرض منافی جانئے تو..لازم کہ موت سے انکار کیجئے، حیات ثابت مانئے کہ اگر موت ہوتی تو نزول نہ ہوتا۔ مگر نزول یقینی کہ مصطفی ﷺ کے ارشادات متواترہ اس کی دلیل قطعی۔ مسلمان ہرگز کسی فریب دہندہ کی بناوٹ مان کر اپنے رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو معاذ اللہ غلط و باطل جاننے والے نہیں۔ جو کوئی ان کے خلاف کہے اگرچہ زمین سے آسمان تک اڑے مسلمان اس کا ناپاک قول بدتر از بول اسی کے منہ پر مار کر الگ ہو جائیں گے۔ اور مصطفی ﷺ کے دامن پاک سے لپٹ جائیں گے اللہ تعالی ان کا دامن نہ چھڑائے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

اور بفرض باطل یہ سب کچھ سہی پھر آخر مسیحیت کیوں کر ثابت ہوئی۔ ثبوت دو اور اپنے دعوی کی غیرت کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو۔

وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو، اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو۔ دیکھو حدیث کی درگاہ سے خائب وخاسر پلٹتے ہو، خیر یہاں بھی ٹھکانہ نہ لگا، تو کسی صحابی کا ارشاد کسی تابعی ہی کا اثر کسی امام کا قول کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ میں مصطفی ﷺ نے جو نزول عیسی کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے۔ جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی

پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔ اور ایسے بدیہی البطلان دعووں کا کہیں سے ثبوت نہ دے سکو ہر طرف سے ناامید ہر طرح سے باطل تو عوام کو چھلنے اور پینترے بدلنے اور ترچھے نکلنے اور الٹے چھلنے سے کیا حاصل۔ حضرت مسیح مع جسم و روح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں کیا نفع اور تم پر ذلت بے ثبوتی کیوں کر دفع، تمہارا مطلب ہر طرح مفقود، تمہارا ادعا ہر طرح مردود، پھر اس معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے؟ اور عیسی کی وفات سے مغل کو مرسل اور پنجابن کو مریم، نطفے کو کلمہ، بیاہی کو کنواری اور خال کو دم کیوں کر بنالو گے۔ بالجملہ وہی دو حرف کہ مقدمہ ثالثہ و رابعہ میں گذرے ان تمام جہالات فاحشہ کے رد میں کافی و وافی ہیں۔ وللہ الحمد

تنبیہ پنجم۔ بفرض باطل یہ بھی سہی کہ نزول عیسی سے مراد کسی مماثل عیسی کا ظہور ہے مگر مصطفیٰ ﷺ نے صرف اتنا ہی تو ارشاد فرمایا کہ نزول عیسی ہوگا بلکہ اس سے پہلے بہت وقائع ارشاد ہوئے ہیں کہ جب یہ واقع ہولیں گے اسکے بعد نزول ہوگا۔ اس کے مقارن بہت احوال واوصاف بتائے گئے کہ اس طور پر اتریں گے یہ کیفیت ہوگی اس کے لاحق بہت حوادث وکوائن بیان فرمائے گئے کہ ان کے زمانے میں یہ یہ ہوگا آخر ان سب کا صادق آنا تو ضرور ہے۔

مثلاً سابقات میں روم و شام و تمام بلاد اسلام باستثناء حرمین شریفین سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا، سلطان اسلام کا شہادت پانا، تمام زمین کا فتنہ و فساد سے بھر جانے کے باعث اولیائے عالم کا مکہ معظّمہ ہجرت کر جانا، وہاں حضرت امام آخر الزمان کا طواف کرتے ہوئے ظہور فرمانا، اولیاء کرام وسائر اہل اسلام کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا، نصاری کا وابق یا اعماق ملک شام میں لام باندھنا.. نصاری کا اپنے ہم قوم نومسلموں سے لڑائی مانگنا، مسلمانوں کا انہیں پناہ میں لینا۔ لشکر مسلمین کا تین حصے ہو جانا، نصاری پر فتح عظیم پانا، فتح یاب حصے کا قسطنطنیہ کو نصاری سے چھیننا، ملحمہ کبری کا واقع ہونا، ہزارہا مسلمانوں کا تین روز اپنے خیموں سے قسم کھا کر نکلنا کہ فتح کرلیں گے یا شہید ہو جائیں گے اور شام تک سب کا شہید ہو جانا، آخر میں نصرت الٰہی کا نزول فرمانا، مسلمانوں کا فتح اجل واعظم پانا، اتنے کافروں کا کھیت ہونا کہ پرندہ اگر ان کی لاشوں کے ایک کنارے سے اڑے تو دوسرے کنارے تک پہنچنے سے پہلے گر کر مر جائے۔

مسلمانوں کا اموال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے ابلیس کی زبان سے خروج دجال کی غلط خبر سن کر پلٹنا، وہاں اس کا نشان نہ پانا، پھر اس خبیث کا ظہور کرنا، بے شمار عجائب دکھانا، مینہ برسانا، کھیتی اگانا، زمین کو حکم دے کر خزانے نکلوانا، خزانوں کا اس کے پیچھے ہو لینا، سب سے پہلے ستر ہزار

یہود طیلسان پوش کا اس کافر پر ایمان لانا، اس کا لشکر بننا، دجال کا ایک جوان مسلمان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے پھر زندہ کرنا، اس (مسلمان) کا اس پر فرمانا کہ اب مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ تو وہی کافر کذاب ملعون ہے جس کے خروج کی ہمیں نبی ﷺ نے خبر دی تھی، اگر کچھ کر سکتا ہے تو اب تو مجھے کچھ ضرر پہنچا پھر اس کا ان پر قدرت نہ پانا، خائب و خاسر ہو کر رہ جانا۔ چالیس روز میں اس ملعون کا حرمین طیبین کے سوا تمام جہان میں گشت لگانا، اہل عرب کا سمٹ کر ملک شام میں جمع ہونا، اس خبیث کا انہیں محاصرہ کرنا، بائیس ہزار مرد جنگی اور ایک لاکھ عورتوں کا محصور ہونا۔

کیا تمہارے نکلنے سے پیشتر یہ سب وقائع ہو لئے؟ واللہ کہ صریح جھوٹے ہو۔

اب چلئے مقارنات، ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو آواز آنا کہ گھبراؤ نہیں، فریادرس آ پہنچا، عیسی موعود کا باب دمشق کے پاس دمشق الشام کے شرقی جانب منارہ سپید کے نزدیک دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے آسمان سے نزول فرمانا، بے نہائے بالوں سے پانی ٹپکنا، جب سر جھکائیں یا اٹھائیں موئے مبارک سے موتیوں کا جھڑنا، یہاں تکبیر ہو چکی نماز قائم ہے حضرت امام مہدی کا بامر عیسوی امامت فرمانا، حضرت کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا، سلام پھیر کر دروازہ کھلوانا، اس طرف ستر ہزار یہود مسلح کے ساتھ اس مسیح کذاب یک چشم کا ہونا۔ مسیح صدیق ؑ کو دیکھتے ہی اس کا بدن گھلنا بھاگنا، عیسی کا اس کے تعاقب میں جانا، باب لد کے پاس اسے قتل فرمانا، اس کا خون ناپاک اپنے نیزہ پاک پر دکھانا۔

کیا تم پر یہ صفات صادق ہیں؟ کیا تم سے یہ وقائع واقع ہوئے؟ لا، واللہ صریح جھوٹے ہو۔

آگے سنئے واقعات عہد مبارک۔

سید موعود مسیح محمود کا صلیبیں توڑنا، خنزیر کو قتل کرنا، جزیہ اٹھا دینا، کافروں سے اما الاسلام و امّا السیف پر عمل فرمانا یعنی اسلام لا ورنہ تلوار، تمام کفار روئے زمین کا مسلمان یا مقتول ہونا۔ یہود کو گن گن کر قتل فرمانا، پیڑوں پتھروں کا مسلمانوں سے کہنا اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ سو دین اسلام کے سوا تمام مذاہب کا یکسر نیست و نابود ہو جانا، روحاء کے راستے سے حج یا عمرہ کو جانا، مزار اقدس سید اطہر ﷺ پر حاضر ہو کر سلام کرنا، قبر انور سے جواب آنا، اور ان کے زمانے میں ہر طرح کا امن و چین ہونا، لالچ حسد بغض کا دنیا سے اٹھ جانا، شیر کے پہلو میں گائے کا چرنا، بھیڑیئے کی بغل میں بکری کا بیٹھنا، سانپ کو ہاتھوں میں لے کر بچوں کا کھیلنا، کسی کو ضرر نہ پہنچانا، آسمان کا اپنی برکتیں انڈیل دینا، زمین کا اپنی برکتیں اگل دینا، پتھر کی چٹان پر دانہ

بکھیر دو تو کھیتی ہو جانا، اتنے بڑے اناروں کا پیدا ہونا کہ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت کا آ جانا، ایک بکری کے دودھ سے ایک قوم کا پیٹ بھرنا، روئے زمین پر کسی محتاج کا نہ ہونا، دینے والا اشرفیوں کے توڑے لئے پھرے کوئی قبول نہ کرے۔ وغیرہ وغیرہ

کیا یہ تمہارے اس زمانہ پرشورین کے حالات ت ہیں؟ کلا واللہ صریح جھوٹے ہو۔

اسی طرح اور وقائع کثیرہ مثلاً یاجوج ماجوج کا عہد عیسوی میں نکلنا، دجلہ وفرات وغیرھما دریا کے پانی پی کر بالکل سکھا دینا، حضرت عیسیٰؑ کا بحکم الٰہی مسلمانوں کو کوہ طور کے پاس محفوظ جگہ رکھنا، یاجوج و ماجوج کا دنیا خالی دیکھ کر آسمان پر تیر پھینکنا کہ زمین تو ہم نے خالی کر لی اب آسمان والوں کو ماریں، اللہ تعالیٰ کا ان خبیثوں کے استدراج کے لئے تیروں کو آسمان سے خون آلودہ کر کے واپس فرمانا، ان کا دیکھ کر خوش ہونا کودنا، حضرت عیسیٰؑ کی دعا سے ان اشقیاء پر بلاء کا آنا، سب کا ایک رات میں ہلاک ہو کر رہ جانا، روئے زمین کا ان کی عفونت سے خراب ہونا، دعائے عیسوی سے ایک سخت آندھی آ کر ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دینا، عیسیٰ و مسلمین کا کوہ طور سے نکلنا، شہروں میں از سر نو آباد ہونا، چالیس سال زمین میں امامت دین وحکومت عدل آئین فرما کر وفات پانا، حضور سید المرسلین ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونا۔

جب تم اپنی عمر جو لکھا کر آئے ہو پوری کر لو، تو انشاء اللہ سب مسلمان علانیہ دیکھ لیں گے کہ حضرت عزرائیل نے تمہیں تو گلا دبا کر تمہارے مقر اصلی کو پہنچایا، اور ان باقی واقعوں سے بھی کوئی تم پر صادق نہ آیا۔ پھر تم کیوں کر مماثل عیسیٰ و مراد احادیث ہو سکتے ہو؟

اگر کہیے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے، جی یہ تو پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ منکر کلام رسول اللہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ پھر آپ مسیح موعود کس بنا پر بنتے ہیں؟ کیا قرآن عظیم میں کوئی آیت صریحہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے کہ عیسیٰ کا نزول موعود ہے؟ بتاؤ، اور نہیں تو آخر یہ موعود کہاں سے گا رہے ہو؟ انہیں حدیثوں سے۔ جب حدیثیں نہ مانو گے موعودی کا پھندنا کس گھر سے لاؤ گے؟

شرم بادت از خدا و از رسول

مگر بحمد اللہ مسلمان کبھی ایسی زٹلیات پر کان نہ رکھیں گے کیا ممکن ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ارشادات مصطفیٰ ﷺ کو جھوٹا جانیں اور انکے منکر مخالف کو سچا؟ حاش للہ۔ اور پھر مخالف بھی وہ جو خود انہیں ارشادات کے سہارے اپنے خیالی پلاؤ پکاتا ہو۔ تمہارے موعود بننے کی تو حدیثیں سچی مگر تطبیق اوصاف و وقائع کے وقت جھوٹی۔

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض ۔ فما جزاء من یفعل ذلک منکم الّا خزی فی الحیوۃ الدّ نیا و یوم القیامۃ یردّو ن الی اشدّ العذا ب و ما اللّٰہ بغا فل عمّا تعملو ن ۔ و قیل بعداً للقو م الظّا لمین ۔ و الحمد للّٰہ ر بّ العا لمین ۔

( تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو، تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے، مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اور اللہ تمہارے عملوں سے غافل نہیں۔ اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ، اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو سارے جہان کا رب ہے )۔

جواب سوال اخیر۔ اب نہ رہا مگر سائل کا سوال حضرت امام مہدی و اعور دجال کی نسبت سوال بتوفیق اللہ تعالی اس کے جواب لیجئے۔

قولہ۔ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟

اقول۔ ہے اور بہت تفصیل سے۔

قولہ۔ ہے تو اس کی آیت۔

اقول۔ ایک نہیں متعدد۔ دیکھو سورہ النجم آیت تیسری چوتھی، سورہ فتح کی آخری آیت۔ سورہ قلب القرآن کی پہلی چار آیتیں وغیرہ۔

جواب دوم۔ دیکھو مقدمہ اولی۔

جواب سوم۔ قادیانی کا نکلنا اس کا عیسی موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت، اور نہیں تو وجہ؟

کذ لک العذا ب و لعذا ب الآ خرۃ اکبر ۔

( مار ایسی ہوتی اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے )

محمد المعروف بحامد رضا البریلوی۔ ۲۲ رمضان ۱۳۱۵ء

( فتاوی حامدیہ۔ ص ۱۲۱ تا ۲۲۱ ملخصاً و مختصراً )

# مرزا قادیانی اور نبوت

نومبر ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان ،ایک غلطی کا ازالہ شائع فرمایا جو ان کی تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کا جواب قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے مرزا قادیانی اور نبوت کے نام سے دیا۔ جسے ہم ملخصاً یہاں نقل کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب کا اصل اشتہار ہم قادیانی دریچے والے سیکشن میں من وعن نقل کریں گے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں:

میرے ایک دوست نے مجھے یکم رمضان المبارک کو مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء (ایک غلطی کا ازالہ) دکھلایا جس میں مرزا صاحب نے اپنا نبی ورسول ومحمد رسول اللہ وخاتم الانبیاء ہونے کا اشتہار دیا ہے۔اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے دو باتیں بہت صحیح لکھی ہیں۔

اول: یہ کہ مرزائی جماعت میں ایسے لوگ ہیں جو مرزا قادیانی کے دعوی اور دلائل سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔مرزا قادیانی کی کتابوں کو بھی انہوں نے غور سے نہیں پڑھا اور صحبت میں رہ کر تکمیل بھی نہیں کی۔

ان لوگوں میں ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان بھی شامل ہے جس نے دس جون کے اخبار میں مرزا قادیانی کا نبی ورسول نہ ہونا پرزور عبارت میں تحریر کیا تھا۔

قادیان میں آنے والے مریدین کی درندگی، وحوش طبعی، بدتہذیبی، باہمی بدکلامی، بلکہ استعمال کلمات فحش کا ذکر مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے آخری اشتہار میں کیا ہے اور اس پر حکیم نور الدین کی نورانی تصدیق ہے کہ یہ لوگ درست ہونے کی بجائے قادیان میں آکر اور زیادہ خراب ہو جاتے ہیں،۔

دوم: یہ کہ نبی اور رسول بننے کا دعوی مرزا قادیانی کو مدت مدید سے ہے۔

امر دوم کے ثبوت میں مرزا قادیانی نے براہین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ان حوالوں

سے اگر مرزا قادیانی کا مدعا اپنی نبوت کی قدامت کا اظہار ہو، تو یہ استدلال کچھ کمزور نہیں لیکن اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے سکوت سے ان کی قبولیت وتسلیم کے معنی نکالنا چاہتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ جب مرزا قادیانی کو خود اقبال ہے کہ ان کے مریدوں نے بھی ان کی کتابوں کو نہیں پڑھا اور ان کے دعوی کو نہیں سمجھا تو عام مسلمانوں کا ان کی کسی کتاب کو نہ پڑھنا اور نہ سمجھنا باولی ثابت ہوگیا۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ براہین کے مندرجات کو پڑھنے والوں نے سکون کے ساتھ نہیں دیکھا چنانچہ براہین ص ۵۴۴ سے آشکار ہے کہ مولوی غلام العلیؒ ومولوی احمد اللہؒ امرتسری و مولوی عبدالعزیزؒ نے ان ہی دنوں انکا سخت انکار کر کے ان الہامات کو مجانین کے خیالات بتلایا تھا

ناظرین! مرزا قادیانی نے الہامات مندرجہ اشتہار کو مطبوعہ براہین بتلا کر اپنے دعوی کی بنیاد کو پانی تک پہنچایا ہے لیکن براہین سے اس مدعا کی تائید نہیں ہوتی مثلاً آیت ھو الّذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحقّ لیظھره علی الدّ ین کلّه (براہین۔ص ۴۹۸) پر دیکھو مرزا صاحب یوں لکھتے ہیں:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے ...اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔،

اب مرزا صاحب سے دریافت طلب ہے کہ براہین کے مندرجہ بالا بیان پر بھی آپ کو ایمان ہے یا نہیں کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، لیکن اگر آپ خود مسیح ہیں تو جسمانی طور پر سیاست ملکی کی عنان بھی ہاتھ لیجئے گا یا نہیں؟ اگر دونوں باتوں سے انکار ہے تو براہین کا حوالہ آپ کو کیونکر مفید ہوسکتا ہے۔ مثلاً جری اللّٰه فی حلل الانبیاء کو دیکھو اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ۔ص ۳) میں تو حلہ انبیاء کے پہننے سے مراد نبی بن جانا بتلا دیا ہے،، اور براہین صفحہ ۵۰۴ میں (ملخصاً) لکھا ہے کہ امت محمدیہ کے بعض افراد کو حلہ انبیاء عطا ہوتا ہے یہ لوگ نبی نہیں ہوتے۔ پر نبیوں کا کام ہدایت و وعظ ان کے سپرد ہوتا ہے۔، براہین میں نبوت سے انکار اور اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں اقرار نبوت پر اصرار ہے اور ہر دو حالتوں میں تمسک ایک ہی الہام سے ہے۔

تیسری آیت و لکن رسول اللّٰه و خاتم النّبیّین پر غور کیجئے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵ پر اس آیت سے تمسک کر کے اپنے آپ کو رسول اللہ کا صرف ایک جزو اور اپنی نبوت کو غیر تامہ بتلایا تھا، اور اشتہار ہذا میں صفحہ ۸ پر اسی کی دلیل پر، اپنا رسول اور محمد خاتم الانبیاء ہونا تحریر کیا ہے،۔

میں حیران ہوں کہ جب ان کی سابقہ الہامی کتابوں اور اشتہار ہذا میں اس قدر باہمی تضاد و تناقض ہے تو مرزا قادیانی کو پہلی تصنیفات کے حوالہ جات کی کیونکر جرأت ہوئی ہے؟

اس ضروری تمہید کے بعد میں ناظرین کو اشتہار کے چند مقامات پر خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مرزا قادیانی اشتہار مذکور کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

براہین احمدیہ میں محمّد رسول اللّٰہ و الّذین معہ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم موجود ہے اور اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی جو کفار کے لئے سخت تھے انہوں نے ہرقل اور پرویز کی سلطنتوں کو فتح کیا تھا اور باہمی رحم ان میں ایسا تھا کہ نزع میں بھی خود پانی نہ پی کر دوسروں کو پلاتے تھے۔ مرزا قادیانی اپنے مریدوں کے باہمی برتاؤ کی شہادت تو شہادۃ القرآن میں دے چکے ہیں اب پبلک کو یہ دیکھنا باقی ہے کہ وہ شدت بر کفار کا کیا نمونہ دکھلاتے ہیں؟

اس الہام کا حوالہ بھی براہین سے دیا گیا ہے۔ میں نے براہین صفحہ ۵۰۹ پر اس الہام کو دیکھا لیکن اس مقام پر صراحۃً تو کیا کنایۃً بھی مرزا قادیانی نے تحریر نہیں کیا کہ کتابت مذکورہ بالا کے الہام میں ان کی ذات سے مراد لی گئی ہے۔ براہین احمدیہ تو کیا اور اس کے بعد متعدد الہامی کتابیں لکھیں۔ اپنے شرف و بزرگی کے مضامین سے بیسیوں ورق پر کئے لیکن کسی جگہ بھی نہ فرمایا کہ میرا نام محمد رسول اللہ ہے۔ بے شک ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کے اشتہار سے پہلے ایسی لمبی خاموشی کے کوئی معنی ہونے چاہییں۔

اب قابل غور یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو تصویر محمد ﷺ کہتے ہیں اور ظلی اور بروزی طور پر محمد بنتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ الفاظ، تصویر، ظل اور بروز کے معانی ایک ہی ہیں یا جدا جدا ہیں۔ اور اگر جدا جدا ہیں تو پھر مرزا قادیانی کس لفظ کے اعتبار و معنی سے محمد ہیں؟

تصویر کو رسول کریم ﷺ کی صورت پاک سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے اور شکل انعکاسی کو وجود باجود کے کمالات کیونکر مل سکتے ہیں؟ فتح مکہ کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کی تصاویر کو دیوار پر بنے ہوئے دیکھا۔ اسی وقت ان تصاویر کو محو کروا دیا اور تصاویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی۔ (بخاری۔ ج ۲ ص ۶۱۴ کتاب المغازی)۔ اس سے واضح ہے کہ تصویر خواہ کسی نبی یا رسول کی بھی کیوں نہ ہو، وہ بہر حال محو اور ازالہ کے لئے ہے۔ اب رہا ظلی طور پر محمد ہونا تو کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ کسی وجود کے سایہ میں بھی وہی کمالات موجود

ہوتے ہیں جو شخص میں ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو ظلی ہو کر مرزا قادیانی ہرگز محمد ﷺ نہیں بن سکتے۔.....

اب رہا بروزی طور پر مرزا قادیانی کا محمد ﷺ ہونا تو یہ تو بالکل ہی غلط ہے۔ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ غلط ہے۔ مرزا قادیانی نے لفظ بروز کا استعمال فرمایا ہے جس کے معنی لوگوں کو بہت کم معلوم ہیں۔ بروز کے معنی ظاہر ہونا اور باہر نکلنا ہے (منتخب اللغات)۔ اور قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال آیات مندرجہ ذیل میں قبور سے مردوں کے نکلنے کے معنی یا اوٹ میں سے نکل کر سامنے آجانے کے معنی میں لیا گیا ہے:

۱۔ و برزو للّٰہ الواحد القھّار۔ (ابراہیم: ۴۸)۔

۲۔ و برزو للّٰہ جمیعاً۔ (ابراہیم: ۳۱)۔

۳۔ یوم ھم بارزون لا یخفی علی اللّٰہ منھم شیء۔ (غافر: ۱۶)

سامنے آنے کے متعلق:

۱۔ و لمّا برزو لجالوت۔ (بقرہ: ۲۵۰)۔

۲۔ قل لو کنتم فی بیو تکم لبرز الّذین کتب علیھم القتل۔ (آل عمران: ۱۵۴)۔

۳۔ فا ذا برزوا من عند ک۔ (النساء: ۸۱)۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بروز اس کو کہتے ہیں کہ جو جسم چھپ گیا تھا وہی آشکار ہو جائے، او جھل جسم سامنے آجائے۔ پس یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لفظ کا اطلاق ایک ایسے غیر شخص پر کیا جائے جو خود ہی شخصیت کے لحاظ سے اپنا غیر ہونا تسلیم کرتا ہو۔ بروز محمدی کے معنی تو صرف یہ ہیں کہ حضرت محمد ﷺ مدینہ طیبہ کے مرقد منور اور راحت گاہ پاک سے اٹھ بیٹھیں جس کی بابت ہمارا ایمان ہے کہ ایسا واقعہ نفخ صور کے بعد ہی ہوگا۔ زیادہ تر غور کے قابل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی و انعکاسی و بروزی طریقوں پر محمد بن جانے کی فکر میں سیرت صدیقی کا لفظ استعمال کیا ہے اور سیرت صدیقی کی کھڑکی سے داخل ہونے والے کو چادر نبوت پہنائے جانا تحریر کیا ہے۔ (اشتہار مذکور۔ ص ۳ ملخص)

پس ضروری تنقیح یہ ہے کہ چادر نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی کبھی پہنائی گئی یا نہیں؟ اور صدیق امت کو بھی ظلی یا انعکاسی یا بروزی طور پر کسی دن محمد تسلیم کیا گیا یا نہیں؟ کیونکہ جب مشبہ بہ میں کوئی صفت حاصل نہ ہو اس وقت تک مشبہ کو اس کے ساتھ کوئی بھی وجہ تشبیہ نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے کمال فخر کا مقام ہے جس سے ان کا فنا فی الرسول ہونا نکلتا ہے جہاں اللہ

پاک نے قرآن مجید میں ہجرت رسول کی روایت فرما کر انّ اللّٰہ معنا کہا اور ان کی معیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ہم کو دیکھنا چاہیے کہ معنا کا کیا نام رکھا گیا ہے؟ قرآن مجید نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ لصاحبہ ہے۔ اب مرزا قادیانی دیکھیں جب صدیق امت اس مقام پر بھی جسکی توصیف قرآن مجید میں موجود ہے، اس سے بڑھ کر اور خطاب نہیں پا سکے تو پھر کوئی اور شخص یا خود آپ سیرت صدیقی کی کھڑکی سے داخل ہو کر کیونکر چادر نبوت اوڑھ سکتے اور نبی و رسول کہلا یا بن سکتے ہیں؟

مرزا قادیانی اسی اشتہار کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں:

یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار ہا دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔

اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ بروزی رنگ میں بذات خود محمد ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی لفظ بروز کو تناسخ کے ہم معنی استعمال کرتے ہیں حالانکہ اہل تناسخ کا خود ہی رد اور تکفیر کر چکے ہیں۔

(مرزا قادیانی کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کی ارواح دوسرے اجسام میں حلول کرتی رہتی ہیں اور اسی کا نام بروز ہے وہ اس عقیدہ کو رکن ایمانیہ میں سے سمجھتے ہیں۔ آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۷۔ تک قابل ملاحظہ ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی بیوی کو ام المومنین کا خطاب دیا ہے۔ نزول المسیح صفحہ ۱۴۶۔۱۴۷۔ اب خدیجۃ الکبری کے رنگ میں بروز فرمانے میں کچھ دیر نہ ہو گی۔ قاضی سلیمان)

(نیز دیکھئے کہ مرزا صاحب کے سالے ڈاکٹر اسماعیل لکھتے ہیں: رمضان ۱۹۳۶ء کا ذکر ہے۔ قادیان میں لوگ حسب معمول لیلۃ القدر کی تلاش میں تھے کہ ایک روز مکرمی اخویم بابو فضل احمد بٹالوی مہاجر نے مجھے اپنی رؤیا سنائی کہ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت (نصرت جہاں) لیلۃ القدر ہیں۔ میں پہلے تو اس فقرہ کو سن کر کچھ حیران سا ہوا۔ پھر مجھ پر بھی واضح ہو گیا کہ حقیقتاً انسان ہی لیلۃ القدر ہوتے ہیں نہ کہ زمانہ۔ زمانہ بعض مبارک وجودوں سے منور اور مبارک ہو کر لیلۃ القدر کہلانے لگتا ہے۔ مگر یہ خاصیت اس زمانہ کی نہیں بلکہ اس مبارک وجود کے فیضان کی ہے جو اسے بابرکت کر دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود اور اسی طرح دیگر سب انبیاء کے زمانے ان کی برکات کی وجہ سے لیلۃ القدر کہلاتے ہیں اور جب تک ایسے وجود دنیا میں رہتے ہیں برکات کی ایک فضا عالم پر چھائی رہتی ہے۔ پس اگرچہ لیلۃ القدر کہنے کو ایک زمانہ یا ایک رات ہوتی ہے مگر اس کی پشت پر کسی زندہ وجود کے برکات ہوتے ہیں جو اسے بابرکت بنائے رکھتے ہیں۔ ان معنوں میں کیا شک ہے کہ حضرت علیا (نصرت) کا وجود بھی ایک بہت بڑی لیلۃ القدر

ہے۔مضامین ڈاکٹر محمد اسماعیل،جلد اول۔ص ۵۵۸۔بہاء)

مرزا قادیانی سے دریافت طلب اس فقرہ کے متعلق یہ ہے کہ کیا آپ سے پیشتر بھی کوئی شخص بروزی رنگ میں نبوت محمد یہ سے مشرف کیا گیا ہے؟ اگر کوئی شخص ایسا گذرا ہو اور اسے آج تک مسلمان سمجھا جاتا ہو تو اس کا نام پیش کرنا چاہیے۔اور اگر نہیں تو مرزا قادیانی نے یہ امکان کہاں سے قائم کیا؟ اور جب ہزاروں اشخاص ایسے ہی ہو سکتے ہیں تو اپنا نام محمد خاتم الانبیاء کیوں کر تجویز فرمایا؟ مرزا قادیانی کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ اس انداز کلام سے آپ نہ صرف اپنے لئے حصول نبوت کے خواستگار ہیں بلکہ زمان مستقبل کے واسطے بھی ہزاروں شوخ دیدہ لوگوں کیلئے جن میں دین ودنیا کی غیرت نہیں ہوتی ادعائے حصول نبوت محمد یہ کا دروازہ کھولتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اسی اشتہار کے صفحہ ۵ میں اپنا نام نبی تجویز کر کے لکھا ہے کہ:

میرا نام محدث نہیں ہوسکتا کیونکہ تحدیث کے معنی کسی کتاب لغت میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔

توضیح مرام (جسکے ٹائٹل پیج پر بھی الہامی چھپا ہوا ہے مرزا قادیانی اسکے) صفحہ ۱۸ پر لکھ چکے ہیں:

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی ان ہر دو فقرات کو دیکھیں اور بتلائیں:

کہ الہامی کتاب میں آپ نے خدا کی طرف سے محدث ہو کر آنا لکھا تھا، اور محدث کا ایک معنی سے نبی ہونا۔اب اس اشتہار میں آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا نام محدث نہ رکھا جائے اور ایک معنی کی شرط بھی اٹھا کر صرف، نبی، کہا جائے۔اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب سے پیشتر توضیح مرام کی یہ عبارت پڑھ لیں:

محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہوتا ہے۔

براہ مہربانی بتلائیں کہ اب جو آپ نے نبی ورسول بن کر نبوت محمد یہ کا دعوی کیا ہے تو آپ کی پہلی نبوت ناقصہ ونبوت جزئیہ میں کیا کسر تھی، اور اب وہ کیونکر پوری ہوگئی؟ دونوں حالتوں کا موازنہ بصراحت دکھلانا چاہیے۔رہا یہ امر کہ محدث پر غیب ظاہر ہوتا ہے یا نہیں؟ سو توضیح المرام میں آپ نے لکھا ہے کہ محدث پر امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ اگر اشتہار کی

عبارت سچی ہے اور تحدیث کے معنی کسی کتاب لغت میں اظہار غیب نہیں ،تو آپ نے الہامی کتاب میں یہ معنی کیونکر لکھ دیئے تھے؟ اور اگر الہام نے یہ معنی بتلائے تھے تو اب اس سے انکار کرنے کی کیا ضرورت قوی آپڑی ہے؟

مرزا قادیانی سے یہ بھی التماس ہے کہ براہ مہربانی وہ حدیث شریف سیکون فی امّتی ثلا ثون د جّا لو ن کذّا بو ن کلّھم یزعم انّه نبیّ (ترمذی۔ج ۲ ص ۴۵ باب ما جاء لا تقوم السا عة حتی یخرج کذا بون) بھی شائع کریں اور مسلمانوں کو سمجھاویں کہ یہ تیس دجال وکذاب جس میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی اللہ گمان کرتا ہوگا امت محمدیہ کے اندر کس شان کے ہوں گے۔ آیا ان کا دعوی ظلی و بروزی طور پر نبی بننے کا ہوگا اور کس طرح ؟ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان فرماویں کہ جب مسیلمہ کذاب ،آنحضرت ﷺ کے حضور میں اقرار شہادتین کر چکا تھا اور تحریروں میں بھی آنحضرت ﷺ کا نبی ورسول ہونا تسلیم کرتا تھا صرف اتنی بات تھی کہ اپنے آپ کو بھی رسول کہتا تھا تو پھر اس کو کذاب کہنے کی کیا وجہ تھی ۔ اور آپ کے دعوی میں اس سے مغائرت تھی ؟ مرزا قادیانی یہ بھی بتلادیں کہ اگر آپ بائیس سال سے نبی ورسول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مریدان جناب کو اس دعوی کی آج تک خبر نہیں ہوئی ۔کیا یہ تفہیم جناب کی کوتاہی ہے یا فہم مریدین کا قصور ہے؟ اور اگر مریدین یہ عرض کریں کہ جب آپ خود ہی الہامی کتابوں میں من نیستم رسول (ازالہ اوہام ۔ص ۱۷۸) لکھتے اور اپنے آپ کو محدث بتلاتے رہے تو ہم لوگوں کا کیا قصور، تب فرمایئے کہ اس راز داری، معمہ خوانی، چیستاں گوئی، نقاب افگنی سے کیا مدعا تھا ؟ کیا انبیاء اللہ میں سے اور کسی نبی نے بھی ایسا کیا ہے کہ ان کے دعوی نبوت ورسالت کی خبر ان پر ایمان لانے والوں کو سال ہا سال تک نہ ہوئی ہو؟

مرزا ! آپ اپنی کتاب تبلیغ صفحہ ۷۹۔۸۰ پر ایک نظر ڈالیں، آپ نے بیان کیا ہے :

جب حضرت کو معلوم ہوا کہ ان کی امت نے لوگوں کو راہ حق سے دور پھینک کر ہلاک کر ڈالا ہے اور خود بغی وعصیان میں گرفتار ہے ،تو انہوں نے اللہ سے ایک نائب کی درخواست کی جو انہی کی حقیقت و جوہر کا مشہد و مشابہ اور بمنزلہ ان ہی کے اعضا و جوارح کے ہو، اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرما کر میرے دل میں مسیح کے دل سے پھونکا گیا۔ اور مجھے توجہات ، و، واردات مسیح کا ظرف بنایا گیا حتی کہ میرا نفس وتسمہ اس سے بہرہ ہو گیا ۔اور اب میں وجود مسیح کے سلک میں اس طرح پرویا گیا ہوں کہ ان کا روح میرے نفس

کے اندر عیاں ہے اور ان کا وجود میرے اندر پنہاں مسیح کی جانب سے ایک برق کوند کر آئی اور میری روح نے اس سے کامل طور پر ملاقات کی مجھے وجود مسیح کے ساتھ جو الصق (تعلق؟) ہوا ہے وہ تخیل سے بڑھ کر ہے گویا میں خود مسیح بن گیا ہوں اور اپنی ہستی سے جدا ہو چکا ہوں میرے آئینہ میں مسیح کا ہی ظہور و تجلی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میرا دل میرا جگر میری عروق میرے او تار و جود مسیح سے ہی بھرے ہوئے ہیں اور میرا یہ وجود مسیح کے جوہر وجود کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

اس وحدت وجود پر غور اور مکرر غور کے بعد مرزا قادیانی بتلائیں کہ جب آپ بالکل مسیح ہی بن گئے، تو پھر آپ کا آیت خاتم النبیین کے بعد نبی ورسول بننا کیوں ختمیت محمدی کے منافی نہیں کیونکہ آپ مرزا غلام احمد تو رہے نہیں، روح اور جسم سے مسیح بن چکے اور اپنی پہلی ہستی سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ نیز قدیم مسلمانوں کے عقیدہ نزول مسیح پر جو خود من گھڑت اعتراضات آپ نے کئے ہیں وہ کیوں کر آپ پر وارد نہیں ہوئے؟ اس کا جواب دینے سے پیشتر یہ یاد رکھنا ہوگا کہ آپ گوشت پوست سے بالکل مسیح ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیں کہ ایک دفعہ مسیح بن جانیکے بعد پھر جزوی طور پر آپ آنخضرت ﷺ کب اور کیونکر بنائے گئے؟ اور اگر یہ صحیح ہے کہ الہام براہین امیں آپ کو محمد رسول اللہ بنایا گیا تھا تو پھر اس کے بعد مسیح بنائے جانے میں جو منفیت ہوئی اس کی وجہ کیا ہے؟

آنخضرت ﷺ کا سید الانبیاء ہونا امید ہے کہ اب تک مرزا تسلیم کرتے ہونگے، اور اگر آپ مسیح پہلے بنائے گئے اور محمد خاتم الانبیاء بعد میں تو الہام براہین کے کیا معنی ہیں؟ نیز یہ واقع کب ہوا؟ اور وحدت وجود مسیحی سے آپ کو جدا کر کے وحدت وجود محمدی کا درجہ وشرف کب عطا ہوا؟

تبلیغ کے بعد ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ کو لیجئے آپ نے کہا کہ آیت و مبشراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمه احمد میری شان میں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے مراد آنخضرت ﷺ نہیں ہو سکتے کیونکہ آنخضرت ﷺ کا نام جمالی وجلالی صفت کی رو سے محمد ﷺ ہے اور احمد سے مراد صرف جمالی شخص ہے (جو خود مرزا قادیانی ہیں)

مرزا قادیانی بتلائیں کہ ازالہ اوہام لکھتے وقت آپ نے ایک آیت کے تمسک سے اپنے آپ کو محمد ﷺ کا غیر بنایا تھا اور غیر ہونے کے وجوہات بھی خود ہی تحریر کئے تھے تو اب آپ خود ہی محمد کیونکر ہو گئے؟ براہ مہربانی بتلائیے کہ آیت مبشراً برسول ... سے آپ کا تمسک کرنا غلط تھا یا آیت محمد رسول اللہ سے استدلال غلط ہے اور چونکہ ازالہ اوہام بھی الہامی کتاب ہے اس

لئے کون سا الہام غلط ہے اور منشاء غلطی کیا ہے؟

ناظرین! مرزا قادیانی کو جواب باصواب پر غور کرنے کے لئے چھوڑ کر مرزا قادیانی کے رنگ آمیز دعاوی کی بہار دیکھیں۔ پہلے آپ مجدد بنے اور پھر براہین کے چند مقامات پر حضرت مسیح کے دوبارہ نزول اور سیاست ملکی کو تسلیم کر کے خود ان کی پہلی زندگی کا نمونہ بننا تجویز و پسند فرمایا۔ پھر (توضیح مرام وازالہ اوہام وغیرہ میں) وفات مسیح کا دعوی باندھ کر ان کے مثیل و جانشین بنے۔ پھر مسیح کو اپنے منبر پر قدم رکھنے سے ڈانٹ بتانے لگے پھر (تبلیغ میں) خود مسیح کا وجود کہلائے۔ کبھی حضرت فاروقؓ کی نظیر پیش کر کے محدث کہلائے اور کبھی لا مھدی الا عیسی کی وضعی روایت کے تمسک سے مہدی وعیسی (ازالہ اوہام میں) دونوں خود ہی بنے۔ کبھی ملہموں پر فضیلت جتانے کے لئے خلیفہ وقت و امام زمان کہلائے (رسالہ ضرورۃ الامام) کبھی حضرت سلمان فارسی والی حدیث، رجل، کا شرف حاصل کرنے کے لئے (ازالہ اوہام میں) فارسی النسل ہونے کا اظہار کیا اور کبھی اپنے آپ کو خاندان شاہی میں بتلانے کیلئے سمرقندی الاصل ہونا بتلایا، کبھی اپنی زمینداری کو بھی مطابق پیش گوئی بنانے کے لئے حدیث، حارث حراث، کا مصداق ٹھہرایا، کبھی اپنی رسالت کے ثبوت میں آیت و مبشراً برسول یاتی ...کو پیش کر کے احمد بن گئے۔ اب اشتہار ہذا (ایک غلطی کا ازالہ) میں محمد ہونے کا دعوی ہے۔ فارسی النسل بننے کی جگہ خاندان سادات سے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ ایک دادی سیدانی تھی۔ محدث کے کمالات کو دل سے محو اور حضرت عمر فاروق کی نظیر چھوڑ کر اب سیرۃ صدیقی کا تذکرہ ہے۔ یہ جملہ مراتب اور جمیع مناسب الہامی کتابوں میں درج ہیں اور مریدان خوش فہم کیلئے بمصداق، ہر چہ پیدا شود از دور پندارم توئی، ہر ایک پیش گوئی کے مورد خاص اور مصداق صحیح مرزا قادیانی ہی بنے ہوئے ہیں۔

مرزا قادیانی اشتہار مذکورہ میں کہتے ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ کے کمالات مع آنحضرت ﷺ کی نبوت کے مجھے دیئے گئے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک آنحضرت ﷺ بھی صاحب شریعت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ مرزا قادیانی کو نبوت تو محمد ﷺ کی ہی ملی اور مع ذلک صاحب شریعت ہونے کا افتخار حاصل نہ ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز اس راز کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت حائل ہے۔ آخر ایک ایسا دن آئے گا جب آپ صاحب شریعت ہونے کا بھی صاف لفظوں میں اقرار کر کے اس غلطی کو بھی بے چارے مریدوں کے سر تھوپیں گے۔ اور جس طرح آپ نے آج من نیستم رسول.. کے معنی

من رسول ہستم بتلائے ہیں اسی طرح آگے چل کر ان الفاظ منفیہ کو بھی مثبتہ فرماویں گے۔ اور اس وقت بتلایا جائے گا کہ مسیح نے باوجود اتباع شریعت موسوی چند احکام منسوخ کر دیئے تھے اسی طرح مجھ کو بھی بوجہ زیادہ اتباع شریعت محمدی کے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی تصنیفات کو غور سے دیکھنے والے پر مخفی نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے صاحب شریعت نہ ہونے پر بھی کس قدر ترمیم واصلاح شریعت محمدیہ بزعم خود کر دی ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حصہ اسلام میں عقاید کا ہے اسی میں بہت کچھ مرزا کے خلاف پایا جاتا ہے مسلمان اپنے بچوں کو صفت ایمان مجمل ان الفاظ میں یاد کرایا کرتے ہیں:

آمنت باللّٰہ و ملائکتہ وکتبہ و رسلہ و البعث بعد الموت۔

مرزا قادیانی بھی اس جملہ پر اپنا ایمان لانا تحریر فرما چکے ہیں لیکن جو کچھ انہوں نے ہر ایک نمبر پر شریعت محمدیہ سے عدول کیا ہے اسے مختصراً ظاہر کیا جاتا ہے:

(مرزا قادیانی کو اپنے کلام پر وہی تحدی ہے جو قرآن پاک کو، براہین سے تمسک ہے جو مسلمانوں کو قرآن سے، فرقہ کا نام بھی احمدی رکھ لیا ہے، حالانکہ الہام براہین، ص ۲۴۲ میں محمدی رہنے کی ہدایت ہوئی تھی۔ کیا یہ سب امور صاحب شریعت ہونے کی تمہید نہیں؟)

**اللہ پاک کی نسبت**: شرع محمدیہ نے ہم کو بتلایا ہے کہ خدا ایک ہے، کسی کا باپ ہونے یا فرزند بننے سے پاک ہے۔ نہ وہ جسم ہے اور نہ وہ کسی جسم میں تشکل لیتا ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں یگانہ ہے۔ اللہ کو ثالث ثلاثہ کہنے والے ملعون ہیں۔ روح القدس، مسیح، جملہ ملائک، اور انبیاء سب اس کے بندے ہیں۔

اب مرزا قادیانی کے الہامات وتحریرات کو دیکھئے موعود اور الہامی فرزند کا خطاب ان الفاظ میں درج فرماتے ہیں:

فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء۔ (تذکرہ طبع ۲۔ ص ۱۴۴) (گویا اللہ خود آسمان سے اتر آیا)

یہاں آپ نے خدا تعالیٰ کا جسم انسانی میں متشکل ہونا مان لیا ہے۔ پھر مسیح کے نزول من السماء پر تو آپ کو سو اعتراض ہیں مگر اللہ پاک کے نزول من السّماء پر اور وہ بھی اپنا فرزند بنا کر ایک اعتراض بھی نہیں۔ اپنے اقتدار سے کن کہنے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۰۵)

پھر ایک اور الہام یہ ہے: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں (حقیقۃ الوحی ۔ص ۷۴)
مرزا قادیانی کے مذہب میں اس کو لم یلد و لم یولد کا ترجمہ کہنا چاہیے ۔ایک اور الہام یہ ہے:
تو میرے سے ایسے ہے جیسے میری توحید۔ (حقیقۃ الوحی ۔ص ۸۶)

یہاں مرزا قادیانی نے اپنا درجہ صفات ربانی کا قرار دیا اور انسان فانی ہو کر ازلی وابدی ہونے کا دعوی کیا۔توضیح المرام میں تثلیث پاک کا مذہب نکالا اور روحانی طور پر مسیح کا اور اپنا ابن اللہ ہونا صحیح بتلایا۔ایک اور الہام مرزا قادیانی ہے انت منّی بمنزلة ولدی (ایضاً)

**ملائکہ کے متعلق**: شرع نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ نورانی جسم والے اللہ کی مخلوق ہیں ۔کسی گروہ کا کام تسبیح و تقدیس ہے، کوئی ہوا پر موکل ہے کوئی پانی پر، کوئی رزق رسانی پر۔ کوئی قبض ارواح پر ۔کوئی سوال مقبور پر، کوئی نفخ صور پر ۔ پر وہ مومنین کی شیاطین سے حفاظت کرتے ہیں اور انبیاء اللہ کی نصرت کے لئے بارہا زمین پر آتے ہیں۔اور وہ اہل ایمان کیلئے دعائے مغفرت وتوفیق طاعت میں مشغول رہتے ہیں ۔جبریل انبیاء اللہ کے پاس وحی پاک لایا کرتے تھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے ۔چند غزوات میں مسلح ہو کر آنحضرت ﷺ کی نصرت وخدمت کے لئے آئے تھے۔عزرائیل قبض ارواح پر مامور ہیں ۔بہت سے فرشتے جو نیک بندوں اور بدکاروں کی جان نکالنے پر جدا جدا مامور ہیں ان کے ماتحت ہیں۔

مرزا قادیانی کو دیکھئے (ازالہ اوہام میں ) وہ کہتے ہیں کہ ملائکہ نام ہے ستاروں کی ارواح کا، جو ایک قدم بھی اپنے ہیڈ کوارٹر سے آگے پیچھے نہیں ہوتیں ۔آفتاب کی روح کا نام جبریل ہے وہ بھی کبھی زمین پر نہیں آیا۔ جبریلی نور ہر ایک پر پڑتا ہے، نبی پر بھی اور فاسق پر بھی ۔اس رنڈی پر بھی جو شراب پیئے یار کو بغل میں لئے پڑی ہو۔فرق صرف اتنا ہے جتنا چھوٹے بڑے آئینہ کا۔عزرائیل زمین پر نہیں آتے ۔اور اکیلا فرشتہ اتنی بڑی دنیا میں خصوصاً بیماری اور جنگ کے ایام یہ خدمت کیونکر کرسکتا ہے۔

**کتابوں کی نسبت**: شرع محمد یہ نے ہم کو سکھلایا ہے کہ جملہ کتابوں پر ایمان لانا چاہیے۔تورات، زبور، انجیل کو نور ہدایت سمجھنا چاہیے اور قرآن پاک کو ان سب کا قول فیصل تسلیم کرنا چاہیے ۔مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ تورات میں جو قصہ حضرت ایلیا کے بجسدہ العنصری رفع الی السماء کا ہے اس سے انکار کرتے ہیں اور انجیل میں حضرت مسیح نے جن صاف اور صریح اور نہایت واضح الفاظ میں اپنے دوبارہ قبل از قیامت تشریف لانے کا ارشاد فرمایا ہے اس سے روگرداں

ہیں۔قرآن مجید جب حضرت مسیح کے قتل وصلب کی نفی کرتا ہے تو مرزا قادیانی پرزور الفاظ میں ان کا صلیب پر لٹکائے جانا بیان کرتے ہیں۔اوراس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آیات قرآنیہ میں جن الفاظ کو اپنے مطلب کے خلاف پاتے ہیں ان کو حذف کر کے از سر نو نظم قرآنی قائم کرتے ہیں جس کی نظیر ازالہ اوہام میں آیت او ترقی فی السّماء موجود ہے۔

**انبیاء کی نسبت**: شرع محمدیہ نے ہم کو بتلایا ہے کہ جملہ انبیاء صداقت اور تبلیغ میں مساوی درجہ رکھتے ہیں سب پر یکساں ایمان لانا ہم پر فرض ہے ایک نبی کی تکذیب یا توہین جملہ انبیاء کی تکذیب وتوہین ہے۔انبیاء کرام کے پاس وحی الٰہی پاک فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ بھیجی جاتی ہے جس میں کبھی شیطان دخل نہیں کرسکتا۔اور نہ انبیاء کو وحی ربانی کے متعلق کوئی غلط فہمی یا شک پیدا ہوسکتا ہے۔حضرت نوحؑ ،حضرت ابراہیمؑ ،حضرت موسیٰؑ ،حضرت عیسیٰؑ ،حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اولوالعزم رسول ہیں۔اوران کو خاص فضیلتیں حاصل ہیں۔محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔قیامت تک آپ کے بعد نہ کوئی نبی بنایا جائے گا اور نہ رسول۔آنحضرت ﷺ کے اقرار رسالت اور نصرت کا میثاق جملہ انبیاء سے لیا گیا ہے۔اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیم وتفہیم یہ ہے:

> انبیاء کی جماعت کثیر نے جھوٹی پیش گوئیاں بھی کی ہیں۔انبیاء نے دھوکہ کھا کر شیطانی الہام کو ربانی وحی بھی سمجھ لیا۔شیطانی کلمہ کا دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید کے بعض الفاظ کے معانی و حقیقت معلوم نہ ہوئی ہو۔( دیکھو ازالہ اوہام۔ص ۶۲۸ ، ۶۲۹ ، ۶۹۱ )
>
> مسیح کا مکاشفہ صاف نہ تھا حضرت مسیح ہدایت وتوحید ودینی کام میں ناکامیاب رہے۔
> مسیح کے معجزات، عجوبہ نمائی تھے۔میں ان کو مکروہ وقابل نفرت سمجھتا ہوں ( ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۱ ، ۳۰۹ ، ۶۹۰ )

کیا اس تعلیم سے انبیاء ورسل کی عصمت ومعجزات اور معرفت وکمالات کی عظمت وہی قائم رہ سکتی ہے جس کا قائم رکھنا شریعت محمدیہ نے فرض بتلایا ہے؟

**بعث بعد الموت**: اللہ نے قرآن میں حضرت خلیل الرحمٰن کا قصہ بیان فرمایا ہے جس میں چند زندہ پرند کو ذبح کرنے ان کے گوشت پہاڑیوں پر پھینک دینے اور پھر حضرت خلیل الرحمٰن کی آواز پر پرندوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اور بتلایا گیا ہے کہ مردوں کا زندہ کیا جانا اس طرح پر ہوگا۔

پھر ایک بزرگوار کا دوسرا قصہ بیان فرمایا ہے جنہوں نے ایک پرانی بستی کے خرابہ کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ لوگ کیوں کر زندہ کئے جائینگے ؟ اللہ نے ان کی سواری کو اور انکو موت دی ۔ اور سو سال کے بعد پہلے ان کو زندہ کیا پھر انکی آنکھوں کے سامنے حمار کے گرد وغبار کو گوشت پوست سے مبدل فرمایا۔ انہوں نے ہڈیوں پر گوشت کو چڑھتے اور مٹی سے جسم حیوانی کو بنتے اور مردہ کو زندہ ہوتے بھی دیکھا۔ اور پھر یہ بھی دکھایا گیا کہ طعام ذرا بھی نہ بگڑا تھا۔ اس میں دونوں باتیں دکھلائی گئی ہیں کہ خدا اس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے اور اس طرح اپنی حفاظت سے جسے چاہتا ہے بچا لیتا ہے ۔ مرزا کو دونوں قصوں کی حقیقت سے انکار ہے ۔ حضرت خلیل الرحمٰنؑ کے قصہ کو گوبر اور دہی کی آمیزش سے بچہ پیدا ہو جانے کی ترکیب پر محمول کرتے ہیں اور دوسرے قصہ کو ایک خواب سے بڑھ کر نہیں مانتے ۔

**احوال برزخ اور عذاب ونعم قبر کی احادیث :** ان کا فیصلہ مرزا قادیانی اس طرح کرتے ہیں کہ موت کے بعد ہی انسانی روح جنت یا دوزخ میں چلی جاتی ہے۔ اب اگر ان سے جنت یا دوزخ کی حقیقت پوچھیئے تو اور ہی گل کھلاتے ہیں ۔

مرزا قادیانی کو موازنہ کرنا چاہیے کہ کیا یہی وہ عقاید ہیں جو شریعت محمد یہ نے تعلیم کئے ہیں ۔ اور کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود بدولت صاحب شریعت بھی ہیں؟

عقاید کے بعد عادات وعبادات ومعاملات میں بھی ایسی ہی مثالیں مل سکتی ہیں ۔ اور معترضین نے پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی شرع محمدی سے دیدہ دانستہ تخلف کرتے ہیں۔ میں اس لئے ان کا ذکر نہیں کرتا کہ ان سے ذاتیات پر حملہ کرنے کا شبہ ہوتا ہے ۔

میرے نزدیک قابل غور صرف یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی ، محمد بن سکتے ہیں تو پھر صاحب شریعت کیوں نہیں ؟ شائد انہوں نے سوچا ہو کہ میں صاحب شریعت ہونے سے انکار کر کے بہت سی ملامتوں اور اعتراضوں سے بچ سکوں گا۔ لیکن یہ خیال نہ کیا جب وہ نبوت محمد یہ کو لیکر بروز فرماتے ہیں تو پھر آنخضرت ﷺ کیلئے یہ کس قدر منقصت کا باعث ہے کہ کسی زمانہ میں حضور ﷺ کی نبوت بلا شریعت بھی پائی جائے ۔ یہ مقام تو بہت ہی غور کے قابل تھا۔ اسی اشتہار کے صفحہ ۵ میں قادیانی نے اپنے آپ کو محمد ثانی بھی کہا ہے اور اسی اشتہار میں کمال اتحاد کی وجہ سے نفی غیریت بھی کی ہے ۔

سوال یہ ہے کہ اول اور ثانی کا اطلاق غیریت جتلانے کیلئے کیا جایا کرتا ہے یا غیریت کی نفی کرنے کو؟ مرزا قادیانی نے تو ، من تو شدم تو من شدی ، کہہ کر کمال اتحاد کا ثبوت دیا ہے۔

اول ۔ تو جب تک ، من ، کہنے والا اپنے آپ کو من اور مخاطب کو، تو ، کہنے کی حالت میں

ہے اس وقت تک کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ منی اور توئی کی تقیدات سے نکل گیا ہے؟

دوم ۔ مرزا قادیانی کو تو محمد بن جانے میں وہ شرف ہوسکتا ہے جو ذرہ ناچیز کو آفتاب جہاں تاب بننے میں، مگر سید الانبیاء وفخر رسل کو غلام احمد بننے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟ معاذ اللہ

مرزا قادیانی کی تصنیفات دیکھنے سے جو تجربہ مجھے حاصل ہوا ہے اس پر بھروسہ کر کے میں کہہ سکتا ہوں کہ محمد ثانی مرزا قادیانی اس لئے بنے ہیں کہ، نقاش نقش ثانی بہتر کشد زاول، آپ کے پیش نظر ہے ۔ چنانچہ پہلے مرزا قادیانی مثل مسیح بنے تھے مگر پھر مسیح کے مکاشفہ کو مکدر بتلایا اور ان کے معجزات کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھا، آنحضرت ﷺ پر جزوی فضیلت کثرت براہین و دلائل میں آپ اپنے لئے تجویز کر ہی چکے ہیں ۔

اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ جن پیش گوئیوں کی بنیاد پر مرزا قادیانی نے اپنی غیب اور غیب دانی کی بنا پر نبوت و رسالت کا اظہار کیا ہے وہ کیا حالت رکھتی ہیں مرزا قادیانی نے اپنی پیش گوئیوں کی تعداد دو سو سے زیادہ تحریر کی ہے جن کی تفصیل نامعلوم محض ہے ۔ (نوٹ ۔ یہ ابتدائی بات ہے بعد میں دس لاکھ نشانوں کا اعلان کیا ۔ دیکھو تذکرۃ الشہادتین ۔ ص ۴۱)

اسلامی دنیا کی نگاہ ایک صرف ایک ہی پیش گوئی پر ہے جس کا تعلق مرزا قادیانی کی ذات خاص سے ہے ۔ محمدی بیگم کے متعلق الہامی الفاظ جو مرزا قادیانی پر نازل ہوئے ہیں ۔ وہ انا زوّجنا کھا، ہیں ۔ زوّجنا کھا ماضی کا صیغہ ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اللہ پاک کے حکم سے تزویج ہو چکی ہے ۔ اگر یہ ارشاد ربانی ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ تدابیر انسانی کیوں کر اسے ملیا میٹ کر سکیں کہ وہ عفیفہ دس بارہ سال سے اپنے جائز شوہر کے گھر میں آباد و شاد ہے ۔

مرزا قادیانی ! میں خیال کرتا ہوں کہ اس پیش گوئی کا حوالہ آپ کے دل دردمند کو دکھاتا بھی ہے مگر آپ فرمائیں کہ میری غرض نہ گستاخی ہے نہ آپ کو صدمہ پہنچانا ۔ بلکہ صرف اس پیشگوئی کا ذکر کیا گیا ہے جس سے بذات خود جناب والا کو قلبی و شغفی اور روحی و جانی تعلق ہے ۔ اسی ایک الہام پر آپ کے اظہار غیب کی قابلیت اور اس قابلیت کی بنیاد پر صداقت دعوی رسالت و نبوت کا بہت کچھ اندازہ ہوسکتا ہے ۔ اس بارہ میں میری التماس یہ ہے کہ مرزا غلام احمد ایک مستقل رسالہ تحریر فرمائیں جس میں ناکامی یا دیر کے وجوہ اور دلائل مفصل درج ہوں ۔ اس کتاب میں یہ بھی ذکر کیا جائے کہ اصل الہام میں باکرہ یا ثیبہ کا لفظ کیوں ہے ۔ کیا الہام کنندہ کو یہ خبر تو ہوگی کہ اس مستورہ نے آپ کی زوجہ تو ضرور بننا ہے مگر یہ اطلاع کیوں نہ ہوئی کہ اس کا پہلا نکاح ہوگا یا پچھلا ۔

صورت سوال یہ ہے کہ حرف ، یا ، شک کے موقعہ پر بولا جایا کرتا ہے۔ اگر یہ الہام عالم الغیب کی جانب سے ہے، تو اسے شک کیوں ہوا ؟ اور جب الہام اظہار غیب کے لئے آپ پر نازل ہوا ہے تو شکیہ جملہ سے حتمی طور پر اظہار غیب کیوں کر متصور ہوسکتا ہے؟

مرزا قادیانی سے یہ بھی التماس ہے کہ جو مرد تکمیل یافتہ ہیں ان کے نام شائع کر دیں تاکہ ناتمام کو مخالفین کے ساتھ حوصلہ بحث نہ رہے۔ اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ جن کے پاس مرزا قادیانی کی عطیہ سند نہ ہو، اسے ہمیشہ ناقص ہی سمجھتے رہیں۔

مریدان مرزا قادیانی سے التماس ہے کہ کوشش فرما کر داغ ناواقفیت کو مٹائیں۔ ورنہ رسول پاک سے ایسے استغناء ایسی لاپرواہی تو کفران نعمت بلکہ کفر حقیقت ہے۔

والسّلام علی من اتّبع الھدی۔

(منقول از احتساب قادیانیت۔ جلد ۶ ص ۳۰۲ تا ۳۱۷)

# ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا؟

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں کہ اس سوال عنوان بالا کا جواب یہ ہے کہ اب اس کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کا کام تمام ہوگیا ہے۔ اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل وتطویل لا طائل ہے اس اجمال کی تفصیل بقدر ضرورت کی جاتی ہے کہ جب مرزا نے اپنی تحریرات و رسائل میں عقاید باطلہ مخالفہ اسلام شائع کیے تو اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچ گیا اور دنیا بھر کے عالمان دین کی طرف سے (جن کو وہ عقاید پہنچے) اس پر لعن طعن کا مینہ برسنا شروع ہوگیا۔

پھر ازانجملہ بعض علماء کرام اور اعیان اسلام کا یہ خیال رہا کہ اسکے عقاید باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو، اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بنا وے، اور مخاطب صحیح نہ سمجھے۔ اور اپنے خطاب سے اس کو عزت و وقعت نہ دے، وہ عقاید یوں ہی مضمحل و بے اعتبار ہو جائیں گے۔ اور اس سے بحث و خطاب کرنے سے وہ عقاید مشتہر ہوں گے، اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جگہ پکڑ لیں گے۔ لیکن اکثر علماء کا خیال رہا کہ اس کے وہ عقاید قبیحہ و مقالات شنیعہ بذریعہ اس کی تحریرات و اشتہارات جا بجا پھیل چکے ہیں اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقاید کو دیکھ کر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اور آئندہ پھنسیں گے۔ اسکے خطاب سے سکوت و اعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اس کے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں اور عوام مسلمانوں کا ان میں پھنس جانا وقوع میں آ چکا ہے تو اس کو نالائق خطاب سمجھ کر اس کی بحث و خطاب سے سکوت کرنا اس بیت کا مصداق و مورد بنتا ہے:

اگر بیند کہ نابینا و چاہ است — اگر خاموش بنشیند گناہ است

ان دور اندیش لوگوں میں سے ایک خاکسار بھی تھا جس نے رد و ابطال عقائد مرزا کا بہت حصہ لیا اور پورے پانچ سال تک اس کا ایسا تعاقب کیا کہ اس کو گھر تک پہنچا دیا بلکہ زندہ در گور کر دیا اور اس کے اصول و فروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا جس کا ابطال دلائل شرعیہ و براہین عقلیہ سے نہ کیا اور اس کا فساد و کساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔ یہاں تک کہ اس بحث و ردّ تفصیلی سے وہ خوف و اندیشہ عوام بدام مکاید و مغالطات اس دشمن اسلام کا اٹھ گیا اور یہ یقین حاصل ہوگیا کہ

ناظرین وسامعین عقاید باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث و رسائل کو دیکھے یا سنے گا وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسے گا۔ اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سن کر یک طرفہ فیصلہ کر لے گا اور اس کا رد و جواب نہ دیکھنا چاہے گا اس کے حق میں ابدالدہر رد مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ واثر نہ دکھائے گا۔ یہ سوچ کر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا جو اشاعۃ السنہ جلد شانزدہم صفحہ ۳۰۴ میں بالفاظ ذیل درج ہے۔

## موقوفی جنگ کا اعلان

قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلہ کی مہم درپیش ہے آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کرینگے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قائم رہیگی

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ　　وگر جنگ جوئی ندارم درنگ

اس اعلان پر بھی آپ نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان جلد ہژدہم کے ص ۲۳۳ میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے:

## موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا لہذا ہم کو بھی بمجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری و اندازی تیراندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸ و ۹ جلد ہذا (ہژدہم) میں ہو چکی ہے لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آ کر اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنہ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں خبر لینے دیں اپنے مقابلہ میں اس کے

اوقات کو مصروف نہ کریں۔

اس اعلان کو دیکھ کر بھی اس کا منہ بند نہ ہوا تو خدا تعالی نے اس کا شر اور بجق اہل اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لئے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسد کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیش گوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے اور اس ذریعہ سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے

اسی سلسلہ میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار (محمد حسین) اور دیگر دو اشخاص کے حق میں موت و عذاب کی دھمکی تھی مشتہر کر دی۔ اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور میں پہنچایا اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے ان کی خلاصی و رہائی تب ہوئی جب کہ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرار نامہ لکھوا لیا کہ وہ آئندہ ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا اور نہ کسی کے حق میں بد دعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلائے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اس وقت کمشنر لاہور ڈویژن تھے، اور اس وقت سکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہیں) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پا کر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی۔ آئی سی ایس، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان: سرکار قیصر ہند مستغیث

بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور.. ملزم

الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری

ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات تیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار ناموں کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کاروائی مسدود کی جائے لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔

دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے اے ڈوئی، ڈپٹی

کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔ فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء۔ نمبر بستہ قادیان

سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ملزم۔

الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری

میں مرزا غلام احمد بحضور خداوند تعالی باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱۔ میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الہی ہوگا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشار رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا، یا مورد عتاب الہی ہوگا۔ (یہ تفسیر مشتہر کی طرف سے نہیں بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں جو مجسٹریٹ نے بوقت اقرار نامہ پڑھنے کے بطور تفسیر خود کہے تھے)

۴۔ میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب، بطالوی نہیں لکھوں گا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہییں، جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے)۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا انکے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو۔

۵۔ میں اس بات سے بھی پرہیز کرونگا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں

تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے

العبد: مرزا غلام احمد۔ بقلم خود۔ گواہ شد خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی وکیل

۔دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۔۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں بجائے اس اقرار لینے کہ بٹالوی کو بطالوی ط سے نہ لکھا جائے گا یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے گا۔ میں اس اقرار نامہ پر عمل کرونگا۔ اور اس پر دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اس پر کاربند رہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں عین مطابق ہوا ہے لہذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں، وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر: ابوسعید محمد حسین اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ منمقام بٹالہ ضلع گورداسپور

یہ فیصلہ ہمارے منشاء کے عین مطابق ہوا ہے جس پر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد ہے اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہوسکتی۔

مگر مرزا سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اس کا جواب نہیں دیتے، ہاں اسکے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اسقدر نصیحت کرنے سے نہیں رکتے کہ وہ اسکے اس دعوی کو یوں ہی نہ مان لیں۔ اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا ومنشاء یہی تھا کہ آپکی نبوت ختم ہو جائے۔ اور انذاری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونیکی تائید وثبوت میں یہ سوال کرے جیسا کہ اس نے اشتہار ۷ ادسمبر ۱۹۰۰ء میں کیا ہے کہ، کیا آپ کا منشاء یہی تھا کہ

آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتویٰ نہ دیں اور اپنے فتویٰ تکفیر جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں درج ہے منسوخ کریں، تو اس کا جواب وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتویٰ نہ دے اور اپنے خیال و اعتقاد کو بدل دے لہذا یہ فیصلہ تمہارے مخالف (ابوسعید) کے مخالف نہیں۔ اسکی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں پائینگے۔

فیصلہ و اقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں اور میں نے اس فیصلہ کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔ اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا۔ میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداسپور جا پہنچا تھا۔ میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا۔ گو پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداسپور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بتاریخ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھان کوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب و احباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ گورداسپور نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامہ پر دستخط نہ کرایا جاتا مگر جب میں وہاں پہنچا، اور مرزا قادیانی کو علم ہوا تو جس وقت مرزا قادیانی سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا، اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے، اس سے بھی یہ اقرار نامہ لیا جائے۔ اس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا، اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی کمرہ عدالت میں بلایا اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامہ پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلا تامل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔ جس کی وجہ ایک یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث و خطاب قطع کرنا چاہتا تھا جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔ دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تامل و توقف کرونگا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آ جائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔ اور ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا جس میں اس کی انذاری پیشگوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے اور اس کے منذر الہامات اور بددعاؤں پر جو اس کے انجن دکانداری کے چلتے پرزے ہیں مہر لگائی جاتی ہے۔ اور یہ تجویز سزا جانی و مالی سے بدرجہا بڑھ کر مؤثر ہے کیونکہ اگر اس کو جانی سزا ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائے گا اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا اور اگر مالی سزا تجویز ہوگی تو وہ ایک کے بدلے دس وصول کر

ے گا اوراس سے اس کی دکان کو اور بھی فروغ ہو گا۔ اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا تو وہ صرف ایک سال کے لئے یا بمنظوری سیشن جج تین سال کے لئے ہوگا نہ اس اقرار نامہ کی طرح تمام عمر کے لئے یہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلاتوقف اقرار نامہ پر دستخط کر دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے ، اور دفعات اقرار نامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس و ناکس کو سمجھ آسکتی ہے کہ اس اقرار نامہ کی دفعات الغایت ۳ اور دفعہ ۵ تو خاصۃً مرزا ہی کے متعلق اور اس پر موثر ہیں۔ خاکسار سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ نہ میں الہامی پیش گوئیاں کرتا ہوں اور نہ میں کسی کے حق میں بددعائیں کیا کرتا ہوں اور نہ میں کسی امر کے تصفیہ کے لئے مباہلے کی درخواست کرتا ہوں نہ مجھے ملہم ہونے کا دعوی ہے نہ الہام بازی اپنا شیوہ ہے نہ بطور کرامت مستجاب الدعوات ہونے کا ادعاء۔ یہ سب دعاوی تو اس وقت پرافٹ قادیان اور اس کی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

دفعہ ۴ خاکسار اور مرزا دونوں کے متعلق ہے اور وہ میرے عمل کے بھی ویسے ہی لائق ہے جیسی مرزا کے لئے واجب العمل ہے۔ سو اس عمل کے لئے میں پہلے ہی مستعدی ظاہر کر چکا تھا جب میں نے دو دفعہ موقوفی جنگ کا اعلان دیا تو اس میں مباحثہ کے اندر ایسے الفاظ کو استعمال نہ کرنا خود تسلیم کیا اور یہی اس دفعہ کا منشاء ہے کہ مباحثہ کے وقت ایک فریق دوسرے کو کافر دجال وغیرہ نہ کہے جس سے اشتعال طبع پیدا ہو کر نقص امن عامہ خلائق لازم آوے۔ اس دفعہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر نہ سمجھے اور اس باب میں اپنے اعتقاد و کانشنس کو بدل دے۔ اور اگر کوئی شخص کسی فریق سے دوسرے فریق کے حق میں اور اس کے اعتقادات کی نسبت فتوی پوچھے تو وہ اس کے حق میں اور ان کے اعتقادات کی نسبت وہ فتوی نہ دے جس کو اپنے اعتقاد میں صحیح و واجبی مانتا ہے بلکہ برخلاف اپنے اعتقاد کے وہ اس کو مسلمان اور اپنا موافق مذہب خیال کر لے۔

اس امر کا نہ مجسٹریٹ نے کسی فریق سے اقرار لیا اور نہ کوئی حاکم وقت اصول نیوٹریلٹی کی رو سے کسی سے اقرار لینے کا مجاز ہے۔ اور نہ کسی فریق نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی مسلمان سمجھیں گے۔ اور ایک دوسرے کے حق میں اس کے عقاید باطلہ کی نظر سے فتوی کفر نہ دیں گے دنیا کے جملہ مذاہب مختلفہ کے کل اشخاص اپنے مخالف گروہ کو گمراہ سمجھتے ہیں اور جب ان سے ان کے مخالف کی نسبت فتوی پوچھا جاتا ہے تو وہ اس کے حق میں وہی فتوی دیتے ہیں جس کو وہ اپنے خیال میں صحیح و واجبی سمجھتے ہیں۔ اس امر کو تمام دنیا سے کوئی شخص نہیں اٹھا سکتا۔ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

مرزا نے اپنے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا منسوخ کر دیا۔ اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

ہم کو مرزا قادیانی سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں مرزا کو اس کے عقاید باطلہ مخالفہ اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکور کے سامنے امرتسر و لاہور کی گاڑی میں مرزا صاحب کی نسبت فتوی پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔

مرزا کے خاص حواری یعقوب اڈیٹر اخبار الحکم نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوی پوچھا تو میں نے وہی فتوی دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتوی تحریر کر دو۔ میں نے جواب میں کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔ انجمن اسلامیہ رڑکی کے سکرٹری منشی مہر بخش صاحب نے مرزا کی نسبت میرا خیال پوچھا تو میں نے اس کے جواب میں اپنے اسی خیال قدیم کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا، جو مضمون زیر بحث کے بعد منقول ہوگا۔

الغرض اپنے فتوی یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ منسوخ کیا اور نہ اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابلہ استعمال نہ کرنے دونوں فریق نے وعدہ و اقرار کیا ہے۔ اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا قادیانی مطبوعہ ۱۷ دسمبر سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اب رہی دفعہ ۶۔ اقرار نامہ۔ سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں۔ نہ میرا کوئی مرید ہے جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات الغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا کہا ہو۔ اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے سے رک جاتے یا آئندہ رک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو

روکتا تو وہ ضرور رک جاتے ، اس لئے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا۔ اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کرلیا اور اس پر عمل بھی کیا کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلہ کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشاء دفعہ مذکور اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا۔ اور خطوں کے ذریعہ اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کردیں۔ مگر آخر میرا وہی خیال سچا نکلا۔ اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اس کا تعاقب نہیں چھوڑا اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند اس مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ میں انہوں نے ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا جن کے استعمال سے دفعہ الغایت ۳، اقرار نامہ میں روکا گیا ہے۔ مگر میرا منشاء اور مشورہ تو یہ تھا کہ وہ بالکل اس سے بحث وخطاب نہ کریں۔ اور اب اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کا نام نہ لیں۔ میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اس مشورہ پر عمل کرتے اور پھر اس کا نام نہ لیتے اور وہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلہ اور جواب میں اشاعۃ السنہ نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے اور مثل تو یوں مشہور ہے۔ چو حلوا کہ یک بار خورند وبس۔ اور یوں تو حلوہ پورے پانچ سال تک کھایا کھلایا گیا ہے۔ اور اس حلوہ کا اثر بھی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ مرزا کی نبوت ختم ہوگئی۔ اس کے منذر الہامات وپیش گوئیاں، جو اس کی نبوت کے چلتے پرزے تھے، بند ہو گئے مباہلے اور بد دعائیں حکماً موقوف ہوگئیں۔ اب اس کو مخاطب کرنا مثل، مرے پر سو درّے، کو عمل میں لانا ہے۔ اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ میں نے جانے دیا ہے اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے اور کس معنی کر چھوڑا۔ یہ امر عنوان مضمون میں درج نہ تھا۔ یہ صرف تبعاً وضمناً بیان ہوگیا کہ اس کو چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے بحث نہ کی جائے اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جائے۔ اس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اس میں داخل نہیں۔

اور اس کے ترک کرنے کا نہ وعدہ ہے اور نہ احباب کو اس کا مشورہ دینا مقصود ہے۔ اس آگاہی وخیر خواہی خلائق پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ اس مضمون میں اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے مغالطات پر بلا تخاطب مرزا آگاہی خلائق عمل میں آئی ہے۔ ایسے ہی مضمون آئندہ میں اس کی درخواست ۲۷ جون کے مغالطات پر پبلک کو اطلاع دی گئی ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۹۷ تا ۱۱۰)

# ایک مراسلت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

حضرت اقدس مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ کی خدمت میں بعد ماوجب عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار نسبت جناب معہ دیگر احبان والا شان شائع کیا تھا جس کی میعاد ۱۳ ماہ تھی جو پندرہ جنوری سنہ رواں (۱۹۰۰ء) کو منقضی ہوگئی اور یہ اشتہار بہت زور کا تھا۔ ماحصل اشتہار کا میرے مفہوم میں اول یہ ہے کہ آئندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو حق جانیں گے۔ یا جو کچھ ہو۔ اشتہار کو جو خاص حضرت کے حق میں حضرت مرزا صاحب نے دیا تھا اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔ اور آئندہ کے واسطے حضرت کا نسبت حضرت مرزا صاحب کے کیا خیال ہے۔ یعنی ۱۶ جنوری ۱۹۰۰ء سے میرے نزدیک دونوں حضرات واجب الخدمت ہیں اور ہم لوگ ہر دو حضرات کے مطیع حکم ہیں باہم جو کچھ فرمائیں اس میں ہم لوگوں کو کوئی منصب لب کشائی کا نہیں ہے۔ اور نہ ہونا چاہیے۔ ہم لوگوں کی سعادت اس میں ہے کہ علماء کے فرمانبردار رہیں۔ ملہم ربانی ملا الہ بخش کا اشتہار مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء اور حضرت مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ملاحظہ ہوا۔ اب حضرت صاحب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کی نسبت حضرت والا کا عقیدہ سابقہ اب بھی ہے، یا ان کے دعاوی کو حضرت والا حق بجانب خیال فرماتے ہیں۔ اور اشتہار کو جو آپ کی نسبت معہ دیگر صاحبان شائع ہوا تھا اس کو کیا خیال فرماتے ہیں حضرت سے درخواست ہے کہ اشتہار اور مرزا کی نسبت اس وقت جو حضرت کا خیال ہو اس سے مفصل مطلع فرمایا جاوے۔ بغرض حصول جواب رقیمہ نیاز ہذا دو پیسہ کا ٹکٹ خط کی پیشانی پر چسپاں ہے مہربانی فرما کر جواب مفصل بعجلت تمام مرحمت فرمائیں۔

حضرت والا کا نیازمند خاکسار آثم محمد مہر بخش عفی عنہ۔ روڑکی

مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۰ء وقت ۷ بجے شام

جواب: میں غلام احمد ساکن قادیان کو ویسا ہی بداعتقاد اور مخالف اسلام جانتا ہوں جیسا کہ پہلے جانتا تھا اور جوفتوی علمائے پنجاب و ہندوستان نے اس کی نسبت جاری کیا ہوا ہے اور وہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں چھپا ہوا ہے وہی فتوی میں اس کے حق میں دیتا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے اور اس کے دعوی کو جو برخلاف اسلام اس نے کیا ہے میں نہیں مانتا۔ اوس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو خدا نے جھوٹا کیا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء اس کی تاریخ گزر گئی اور میں خیر و عافیت سے ہوں، ایسے ہی دوسرے دو شخص جن کے حق میں وہ پیش گوئی اس نے کی تھی وہ پیشگوئی اسی کے حق میں الٹی پڑی کہ خدا تعالی نے اس کو پیش گوئی مذکور کے سبب ایک مقدمہ میں ملزم بنایا اور اس سے وہ تب رہا ہوا جب کہ اس نے اقرار حلفی عدالت میں کیا کہ میں ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں نہ کرونگا۔ گویا آئندہ کے لئے اس کی نبوت بند کر دی گئی۔ آپ اسکی کسی تحریر کے فریب و دھوکہ میں نہ آجائیں۔ فتوی مذکور... اور دیگر رسائل اشاعۃ السنہ ہمارے پاس میں جو پانچ سال کے پانچ جلدوں میں ہیں اور ہر ایک جلد ۳۸۴ صفحہ میں ختم ہوئی ہے... منگا کر ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ایسا شخص حضرت کہلانے کے لائق ہے، جیسا کہ آپ اس خط میں اس کو حضرت لکھتے ہیں۔

سابقاً آپ کے خط ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء کے جواب میں جو خط مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۳۴۷ آپ کے نام روانہ کیا تھا اس پر آپ نے کیا تعمیل کی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میرزائی بداعتقاد ہو جائیں۔ آپ ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔ آپ کو ایسی بلا سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ میری اس نصیحت کو قبول کر کے اطلاع نہ دی تو پبلک اہل اسلام کی اطلاع کے لئے اس خط کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا۔

منمقام بٹالہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء راقم: ابوسعید محمد حسین بٹالوی

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۱۱۰۔۱۱۲)

# قادیانی درخواست جون و جولائی ۱۹۰۰ء کا جواب

مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایک درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء کو اپنی قلم سے لکھی اور پھر از راہ کمال راست بازی و دیانت داری اپنی جماعت کے پچاس اشخاص کی طرف سے اوران کے نام سے شائع کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں فلاں مشائخ وعلماء پنجاب و ہندوستان (جن میں خاکسار ناچیز کو بھی شامل کیا ہے) بمقام بٹالہ ایک جلسہ کر کے اس میں چند اشخاص مبتلا امراض ومصیبات واہل حاجات خواستگاران دعا ونجات کو مرزا اوران کے مخالف علماء ومشائخ بالمناصفہ تقسیم کر کے منتخب کرلیں اوران کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے منتخب اشخاص کثرت سے شفا اورنجات پائیں اس فریق کوفریق برحق اور صادق سمجھا جائے اورفریق مخالف کو ناحق پر، اورکاذب۔ پھر ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا اپنی جماعت کا حجاب ونقاب اٹھا کر خود کھیل کھیلا ہے اوراس میں ۸۵۔ اشخاص مشائخ وعلماء ہندوستان و پنجاب کو جن میں خاکسار کو بھی نامزد کر کے شامل کیا ہے مخاطب کر کے کہا ہے کہ ان میں پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی۔ یا اور چالیس اشخاص جن میں پیر مہر علی شاہ ضرور شامل ہوں بمقام لاہور جمع ہوکر مرزا کے مقابلہ میں عربی زبان میں ایک سورہ قرآن کی تفسیر لکھیں جس میں معارف وحقائق قرآن کا بیان ہو۔ اور اس تفسیر کا مرزا کی تفسیر سے موازنہ ہو۔ اوراس موازنہ کے واسطے پیر مہر علی شاہ (اگر وہ تفسیر لکھیں) تین اشخاص کو منتخب کریں (جن میں ایک خاکسار کا نام لیا ہے) یا اور مولویوں کو (جن کو پیر مہر علی شاہ) منتخب کریں، پھر جس فریق کی تفسیر ان تین اشخاص کی حلفی شہادت وحلف سے جومثل حلف قذف محصنات ہو (جس میں تین قسمیں ہوتی ہیں اور چوتھی لعنت جھوٹے پر۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورہ نور کی آیت ۶ میں تشریح ہے۔ اس لعنت پر مرزا نے مسٹر ڈوئی سابق مجسٹریٹ گورداسپور حال چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے ڈر کر تصریح نہیں کی۔

ہم اس حلف قذف محصنات کی تشریح کر کے صاحب بہادر موصوف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا نے اس لعنت والی حلف کی تجویز میں اپنے اس عہد کا خلاف کیا جو اقرار نامہ فروری ۱۸۹۹ء میں اس نے کیا تھا۔ اوراس میں سے کسی سے بھی مباہلہ نہ کرنے کا عہد کر کے اس لعنت کو جو حلف قذف محصنات اور مباہلہ

میں یکساں پائی جاتی ہے، ترک کرنے کا عہد کرلیا تھا۔ اس حلفی شہادت میں وہ اس خاکسار اور دوسرے علماء کو اس لعنت کا مورد بنانا چاہتا ہے۔

پھر ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا نے علماء اہل اسلام کے ساتھ عیسائیوں اور ہندوؤں کے علماء کو بھی شامل کرلیا ہے۔ اور ان سب سے حقائق و معارف قرآن بیان کرنے میں (ہندوؤں اور عیسائیوں کو بیان حقائق و معارف قرآن کے چیلنج کرنا، اور اس مقابلہ میں ان کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کرنا، جیسا کہ اشتہار ۲۳ جولائی کے صفحہ ۴ سطر ۹ میں پایا جاتا ہے، کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ وہ قرآن کو متضمن حقائق و معارف کب مانتے کہ ان کے بیان میں مرزا کا مقابلہ کریں) اور آسمانی نشان دکھانے میں، اور دعاؤں کے مقبول ہونے میں مقابلہ کرنا چاہیے، اور اس اشتہار میں یہ بھی نوٹس دے دیا ہے کہ اس اشتہار کے بعد پندرھویں دن اسی مضمون کا اشتہار دیا جائے اور ان اشتہاروں کی تعداد کو چالیس تک پہنچایا جائے گا۔

ان درخواستوں کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو رسالہ السنہ سنین گذشتہ رسالہ جلد ۱۳ لغایت ۱۸، بمقابلہ رسائل واشتہارات شش سالہ مرزا شائع ہو چکا ہے۔ ناظرین اسے کافی اور شافی سمجھیں گے اور داد انصاف دے کر کہیں گے کہ یہ جواب نہایت عمدہ و مفید مصداق قلّ و دلّ ادا ہوا ہے کیونکہ اشاعۃ السنہ کی ان جلدوں میں ایسی درخواستوں کا جواب قرآن و حدیث سے بارہا ادا ہو چکا ہے۔ لہذا اب ان درخواستوں کا جواب بحکم شہادت بیت مذکور یہی ہے کہ کچھ جواب نہ دیا جائے اور ان درخواستوں کو تکرار محض واعادہ بلا فائدہ سمجھ کر انکے پیش کرنیوالوں کو منہ نہ لگایا جائے۔ مگر جن لوگوں نے اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ کو اور اس کے مقابلہ میں تحریرات واشتہارات مرزا کو نہیں دیکھا یا دیکھ پڑھ کر وہ بھول گئے ہیں وہ اس جواب کا لفظ نہ پائیں گے۔ ان کی فہمائش کے لئے ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں اور اپنے سابق مضامین کا جس میں ان درخواستوں کا جواب پایا جاتا ہے صرف خلاصہ بیان کر دیتے ہیں، نئی کوئی بات نہیں کہتے۔

اس تفصیل و بیان پر ہم کو باعث دو امر ہوئے۔ وہ باعث نہ ہوتے تو ہم اتنا بھی نہ کہتے

امر اول: ناظرین کو اپنے اس دعوی کا (جو مضمون سابق میں ہم کر چکے ہیں) یقین دلانا کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے اسکا جواب اشاعۃ السنہ میں ادا ہو چکا ہے لہذا اب مرزا کی بحث و خطاب فضول ہے۔ اور اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے۔

امر دوم: یہ کہ بعض اشخاص (از انجملہ ایک شخص الٰہی بخش سابق پنسال نویس نہر باری دواب۔ دوسرے

رحیم بخش عرضی نویس رعیہ ضلع سیالکوٹ۔ ان کے اصل خطوط ہم بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتے۔ ان خطوں کے اس سوال کو نقل کر کے اسکا جواب خاتمہ مضمون پر دیا جائیگا) نے ان درخواستوں کو واجبی اور لائق و مستحق جواب سمجھ کر ہم سے ان کے جواب کی درخواست کی ہے اور بعض نے (ہم کو ان لوگوں کے نام معلوم نہیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے کارڈ ۷ جولائی ۱۹۰۰ء میں ان کا ذکر بایں انداز کرتے ہیں:
آپ کی خاموشی کو قوم حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بلکہ بعض کو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں مرزا کی پیش گوئی، موافقت، کا ظہور نہ ہو۔ خدا نہ کرے۔ جن صاحبوں نے انکے نام دریافت کرنے ہوں وہ مولوی ثناء اللہ سے خط وکتابت کریں) ان درخواستوں کے جواب سے ہمارے سکوت اختیار کرنے پر ہماری نسبت یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم مرزا قادیانی کے دعاوی و خیالات کے موافق ہو گئے ہیں۔ ان دونوں فریق کی غلط فہمی اور سوءظنی دور کرنے کے لئے اس بیان وتفصیل کی ضرورت معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ ہے:

مرزا قادیانی شروع زمانہ دعوی نبوت و مسیحائیت و مجددیت و مہدویت سے آج تک اپنی تحریرات و تصنیفات میں وہی باتیں بار بار بیان کرتا ہے جو ابتدائی رسائل فتح اسلام، توضیح مرام ، ازالہ اوہام وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔ مگر اس کی صورت و پیرایہ کو بدل کر اور ان پر دوسرا رنگ چڑھا کر جیسے زمانہ امام شافعی میں ایک شخص فروح نامی تیل فروش ایک ہی مشکیزہ سے اس کو مختلف منہ لگا کر جس قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ کا کوئی مانگتا نکال دیتا تھا۔ اور حقیقت میں وہ ایک ہی تیل ہوتا تھا۔ یا جیسے اس زمانہ کے بعض عطار و اشتہاری طبیب مختلف بوتلوں سے ان پر مختلف لیبل لگا کر ایک ہی دوا نکال کر خریداروں کو یہ جتاتے ہیں اور ٹکے کماتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں دوائیں ہیں۔

یہ باتیں جو اس وقت درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہار ۱۳ جولائی ۱۹۰۰ء میں اس نے کہی ہیں یہ اکثر وہی پرانی باتیں ہیں۔ جو فیصلہ آسمانی مطبوعہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کے بڑی تختی کے ۱۶ صفحہ میں اس نے کہی تھیں ان میں صرف اجمال وتفصیل یا پیرایہ بیان کا فرق ہے۔ وبس

ہم نے ۱۸۹۱ء کے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۔۲ جلد ۱۴ میں اس فیصلہ کا خلاصہ چند صفحوں میں بیان کر کے اس کا جواب بیالیس صفحات میں دیا ہے۔

اس مقام میں پہلے اس خلاصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے پھر اس جواب کا خلاصہ بیان ہوگا

## خلاصہ فیصلہ آسمانی کا خلاصہ

مومن و کافر کا امتحان بحکم قرآن ان چار علامتوں سے ہوتا ہے

اول: بشارات سے۔ یعنی مومنوں کو اس کے مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقوع

بتائے جاتے ہیں۔
دوم: اطلاع مغیبات ۔یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے
سوم ۔ قبولیت دعوات ۔یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔
چہارم ۔کشف ، عجائبات قرآن ۔یعنی مومن کو قرآن کے ایسے عجائب معارف وحقائق و دقائق سجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں اور نہ کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان ہوئے ہوں۔

پھران علامات کی شہادت سے مرزا نے اپنے اور اپنے مخالفوں کے امتحان ایمانی کی یہ سورت بیان کی ہے کہ لاہور میں ایک جنرل کمیٹی قائم کی جائے گی جس کی شاخیں دور دراز ملکوں میں مقرر ہوں وہ کمیٹی یا کمیٹیاں اپنا اپنا دفتر ورجسٹر بناویں ان رجسٹروں میں مرزا اور مخالف مولویوں کے بشارات وپیش گوئیاں متعلقہ واقعات آئندہ ایک سال تک درج کرتے رہیں ۔ پھران بشارات و پیش گوئیوں کا باہم موازنہ کیا جائے ۔پس جس فریق (مرزا یا اسکے مخالفوں) کی بشارتیں و پیشگوئیاں بہ نسبت فریق مخالف زیادہ سچی نکلیں وہ فریق مومن کامل تسلیم کیا جائے۔

پھر کہا ہے وہی کمیٹی مختلف امراض میں مبتلا (کوڑھیوں، اندھوں وغیرہ) اور اہل حاجات خواستگاران دعا کو بذریعہ اشتہارات لاہور میں طلب کریں ۔اوران سب کی درخواستیں ایک صندوق میں جمع کی جائیں ۔ پھران کو قرعہ اندازی سے مرزا اور اسکے مخالف مولوی باہم تقسیم کرکے ایک سال ان کے حق میں دعائیں کریں ۔ پھر جس فریق کے لوگ کثرت سے شفا پائیں یا مراد کو پہنچیں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

پھر کہا اسی کمیٹی کے سامنے مرزا قادیانی اوراس کے مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معارف وحقائق بیان کریں جو پہلے کسی تفسیر میں نہ ہوں ۔ پھر جس فریق کے بیان کردہ حقائق ومعارف خالی از تکلف ہوں وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے ،۔

## خلاصہ جواب فیصلہ مذکور

اس درخواست کا جواب اشاعۃ السنہ کے بیالیس صفحہ پر ادا ہوا ہے جسکا خلاصہ تین امور مفصلہ ذیل ہیں:

ا۔قرآن وحدیث نے کسی کا امتحان ان چار علامتوں سے نہیں کیا اور نہ اس امتحان کا حکم دیا ہے بلکہ قرآن کی سورۃ ممتحنہ میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم ان کے اعتقاد واعمال کے پرکھنے سے ہوا

ہے۔ بناء علیہ لازم ہے کہ مرزا کے ایمان کا امتحان اس کے اقوال وعقاید کی تحقیقات سے کیا جائے، نہ ان علامات چہارگانہ سے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے اٹھارہ اقوال وعقاید جن کو علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مخالف اسلام قرار دیا ہے بحوالہ نمبر صفحہ کتاب ونقل اصل عبارت بیان کر کے کہا ہے کہ مرزا ان اقوال وعقاید کا مطابق قرآن ہونا ثابت کر دے تو اہل اسلام مرزا قادیانی کو مومن ومسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دینے کو تیار ہیں۔

۲۔ جملہ اہل امراض کوڑھیوں اندھوں وغیرہ کو لاہور میں طلب کر کے جمع کرنا مشکل ہے۔ دنیا بھر کے کوڑھی لاہور میں جمع ہو جائیں گے تو اتنا بڑا کوڑھی خانہ کہاں ملے گا یا کون بنوا دے گا اور ان کا خرچ خوراک روزمرہ کون اپنے ذمہ لے گا۔ بجائے اس کے بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے بڑے حواری میاں کریم بخش سیالکوٹی (جسے مرزائی پارٹی میں مولوی عبدالکریم کہا جاتا ہے اور وہ ٹانگ سے لنگڑا، سر سے کسی قدر گنجا، ایک آنکھ سے نیم کانا ہے) کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے۔ اس کی دعا سے اس کی ٹانگ اور آنکھ درست ہوگئی اور سر پر بال جم گئے تو تمام مسلمان مرزا صاحب کو مومن کامل وولی مان لیں گے۔ بلکہ مرزا کے مخالف مولوی بھی اس کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینگے۔ کریم بخش کے حق میں اپنی کرامت و قبولیت دعا دکھانے میں مرزا قادیانی کو کچھ عذر ہو تو اور ایسے اشخاص کے حق میں جن سے ایسی دعا کی فیس بھی ہزار ہا روپیہ کھا کر مرزا قادیانی ہضم کر چکا ہے، اور اسکا ذکر ونام رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۴ صفحہ ۱۱ و ۲۸ میں ہے دعا کریں اور اسکا اثر دکھاویں اور اپنی مسلمانی کا سرٹیفکیٹ لے۔

۳۔ آئندہ کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کا امتحان بھی طوالت ومہلت طلب ہے۔ لہذا وہ اپنی پچھلی بشارتوں (مثلاً سردار بہادر سید امیر علی لاہوری، رسالدار پنشنر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا، اور نواب معزول مالیر کوٹلہ کو شفا ہوگی، جس کے عوض وہ پانچ پانچ سو روپیہ لے کر کھا چکا ہے۔ وغیرہ) اور پچھلی پیشگوئیوں (مثلاً مرزا احمد بیگ اپنی دختر مرزا کو نہ دے گا اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوگا، تو اس کا شوہر اڑھائی برس میں فوت ہوگا اور وہ دختر مرزا کے نکاح میں آئے گی۔ یا عبداللہ آتھم عرصہ ۱۵ ماہ میں فوت ہوگا۔ وغیرہ) کا سچا ہونا ایک مجلس منعقد کر کے ثابت کرے اور ان بشارتوں وپیش گوئیوں کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر کے اس کمیٹی سے ان کا سچا ہونا تسلیم کراوے اور اپنی مسلمانی کا سٹرفکیٹ لے۔

اسی کمیٹی کے فیصلہ سے پچھلے حقائق ودقائق بیانی مرزا کا امتحان کیا جائے (مثلاً لیلۃ القدر

سے کوئی رات مراد نہیں بلکہ ایک ظلماتی زمانہ مراد ہے۔اور حضرت عیسیٰؑ مردہ کو زندہ نہ کرتے ، اور نہ اندھے کوڑھی کو اچھا کرتے ، اور نہ مٹی کا پرند بناتے ۔ بلکہ یہ کام وہ مسمریزم سے کرتے جو حقیقت میں کچھ نہ ہوتے ۔ پس اگر وہ ان حقائق بیانیوں میں حسب فیصلہ کمیٹی مذکور صادق نہ نکلا ، بلکہ اس حقائق بیانی کو اس کمیٹی نے الحاد وارتداد قرار دیا۔ایسا ہی اس کی پچھلی بشارتوں اور پیش گوئیوں کو کمیٹی نے دھوکہ بازی اور دروغ گوئی ٹھہرایا، تو پھر کسی عقل مند کے نزدیک اس کی آئندہ بشارتوں و پیش گوئیوں اور حقائق بیانیوں کا امتحان کب جائز ہو گا اور وہ مثل مشہور: من جرب المجرب حلّت به الندامة کا مصداق کیونکر نہ ٹھہرے گا۔

یہ ہم نے بیالیس صفحات کا خلاصہ دو صفحوں میں بیان کیا ہے ۔ اصل جواب کو ناظرین اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں گے تو امید ہے اس کے لطف وذوق سے حظ اٹھائیں گے ۔

اور بالمقابل تفسیر لکھنے کا جو مرزا نے اشتہار ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء میں دعوی کیا ہے یہ بھی اس کا پرانا دعوی ہے جو دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۲ ، اور دیگر کتب ورسائل میں اس نے کیا ہے۔اس کا جواب ۱۸۹۲ء کے اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۰ وغیرہ میں دیا ہے جو بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا:

قادیانی صاحب ! میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھنے کو حاضر ہوں۔ حاضر ہوں ۔ جب چاہیں اور جس مقام میں چاہیں ۔ لاہور میں خواہ بٹالہ میں مجھے بلالیں ہم فوراً حاضر ہو جائیں گے اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی ہیں ، میں نہیں ، لہذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام وانتظام واجب ہے ۔آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے بلاویں ۔اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا ( ناظرین اس شرط کو ملاحظہ فرمائیں ۔اس میں بشرط رضا مندی مرزا، وارکان مجلس کے مرزا کی سابق عربی عبارت ومعارف کا امتحان تجویز کیا ہے، نہ قطعی طور پر و بلا شرط ) تو اس مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ دافع الوساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے اتباع کو بڑا ناز ہے پیش کیا جاوے گا۔ اور ایسا ہی آپکے سابق بیان کردہ اسرار ومعارف وحقائق قرآن کو جو آپ نے اپنے رسالوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام اور کتاب دافع الوساوس میں بیان کئے ہیں، اس مجلس میں پیش کیا جائے گا۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کوسن کر اگر حاضرین با مذاق کو متلی شروع ہو گئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی وادبی ثابت ہو گئیں اور آپ کے اسرار وحقائق کا کفر والحاد

ہونا ثابت ہوگیا تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کیلئے عبارت آرائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کیلئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی۔ اور آپ کی حقیقت کس و ناکس کو معلوم ہو جائے گی۔ اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح عربی بن گئی اور آپ کے اسرار و حقائق کی حقانیت ثابت ہوگئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھونگا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی و اسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اس مجلس میں بڑا عالم عربیت و ادیب نکتہ رس و حقیقت شناس مان لوں، اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کرونگا۔ اب آپ مجلس کے انتظام و اہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ آپ کوئی عذر و چوں چرا انعقاد مجلس میں پیش کریں۔ اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو پیش کر کے ایک اور نئی بحث شروع نہ کر دیں جس سے مطلب اور مقصود کے دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

(مولانا فرماتے ہیں) یہ جواب بھی جواب فیصلہ آسمانی کی طرح پورا پورا نقل نہیں ہوا۔ ناظرین پورا ملاحظہ فرمائینگے تو جواب فیصلہ آسمانی کی طرح اس سے بھی ایک لطف اٹھائیں گے۔

ناظرین! ہمارا یہ جواب مرزا کے دیکھنے میں آیا تو اس نے ہماری تحریر کے مطابق جلسہ کرنے اور اپنی عربی دانی کی حقیقت کھولنے سے گریز کیا اور بظاہر یہ بہانہ کیا کہ میری درخواست کو مخاطب نے ٹلایا ہے۔ اور اس پر کرامات الصادقین کے صفحہ ۲۲۔۲۳ میں یہ ریمارک کیا اور کہا:

کہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کو صفحہ ۱۹۰ سے ۱۹۲ تک بغور پڑھنا چاہیے کہ کیونکر اس نے رکیک شرطوں سے اپنا پیچھا چھوڑایا ہے۔ چنانچہ ان صفحات میں لکھا ہے کہ اس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارات کی غلطیاں ثابت کرینگے (ناظرین میری عبارت منقولہ بالا کو دیکھو اس میں بشرط رضامندی مرزا و ارکان مجلس یہ بات تجویز کی گئی ہے، یا قطعی طور پر و بلاشرط) اور پھر فتح اسلام اور توضیح المرام کے کلمات کفر و الحاد کو پیش کریں گے۔ اور نیز ان پچاس سوالات کا جواب طلب کریں گے جو مرزا احمد بیگ ہشیار پوری کی موت کی نسبت مراسلت نمبر ۲۰ مورخہ ۹ جون میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ وار جواب الجوابات کا جواب پوچھا جائے (ناظرین عبارت منقولہ سابق میں یا تمام جواب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں، غور سے جواب کو پڑھیں۔ اور انصاف سے

داد دیں ) پھر تفسیر عربی میں مقابلہ کیا جائے گا۔

ناظرین! ہم اس کے جواب میں اور کچھ نہیں کہتے، بھاگے بھگائے ہوئے مرزا کو پھر اپنا مخاطب نہیں بناتے۔ ہم بھی اپنے ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲۔ اشاعۃ السنہ کو ملاحظہ فرما کر داد انصاف دے کر کہیں کہ جو باتیں اس قول میں مرزا نے میری طرف منسوب کی ہیں، میں نے اس جواب میں کہاں کہی ہیں۔ میں نے کیا کہا، اور مرزا قادیانی نے اس کو کیا بنا لیا اور بالمقابلہ عربی تفسیر لکھنے کو اس نے ٹلایا۔ بعض لوگ جو مرزا کے حال وحقیقت سے واقف نہیں اور اس کے دام میں پھنس گئے ہیں یا وہ ہنوز اس کی نسبت متردد و مذبذب ہیں، اس قسم کے جواب درخواست مرزا کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ کیوں مرزا قادیانی کی ہر ایک درخواست کو بغیر کسی شرط کے مقبول نہیں کیا جاتا، اور کیوں اس کی سابق عربی عبارات اور پیش گوئیوں اور بشارات کے امتحان کی تجویز کو ( مرزا کی رضامندی اور حاضرین جلسہ کے پسند کرنے کی شرط ہی سے سہی ) پیش کیا جاتا ہے۔ علماء وقت کو چاہیے کہ جس امر میں مرزا مقابلہ کرنا چاہے اسی میں اس کے مقابلہ کے لئے فوراً کھڑے ہو جائیں اور اپنی کوئی شرط پیش نہ کریں اور مثل مشہور : دروغ گورا تا بخانہ بائد رسانید، کو عمل میں لاویں۔

ان لوگوں کے خیال ومقال کا جواب یہ ہے کہ ایسا تب ہوسکتا ہے یا ہونا چاہیے تھا جب کہ علماء وقت مرزا کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق سمجھتے۔ وہ نہ تو مرزا کو عالم علوم ظاہری سمجھتے ہیں نہ اہل باطن صاحب قوت قدسیہ خیال کرتے ہیں۔ وہ اس کو علوم ظاہری سے جاہل اور قوت باطنی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں۔ اور جو دعوی وہ کرتا ہے ( جیسے عربی نویسی کے مقابلہ کا دعوی یا باطنی طاقت سے نشان نمائی کا دعوی ) اس کو وہ شعبدہ بازی یا مداریوں کی سی لاف وگزاف سمجھ کر اس کو منہ لگانا نہیں چاہتے۔ رہا جھوٹے کو ملزم کرنا، اور مثل مشہور : دروغ گورا بخانہ باید رسانید، پر عمل کرنا، سو اس کی سابق کارستانیوں ( سابق عربی نویسی وبشارتوں وپیش گوئیوں کے اگزامینیش، امتحان، سے ) بغیر کسی تکلیف اٹھانے اور وقت خرچ کرنے کے ہوسکتا ہے۔

علماء وقت کے مقابلہ میں مرزا کے ایسے دعوی، اس دعوی کی مثل یا نظیر ہیں کہ۔ ۱۔ ایک مریل آدمی جہان کے پہلوانوں سے کشتی لڑنیکا دعوی اور چیلنج کرے۔ ۲۔ یا فقیر قلاش روئے زمین کے بادشاہوں کو الٹی میٹم ( لڑائی کا آخری نوٹس ) ارسال کرے۔ ۳۔ یا ایک طفل مکتب دنیا کے عالموں فاضلوں کو مباحثہ کے لئے بلائے۔ ۴۔ یا ایک پنساری یا بناوٹی طبیب اشتہاری مسلّم الثبوت و

ڈگری یافتہ ڈاکٹروں اورسندی خاندانی طبیبوں سے معالجہ میں مقابلہ کرنا چاہے۔

پس کیا ممکن اور بحکم عقل جائز ہے کہ کوئی نامی پہلوان یا کسی سلطنت کا بادشاہ یا کوئی مسلّم الکل عالم وفاضل یا مسلّم شدہ ڈاکٹر یا حکیم اس کندہ ناتراش مقابل کے مقابلہ کے لئے میدان میں علم بلند کرے۔نہیں،نہیں، ہرگزنہیں۔

ان چار مثالوں کو مرزا کے معتقد اور اس کو کوئی چیز سمجھنے والے حسب حال نہ سمجھیں تو ان کی فہمائش کے لئے دو مثالیں مرزا قادیانی کے گھر لگتی پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفرزٹلی لاہور نے بارہا مرزا قادیانی کو مباحثہ ظاہری کیلئے بلایا ہے۔

۲۔ باطنی امور کشف وکرامت وقبولیت دعا میں مقابلہ کے لئے میاں ارادت خان مرحوم ساکن موضع کروالیاں علاقہ بٹالہ نے بذریعہ مریدان مرزا اس کو بارہا بلایا ہے۔

ان دونوں صاحبوں کے مقابلہ کے لئے مرزا کبھی تیارنہیں ہوا جس کی وجہ بجز اسکے کوئی کچھ نہیں بتایا کہ وہ ان کو مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ایسا ہی مرزا کو دعاوی مذکورہ میں سمجھو، اور ہرگز امید نہ رکھو کہ کوئی کسی فرقہ کا عالم اس کے مقابلہ کا ارادہ کرے اور مرزا کو یہ عزت دے۔

اس وقت تک جوبعض علماء ہندوستان وپنجاب نے اسکے مقابلہ میں قلم اٹھایا یا کسی مجلس میں اس کو ساکت وملزم کیا ہے تو باوجودیکہ وہ اس کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق نہ سمجھتے تھے صرف اس غرض سے اس سے مخاطب ہوئے ہیں کہ ناواقف لوگ جو اس کو عالم یا فقیر اہل دل سمجھ کر اس کے پیرو ہو گئے یا ہونا چاہتے ہیں اس کے بے علم اور کور باطن ہونے سے آگاہ ہو جائیں۔لہٰذا انہوں نے بحکم ضرورت ننگ وعار کو گوارا کر کے اس کو مخاطب کر کے ملزم کیا ہے اور اس کو الزام بھی اسی کے مسلمات واقوال سے دیا ہے جیسا کہ اسکی درخواست مذکور سے جواب ہم نے تجویز کیا ہے۔

یہ غرض ان علماء کی بخوبی حاصل ہوگئی ہے اور اس کا علوم ظاہری سے بے علم اور فیوض باطنی سے بے بہرہ ہونا کس وناکس پر ثابت ہو چکا ہے، تو اب کسی عالم کا اس کو اپنا مخاطب بنانا فضول ہے اور بلاضرورت ننگ وعار کو گوارا کرنا ہے۔

اسلام میں اس کی یہ وقعت وقدر دیکھ کر اور اس کے دعاوی مذکور کو نظائر اربعہ مسطورہ بالا کی مانند سمجھ کر علماء غیر اقوام نے بھی اس کو منہ لگانا نہیں چاہا۔اور اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنے کو موجب عار سمجھا ہے۔زمانہ سابق میں اس نے بارہا اقوام غیر کے لیڈروں کو مخاطب کیا۔پر انہوں نے اس کو منہ نہ لگایا۔ایک دفعہ اس نے ایک اشتہار اردو انگریزی میں بیس ہزار کاپی چھپوا کر

ایشیاء اور یورپ کے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور عالموں کے پاس بھیجا تھا جس میں برائے نام و بطور تمہید اسلام کے کمالات ذکر کر کے اپنی کرامات وغیب دانی وکشف بیانی وقبولیت دعا کا دعوی کیا تھا۔ اس اشتہار کو بھی کسی نے عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اس کو جواب باصواب سے مخاطب نہ کیا ۔ ایک پادری نے اس کا جواب دیا تو یہ دیا کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے۔ آج کل لارڈ بشپ لاہور کو اس نے مباحثہ کی طرف بلایا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ تم بحث و خطاب کے لائق نہیں ہو۔

گورنمنٹ اور ارکان سلطنت گورنمنٹ کو بھی یہ دلیر بہادر اشتہارات و چٹھیات و رسائل میں اپنا مخاطب بناتا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے بر نخاست کا نقشہ نمودار ہوتا ہے اور اس کی تحریرات و رسائل کی رسید تک نہیں آتی چہ جائے کہ جواب و خطاب ۔ پس جس شخص کی گھر میں اور باہر یہ وقعت ہو اس کو کوئی کیونکر مخاطب کرے اور اس کے ہر ایک دعوی پر جس کا اس کو بارہا جواب دیا گیا ہو ۔ مگر وہ اس کو فرط دلیری سے ہضم کر جاتا ہو، کون لنگر لنگوٹا کس کر میدان مقابلہ میں آ کھڑا ہو۔ جو ایسا کرے گا وہ ویسا سمجھا جائے گا۔ اور اسی کی قطار وشمار میں عقلاء روزگار کے نزدیک داخل ہوگا۔ اس لئے اے ناظرین! علماء وقت ہر ملت و مذہب کے اس کو منہ نہیں لگاتے ۔ اور اس کی درخواست کا جواب نہیں دیتے ۔

ضروری نوٹ : ۱۔ درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہارات ۲۰، ۲۱ جولائی ۱۹۰۰ بہت سی باتیں مخالف تحقیق و برخلاف مرزا قادیانی نے کہی ہیں، جس کا مخالف اسلام ہونا ماہنامہ اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ثابت ہو چکا ہے لہذا ان سے تعرض ہمارے ذمہ نہیں رہا۔ جو شخص ہمارے رسائل سنین گذشتہ کو بغور ملاحظہ کرے وہ ان باتوں کا مخالف تحقیق و برخلاف اسلام ہونے کا تعین کر سکتا ہے۔ ایک بات درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء میں نئی کہی گئی ہے اور اسکی بابت مراسلت مندرجہ بالا میں ہم سے رائے طلب کی گئی ہے۔ لہذا بپاس خاطر راقم مراسلت میاں الٰہی بخش و میاں رحیم بخش اس نئی بات کی نسبت نہ صرف اپنی بلکہ تمام علماء اہل اسلام کی رائے اسی پچھلے رسالہ اشاعۃ السنہ سے ظاہر کی جاتی ہے۔

وہ بات یہ ہے جو درخواست ۲۷ جون کے صفحہ ۴۔۵ میں کہی گئی ہے کہ مرزا مسیح موعود ہے اور مسیح موعود کو حکم کہا گیا ہے اور حکم کا حق ہے کہ ایسی حدیثوں کو (یعنی جن کو مرزائی خلاف قرآن سمجھتے ہیں) رد کرے اور خدا سے الہام پا کر موضوع ٹھہراوے اگر چہ وہ دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہوں۔ یہ

صریح حیا اور شرم اور دیانت کے برخلاف ہے کہ مرزا کو مسیح موعود وحکم مان کر پھر اس بات پر زور دیا جائے کہ وہ ذرا بھی ہمارے مسلمات میں دخل نہ دے۔

اس بات کی نسبت اسلامی رائے اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۰ وغیرہ فتوی بحق مرزا بیان ہو چکی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے جو واقعی مسیح موعود اور آنے والے مسیح ابن مریم کو حکم مانا ہوا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ قرآن اور حدیث پر حکم یعنی حاکم ہوگا ۔لہذا جس آیت یا حدیث کو چاہے گا مانے گا اور جس کو چاہے گا رد کر دے گا، بلکہ مسلمانوں نے اس کو قرآن اور حدیث کا جس کا دوسرا نام سنت ہے، محکوم مانا ہوا ہے نہ کہ حکم ۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح موعود شریعت محمدیہ (قرآن وحدیث) کا تابع ہو کر لوگوں پر حکم ہوگا ۔ اور لوگوں پر ان امور میں جن میں وہ قرآن حدیث چھوڑ جائیں گے قرآن وحدیث کے موافق حکم کرے گا۔حضرت عیسیٰؑ تو دوسرے نبی حضرت موسیٰؑ اور ان کی کتاب توراۃ کے تابع تھے آنحضرت ﷺ کے وقت میں خود حضرت موسیٰؑ جو متبوع تھے آتے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کی شریعت قرآن وحدیث کے تابع ہوتے ۔لہذا مسلمانوں کی رائے اور قرارداد میں حیا اور شرم اور ایمان کے برخلاف یہ بات ہے کہ مسیح موعود کو قرآن اور حدیث پر حکم تسلیم کیا جائے ۔اور ان کے نزدیک ایمان وحیا کا لازمہ ہے کہ جو مسیح موعود بن کر کسی آیت قرآن کا خلاف کرے یا کسی حدیث صحیح کو موضوع کہے اور قرآن حدیث پر حکم بننے کا دعوی کرے اس کو اسلام سے خارج سمجھ کر اس کے اتباع سے بچیں اور اس کو منجملہ ان تیس اشخاص دجاجلہ کے سمجھیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد جھوٹا دعوے بنوت کریں گے ۔اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۷۲ میں فتوی علمائے پنجاب بحق مرزا قادیانی ملاحظہ ہو۔

۲۔خاکسار محمد حسین نے تو مرزا قادیانی کے دعوی بالمقابلہ تفسیر نویسی اور نشان نمائی کو اسکی قدیم لاف زنی سمجھ کر اور اسلاف زنی کے مقابلہ میں اسی پرانے جواب کو جو اس مقام میں اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ و ۱۵ سے نقل کیا گیا کافی خیال کر کے اعراض اختیار کیا اور اپنی بعض ذاتی اور قومی ضرورتوں کے لئے شملہ پہنچا۔مگر سید پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ نے مرزا کی دعوت کو قبول کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے اور کئی روز تک مرزا کو بلا کر اسکے لاہور آنے کے منتظر رہے مگر مرزا نے نہ آنا تھا، نہ آیا۔آخر پیر صاحب میدان جیت کر وطن کو واپس تشریف لے گئے اس کی مفصل کیفیت بعنوان روئداد جلسہ اسلامیہ مطبع مصطفائی لاہور میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس مقام میں ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔اس روداد میں بعد حمد وصلوۃ لکھا ہے:

# جلسہ لاہور کی مختصر کیفیت

ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا۔ اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک اقرار نامہ بوجہ بریت لکھنا پڑا جس کی پہلی تین شرطیں حسب ذیل تھیں:

۱۔ وہ ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کرے گا جس کے یہ معنی یہ خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (مسلمان ہندو، عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ وہ خدا کے پاس ایسی اپیل (دعا) کرنے سے اجتناب کرے گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے، یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳ کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

اس اقرار نامہ کے تحریر کر دینے کے بعد چند روز تک بہ تبعیت اقرار نامہ مذکور مرزا قادیانی خاموش رہا مگر اس کی پیروی کرنے اور بر بنا اس کے خاموشی اختیار کرنے میں جب آمدنی اور چندہ پر ایک معتد بہ اثر پڑا، اور الہامی یا قوتیوں کی تیاریوں میں فرق آیا اور پرانے رفیق منشی الٰہی بخش ملہم، منشی عبدالحق اکونٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر، ڈپٹی فتح علی شاہ اور دیگر اچھے اچھے پیرو پھر گئے، تو مرزا قادیانی کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی طرز اختیار کرلے اور تب اشتہارات منارۃ المسیح، معراج یوسفی، معیار الاخیار نکالے۔ مگر اس سے بھی مطلب براری نہ ہوئی تو سوچ سوچ کر حضرت پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر ۸۶ معزز علمائے کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی تمام علماء وصوفیا پنجاب ہند کو بالعموم مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی اور ان الہامات سے کام لیا جن کے عدم شیوع کی نسبت مذکورۃ الصدر میں اقرار کر چکا تھا اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تقریری وتحریری (تفسیر الفرقان) کریں اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے میں بالکل ناکام رہیں گے بلکہ یہاں تک تھا کہ وہ اس مباحثہ کے واسطے لاہور تک بھی نہیں آئیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو میرا غالب ہونا متصور نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ

بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر پیر مہر علی شاہ بھی اپنے تئیں مومن مستجاب الدعوات جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا تعالی ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا تعالی کے مامور مرسل کے دشمن ہیں۔ اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

گو یہ اشتہار سخت بے ادبانہ اور ناقابل خطاب اور صریحاً خلاف شرائط اقرار نامہ محررہ مذکورہ کے تھا جو کہ مرزا نے اس خیال پر شائع کیا تھا کہ علمائے ہندوستان وغیرہ تو مجھے فتوی کفر دے چکے ہیں اور پیر صاحب کبھی میرے مقابلہ میں آنے کی پرواہ نہیں کریں گے کیونکہ (صوفیا بحث مباحثہ سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اپنا وقت ایسے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے) پس نہ تو مقابلہ ہوگا اور نہ بحث بلکہ یوں ہی مفت کی شہرت سے میرا کام بن جائے گا۔

مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب موصوف بنظر اس کے کہ مرزا قادیانی کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے بالمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی اسلام مباحثہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اور حسب الدرخواست اسکے ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مباحثہ مقرر کی۔ چنانچہ تاریخ مذکور پر پیر صاحب لاہور تشریف لے آئے مرزا کا اصلی منشاء تو صرف اپنی شہرت و تشہیر کا تھا اور یہ مقصد تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا تھا۔ باقی رہا واقعی مقابلہ سو اس کا جاں گداز خیال مرزا کو لاہور دہلی لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پر درد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا) دکھاتا تھا اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔ پیر صاحب ۲۴ تاریخ سے ۲۹۔ اگست ۱۹۰۰ء تک برابر لاہور میں مقیم رہ کر مرزا کی آمد کے منتظر رہے اور ہر دو وقت صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر، نیز ۵ بجے سے ۷ بجے شام تک مجلس عام میں جس میں عموماً معززین اسلام و علمائے کرام صدہا موجود ہوتے تھے مرزا کے عقاید کی تردید فرماتے رہے مگر مرزا جی لاہور نہ آئے، پر نہ آئے۔

۲۴ تاریخ سے ۲۶۔ اگست کی شام تک انتظار کر کے جملہ اہل اسلام کی رائے سے تجویز ہوا کہ صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۰ء کو مسجد شاہی واقع لاہور میں ایک عام جلسہ منعقد کیا جائے اور اس میں جو کاروائی من اولہ الی آخرہ درباره مناظره و مباحثہ حضرت پیر مہر علی شاہ و دیگر علمائے عظام و صوفیائے

کرام اور مرزا کے مابین ہوئی ہے ضبط تحریر میں لا کر پڑھی اور عوام الناس کو سنائی جائے اور آئندہ کے واسطے مرزائی حرکات کے متعلق مناسب تدابیر سوچی جاویں اور نیز جو صاحبان دور دراز مقامات سے تشریف لائے ہیں ان کا شکریہ بھی ادا کیا جائے۔ باوجودیکہ یہ تجویز نہایت تنگ وقت پر سوچی گئی تھی اور رات کے آٹھ نو بجے ایک معمولی منادی کے ذریعہ سے شہر میں اطلاع دی گئی تھی تاہم تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکور الصدر میں صبح کو جمع ہوگئے۔ پیر مہر علی شاہ و دیگر مشائخ کرام و علمائے عظام تشریف لائے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔

اس جلسے کا نتیجہ یا فیصلہ امور ذیل ہیں:

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق منظور نہیں، اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین و معززین اسلام کو مخاطب کر کے دیگر اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت و مشہوری چاہتا ہے۔ اور یہی اس کا مقصود ہے۔

۲۔ اس موقع پر اس نے پیر صاحب کو مع دیگر علماء کے خود بخود دعوت مباحثہ دے کر تکلیف دی اور وقت پر مقابلہ میں آنے سے عمداً گریز کر کے اپنی لاف زنی سے ناحق صدہا بزرگان دین و معززین اسلام کا وقت ضائع کیا بلکہ کئی ایک طرح کے حرج و ہزاروں روپیہ کے مالی نقصان کا انہیں متحمل کیا

۳۔ اس کے عقاید بالکل خلاف قرآن کریم و سنت رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام کے ہیں۔

۴۔ اس کے دعوے بالکل غلط و بے بنیاد اور لغو ہیں۔

۵۔ وہ آنحضرت ﷺ کا مخالف خود رسالت کا دعویدار ہے وہ اپنے اشتہار معیار الاخیار میں یوں لکھتا ہے قل یا ایّھا النّاس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً۔ ترجمہ۔ اے غلام احمد تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمہارے لئے رسول اللہ ہوں۔

۶۔ وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے اوپر نازل ہونا تحریر کرتا ہے اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے اور مسجد قادیان کو مسجد اقصی کہتا ہے اور معراج آنحضرت ﷺ سے منکر ہے۔

۷۔ وہ حضرت عیسی روح القدس کی سخت توہین کر رہا ہے۔

۸۔ وہ بزرگان دین کے حق میں بہت بیجا و ہتک آمیز تحریریں شائع کر کے ان کی دل شکنی کر رہا ہے۔

۹۔ وہ اپنے من گھڑت الہاموں اور فضول دعووں سے ناحق دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے۔

۱۰۔ اس کی اور اس کے حواریوں کی تحریریں سخت بدتہذیب اور ناجائز الفاظوں سے لبریز ہوتی ہیں۔

۱۱۔ اس کی عام اسلامی مخالفت اور خلاف دینی عقاید کے باعث اسے علماء ہندوستان وغیرہ فتوی کفر دے چکے ہوئے ہیں۔

پس بلحاظ وجوہات مذکورہ بالا جملہ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ یہ شخص مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور متناقض دعاوی سے چالبازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار کر لیا ہے اور شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ اس نے بنا رکھا ہے اور مذہبی مباحثات میں جو آزادی ہماری عادل گورنمنٹ نے دے رکھی ہے اس کو بیجا طور پر استعمال کر کے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے اس لئے آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی یا اس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پرواہ نہ کریں اور نہ ان سے مخاطب ہوں اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیں کیونکہ اس کے عقاید وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۱۱۳۔۱۳۲)

# فتوی جواز امامتِ مریدِ قادیانی
## میں دھوکہ بازی

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: جون ۱۸۹۸ء میں ایک خط عبد الرحیم تار بابو ریلوے سٹیشن سرہند (جو اسکے بعد سٹیشن کیسری متصل انبالہ میں متعین رہے) کا اس مضمون کا پہنچا کہ آپ چنیں وچناں منصب و درجہ کے عالم ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں دو فتوے بھیجتا ہوں ان پر اپنے دستخط و مہر ثبت فرما کر ان فتووں کو واپس فرماویں۔ ان میں ایک سوال کا یہ مضمون تھا کہ کوئی شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا قرآن و حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے بیعت ہے اس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب میرے عزیز تلمیذ سید عبد الحفیظ مونگیری مقیم دہلی کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ جس کا عمل موافق کتاب وسنت ہے وہ لائق امامت ہے۔ صرف قادیانی کے مرید ہو جانے سے حکم فسق و فجور کا اس پر نہیں ہو سکتا جب تک عقاید باطلہ پر مرزا کے نہ چلے۔ اس جواب پر حضرت شیخنا وشیخ الکل (سید نذیر حسین محدث) اور ان کے دونوں نبیرہ صاحبزادوں کی مہر ثبت تھی۔

دوسرے فتوے کے سوال کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے بیعت ہے اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب بھی عزیز عبد الحفیظ کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ ہاں جائز ہے، منع پر اس

کے کوئی وجہ پائی نہیں گئی۔ اس پر بھی حضرت شیخنا وشیخ الکل اور آپ کے دونوں (نبیرہ) صاحبزادوں کے دستخط ثبت تھے۔

اس سوال کا دوسرا جواب جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ ایسے شخص کا نکاح پڑھا ہوا درست ہے اگر جملہ شرائط موجود ہوں کیونکہ نکاح خواں کا مسلمان یا صالح ہونا بھی شرط نہیں۔ اس جواب پر مولوی عزیز الرحمٰن صاحب، مولوی محمود علی صاحب وغیرہ علمائے دیوبند کے دستخط تھے۔

ان دونوں سوالوں کا ایک اور جواب مولوی عبد العزیز صاحب بن مولانا علاء الدین صاحب متوطن کوم ضلع لدھیانہ مقیم پٹیالہ کی طرف سے یہ درج کیا گیا تھا کہ جو شخص خلاف مذہب اسلام کوئی حرکت نہیں کرتا اور قرآن وحدیث کے موافق عمل کرتا ہے اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا یا اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے۔ مرزا صاحب سے بیعت ہونا نکاح خوانی یا امام بنانے سے مانع نہیں ہے۔

اس جواب پر اور جن نام کے مولویوں مدرسین انگریزی مہندر کالج کے دستخط ثبت تھے ان میں سے مسلمان سنی ایک بھی نہیں ہے۔ سب کے سب مرزائی، مرزا قادیانی کے مرید یا معتقد تھے اور پٹیالہ کے مشہور ومعروف مفتی مولوی محمد اسحاق صاحب کے دستخط اس پر نہ تھے۔

ان فتووں کو پڑھ کر خاکسار کو سخت تعجب پیدا ہوا کہ میرے عزیز مفتی اول (عبد الحفیظ) اور دیگر حضرات کبراء اہل تصدیق وافتاء نے صرف بیان سائل اور سوال کے الفاظ پر جواز کا فتوی لگا دیا اور اس سوال کے موقعہ ومحل ونتیجہ کی طرف توجہ کو منعطف نہ فرمایا پھر خاکسار نے ان سوالات کے محل وموقعہ ونتیجہ کو پیش نظر رکھ کر ان کا صحیح جواب تحریر کر کے ان ہی حضرات (حضرت شیخنا وشیخ الکل اور مولانا رشید احمد صاحب اور بواسطہ ان کے علماء دیوبند اور بواسطہ حاجی گل محمد ساکن پٹیالہ مولوی عبد العزیز صاحب ومولوی محمد اسحاق صاحب ساکنان پٹیالہ) کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور ان حضرات اور علماء لاہور امرتسر وغیرہ کے پاس بھی بھیج دیا تو خدا کے فضل وتوفیق سے ازانجملہ مولوی عبد العزیز صاحب مقیم پٹیالہ نے تو اس جواب سے (جو ان دھوکے باز مرزائیوں نے میرے پاس بھجوایا تھا) صاف انکار کیا اور اس کو ان ہی حضرات نائبین قادیانی کی جعل سازی قرار دیا چنانچہ حاجی گل محمد صاحب اپنے خط ۱۰ ستمبر ۱۸۹۸ء میں لکھتے ہیں:

جناب مخدوم مکرم مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بجواب سامی نامہ مکلّف خدمت ہوں کہ جناب کا خط مولوی عبدالعزیز صاحب کو بجنسہ رحیم بخش گھڑی ساز کی دکان پر ملاحظہ کرایا گیا بجواب اس کے انہوں نے فرمایا کہ نکاح خوانی کے فتوی کی مجھ کو کچھ خبر نہیں نہ وہ فتوی میرے پاس آیا اور میں نے اس پر مہر کی۔
نیاز مند گل محمد ۱۰ استمبر ۱۸۹۸ء

اور باقی حضرات نے کمال فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے اپنے ان فتووں سے رجوع کیا اور سلف امۃ اکابر آئمہ کی اس سنت قدیمہ پر کہ انہوں نے بعض مسائل میں اپنے اقوال سے رجوع فرما کر اپنے شاگردوں کے اقوال کو اختیار و پسند فرمایا تھا، عمل کر کے دکھایا۔ اور دوسرے علماء نے جن کے پاس یہ فتوی پہنچا اس کو تصدیق فرمایا۔

ذیل میں اپنے اس فتوی اور ان سوالات کے صحیح جواب اور ان حضرات کی تصدیق و تائیدات کو نقل کیا جاتا ہے اس کے بعد ان سوالات کے محل موقعہ اور اس فتوی کے نتیجہ سے ناظرین کو مطلع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا قرآن وحدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے اس کی بیعت کی اس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟
سوال دوم۔ ایسے شخص سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟ راقم۔ سراج الدین از خان پور

الجواب: مرزا غلام احمد کے عقائد باطلہ کفریہ و بدعیہ اس کی کتابوں اور اشتہاروں میں درج ہیں جو غالباً اس کے ہر ایک مرید کے پاس موجود ہیں اور ان ہی اعتقادات کی وہ اپنے مریدوں کو تلقین کرتا ہے ازانجملہ چند اعتقادات اس کی کتابوں سے بطور تمثیل نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں لہذا آنے والا مسیح یہی مرزا قادیانی ہے (یہ عقیدہ اس کی اکثر کتابوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام وغیرہ میں درج ہے)
۲۔ یہی امام مہدی ہے جسکے آنیکی حدیثوں میں خبر ہے (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۶۸۔ حجۃ اللہ۔ ص ۲۹۔ سر الخلافہ۔ ص ۳۹، ۵۲)
۳۔ یہی وہ رسول احمد ہے جس کی بشارت قرآن مجید سورہ صف میں حضرت عیسی کے

اس قول میں منقول ہے و مبشّراً برسول یّاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور رسالت ہنوز ختم نہیں ہوئی (ازالہ اوہام۔ص ۶۷۳) وغیرہ

۴۔ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے وہ معجزات جو قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ وہ مردہ کو زندہ کرتے، مٹی سے پرند بناتے، کوہڑی اور اندھے کو اچھا کرتے، وہ سب ازقسم شعبدہ بازی وعمل مسمریزم تھے۔ قادیانی اس عمل کو مکروہ و قابل نفرت نہ جانتا تو ان کاموں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۹)

۵۔ دجال سے (جس کی آنحضرت ﷺ اور پہلے نبیوں نے خبر دی ہے) مراد پادری لوگ ہیں۔ خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے (جس پر وہ خود بھی سوار ہوا کرتا ہے)۔ دابۃ الارض سے علماء وقت مراد ہیں۔ یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں۔ ان حقائق کی رسول اللہ ﷺ کو خبر نہ تھی جو قادیانی کو ہوئی (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۱) وغیرہ

۶۔ حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنا اور ان کے آنے کا منتظر رہنا مشرکوں کا اعتقاد ہے ۔وغیرہ (اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء)

۷۔ دوزخ و بہشت اور ان کے آلام ونعیم کا خارجی وجسمانی وجود نہیں ہے بلکہ صرف ظلی ومثالی وجود ہے جو انسان کی روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں گے (دیکھو لیکچر قادیانی رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب کے صفحہ ۱۸۲ میں اور اخبار مخبر دکن ۲۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲۸ میں)

(اصل عبارت مرزا قادیانی یہ ہے: اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال وآثار ہیں وہ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثّل ہوں گے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں ہم لوگ ایسے بہشت کے قائل نہیں ہیں جو صرف زمین میں جسمانی طور پر درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسے دوزخ کے قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے)

ان عقاید کی نظر سے علماء پنجاب و ہندوستان نے مرزا قادیانی کے حق میں یہ فتوی لگایا ہے (جو اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ میں چھپ کر شائع ہوا ہے) کہ یہ شخص ان عقاید و خیالات

کے سبب اسلام سے خارج ہے اور مبتدع و گمراہ، مسلمان اس سے احتراز اختیار کریں، نہ اس کو سلام کریں، نہ دعوت مسنون میں بلائیں اور اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کریں اور اگر ان ہی عقائد پر مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

اس فتوی کی رو سے جو شخص ان اعتقادات قادیانی کو جان کر اور سن کر اس کو ولی اور بزرگ خیال کرے اور اس اعتقاد کے ساتھ اسکی بیعت و مریدی اختیار کرے وہ بھی قادیانی کے مثل گمراہ و مبتدع ہے۔ مسلمان کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو نماز میں پیش امام بنائیں یا اپنی مجلس نکاح میں اس کو نکاح خواں بنا کر جگہ دیں اور اس کی عزت کریں جو مسلمان ایسا کریگا وہ بحکم احادیث ذیل مورد لعنت ہوگا اسلام کا ڈھانیوالہ۔

بخاری میں ہے: قال رسول اللّٰه من احدث حدثا او آوی محدّثا فعلیه لعنة اللّٰه و الملائکة و النّاس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل۔
یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص بدعت نکالے یا بدعتی کو جگہ دے اس پر خدا کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کے فرض قبول ہوں گے نہ نفل۔

اور بیہقی سے مشکوۃ میں روایت ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ من وقّر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلا م۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اہل بدعت کی توقیر کی اس نے اس کو اسلام ڈھانے میں مدد دی۔

اس مرید قادیانی کی نسبت جو سوال میں کہا گیا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور ان کا خلاف نہیں کرتا یہ محض غلط ہے اور اس سے مجیب اور مفتی کو مغالطہ دنیا مقصود سائل معلوم ہوتا ہے وہ اس سے بڑھ کر خلاف قرآن اور حدیث کا کیا کرے گا کہ اس نے ایک سخت گمراہ کی بیعت کی اور ان عقاید باطلہ کفریہ بدعیہ کے ساتھ اس کو بزرگ اور ولی جانا۔ اگر وہ عقائد مذکور قادیانی کو گمراہی و بدعت جانتا ہے تو پھر وہ اس گمراہ کا مرید کیوں ہوا۔ اور اگر وہ ان عقاید قادیانی سے بے خبری کی وجہ سے اس کے دام بیعت میں پھنس گیا ہے تو اب وہ اس بیعت کو فسخ کیوں نہیں کرتا۔ اور اس کو خیر باد کیوں نہیں کہتا اور اگر وہ بھی ان عقاید قادیانی کا معتقد ہے اور ان عقاید کو برحق جانتا ہے تو ان عقاید کے ساتھ اس کا کوئی عمل نماز روزہ وغیرہ ( گو بظاہر قرآن وحدیث

کے موافق نظر آتا ہو) مقبول نہیں بحکم احادیث مذکورہ و دیگر احادیث کثیرہ کہ ازانجملہ یہ حدیث بخاری ومسلم میں ہے قال رسول اللّٰہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردّ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی دین میں ایسی نئی بات نکالے جو اس میں سے نہ ہو وہ اسی کی طرف پھیری جائے گی یعنی قبول نہ ہوگی

وازانجملہ حدیث صحیح بخاری ہے جو خوارج اہل بدعت کے حق میں وارد ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ یخرج فی ھذہ الامّۃ قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتھم یقرؤن القرآن لا یجاوز حلوقھم او حناجرھم یمرقون من الدّین کمروق السھم من الرّمیّۃ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جن کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو تھوڑا سمجھو گے یعنی ان کی نمازیں بظاہر تمہاری نمازوں سے زیادہ ہوں گی وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے متجاوز نہ ہوگا یعنی محل قبولیت کو نہ پہونچے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

اس قسم کی احادیث اور بہت ہیں جن سے ثابت ہے کہ کوئی عمل نماز پڑھنا تلاوت کرنا وغیرہ مقبول نہیں جب تک اعتقاد بدعت سے پاک نہ ہولہذا مسلمانوں کو جائز نہیں کہ ایسے گمراہ کو امام بنائیں یا اس کو نکاح کی مجلس میں بلاکر عزت دیں اور اس سے نکاح خوانی کرائیں بالجملہ قادیانی کے مرید رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا دونوں باہم ضدیں ہیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ راقم ابوسعید محمد حسین عفی عنہ

الجواب صحیح ، اور جو جواب پہلے میاں عبدالحفیظ کی قلم سے لکھا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ فقط۔ راقم، محمد نذیر حسین

یہ جواب صحیح ہے۔ جس کے یہ عقاید ہیں اس کو اسکے اتباع کو امام بنانا اور ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اگرچہ انعقاد نکاح ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ان کی توقیر ہے اور توقیر ایسے بیدینوں کی حرام ہے، اور قبل اسکے جو بندہ نے فتوی جواز نکاح کا دیا ہے اس سے مراد صحت نکاح ہے مگر قاضی بنانا اس کا ہرگز جائز نہیں پہلے فتوی میں اس امر سے ذہول رہا۔ صرف اس امر کا جواب دیا گیا کہ نکاح درست ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم ۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ

واقعی اگر وہ مرید قادیانی کا عقاید باطلہ میں شریک قادیانی کا ہے اور عقیدہ اس کا

مثل عقیدہ قادیانی ہے تو امام بنانا اس کا حرام ہے اور اس سے نکاح خوانی کرانا حرام ہے اور اس مرید کا بیعت قادیانی کو فسخ نہ کرنا دلیل استحسان عقاید قادیانی ہے اس صورت میں وہ مثل قادیانی ہے اور امام بنانا اس کا روانہیں اور نکاح اس کا پڑھایا ہوا اگرچہ منعقد ہو جاتا ہے لیکن اس کو نکاح خوان بنانا جس میں اسکی تعظیم پائی جاتی ہے درست نہیں، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم ۔کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح محمد منفعت علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد محمود عفی اللہ عنہ

الجواب الصحیح و المجیب نجیح ۔عبدالجبار غزنوی عفی عنہ

الجواب صحیح ۔ابوزبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

جو شخص ثابت ہو کہ واقعی وہ قادیانی کا مرید ہے بلا کسی شرط اور حیثیت کے اس کو امام بنانا یا اس سے نکاح خوانی کرانا یا اس سے رشتہ مناکحت کا رکھنا ناجائز ہے۔

ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ امرتسری

یہ جواب جو علمائے عظام نے لکھا ہے بالکل ٹھیک اور بہت درست ہے اور جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ عامل قرآن وحدیث ہے اور مرزا کا مرید ہے غلط ہے جو مرزا کے مرید ہیں سب قرآن وحدیث کے مخالف ہیں ایسے خبیث کی امامت جائز نہیں۔

راقم۔العائذ باللہ المستعان محمد علی واعظ عفاعنہ الرحمٰن

الجواب ۔مولوی رشید احمد صاحب کے جواب سے متفق ہوں اور قبل ازیں اس کے قریب قریب ایک مستقل فتوی لکھ چکا ہوں ۔محمد اسحاق عفی عنہ مفتی پٹیالہ

ایں جواب صحیح است وحق صاف وصریح است ۔محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور

الجواب صحیح ۔غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح ۔عبداللہ مدرس ثانی مدرسہ نعمانیہ لاہور

اقوال اور عقاید مندرجہ جواب محولہ بالا کتب مرزا قادیانی برخلاف عقاید اسلام ہیں۔

غلام محمد البگوی امام شاہی مسجد لاہور

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ص ۱۳۳ تا ۱۴۰)

# پرافٹ قادیان کی پیشگوئی

## ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد پرافٹ (پیشین گو) قادیان کا تو یہ دعوی ہے کہ اس کی صد ہا بلکہ ہزار ہا پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں جن کو اس کے کم فہم و نادان پیروان نے مان لیا ہے۔مگر جو لوگ عقل و قلب سلیم وفہم وحواس مستقیم رکھتے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی بھی پوری نہیں ہوئی اور وہ سب کی سب جھوٹ نکلی ہیں۔ ہر چند بعض پیشگوئیاں کاہنوں، رمالوں، نجومیوں، جوتشیوں، اڑڑپوپوکہلانے والوں کی بھی توافق اصول اخذ یا اتفاق سے پوری ہو جاتی ہیں مگر خدا کی قدرت اور حکمت اور پرافٹ کی الٹی کرامت کو دیکھو کہ اس کی پیشگوئیوں میں سے ایک بھی سچی نہیں نکلی۔اس کی بڑی مشہور پیش گوئیاں تین ہیں: عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی۔ پنڈت لیکھ رام کے قتل یا خواری کی پیش گوئی، اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان کی موت کی پیش گوئی (جن پر اس کو اور اس کے دام افتادوں کو بڑا ناز ہے) مگر ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵، ۱۶، ۱۸ کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ ان تینوں میں سے ایک بھی مطابق بیان پرافٹ قادیان کے پوری نہیں ہوئی۔

عبداللہ آتھم اور لیکھ رام گو فوت ہو گئے مگر میعاد پیش گوئی پرافٹ قادیان کے مخالف، نہ کہ اس کے مطابق (جس میں ناظرین جلد ۱۸ وغیرہ اشاعۃ السنہ کو ذرہ بھر شک نہ ہوگا) اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان تو اب تک زندہ رہا اور بچے جنا رہا ہے (جس میں کوئی احمق سے احمق بھی جو آنکھ کان سلامت رکھتا ہوگا ذرہ بھر شک نہ کرے گا)۔

اسی سلسلہ پیش گوئیوں میں پرافٹ قادیان نے خاکسار محمد حسین کے حق میں تیرہ مہینے کے معیاد کی پیش گوئی عذاب ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کو کی تھی جو جھوٹی نکلی اور پوری نہ ہوئی۔اور اس کا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا کہ اس کی اس قسم کی پیش گوئیوں کا خاتمہ ہو گیا (جس کی تفصیل ہمارے مضمون، مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟ میں ہو چکی ہے) اس پیش گوئی کے جھوٹی نکلنے اور اس سے نتیجہ مذکورہ ظاہر ہو جانے کے بعد ہم کو حاجت نہ تھی کہ ہم اس پیش گوئی کے متعلق قلم اٹھاتے اور اس کا پورا نہ ہونا ثابت کرتے

۔اگر ظہور اس نتیجہ کے بعد پرافٹ قادیان اس پیش گوئی کی سچائی کا دم نہ بھرتا اور اس کی سچائی ملمع دکھا نے کیلئے اشتہارات ۳، ۶، ۷ فروری و ۲۷ نومبر دسمبر؟ ۱۸۹۹ء جاری نہ کرتا۔ مگر کمال افسوس ہے کہ اس نے بڑی سرگرمی و عرق ریزی سے ان اشتہارات کو مکرر چھپوا کر شائع کیا۔ اور اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا دعوی کر کے مصرع مشہور: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھا دیا۔ اس پر بھی ہم نے صبر و سکوت اختیار کیا اور اس بیہودہ کاروائی پرافٹ کو لغو و بے اثر سمجھا اور اس وجہ سے عرصہ تین سال (۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۱ء) تک ان کا نوٹس نہ لیا۔ سال حال (۱۹۰۲ء) میں اس کے اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کی صرف دو باتوں پر (۱۔ اڈیٹر اشاعۃ کو گورنمنٹ سے زمین عطا ہونا وہ ذلت ہے جس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی۔ ۲۔ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اڈیٹر اشاعۃ السنہ سے اقرار کرالیا تھا کہ وہ آئندہ پرافٹ قادیان کو کافر نہ سمجھے اور اپنے فتوی تکفیر کو منسوخ کر دے) رسالہ نمبر ۴ کے صفحہ ۹۶، ۱۰۷ میں مختصر ریمارک کیا تھا کہ یہ باتیں محض دروغ بے فروغ ہیں۔

ان دنوں ہم نے ایک شخص کو اسکے بد افعال و بیجا حرکات سے روکا اور محض حسبةً للّٰہ و نصحاً لخلق اللّٰہ ٹوکا تو اس نے ہماری نصیحت کے مقابلہ پر پرافٹ کے اشتہارات جنوری ۱۸۹۹ء کو دست آویز بنا کر ہم پر یہ اعتراض کیا کہ وہ زمین جو تم کو عطا ہوئی وہ مہدی سے انکار کرنے کے صلے میں عطا ہوئی ہے لہذا اس زمین کی آمدنی تمہارے لئے ناجائز ہے۔ اس شخص کا یہ اعتراض بعینہ اس شخص کا سا اعتراض ہے جس کو کسی ناصح مشفق نے کہا تھا کہ بھائی تمہارے آزار ٹخنے سے نیچے ہیں اور یہ شرعاً جائز نہیں تو اس نے اس کے جواب میں کہا کہ میاں تمہارے باوا جی کے نکاح پر جو کھانا کھلایا گیا تھا اس میں نمک کہاں برابر تھا۔

اس شخص کے اس اعتراض سے ہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا نافہم احمقوں سے خالی نہیں بلکہ بقول بہلول دانا دنیا میں عقل مندوں کی نسبت احمق ہی زیادہ ہیں شائد ان اشتہارات پرافٹ قادیان نے اور احمقوں کو بھی اس شبہ میں ڈال رکھا اور ان اشتہارات کے مضمون کو سچا بتا کر اس خاکسار کی نسبت بدگمان کر رکھا ہو۔ ان بدگمان احمقوں کی بدگمانی دور کرنے کو (نہ پرافٹ قادیان سے بحث کا اکھاڑا جمانے کو) ہم ان اشتہارات کی غلط بیانیوں کو ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پرافٹ قادیان کی وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور سچی نہیں نکلی اس پیش گوئی کو سچا کرنے کے لئے جو اس نے عمل کیا ہے اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور جو کچھ اشتہارات ۳، ۶، ۷ جنوری و ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس نے کہا ہے، اس میں خاکسار پر اور علما وقت پر اور مجسٹریٹ ضلع گورداسپور پر

افتراء کیا اور بہتان باندھا ہے۔ نہ اس عاجز نے کسی تصنیف یا اشتہار یا مجلس میں اصلی امام مہدی سے انکار کیا، نہ اس انکار کے سبب علماء وقت نے میری نسبت کوئی فتوی دیا ہے، اور نہ اس انکار کا کوئی صلہ مجھے گورنمنٹ سے ملا ہے۔

غلط بیانی اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے متعلق رسالہ نمبر ۴ جلد ہذا میں ریمارک ہو چکا ہے اشتہارات ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۹۸۸ء کی غلط بیانیوں کا اظہار اس مضمون میں کیا جاتا ہے وباللہ التوفیق

پس واضح ہو کہ پرافٹ قادیان کی پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کا یہ مضمون تھا کہ فلاں فلاں اشخاص (اس خاکسار اور دو اشخاص دیگر ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی، اور مولوی سید ابوالحسن تبّتی) کو تیرہ مہینے میں ذلت کی مار ہوگی۔ جس کے معنی لغت عرب اور ہند کی شہادت اور پرافٹ صاحب کی قدیم بول چال ومحاورہ اور عادت کے مطابق یہ سمجھی گئی کہ اس عرصہ میں اس خاکسار اور دوسرے دو اشخاص پر عذاب آئے گا، جو قتل کو بھی شامل ہے کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ عذاب وارد ہے اس کے معنی ترجمہ ہندی شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور ایک سیالکوٹی مرید قادیانی میں لفظ مار سے کی گئی ہے اور لفظ مار یا عذاب سے قرآن مجید میں بضمن قصہ فرعون آیت یسوموںکم سوء العذاب میں قتل کے معنی مراد بتائے گئے ہیں اور پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنی بعض پیش گوئیوں میں اس عذاب سے مراد قتل بتائی ہے اس وجہ سے خاکسار نے اس پیش گوئی سے قتل مراد سمجھ کر اپنی حفاظت کے لئے لائسنس ہتھیاروں کی درخواست کی تھی۔ پرافٹ صاحب کو جب اس امر کا علم ہو گیا اور اس معنی کی مراد سمجھے جانے کو اس نے سن لیا تو اس نے بخوف عدالت معنی قتل کو ٹلانے کے لئے ذلت کی مار سے مراد یہ قرار دی کہ جیسے ابوسعید محمد حسین کی کوشش سے ان پر فتوی کفر لگایا گیا ہے ایسا ہی اور اسی کی مانند اس پر فتوی لگایا جانا اس پیش گوئی سے مراد ہے۔ مگر اس نے غور فرما کر یہ تو نہ سوچا کہ اگر اس پیش گوئی میں عذاب سے اس قسم کی ذلت مراد ہے تو پھر یہ پیش گوئی دوسرے دو شخصوں (ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی اور سید ابوالحسن تبّتی) کے حق میں کیوں کر پوری ہوگی۔

ان دونوں صاحبوں نے تو اس مضمون کا فتوی پرافٹ قادیان کے حق میں جاری ومشتہر نہ کیا تھا اور نہ ان دونوں کے حق میں پرافٹ قادیان نے اس مضمون کا فتوی حاصل کر کے اس ذلت کا ان کو محل بنایا ہے۔ ومع ہذا اس معنی ذلت کو پیدا کرنے کے لئے آپ نے خود کوشش کی اور اس قسم کا فتوی کفر حاصل کرنے کے لئے آپ نے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے خیال میں مجھے مہدی کی آمد کا منکر قرار دیا اور منکر مہدی کے حق میں ایک استفتا لکھ کر اپنے دو مخلص مریدوں ڈاکٹر اسماعیل خان ملازم

افریقہ اور مرزا خدا بخش ملازم مالیر کوٹلہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو یہ سمجھایا کہ وہ علماء امرتسر، لاہور، دہلی کے پاس جا کر خود بدولت پرافٹ صاحب کا نام لیکر اور ان کے اعتقاد کی حکایت وشکایت کر کے ان کو منکر مہدی بنا کر ان کے حق میں فتوی حاصل کریں تاکہ اس فتوی کو آپ خاکسار پر جما دیں

ان مخلص مریدوں نے حسب ہدایت پیر ایسا ہی کیا، سب سے پہلے مفتی مولوی عبدالحق غزنوی کے پاس جا کر ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں۔ وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات آمد مہدی سے انکار وغیرہ پھیل گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کی اصلاح ودرستی کے خیال سے یا وہاں سے ان کے اخراج کے لئے یہ استفتاء پیش کرتا ہوں آپ اس کا جواب دیں۔ ایسا ہی اور علماء کے پاس بیان کیا اور منکر مہدی پرافٹ قادیان کو بنایا۔

ان حضرات نے بھی مسئول عنہ ومحل استفتاء اسی پرافٹ کو سمجھا اور اس پر فتوی کفر وغیرہ لگا دیا، جب ڈاکٹر اسماعیل وہ فتوی کفر حاصل کر کے پرافٹ کے حضور میں پہنچے تو آپ کی درگاہ میں ان کی عزت وتحسین ہوئی۔ اور ان کی اس دھوکہ دہی پر صد آفریں کہی گئی جسکے وقوع وثبوت پر رسالہ موسومہ، دومسلمانوں کا حلفی بیان، شاہد ہے جو اسلامیہ پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا ہے جنہوں نے وہ رسالہ نہیں ہے وہ خاکسار سے طلب کر سکتے ہیں۔ اور مولوی عبدالحق غزنوی وغیرہ علماء کے پاس ڈاکٹر اسماعیل خان کا بیان مذکور مولوی عبدالحق کے اشتہار اور ان کے اور دیگر علماء کے جوابات استشہاد میں جو اس مضمون میں منقول ہوں گے، نیز پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنے اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء میں شائع کر دی ہے کہ علماء اہل افتاء نے وہ فتوی خود مرزا قادیانی کے حق میں دیا ہے، خاکسار (محمد حسین) کے حق میں وہ فتوی نہیں دیا۔ اور کہا ہے اگر علماء اہل افتاء کو یہ امر معلوم ہوتا کہ وہ استفتاء ابوسعید محمد حسین کی نسبت کیا گیا ہے تو وہ ہرگز اس کے حق میں فتوی نہ دیتے۔ یہ بات اصل عبارت اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء سے جو عنقریب منقول ہوگی ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی۔

اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ پرافٹ کی پیش گوئی اس بناوٹی معنی سے بھی پوری نہیں ہوئی کیونکہ کسی مولوی نے وہ فتوی خاکسار کے حق میں نہیں دیا اور اس عاجز کو منکر مہدی ٹھہرا کر کافر وغیرہ نہیں کہا، جو کچھ کہا وہ بحسب اعتراف خود پرافٹ کے ان ہی کو کہا ہے اور ان ہی کے حق میں (جو اعتقاد آمد مہدی موعود سے منکر ہونے کے برملا مدعی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں) فتوی دیا ہے۔

اور اگر بالفرض والتقدیر وہ علماء میرے کلام میں آمد مہدی سے انکار پاتے اور اس وجہ

سے مجھ پر وہ فتوی کفر لگاتے تو پھر بھی چونکہ اس پیش گوئی کا پورا ہونا پرافٹ قادیان کی اپنی کوشش و تدبیر سے ہوتا اس لئے اس پیش گوئی کا ان بناوٹی معنی سے پورا ہونا ایسا ہوتا جیسا کہ ایک پیر کا اپنی پیش گوئیوں کو خود پورا کرنا مشہور یوں ہے۔ اور وہ رسالہ ردّ قادیانی تالیف مولوی عبدالحکیم صاحب دھرم کوٹی میں مسطور ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو جوان کو نذر نیاز دیتے تھے یہ پیش گوئی سنانے لگے کہ اگر تم میری نذر نیاز نہ دو گے تو تمہارا مال چور یا ڈاکو لوٹ کر لے جائینگے۔ اور پھر وہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے خود چوروں یا ڈاکوؤں کو جو اس کام کے لئے انہوں نے مقرر کر رکھے ہیں بھیج دیتے اور وہ ان کا مال لوٹ کر لے آتے تھے۔ پھر پیر صاحب فخر سے کہتے کہ تم نے میری پیش گوئی کا پورا ہونا دیکھ لیا۔ تم نے میری نیاز نہ دی تو تمہارا مال لوٹا گیا۔ جس کو کوئی شخص نہ آسمانی پیش گوئی سمجھتا ہے اور نہ آسمانی طور پر اس کے پورا ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔ یہ تو اس پیش گوئی کے سچے نہ نکلنے کا بیان وجہ ثبوت ہے۔ اب اسکے اشتہارات ثلاثہ ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے افتراءات و بہتانات کو بیان کیا جاتا ہے جن کو اپنی پیش گوئی کی صداقت ظاہر کرنے کیلئے اس نے مشتہر کیا ہے۔

اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں پرافٹ قادیان نے کہا ہے:

مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر دجال ملحد رکھا تھا اور اس نے فتوی کفر وغیرہ میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا... سو اب یہی فتوی پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور اہل سنت سے خارج ہے۔ اور اس فتوی کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔ مسیح موعود اس کی مدد کیلئے اور اس کی خوں ریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا۔ اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ مگر اب میں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئے گا۔ اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑے گا۔ اس کی تائید کیلئے عیسی آسمان سے اتریںگے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔ یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا جب کہ اس

نے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوی لکھا تھا۔ اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے۔ لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں۔ اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی۔ اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنیکے بارہ میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب میں نے اس کے بارہ میں ایک استفتا لکھا اور فتوی لینے کیلئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور مولوی نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا۔ اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اس طرح پر یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

یہی بات الٹ پھیر کر اس نے اشتہار ۶ جنوری ۱۸۹۹ء میں کہی ہے۔ اور اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء کے شروع میں اس نے کہا ہے:

اس بات سے تو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبدالجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کو جس نے مہدی خونی کے آنیکی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا بوجہ اسکے اس عقیدہ کے اسکو کذاب اور مفتری اور دجال اور کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اپنے فتووں میں لکھا اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیش گوئی پوری کی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی اور نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق عمل سے ان کی صحت پر گواہی دیدی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا کہ ان لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمانداری پر مبنی نہیں بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی

اغراض اور تعصّبات اور کینہ پروری پر مبنی ہیں چنانچہ ان لوگوں کی یہی کاروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتا مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتوی طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے عقاید کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز (غلام احمد) ہے محض شرارت کی راہ سے تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس فتوی کی رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے۔ اور اگر ان کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتاء شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کیلئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتوی نہ دیتے۔ (ناظرین سطور ہذا کو ملاحظہ کریں اس میں پرافٹ قادیان نے کیسا صریح اقرار کیا ہے کہ وہ فتوی اس پر لگایا گیا ہے، نہ خاکسار پر۔ محمد حسین)

پھر اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں کہا ہے:

ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلا شبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی۔ اور جس قدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمان داری اور راست گوئی سے خالی ہیں ایسی مجروح اور مردود حدیثوں کے رد کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجال اور کذاب اور مفتری ہونے کا فتوی دیں جیسا کہ نذیر حسین اور عبد الجبار اور رشید احمد اور عبد الحق وغیرہ نے فتوی دیا، تو یہ فتوی محض بددیانتی کی راہ سے ہے۔

پھر اس کے صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ اس فتوی کے لکھنے کے بعد یہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے اس اقرار لینے اور اس کو مشتہر کرانے کے بغیر کہ وہ بھی اس کی طرح آمد مسیح کا قائل ہے اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں گے تو وہ مولوی خود دجال اور مفتری ہیں۔

## خلاصہ بیان اشتہارات پرافٹ قادیان

ان اشتہارات میں پرافٹ قادیان نے دو مختلف و باہم متناقض بہتان مجھ (خاکسار محمد حسین) پر قائم کئے ہیں۔ اور دو مختلف و متناقض بہتان علماء اہل افتاء پر قائم کئے ہیں۔ خاکسار پر۔ ا۔

ایک بہتان یہ ہے کہ یہ شخص دل سے ایسے مہدی کے آنے کا (جو انگریزوں وغیرہ سے لڑنے آئے گا) معتقد و قائل ہے اور احادیث متعلقہ مہدی کو جو اسنے اپنے رسائل میں ضعیف کہا ہے اس سے رجوع کر چکا ہے اور اس رجوع سے علماء وقت کو اطلاع دے چکا ہے۔ اور اس اعتقاد میں وہ تمام علماء وقت کا ہم عقیدہ و ہم خیال بلکہ ان کا معلم و سرگروہ ہے۔ اور فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ میں (جو ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو اس نے خفیہ طور پر شائع کی ہے) گورنمنٹ کے سامنے اس اعتقاد سے انکار ظاہر کرنے میں اس نے جھوٹ اور فریب اور نفاق سے کام لیا۔

۲۔ دوسرا بہتان اس کے برخلاف و متناقض یہ کہ یہ شخص دل سے مہدی موعود کے آنے سے منکر ہے اور گورنمنٹ کے پاس اس انکار کے اظہار میں جو فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس نے کیا ہے، وہ سچا ہے اور گورنمنٹ کا سچا اور مخلص فرمان بردار ہے۔ اس کی اس دلی انکار کی وجہ سے علماء وقت نے اس کو مسلمانوں کے پاس جھوٹ بولنے والا اور منافق قرار دے کر اس پر کفر کا فتوی لگا دیا ہے۔

ایسے ہی علماء اہل افتاء پر پرافٹ قادیان نے دو مختلف و متناقض بہتان قائم کئے ہیں۔

اول: یہ کہ انہوں نے اس شخص (محمد حسین) کی فہرست مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء پر اطلاع پائی تو اس شخص کو منکر مہدی سمجھ کر اس پر فتوی لگا دیا اور اس کی نسبت تعجب سے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ ہمارے سامنے مہدی کی آمد کا اعتقاد ظاہر کرتا رہا اور ہم کو یہ عقیدہ سکھاتا رہا اور درحقیقت یہ مہدی سے منکر ہے اور گورنمنٹ کا خیر خواہ ہے اور آج تک ہم کو دھوکہ دیتا رہا اور ہمارے ساتھ منافقانہ برتاؤ کرتا رہا۔

اس بہتان کے ساتھ اور اس کے متعلق قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ فعل ان مولویوں کا گو عام لوگوں کے خیال میں دینداری کی وجہ سے ہو مگر درحقیقت یہ ان کی بے دینی ہے کیونکہ مہدی موعود کی بابت جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحت کو نہیں پہنچی وہ سب کی سب جرح سے خالی نہیں۔ لہذا منکر مہدی کی نسبت ان کے یہ فتوے ناپاک ہیں جو محض بے دیانتی کی راہ لکھے گئے ہیں۔

دوسرا بہتان۔ بہتان اول کے برخلاف علماء اہل افتاء پر یہ کہ ان مولویوں نے وہ گندے اور ناپاک فتوے محض بدنیتی سے لکھے ہیں انہوں نے منکر مہدی مجھ (قادیانی) کو سمجھا اور اگر وہ یہ سمجھتے کہ یہ فتوی ابوسعید محمد حسین کی نسبت اور اس کے حق میں پوچھا گیا ہے تو وہ ہرگز یہ فتوی نہ دیتے

پھر خاکسار کے حق مین ان کا یہ فتوی نہ دینے کی وجہیں (جو قادیانی نے بیان کی ہیں) وہ بھی آپس میں متناقض ومتخالف ہیں۔

وجہ اول: یہ کہ وہ سب مولوی بے دین اور منافق ہیں۔اس وجہ سے مجھ (قادیانی) کو منکر مہدی سمجھ کر کافر وخارج از اسلام قرار دے چکے، مگر یہی بات (انکار اعتقاد آمد مہدی) وہ محمد حسین میں پاتے ہیں تو اسکو کافر وخارج از اسلام نہیں سمجھتے اور اس سے میل ملاقات ترک نہیں کرتے۔

دوسری وجہ اس کی متناقض یہ کہ وہ محمد حسین بٹالوی کو اعتقاد آمد مہدی کا منکر نہیں جانتے بلکہ اسکو اپنا ہم عقیدہ وہم خیال اور اس اعتقاد کا معلم وسرگروہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے اس سے میل ملاقات رکھتے اور اس سے اجتناب نہیں کرتے۔

ان افتراؤں اور بہتانوں کے جواب میں اس سے زیادہ کہنا اور اس پر خارجی دلائل کی شہادت پیش کرنا ضروری نہیں کہ قادیان کے یہ افتراء جو مجھ پر کئے ہیں خواہ علماء اہل افتاء پر، آپس میں متناقض ومتخالف ہیں ان میں سے ایک کو سچا اور صحیح مانا جائے تو اس سے دوسرے کا جھوٹ و افتراء ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً خاکسار کی نسبت جو اول بہتان باندھا گیا ہے کہ یہ شخص دل سے آمد مہدی مذکور کا قائل ومعتقد ہے اور اس وجہ سے علماء کا ہم خیال وسرگروہ مانا جاتا ہے اور گورنمنٹ کے پاس آمد مہدی سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کو دھوکہ وفریب دے رہا ہے، یہ سچ اور صحیح مانا جائے تو پھر اس کے مخالف دوسرا بہتان کہ وہ دل سے مہدی کا منکر ہے اور اس وجہ سے علماء نے اسکو کافر ٹھہرایا صحیح نہیں ہوسکتا اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مانا جائے چنانچہ قادیانی نے اشتہار ے جنوری ۱۹۸۸ء میں اس کو یقینی سچ کہا ہے تو اس صورت میں پہلا بہتان کہ یہ شخص دل سے مہدی کا معتقد ہے ۔اور انکار کرنے سے گورنمنٹ کو دھوکہ دے رہا ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔بحکم عقل اور بشہادت اعتراف قادیانی (جو اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء میں اپنے کہا ہے) مختلف ومتناقض دو اعتقاد ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے اور نیز علماء اور دیگر اہل عقل ایک ہی شخص کو ایک امر کا منکر اور قائل ٹھہرا کر کافر اور مومن بلکہ اہل اسلام کا سرگروہ نہیں کہہ سکتے۔اور ایک امر کے اقبال یا انکار میں راست بازبھی اور دھوکہ بازبھی نہیں ٹھہرا سکتے اگر میں علماء کے نزدیک آمد مہدی کے قائل اور ان کا معلم اور سرگروہ ہوں تو پھر ان کے نزدیک کافر نہیں ہوں۔اور اگر ان کے نزدیک اب منکر ٹھہر چکا اور اس اعتقاد کی تعلیم واظہار سے ان کو دھوکہ دیتا رہا ہوں تو پھر ان کا ہم خیال وسرگروہ نہیں ہوں اور نیز اس صورت میں اس انکار

سے گورنمنٹ کو دھوکہ دینے والا اور منافق نہیں ہوں بلکہ گورنمنٹ کے پاس سچ بولنے والا اور اس کا مخلص وفادار ہوں۔ یہ بات محال اور بحکم عقل ناممکن ہے کہ میں عقیدہ آمد مہدی کے اقرار و اظہار میں سچا ہو کر علماء کا سرگروہ بھی بنا رہوں اور اس میں جھوٹا ہو کر ان کے نزدیک کافر بھی ہوں۔ ایسا ہی یہ ناممکن ہے کہ اس اعتقاد سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کا سچا تابعدار وفادار بھی ہوں اور اس کو دھوکہ دینے والا اور منافق بھی ہوں ایسا ہی جو پرافٹ قادیاں نے اہل افتاء کی نسبت جو اول بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے فہرست ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس شخص (خاکسار) کا اعتقاد آمد مہدی سے انکار دیکھ کر سابق اظہار اعتقاد آمد مہدی میں منافق قرار دیا اور مجھ پر فتوی کفر لگایا صحیح اور سچا تسلیم کیا جائے تو پھر اس کے برخلاف ان پر یہ دوسرا الزام صحیح نہیں کہ انہوں نے وہ فتوی اس شخص (خاکسار) پر نہیں لگایا بلکہ قادیانی کو منکر سمجھ کر اس پر فتوی لگایا ہے۔ اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مان لیا جائے تو پھر پہلا بہتان کہ انہوں نے اس (خاکسار) پر فتوی کفر لگا دیا ہے صحیح نہیں ہوتا۔ یہ دو باتیں بھی عقلاً محال ہیں اور جمع نہیں ہوسکتیں کہ ان علماء نے خاکسار پر فتوی کفر لگا بھی دیا ہے اور نہ بھی لگایا ہو۔

ایسے اس فتوی کے نہ لگانے کی دونوں وجہیں باہم متناقض و متخالف ہیں۔ اگر اول وجہ صحیح تسلیم کی جائے کہ وہ علماء بد دیانت و بیدین ہیں اس خاکسار کو منکر مہدی جان کر پھر بد دیانتی سے مجھ پر فتوی کفر نہیں لگاتے تو اس سے دوسری وجہ غلط ثابت ہوتی ہے کہ وہ علماء اس خاکسار کو منکر مہدی نہیں جانتے اس وجہ سے وہ فتوی کفر نہیں لگاتے۔ اور اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے پہلی وجہ رد ہو جاتی ہے۔

یہ اختلاف بیان پرافٹ قادیان اسکے بہتان ہونے پر کافی دلیل ہے اور ان پر خارجی شہادت کی کچھ ضرورت باقی نظر نہیں آتی تاہم دلائل و شواہد خارجیہ سے اس کا بہتان ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

خاکسار نے ان علماء اہل افتاء سے استفتاء کیا کہ جو فتوی آپ لوگوں نے منکر مہدی کے حق میں دیا ہے، کیا وہ خاکسار کے حق میں دیا ہے۔ اور کیا خاکسار کے کسی کلام میں آپ نے آمد مہدی سے انکار پایا ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے صاف یہ جواب دیا اور فتوی لکھ دیا کہ وہ فتوی ہم نے تمہارے حق میں نہیں دیا کیونکہ تمہارے کسی کلام میں ہم نے آمد مہدی سے انکار نہیں پایا بلکہ وہ فتوی مرزا کے حق میں دیا جسکے رسائل و تصنیفات میں جابجا آمد مہدی موعود سے صریح انکار پایا جاتا ہے۔

اس استفتاء کے ساتھ میں نے ان علماء سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اس انکار کے برخلاف میں نے آپ لوگوں کے سامنے آمد مہدی کے اعتقاد کا اظہار واقرار بھی کیا ہے تو اس کے جواب میں بھی انہوں نے صاف فرمایا کہ تم نے آمد مہدی کے متعلق کبھی اعتقاد کا اظہار بھی ہمارے سامنے نہیں کیا اور کہا کہ مہدی کے متعلق نفیاً یا اثباتاً ہمارے سامنے کبھی تم نے کہیں کچھ نہیں کہا۔ ذیل میں ان علماء کے جوابات بعینہ نقل کئے جاتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

حضرات علماء وقت سے استفسار واستشہاد

جن علماء نے آج کل منکر مہدی موعود کی نسبت فتوی کفر وغیرہ لکھا ہے ان سے استفسار ہے کہ انہوں نے اس فتوے کے لکھنے کے وقت منکر مہدی کس خاص شخص کو سمجھا تھا۔ مرزا غلام احمد کو یا خاکسار مستفسر کو، یا کسی خاص شخص کو بھی نہیں سمجھا۔ صرف فرضی منکر زید عمر کے حق میں وہ فتوی دیا ہے۔ اگر انہوں نے مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا تو اس کی وجہ بیان کریں اور اگر اس خاکسار کو سمجھا تھا تو فرماویں کہ انہوں نے مہدی موعود سے انکار میری زبان سے سنا تھا یا میری کسی تحریر میں پایا تھا اور ایسی کون سی میری تحریر ان کی نظر سے گذری تھی۔

اس استفسار کے مقابلہ میں ان حضرات سے یہ بھی سوال ہے کہ آیا میں نے ان حضرات میں سے کسی صاحب کے پاس ان انکار کے برخلاف اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا، اور ان کو کہا تھا کہ مہدی موعود آئے گا اور وہ عیسائیوں وغیرہ کافروں سے لڑیگا، تم اس اعتقاد پر پختہ رہو، یا یہ اعتقاد لکھ کر ان کو دیا تھا اور خاص کر مولوی احمد اللہ صاحب سرگروہ اہل حدیث ومیونسپل کمشنر امرت سر سے سوال کیا ہے کہ کیا میں نے آپ کے روبرو کبھی یہ کہا ہے کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا اب میں نے ان سے رجوع کر لیا ہے۔ آپ حضرات اراکین دین اور اساطین ملت سید المرسلین ہیں لہذا آپ صاحبوں کے سامنے ادائے شہادت کی ضرورت و وجوب کا بیان کرنا اور آیت و لا تکتموا الشّھادۃ پیش کرنا ضروری نہیں:

المستفسر : ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

الجواب : اس فتوی کی تصدیق کے وقت میں نے منکر مہدی مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا

کیونکہ سائل نے مرزا کو منکر بتایا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب کا مجھے خیال بھی نہیں گذرا تھا۔ میرے روبرو کبھی مولوی ابوسعید محمد حسین نے نہیں کہا کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔ اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

جواب استفسار دوم: ہم کو مولوی محمد حسین نے کبھی نہ زبانی کہا نہ لکھ کر دیا کہ مہدی موعود عیسائیوں سے لڑنے کو آئے گا۔ تم اس بات پر پختہ رہو۔ ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

فتوی معہود کے بارے میں یہ بات کہ مستفتی نے ظاہر کیا تھا کہ برہّما کے علاقہ میں ایک شخص مرزائی امام مہدی کے ظہور سے منکر ہے میں وہاں نوکر ہوں اور یہ بھی اس نے کہا تھا کہ میں بھی پہلے معتقد مرزا تھا اب میں قادیان سے آیا ہوں ان سے بھی بہت سے مسائل پوچھے۔ سو چونکہ اس نے اکثر جواب برخلاف اہل اسلام کے دیئے ہیں اس لئے میں اب اس کا منکر ہوں۔ نیز مولوی محمد حسین صاحب نے قبل از تحریر فتوی معہود کبھی میرے ساتھ در بارہ امام مہدی کوئی بات نہیں کی نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ اور باقی تعیین مصداق فتوی میں، سو یہ کچھ ضرور نہیں۔ فتوی ہر ایک شخص کے حق میں یہی ہوگا، کوئی ہو۔

عبداللہ الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

فتوی مذکور نوشتہ مولوی عبدالحق نزد من مستفتی نہ آوردہ بلکہ مستفتی ہم دست شخصے برمکان نزد احقر فرستادہ زبانی شخص مذکور ہمیں شنیدم کہ قادیانی منکر مہدی موعود است در حق او شہ فتوی است۔ لہذا راقم الحروف ہمراہ انکار مہدی انکار نزول عیسی علیہ السلام و خروج دجال ہم شامل نمود تا کہ بینندہ را واضح شود کہ فتوی درحق قادیانی است کہ منکر ہر سہ قادیانی است لاغیر۔ بالفرض اگر غیر از مرزا کسے دیگر منکر این سہ باشد بر وہم ہمیں فتوی است کہ بر مرزا است۔ باقی مولوی محمد حسین صاحب گاہے نزد احقر نہ ذکر انکار مہدی موعود نمودہ نہ اقرار آں۔ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی رضی اللہ عنہ

فتوی مذکور کے بارہ میں میں نے مفصل اشتہار چھپوایا۔ درحقیقت مستفتی نے مرزا سے سخت تبرا اور انکار ظاہر کیا اور مرزا کو دجال اور دیگر سخت الفاظ سے ذکر کرتا تھا اور کہا کہ فقط مرزائیوں کے اخراج اور اہانت اور تسوید وجہ کے واسطے یہ فتوی چاہتا ہوں کہ مرزائیوں کو افریقہ سے نکال دوں۔ اور مولوی محمد حسین کا نام بھی نہیں لیا۔ رہا مولوی محمد حسین سو اس نے مہدی کے بارے میں اقراراً یا انکاراً ہمارے ساتھ تذکرہ نہیں کیا اور نہ

میں نے مخالف اہل سنت کے کوئی تحریر اس کی دیکھی اور اگر بالفرض مرزا کے سوا کوئی مہدی کے آنے سے انکار کرے تو ہمارا اس پر بھی یہی فتوی ہے جو مرزا کے بارے میں لکھا گیا۔ حررہ عبدالحق غزنوی مباہل قادیانی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت یہ فتوی نہیں لکھا گیا۔ انہوں نے میرے سامنے کبھی مہدی موعود کے آنے سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی تحریر بھیجی ہے جس میں اس اعتقاد کا اظہار ہو کہ میں ایسے مہدی کے آنے کا معتقد ہوں جو عیسائیوں وغیرہ سے لڑنے کے لئے آئے گا تم اس اعتقا پر پختہ رہو، بلکہ مہدی کے بارہ میں کبھی نفیاً واثباتاً ذکر نہیں۔

فقیر غلام محمد بگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور

حامداً ومصلیاً

بندہ کے پاس جو استفتاء در باب مہدی موعود آیا تھا تو بندہ اس کو قطعاً مرزا قادیانی کے باب میں یقین کرتا تھا، اور اسی خیال پر اس کا جواب لکھا گیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے نہ کبھی میں نے زبان سے کچھ سنا اور نہ کسی ان کی تحریر نہ کسی شخص کی تقریر سے انکار مہدی موعود کا معلوم ہوا۔ مگر ہاں جو شخص انکار مہدی کرے گا اس کے باب میں وہ ہی فتوے بندہ کا ہے جو مرزا کے باب میں۔ اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو بندہ کو ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس کا انکار کیا ہو۔

فقط واللہ اعلم: کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نوٹ: اس مضمون کو پڑھ کر بھی کوئی شخص مرزا قادیانی کو راست گو سمجھے اور اس کا معتقد رہے تو جانو کہ اس کے عقل وحواس میں فرق ہے اور وہ دیدہ دانستہ آنکھ بند کر کے قادیانی کی پیروی کرتا ہے اور وہ پیر پرست اور ہٹ دھرم اور معاند ہے اور آیت فمن لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فما لہ من نور کا مصداق ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹۔ص ۲۵۳۔۲۶۸)

# اہلحدیث اور قادیانیت

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث، اہل سنت والجماعت کا ایک قدیم گروہ ہے جیسے حنفی شافعی وغیرہ مذاہب اربعہ۔ان مذاہب کی پرانی کتابوں میں اس گروہ کا ذکر موجود ہے پہلی اور دوسری صدی میں تو یہ اہل ظواہر کہلاتے تھے تیسری صدی میں اہل حدیث کے نام سے موسوم (مشہور) ہوئے اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۸ میں ایک مضمون بعنوان، اہل حدیث قدیم ہیں نہ جدید، شائع ہو چکا ہے جس میں اس فرقہ کے قدیم ہونے کا کافی ثبوت دیا گیا ہے...طالب شائق اس کو ملاحظہ کرے۔

پنجاب و ہندوستان میں نئے فرقے نیچری مرزائی چکڑالوی پیدا ہوئے ،تو قدیم فرقہ اہل حدیث کے حریفوں نے بیچارے اہل حدیث کوالزام دینا شروع کیا اور کہا:

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

وہ کہتے ہیں کہ نیچری مذہب نکلا تو اس مذہب کو انہی لوگوں نے قبول کیا جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور بانی مذہب سر سید خود بھی اہل حدیث تھا۔

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو تو اس کو بھی اہل حدیث کے مولوی حکیم نورالدین بھیروی جمونی اور مولوی احسن امروہی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔

چکڑالوی مذہب نے مسجد چینیا نوالی لاہور میں جو اہل حدیث کی مسجد ہے جنم لیا ہے اور چٹو و محکم الدین وغیرہ کی گود میں نشو ونما پایا۔اور یہی مسجد مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

اس الزام اور سوال مندرجہ عنوان کے جواب میں ہم بڑے دعوی اور بہت زور سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ، مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کچھ تو پرانے مبتدعین معتزلہ خوارج وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں اور کچھ یورپ کے ملاحدہ سے لئے گئے ہیں اور ان مذاہب کو ہندوستان و پنجاب کے جن لوگوں نے قبول کیا ہے ان میں درحقیقت ایک شخص بھی اہل حدیث نہیں تھا۔ اگر کسی کو اہل حدیث ہونے کا دعوی تھا تو صرف زبانی یا برائے نام تھا جو آخر

چھوڑا گیا اور اب چھوڑا جا رہا ہے۔

مذہب اہل حدیث ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول پیروی و اتباع اخبار سید المرسلین ﷺ و آثار سلف صالحین ہے پھر اس کو ایسے مذاہب جن کا اصل اصول صرف رائے اور عقلی ڈھکو سلے ہیں کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

سر سید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات اور ملاحدہ یورپ کے خیالات تھے چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا تو صرف اس مجبوری اور مصلحت کی وجہ سے کہلایا تھا کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے متعصب و بے خبر انگریزوں نے اہل حدیث ہندوستان کو وہابی ٹھہرا کر گورنمنٹ کا باغی قرار دیا تھا سر سید نے قومی حمیت کے جوش میں آ کر ڈاکٹر ہنٹر کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں اہل حدیث کا باغی نہ ہونا بڑے زور سے ثابت کیا اور خود اہل حدیث ہونے کا مدعی بن کر گورنمنٹ پر ظاہر کیا کہ اہل حدیث ایسا وفادار فرقہ ہے جس کا ایک ممبر میں بھی ہوں۔ مگر جب بعض اہل حدیث نے مسائل مخترعہ سر سید کا خلاف مشتہر کیا اور اس کو مسائل نیچریہ قرار دیا تو سر سید نے برملا کہا کہ میں نیچری میرا باپ نیچری دادا نیچری وغیرہ

مرزا کے پیرو مولوی جو کسی وقت اہل حدیث کہلاتے تھے وہ بھی برائے نام اہل حدیث کہلاتے تھے اور در حقیقت وہ ان مسائل اسلام کی وجہ سے (جو مجہول الکنہ ہیں اور عقل انسانی ان کے ادراک سے قاصر ہے) حدیث اور قرآن بلکہ اسلام میں شک اور تردد میں تھے۔ نہ ان کو اس قدر خداداد علم وفہم تھا جس کی مدد سے وہ ان مسائل کو عقل اور فلاسفہ یورپ کے مطابق کر سکتے اور نہ مطابق حقیقی مذہب اہل حدیث کے۔ وہ آنحضرت ﷺ وصحابہ وتابعین وسلف صالحین کی تقلید یا اتباع کے عادی رہے تھے لہذا وہ بحکم۔ گم آن شد کہ دنبال راعی نرفت۔ گم کردہ راہ اور ڈانواڈول تھے۔ پھر جب ان کو سر سید مل گئے تو مسائل مذکورہ اسلامیہ کی تاویل میں ان کے پیرو ہو گئے۔ اور جان و مال سے ان کے انصار بن گئے۔ پھر جب مرزا پیدا ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ عقلی تاویل و تسویل میں وہ سر سید سے بڑھ کر چلتا پرزا ہے تو مذہب اہل حدیث کو جس کی طرف بظاہر منسوب تھے خیر باد کہہ کر مرزائی مذہب میں داخل ہو گئے۔ اور بجائے اہل حدیث اہل قرآن کہلانے لگے۔ انہی کے چیلے چانٹے چکڑالوی کے مقلد ہیں۔ وہ محض جاہل اور کندہ ناتراش ہونے کی وجہ سے برائے نام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ نہ وہ حدیث کا علم رکھتے تھے نہ کسی عقلی علم سے واقف تھے وہ صرف علمائے اہل حدیث کی صحبت میل جول و پیروی سے پانچوں سواروں میں داخل

ہو کر اہل حدیث کہلانے لگے تھے۔ اور در حقیقت بحکم العامی لا مذہب لہ یعنی عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ خود کوئی مذہب نہ رکھتے تھے بلکہ وہ پہلے علمائے اہل حدیث کے مقلد تھے اور بعد میں (جب کہ ان کی بے باکیوں اور خود سریوں کی وجہ سے ان کے علماء نے ان کی سربراہی اور ان کی دست گیری چھوڑ دی، تو خاکی شاہ کی کتیا کی مانند، جو جس کے چوتڑوں کو خاکستر آلودہ دیکھتے اس کے پیچھے ہو چلتے) چکڑالوی کے پیچھے ہولئے اور وہ بھی مرزائیوں کی طرح اہل قرآن کہلانے لگ گئے۔ اور اہل حدیث ہونے سے صاف منکر ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں کوئی منصف مزاج عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ یہ مذاہب باطلہ عقلیہ تاویلیہ مذہب اثری سلفی اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

شائد یہاں سوال ہوگا کہ ہم نے مانا مذاہب نیچری و مرزائی و چکڑالوی مذہب اہلحدیث کی شاخیں نہیں وہ عقلی مذاہب ہیں اور اہل حدیث سلفی واثری مذہب ہے مگر وہ مذاہب باطلہ ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہیں۔ جو لوگ نیچری مرزائی اور چکڑالوی ہو گئے ہیں وہ اگر کسی مذہب حنفی یا شافعی کے مقلد ہوتے تو کبھی نیچری مرزائی چکڑالوی نہ ہوتے۔ اور ترک تقلید کا مسئلہ ہندوستان و پنجاب میں علماء اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے اور عام لوگوں سے جو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے حنفی مذہب کو چھوڑ کر لا مذہب بنا دیا جب ہی وہ ڈانواں دول پھرتے تھے اور جو نیا مذہب نکلتا ہے اس کے پیچھے خاکی شاہ کی کتیا کی مانند چل پڑتے ہیں بھلا اگر چٹو یا محکم الدین اپنے پرانے طریق حنفی پر ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ وہ چکڑالوی بنتے اس صورت میں پھر وہ ہی الزام علماء اہلحدیث کی طرف عاید ہوتا ہے: اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

الجواب۔ یہ سوال اگرچہ بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت وہم و مغالطہ ہے اور اوھن من بیت العنکبوت یعنی مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر۔

بھلا صاحب اگر چٹو اور محکم الدین کو حنفی مذہب کی تقلید سے ہٹا کر علمائے اہل حدیث نے چکڑالوی بنایا ہے تو سراج الحق جمالی یا صابری کو حنفی مذہب اور چشتی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔ یا منشی احمد جان لودہانوی حنفی نقشبندی کے بیٹے افتخار احمد کو حنفی اور نقشبندی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا اور مرزائی بنایا ہے۔

اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے میں نے بعض ہندو تعلیم یافتہ کو اپنے

کانوں سے یہ کہتے سنا ہے کہ کیا مذہب سالا کھانے پینے سے کہیں جاتا رہتا ہے۔ اور انکا یہ عمل بہت لوگوں نے دیکھا ہے کہ اس جانور کے جن کی ان کے مذہب میں ممانعت ہے برملا کباب کھاتے ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دیکھو وہ قطعی محرمات کو استعمال میں لاتے ہیں سونا اور ریشم پہنتے ہیں، داڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں، لبوں کا ایک بال نہیں کٹاتے، لباس انگریزی پہنتے ہیں، بہت لوگوں کو دیکھا جاتا ہے تو ان کی صورت سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی۔ ایک بڑے بھاری تعلیم یافتہ کی ہم کو بسند معتبر چشم دید روایت پہنچی ہے کہ اس نے ایک گورنر کی دعوت میں خنزیر کا گوشت کھایا اور خانساماں کی اطلاع دینے پر بھی اس نے ہاتھ نہ اٹھایا۔ کیا یہ آزادی کسی اہل حدیث کی تلقین کا نتیجہ ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اب تو قیامت کا نمونہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ ہر شخص اس امر کا مختار بن رہا ہے جس کا وہ اہل نہیں۔ ہر شخص کا مذہب اس کی اپنی رائے واجتہاد سراپا الحاد ہے علماء اہل حدیث نے تو کسی کو بھی مذاہب حقہ آئمہ اربعہ سے نہیں ہٹایا اور نہ مطلق تقلید اور مذہب سے آزاد کیا۔ ہندوستان میں عمل بالحدیث کا بیج حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بویا۔ اور اس کا پودا جمایا۔ اور ان کی ذریات آپ کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیزؒ اور آپ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ، اور ان کے نواسے مولانا محمد اسحاقؒ نے اس کو پانی دیا۔ اور آپ کے شاگرد رشید حضرت شیخنا وشیخ الکل مولانا مولوی سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے متواتر آبیاری سے اس کو پکایا اور بارآور کیا اور تمام ہندوستان میں اس کا پھل تقسیم کیا۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اپنی تقریر یا تحریر میں کسی شخص کو پیروی مذہب خاص سے نہیں ہٹایا اور مطلق تقلید سے مطلق العنان نہیں کیا۔ ان حضرات نے جس تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے وہ دو قسم کی تقلید ہے۔ ایک تقلید بمقابلہ نص (آیت وحدیث) ہے۔ دوسری تقلید شخصی جس کو فرض عین سمجھ کر اس کا التزام کیا جاتا ہے۔ اور باوجود ضرورت شدید کسی دوسرے مذہب حق کی پیروی کو جائز نہیں سمجھا جاتا۔

اس دو قسم کی تقلید سے بچ کر جس مذہب پر منجملہ مذاہب اربعہ کوئی چلے اس کو ان حضرات نے نہیں روکا۔ پس واضح ہو کہ جن حضرات نے ہندوستان میں عمل بالحدیث اور نص کے مقابلہ میں ترک تقلید کا بیج بویا ہے ان میں سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں۔ آپ نے مطلق تقلید کو برا نہیں کہا اور اس سے مطلقاً منع نہیں کیا بلکہ ان ہی دو تقلیدوں (تقلید بمقابلہ نص۔ اور تقلید شخصی باعتقاد فرضیت) کو برا کہا ہے اور مطلق تقلید کو واجب کہا اور تقلید محمود قرار دیا ہے

چنانچہ آپ اپنے رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

اعلم ان تقلید المجتهد علی و جهین واجب و حرام فا حد هما ان یکون من اتباع الروا یة و لو دلا لة تفصیله ان الحا مل با لکتا ب و السنة لا یستطیع بنفسه التتبع و الاستنبا ط فکا ن و ظیفته ان یسأل فقیهاما حکم رسو ل الله ﷺ فی مسئلة کذا و کذا فا ذا ا خبر اتبعه سوا ء کا ن ما خو ذاً من صریح نص او استنبا ط منه او مقیساً علی النصو ص فکل ذ لک را جع الی الروا یة عنه صلی الله علیه و سلم و لو دلا لة و هذا قد اتفقت ا لا مة علی صحته قر نا بعد قر ن بل ا لا مم کلها اتفقت علی مثله فی شرا ئعهم و امارة هذا التقلید ان یکو ن عمله بقو ل المجتهد کا لمشرو ط بکو نه موا فقاً للسنة فلا یزال متفحصاً من السنة بقدر ا لا مکا ن فمتی ظهر حد یث یخا لف قوله نبذه و ا خذ با لحد یث و الیه اشار ا لآ ئمة قال الشا فعی اذا صحّ الحد یث فاعملوا به و ا ضربوا کلا می الحا ئط و قال ما لک ما من احد الا و ما خوذ من کلامه و مردود علیه هو الا رسول اللّه ﷺ و قال ابو حنیفه لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی و قال لا تقلد نی و لا تقلدن ما لکاً و لا غیره و خذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتا ب و السنة

و الو جه الثا نی - ان یظن بفقیه انه بلغ الغا یة القصوی فلا یمکن ان یخطیء فهما بلغه حد یث صحیح صریح یخالف مقا لته لم یتر ك او ظن انه لما قلد ه کلفه الله بمقا لته وکان کا لسفیه للحجور علیه فان بلغه حد یث و استیقن بصحته لم یقبله لکو ن ذمته مشغو لة بالتقلید فهذا اعتقا د فا سد و قو ل کا سد لیس له شا هد من النقل و العقل و ما کا ن ا حد من القرو ن السا بقة یفعل ذ لک و قد کذ ب فی ظنه من لیس بمعصو م من الخطا معصو ماً حقیقة اومعصو ماً فی حق العمل بقوله و فی ظنه انّ اللّه تعا لی کلفه بقو له و ان ذمته

مشغولة بتقليده وفي مثله نزل قوله تعالى وانا على آثارهم مقتدون وهل كان تحريفات الملل السابقة الا من هذا الوجه۔

جان لو کہ تقلید کی دوصورتیں ہیں۔ایک صورت میں تقلید واجب دوسری صورت میں حرام ہے۔ واجبی صورت یہ ہے کہ تقلید اس نیت سے ہو کہ جو امر آنحضرت ﷺ سے بطور روایت پہنچا ہو اس کی پیروی کی جائے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب اللہ اور حدیث کا علم نہ رکھتا ہو اس کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ وہ بذات خود کسی مسئلہ کو کتاب اللہ اور حدیث سے تلاش کرے۔اس کا تو یہی کام ہوتا ہے کہ وہ کسی سمجھ دار عالم سے سوال کرے کہ فلاں مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کا کیا حکم ہے پھر جب اس کو خبر ملے تو وہ اس کی پیروی کرے خواہ وہ مسئلہ صریح آیت وحدیث سے لیا گیا ہو خواہ اجتہاد کے ساتھ اس سے نکالا گیا ہو۔خواہ صریح حکم پر اس کا قیاس کیا گیا ہو۔ان سبھی اقسام کے مسائل درحقیقت آنحضرت ﷺ سے روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ایسی تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت محمدیہ کا اتفاق ہو چکا ہے بلکہ پچھلی امتیں بھی اپنی شریعتوں میں ایسی تقلید کے جائز ہونے پر متفق رہی ہیں اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ مقلد کا عمل کسی مجتہد کے قول پر اس شرط سے مشروط کیا گیا ہو کہ وہ قول حدیث کے موافق ہو اور وہ اس خیال سے حتی الامکان حدیث کی تلاش میں لگا رہے پھر جب اس کو کوئی حدیث اس قول کے مخالف معلوم ہو تو وہ اس قول کو چھوڑ دے اور حدیث کو لے لے۔اسی طرف آئمہ مجتہدین اشارہ کر گئے ہیں شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ جب میرے قول کے برخلاف تم کو صحیح حدیث معلوم ہو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار سے دے مارو۔اور مالکؒ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی کلام (مخالف نص) کے سبب ماخوذ نہ ہو۔اور وہ کلام اسی کی طرف پھیرا نہ جائے بجز آنحضرت ﷺ کے (کہ نہ تو ان پر مواخذہ ہے اور نہ ان کی کلام کو پھیرا جاتا ہے) اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے قول کی دلیل قرآن وحدیث سے نہ جانے اس کو لائق نہیں کہ اس قول کے مطابق فتوی دے اور آپ نے فرمایا نہ تو بے دلیل میرے قول کو مانو نہ امام مالک کے قول کو نہ کسی اور امام کے قول کو اور احکام شرعی وہاں سے لو جہاں سے آئمہ نے لئے ہیں یعنی کتاب اللہ و سنت سے (آپ کا یہ قول اس شخص کے حق اور خطاب میں ہے جو کتاب وسنت میں نظر رکھتا ہو

اور وہ فتوی دینے کے لائق ہو)

دوسری صورت جس میں تقلید حرام ہے یہ ہے کہ کسی مجتہد کے حق میں یہ گمان کرلیا جائے کہ وہ اجتہاد میں ایسے نہایت درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ پھر اس سے خطا کا سرزد ہونا، ناممکن ہے۔ پھر ایسے خیال والے شخص کو کوئی صریح اور صحیح حدیث بھی پہنچ جائے جو قول اس مجتہد کے مخالف ہو تو وہ اس قول کو نہ چھوڑے یا وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ جب اس شخص نے اس امام کی تقلید کی تو پھر وہ خدا کی طرف سے فرض ہوگئی اور وہ شخص اس مجتہد کی تقلید میں ایسا ہوگیا جیسے کوئی بے قوف اپنے خداداد مال میں تصرف کرنے سے بحکم قاضی روکا جاتا ہے۔ پھر ایسے اعتقاد والے کو کوئی حدیث پہنچتی ہے تو وہ اس خیال سے کہ اس پر خدا کی طرف سے اس مجتہد کی تقلید واجب ہوچکی ہے اس حدیث کو قبول نہیں کرتا، تو یہ اعتقاد فاسد ہے، عقل ونقل سے اس کی کوئی شہادت نہیں ہے، اور نہ قرون سابقہ میں کوئی ایسا کرتا تھا۔ اس نے ایک مجتہد غیر معصوم کو معصوم سمجھنے سے جھوٹا گمان کیا ہے اور اپنے آپ پر اسکی تقلید فرض ٹھہرانے میں بھی وہ جھوٹا ہوا ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت قرآن نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو جس خیال پر پایا ہم اسی خیال کے پیچھے چلیں گے پچھلے دینوں میں جو تحریف ہوئی ہے اسی اعتقاد سے ہوئی ہے۔

ایسا ہی شاہ ولی اللہ نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے۔ اس میں دوسری صورت تقلید ناجائز کو بیان کرکے آپ فرماتے ہیں:

فانّهم اتّفقوا على جواز تقليد للمجتهد مع العلم بانّ المجتهد يخطى و يصيب مع الاستشرا ف لنص النّبيّ فى المسئلة و العزم على انه اذا ظهر حد يث صحيح خلاف ما قلّد فيه ترك التّقليد و اتّبع الحد يث

تقلید مجتہدین کے جائز ہونے پر اتفاق ہے اس شرط واعتقاد کے ساتھ کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور درست اور ٹھیک بات بھی فرماتے ہیں اور اس شرط کے ساتھ کہ حدیث نبوی کی تاک وجھانک میں لگے رہیں اور اس نیت وعزم کے ساتھ کہ جب اس مسئلہ کے برخلاف جس میں تقلید کرچکے ہوں حدیث صحیح ثابت وظاہر ہوگی اس مسئلہ کو چھوڑ دیں گے اور حدیث صحیح کی پیروی کریں گے۔ (نامکمل)        (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹۔ ۲۵۱ تا ۲۵۶؛ ص ۲۶۹ تا ۲۷۲)

مرزا غلام احمد قادیانی تو اہل حدیث کے سخت مخالف تھے اور جا بجا ان سے بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ آپ اہل حدیث کو آریہ کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت ﷺ سے نہیں رکھ سکتا اور ایسا ہی وہابی بھی نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمانوں کے آریہ ہیں ان میں روحانیت نہیں ہے خدا تعالی اور اس کے سچے رسول سے سچی محبت نہیں ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۵)

مرزا صاحب اپنے مریدوں کو حنفیت کے دائرے میں رکھنا پسند کرتے تھے جیسا کہ حکیم نور الدین کے ساتھ ان کے رویے سے واضح ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ حکیم نور الدین بھیرہ کے ایک معروف حنفی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا بچپن اور جوانی حنفیت کے دائرے میں گذری انہوں نے حنفی اساتذہ مثل مولوی ارشاد حسین رام پوری سے رام پور میں، اور شاہ عبد الغنی مجددی مدینہ منورہ میں کسب علم کیا۔ تکمیل کے بعد آپ حنفیت کے دائرے سے نکل آئے اور عامل بالحدیث ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد نیچریت اختیار کر لی۔ جب مرزا صاحب سے تعلق داری ہوئی تو انہوں نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے اصل کی جانب لوٹ جائیں جیسا کہ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

ابھی امام (مرزا) صاحب بیعت نہ لیتے تھے ان دنوں میں ایک بار مجھ سے کہا کہ تم اشتہار دو کہ میں حنفی ہوں۔ میں نے اشتہار لکھ کر بھیج دیا جس کا یہ عنوان تھا کہ:

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوئد

لیکن پھر جب میں قادیان آیا تو آپ نے وہ اشتہار نکال کر دیا اور کہا کہ اس کو پھاڑ ڈالو۔ میں نے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ حنفی کس کو کہتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو نہیں جانتا۔ امام (مرزا) صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کیا کرتے تھے؟ میں نے کہا جہاں نص پاتے تھے عمل کرتے تھے اور جہاں نص نہ پاتے تھے اجتہاد کرتے تھے۔ فرمایا (مرزا نے) کہ یہی مومن کا کام ہے اور یہی حنفی ہوتا ہے۔ ۱۴ نومبر ۱۸۹۸ء

(اخبار الحکم قادیان ۹ جون ۱۸۹۹ء ص ۱)

# براہین پنجم میں قادیانی کا
## بٹالوی سے خطاب

براہین احمدیہ کی ایک جلد مرزا قادیانی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں تصنیف فرمائی تھی، اور اسے نصرۃ الحق اور براہین پنجم کا نام دیا تھا، یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکی، اور ان کی موت کے بعد قادیانی حضرات نے اکتوبر ۱۹۰۸ء میں بار اول اسے شائع کیا۔ یہ وہی کتاب ہے جس میں مرزا صاحب نے پانچ اور پچاس کے باہم مساوی ہونے کا حسابی کلیہ پیش فرمایا تھا جیسا کہ انہوں سید عبدالحی قادیانی نے روحانی خزائن میں شامل براہین پنجم کے تعارف میں لکھا ہے

> حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوی سے قبل اسلام کی حقانیت قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور نبوت محمدیہ کی صداقت کے اثبات میں پچاس حصوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے پہلے چار حصے ۱۸۸۰،۱۸۸۲ء، اور ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئے۔ ..ان چار حصوں کی اشاعت کے بعد اللہ تعالی کی حکمت مصلحت اور مشیت خاص سے اس کتاب کے بقیہ حصوں کی اشاعت لمبے عرصہ تک ملتوی رہی... البتہ اسلام کی صداقت اور نبوت محمدیہ کی حقانیت پر حضور کی اسّی (۸۰) کے قریب تصانیف منظر عام پر آئیں۔ آخر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود نے براہین کا پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا (یعنی اس سے پہلے پانچواں حصہ لکھا ہوا موجود نہیں تھا جب کہ مرزا ۱۸۸۰ء کے عشرے کے آخر میں کہا کرتے تھے، کہ اب وہ جلد ہی چھپنے والا ہے۔ بہاء)

...(اس کتاب میں) تیسرے نمبر پر مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے بعض ان شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو انہوں نے مسیح موعود کی زلزلوں سے متعلق پیش گوئیوں کے بارے میں شائع کئے تھے (عبدالحی صاحب کی یہ عبارت بھی محض ادعا ہے، کہ شبہات کا ازالہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا کچھ نہیں کر سکے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ازالہ شبہات کی اپنی سی کوشش کی جو ناکام رہی۔ بہا)۔ محمد حسین کے سوالات کے جوابات میں حضور (مرزا) نے وفات مسیح کے مسئلہ پر بھی معقولی اور منقولی رنگ میں بحث فرمائی ہے اور پھر مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ایک طویل عربی نظم رقم فرمائی ہے جس میں حضور نے اپنی صداقت کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں (یہ دلائل مرزا اپنی زندگی میں تو

شائع نہ کر سکے۔محمد حسین بے چارہ بھی کیا کرتا، نہ براہین پنجم مشتمل بر دلائل شائع ہوئی، نہ اس نے دلائل پڑھے، نہ اس کے شبہات دور ہوئے، نہ وہ قادیانی ہوا، اور یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کی تکذیب ہوئی کہ محمد حسین قادیانی ہو جائے گا، اور اس تکذیب کا باعث خود مرزا ہی ہوئے کہ دلائل لکھ کر اپنی بغل میں دبائے رہے۔یعنی اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار لی۔ اور سب جانتے ہیں کہ خود کردہ علاجے نیست۔ بہا)۔

عبدالحی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ مرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ پچاس جلدیں لکھی جائیں، ارادہ کا لکھ دیا ہے جب کہ عبدالحی صاحب کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ بات صرف ارادے کی نہیں تھی بلکہ وعدے کی بھی تھی جیسا کہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا گیا۔

(براہین احمدیہ جلد پنجم۔ص ۹)

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں فرمایا اذا وعد اخلف۔جب وعدہ کرتا ہے، خلاف وزری کرتا ہے۔مرزا نے وعدہ خلافی کے لئے جواز یہ نکالا کہ پانچ اور پچاس کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔لیکن انہیں شائد معلوم نہیں تھا کہ محرم اور مجرم میں بھی ایک نکتہ کا فرق ہے، رحمت اور زحمت، میں ایک لقطہ کا فرق ہے، قرض اور فرض میں ایک نقطہ کا فرق ہے سفر اور سقر میں ایک نقطہ کا فرق ہے اور صل اللہ، اور ضل اللہ میں بھی ایک نقطے کا ہی فرق ہے۔

براہین پنجم میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔پس اس صورت میں اگر خدا تعالی نے اس آفت شدیدہ (زلزلہ) کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔لیکن پیش گوئی کا مطلب یہ نہیں کہ پورے سولہ سال تک ظہور اس پیش گوئی کا معرض التواء میں رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ آج سے ایک دو سال تک یا اس سے بھی پہلے یہ پیشگوئی ظہور میں آجائے۔اور نہ خدا تعالی کا یہ وعدہ ہے کہ میری عمر اسّی (۸۰) سال سے ضرور زیادہ ہو جائے گی

بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الٰہی میں درج ہے اس میں مخفی طور پر ایک امید دلائی گئی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسّی (۸۰) برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴، اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں ۔ (ص ۲۵۹ ضمیمہ براہین پنجم ۔ روحانی خزائن جلد ۲۱)

براہین سے یہ عبارت ہم صرف اس لئے نقل کر دی ہے کہ زندگی کے آخری دور تک مرزا نے چھل فریب ترک نہیں کیا تھا، بات کہتے بھی ہیں اور نہیں بھی کہتے ، ایک بات کہتے ہیں پھر اس کی نفی کر دیتے ہیں، پھر نفی کی بھی نفی کر دیتے ہیں اور قاری کو الجھائے رکھتے ہیں، واضح نہیں کرتے کہ وہ درحقیقت کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مرزا صاحب کی عمر کے متعلق ہم متعدد جگہوں پر گذارشات کر چکے ہیں، یہاں مرزا صاحب کی ایک عربی نظم کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے خادم تحریک ختم نبوت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو خطاب کرتے ہوئے لکھی ہے ۔ براہین پنجم میں مولانا بٹالوی سے مرزا صاحب کا نثری خطاب تو صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہو جاتا ہے جس میں آپ مولانا کے ایک مضمون کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں جو پیسہ اخبار لاہور میں ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا ۔ پھر صفحہ ۳۱۵ سے ۳۳۵ عربی نظم مع اردو ترجمہ لکھی ہے جس میں مولانا بٹالوی کو یوں مخاطب کیا جاتا ہے:

ولولا ثلاث فیک تغلی لجئتنی  فمنھن جھل ثم کبر مثوّر

اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جوش نہ مارتیں تو تو میری طرف آ جاتا ۔ ان میں سے ایک تو جہالت ہے اور دوسری تکبر جو جوش مار رہا ہے ۔

وآخر اخلاقٍ یبید ك سمّھا  ھو الخوف من قومٍ بحمقٍ تنفّروا

اور تیسرا خلق جس کی زہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے وہ اس قوم سے خوف ہے جو بوجہ اپنی حماقت کے نفرت کرتے ہیں

فایّ غبی انت یا ابن تصلّفٍ  تری ثمراتی کلّھا ثمّ تقصر

پس اے لاف وگزاف کے بیٹے! تو کیسا غبی ہے کہ میرے تمام پھلوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے ۔

سیھدیک ربیّ بعد غییٍ و شقوۃٍ  وذلک من وحیی اتانی فاخبر

عنقریب خدا تجھے گمراہی کے بعد ہدایت دے گا ۔ اور یہ مجھے خدا تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہوا ہے پس میں خبر کرتا ہوں ۔ (محمد حسین مرزائی نہیں ہوئے ، پس یہ وحی خدا کی طرف سے نہ تھی ۔ بہاء)

ونحن علمنا المنتھی من ولیّنا  فقرّت بہ عینی وکنت اذکّر

اور تیرا انجام کام مجھے اپنے دوست خدا تعالیٰ سے معلوم ہوا ۔ پس اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں

یاد دلاتا رہا۔

وو اللّٰه لا انسی زمان تعلّق    و لیس فؤا دی مثل ارضٍ تحجّر

اور بخدا میں تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں ۔ اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھریلی ہوتی ہے۔

اری غیظ نفسی لا ثبا ت لغلیه ۔ لموج من الرّ جا فیعلوا و یحدر

اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اس کو کچھ ثبات نہیں ۔ وہ دریا کی اس موج کی طرح ہے جو ایک دم میں چڑھتی اور اترتی ہے )

و ان قلت مرّاً فی کلا م لطا لما    ر أیت ا ذیً منکم و قلبی مکسّر

اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے، تو میں ایک زمانہ دراز سے تم سے دکھ اٹھاتا رہا اور میرا دل چور چور ہے۔

و ما جئتکم الّا من الله ذی العلی ۔ و ما قلت الّا کلما کنت او مر

اور میں خدا تعالی کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے وہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا ہے ( مرزا کے بقول خدا نے فرمایا کہ محمد حسین مرزائی ہو جائے گا۔ محمد حسین مرزائی نہیں ہوا۔ اب یا تو مرزا جھوٹے ہیں یا ان کا ( جو بھی ہے ) خدا جھوٹا ہے جو انہیں جھوٹی باتیں وحی کرتا ہے۔ بہاء )

فا نّا کتبنا فی البرا هین کله    امور علیها کنت من قبل تعثّر

پس ہم نے یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں لکھ دیئے ہیں یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے

و ان کنت از معت النضا ل تهوّراً۔ فنأتی کما یأتی لصید غضنفر

اور اگر تو نے لڑنے کا ہی قصد کر لیا ہے تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے

و انت تظنّ بی الظنو ن تغیظاً    و انّی بر یء من امورٍ تصوّر

اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں مجھ پر کرتا ہے اور میں ان باتوں سے پاک ہوں جو تیرے تصور میں ہیں۔

نز لت بحرّ الداردار مهیمن    و تا للّٰه انّک لا ترا نی و تهذر

میں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں ۔ اور بخدا تو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے

انا اللیث لا اخشی الحمیر و صو تهم    و کیف و هم صدی و للصید از ء ر

میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا۔ اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کے لئے میں نعرے مارتا ہوں۔ ( اور یہ کاغذی نعرے اپنی بغل میں چھپائے پھرتا ہوں کہ کوئی سن نہ لے۔ بہاء )

تبصر و انّ العمر لیس بدا ئم ۔ کلا نا و ان طا ل الز ما ن سیندر

آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اور ہر ایک ہم میں سے اگرچہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مر جائے گا

فا ن کنت جو عان الهد ی فتحرّنا　　　الا اننا نقری الضیو ف و ننحر

پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کر ہم مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور ان کیلئے ذبح کرتے ہیں

اثر ت غباراً لللا ناس لیحسبوا　　　و جودی مضلاً للوری و لیکفروا

تو نے لوگوں کے لئے ایک غبارا اٹھایا، تا میرے وجود کو گمراہ کرنے والا خیال کریں اور منکر ہو جائیں

ابتغی بمکر ك ذلّتی و هلا کتی　　　فذ لک قصد لست فیه مظفّر

کیا تو اپنے مکر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے۔ پس یہ وہ قصد ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا

فد ع ا یأها المجنو ن جهداً مضیّعاً　　　کمثلی نخیل باسق لا یبعکر

پس اے دیوانے اس بے ہودہ کوشش کو جانے دے۔ میرے جیسی بلند کھجور کاٹی نہیں جائے گی۔

یسبّ و ما ادری علی ما تسبّنی　　　أ تطلب ثا راً ثار جدٍ مدّمر

تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے۔ کیا میں نے تیری کسی جد کا خون کیا ہے جس کا پاداش تو لینا چاہتا ہے۔

و انت الذی قلّبت کل جر یمةٍ　　　علیّ کا نّی شرّ ناسٍ و افجر

اور تو تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر الٹا دیئے گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں

اغرّتک دنیا ك الد نیّة زینةً ۔ حذارِ من المو تالذی هو یبدر

کیا تیری ذلیل نیا نے تجھے مغرور کر دیا۔ اس موت سے ڈر جو یک دفعہ تیرے پر وارد ہوگی ( اور ان اشعار کے منظر عام پر آنے سے پہلے ہی مرزا صاحب اچانک چل بسے۔ بہاء )

وما کنت فی ایذاء نفسی مقصّرا ۔ تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست کر کے چلا جاوے۔

و ان کنت تز رینا فنبغی لک الهدی ۔ صبر نا و ان تغری العداء او تهتّر

اور اگر تو ہماری عیب جوئی کرتا ہے تو ہم تیرے لئے ہدایت چاہتے ہیں۔ اور ہم صبر کرتے ہیں اگرچہ تو دشمنوں کو ہم پر اکساوے یا ہماری بے آبروئی کرے۔

تر ید هوا نی کل یومٍ و لیلةٍ　　　و تبغی لو جهِ مشر قٍ لو یغبّر

ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے اور روشن منہ کے لئے تو چاہتا ہے کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے

و ما کنت فی ایذاء نفسی مقصّراً　　　تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اورتو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جسے لگا کر چلا جاوے ۔

و و اللّٰہ ان اجعل علیک مسلّطاً　　　فانّ یدی عمّا یجا زیک تقصر

اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہے گا ۔

ا تتنی امور منک قد شقّ و قعھا　　　علیّ و لا کا لسیف بل بھی ا بھر

بعض باتیں تیری میرے تک پہنچی ہیں جو میرے پر بہت گراں گذریں ۔ نہ تلوار کی طرح ، بلکہ کاٹنے میں اس سے بھی زیادہ ۔

و ان کنت تشتکی فی مقا لۃٍ　فما ھو الّا دو ن سیفً تشھّر

اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بارے میں رنجیدہ ہے تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے ۔

فلا تجزعن من کلمۃٍ قلت ضعفھا　　　و انّک للایذاء با لسوء تجھر

پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس سے دو چند تو کہہ چکا ہے ۔ اور تو ایذا کے لئے کھلے کھلے طور پر ستا تا ہے

ولا تبغ حر زا ت النفوس و ھتکھم۔ و ھل انت الا دودۃ یا مزوِّر

اور تو برگزیدہ انسانوں کی موت اور ہتک کا خواہاں نہ بن ۔ اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا ۔ اے دروغ آراستہ کرنے والے ۔

حسین د فاہ القو م فی دشت کر بلا　　　و کلّمنی ظلماً حسین آ خر

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا ۔

ایا را شقی قد کنت تمد ح منطقی　　　و تثنی علیّ بالفۃٍ و تو قّر

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

و للہ درّك حین قرّطت مخلصاً　　　کتا بی و صر ت لکل ضا لٍ مخفر

اور تو نے کیا خوب میری کتاب براہین کا اخلاص سے ریویو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

قطعت ودا داً قد غر سناہ فی الصبا ۔ و لیس فؤا دی فی الوا د یقصّر

تو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جسکا درخت ہم نے ایام کودگی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں

# افادۃ الافہام

مرزا غلام احمد نے ہندوؤں کیلئے کرشن جی مہاراج ہونے کا دعوی کیا تھا۔لیکن گوپیاں موجود نہ تھیں جو کرشن جی کے نشانات میں سے ہے اس لئے ہندوؤں نے اس دعوی کی طرف توجہ نہ دی۔ اگر مرزا صاحب گنیش جی مہاراج ہونے کا دعوی کر دیتے تو امکان تھا کہ ہندوان کی پذیرائی کرتے کیونکہ ہاتھی کے دکھانے اور کھانے کے الگ الگ دانت ہوتے ہیں اور مرزا صاحب کے پاس بھی براہین کی صورت میں دکھانے اور کھانیکے دانت موجود تھے۔ براہین احمدیہ میں دکھانے کی دانتوں کی موجودگی تحریر ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔



## دکھانے کے دانت

مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادیؒ فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی نے ایک کتاب مسمی بہ، براھین احمدیہ علی حقّیة کتاب اللّٰہ و النّبوّۃ المحمّدیہ ،لکھی جس کے نام سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی حقیت اس میں ثابت کی گئی ہے، اور اس کتاب کی ضرورت اس وجہ سے ثابت کی:

اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ عقل کو بری طور پر استعمال کرنے سے بہتوں کی مٹی پلید ہورہی ہے ...ہمارے زمانے کی نئی روشنی نوآموزوں کی روحانی قوتوں کوافسردہ کر رہی ہے۔انکے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔

سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں کے طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں ..اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفائی باطنی میں ہے ان کے مغرور دلوں سے جاتی رہی جن خیالات کو وہ سیکھے ہیں...وہ اکثر ایسے ہیں جن سے لامذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا اثر ان کے دلوں پر پڑ جاتا ہے..اور فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے ہیں...اور نیز عیسائی دین ترقی کررہا ہے چنانچہ پادری ہیکر نے لکھا ہے کہ ستائیس ہزار

سے پانچ لاکھ تک عیسائیوں کا شمار ہندوستان میں پہنچ گیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے اسکی اصلاح اشاعت علم دین ہی پر موقوف ہے۔ سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کیلئے ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائیگا (اشتہار ضروری ملحقہ براہین)

اور براہین احمدیہ میں ایک اشتہار اس مضمون کا دیا کہ،

میں جو مصنف اس کتاب براہین کا ہوں، یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذاہب اور ملت کے جو حقانیت قرآن مجید اور نبوت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منکر ہیں، اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی بحسب شرائط مندرجہ اس کو رد کرے تو اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا (دیباچہ براہین احمدیہ۔ص ۱۷۔۲۶)

ان تحریروں کے ظاہر کو دیکھ کر کون مسلمان ہوگا جو مرزا پر جان فدا کرنیکو آمادہ نہ ہو جائے اور قرآن شریف کی بھی بہت سی تعریفیں لکھی ہیں چنانچہ (براہین صفحہ ۱۱۰) میں لکھتے ہیں:

قرآن کی تعلیم بھی انتہائی درجے پر نازل ہوئی۔ پس انہی معنوں سے شریعت فرقان مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں اور قرآن شریف کیلئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اسکے بعد اور کتاب آئے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔

اور براہین صفحہ ۱۲۵ حاشیہ میں لکھتے ہیں: وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے۔

اور براہین صفحہ ۱۱۰ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قرآن کا محرف اور مبدل ہونا محال ہے کیونکہ لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں ہزار ہا اس کی تفسیریں ہیں پانچ وقت اس کی آیتیں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کی مدح میں لکھتے ہیں:

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت حقیقت میں خاتم الرسل ہیں (براہین احمدیہ۔ص ۱۱۱ حاشیہ)

نیز لکھتے ہیں: جو اخلاق فاضلہ خاتم الانبیاء کا قرآن میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزار ہا درجے بڑھ کر ہے (براہین احمدیہ۔ص ۵۰۸)

نیز: ہاں ان (نعمتوں) کے حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجہ کامل

محبت بھی شرط ہے۔ تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان ان نوروں سے بقدر استعداد خود حصہ پالیتا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ص ۳۰۱)

پھر مسلمانوں کی بہت تعریفیں کی ہیں:

مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بارے میں بھی پیش کر کے آپ فرما دیا ما یبدئ الباطل و ما یعید.. جب ان ایام میں کہ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی تعلیم توحید میں کچھ تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی تو اب کہ جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہے، کیونکر تزلزل ممکن ہے۔ (براہین احمدیہ۔ص ۱۱۱ حاشیہ)

اور لکھتے ہیں: عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کو ناممکنات ظاہر کر کے ان کے پیرؤوں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں مگر محمدیوں کیساتھ ایسا کرنا ان کیلئے ٹیڑھی کھیر ہے۔

اہل اسلام نے جب دیکھا کہ مرزا قادیانی اسلام کے ایسے خیرخواہ ہیں کہ اپنی جائیداد تک راہ خدا میں مکفول کر دی اور ایسی کتاب لکھی کہ جس کا جواب کسی دوسرے دین والے سے نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کے معتقد ہو گئے۔

اگرچہ اس کتاب کو لاجواب بنانے والے شروط کی جکڑ بندیاں ہیں جن کو علماء جانتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہمارے دلائل کو نمبروار توڑے اور اس پر تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کریں کہ ایفائے شرط جیسا کہ چاہیے تھا، ظہور میں آ گیا، اور اپنی کتاب کے دلائل معقولہ جیسے ہم نے پیش کئے ہیں پیش کریں یا اس کا خمس ورنہ بصراحت تحریر کرنا ہوگا کہ بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور ہے۔ پھر اس میں اقسام کے صنف بیان کئے اور یہ شرط لگائی کہ ہر صنف میں نصف یا ربع دلائل پیش کرنا ہوگا۔ غرض ایسے قیود و شروط اس میں لگائے کہ ۶۵ صفحے کا اشتہار ہو گیا۔ ان شروط کے دیکھنے کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی شخص بتوقع انعام اس کے رد کا ارادہ کر سکے۔ اسی بھروسہ پر انہوں نے جائیداد مکفول کر کے مفت کرم داشتن کا مضمون پورا کیا۔ مگر جاہلوں میں تو نام آوری ہوگئی کہ مرزا قادیانی نے ایسی کتاب لکھی کہ آج تک نہیں لکھی گئی۔ اس لئے کہ غالباً کسی کتاب کے جواب پر اتنا انعام مقرر نہ ہوا ہوگا۔ مرزا قادیانی نے ایسے اعلیٰ درجہ کی یہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں۔ تمام مسلمانوں میں ان کی اور ان کی کتاب کی ایسی مقبولیت ہوگئی کہ تین چار روپیہ کی کتاب پچیس پچیس روپیہ دے کر لوگوں نے لے لیا اور امراء

نے جو بطور انعام یا طبع کتاب کے لئے دیا وہ علیحدہ ہے۔

ہر چند مرزا قادیانی نے تصریح کی کہ یہ کتاب صرف قرآن شریف اور نبی کریم ﷺ کی نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھی گئی مگر بحث نفس الہام اور مطلق نبوت کی چھیڑ دی۔ گویا روئے سخن آریہ اور برہموسماج کی طرف ہے جو منکر الہام و نبوت ہیں اور یہ ثابت کیا کہ عقل سے کچھ کام چل نہیں سکتا جب تک وحی الٰہی نہ ہو، نہ واقعات گذشتہ معلوم ہو سکتے ہیں نہ کیفیت حشر وغیرہ نہ مباحث الہیات، پھر یہ ثابت کیا کہ وحی قطعی چیز ہے، جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور اس پر زور دیا کہ وحی اور الہام ایک ہی چیز ہے اور اس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

کیا سرمایہ خدا کا خرچ ہوگیا، یا اس کے منہ پر مہر لگ گئی یا الہام بھیجنے سے عاجز ہوگیا۔

اور رسالت میں بھی عام طور پر گفتگو کی کہ:

وہ ہر شخص کو نہیں مل سکتی بلکہ حسب قابلیت بعض افراد کو ملا کرتی ہے،

دیکھئے ابتدائی دعویٰ اثبات نبوت خاصہ اور کلام خاص یعنی قرآن شریف کا تھا اور ثابت یہ کیا کہ خاص خاص لوگوں کو نبوت ملا کرتی ہے اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اب ان کو یہ دعویٰ ہے کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے اور اپنے پر جو وحی ہوا کرتی ہے وہ لوگوں پر حجت ہے۔ یہ اسی تخم کا پھل ہے جو براہین میں بویا گیا تھا۔ پھر بہت سے الہام اس میں ذکر کئے ہیں ان میں بعض خوش کن جیسے:

وقت نزدیک رسید کہ پائے محمدیاں بر منار بلند محکم افتاد

اور بعض غرض کتاب سے بے تعلق جیسے:

یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الی ؛ و کذ لک مننا علی یوسف لنصرف عنه السوء ؛ یا احمد انا اعطینا ك الکو ثر ۔ ؛ محمد رسول الله و الذین معه... ا لآ یه ، ؛انّا فتحنا لک فتحاً مّبیناً لیغفر لک اللّه ما تقدّ م من ذنبک و ما تاخّر (براہین احمدیہ۔ ملخص ص ۲۳۸ تا ۲۴۲)

اور جس نبی کا نام الہام میں ذکر کیا، ترجمے میں لکھا کہ اس سے مراد میں ہوں۔

چونکہ مرزا قادیانی نے آریہ وغیرہ کو مخاطب کیا تھا اس لئے علماء نے خیال کیا کہ اسلام کی جانب سے اس وقت وہ برسر مقابلہ ہے اور مبارزت کے وقت حریف پر رعب ہونے کی غرض سے اپنے افتخار اور الحرب خدعة کے لحاظ سے خلاف واقع بھی کچھ بیان کرنا شرعاً وعقلاً جائز ہے۔

اگران تدابیر سے خصم پر غلبہ ہو جائے اور وہ نفس الہام کو مان لے اور قرآن پر ایمان لائے تو ایک بڑا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ رہی افراط وتفریط جو مرزا قادیانی کے کلام میں ہے اس کی اصلاح ہو رہے گی اور نیز مرزا قادیانی نے یہ طریقہ بھی اس میں اختیار کیا کہ الہاموں میں خوب ہی تعلیاں کر کے آخر میں لکھ دیا: یہ سب ہمارے نبی کریم ﷺ کے طفیل اور عنایت اور اتباع کے سبب سے ہے۔

جس سے مسلمانوں نے یہ خیال کرلیا کہ جب اتباع کی وجہ سے ایسے کمالات حاصل ہو سکتے ہیں تو خود آنحضرت ﷺ کے کمالات کس درجے کے ہوں گے۔ غرض اس قسم کے اسباب سے کسی کو ان کے رد کی طرف توجہ نہ ہوئی اور انہوں نے دل کھول کے الہام لکھ ڈالے اور اپنے الہامی کارخانے کی بنیاد بخوبی قائم کرلی۔ اگرچہ یا عیسی انّی متو فّیک کے الہام سے انہوں نے اپنا مقصود ظاہر کر دیا تھا کہ خدا نے مجھے عیسی کہہ کے پکارا مگر لوگوں کو یہ دھوکہ ہوا کہ محمد رسول اللہ وغیرہ بھی الہاموں میں شریک ہیں اور اس کے معنی وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ان سے مثلیت عامہ مراد ہے جیسے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل میں ہے۔ پھر جب ان کو دعوی ہی نہیں تو جواب کی کیا ضرورت۔ ظاہری عبارتوں کو فضول یا لغو سمجھ کر علماء نے التفات نہ کیا۔

ہر چند براہین احمدیہ میں سب کچھ کہہ گئے مگر اس ہشیاری کے ساتھ کہ کسی کو رد کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے اور عیسویت کے دعوی سے تو ایسی تبری کی کہ کسی کے خیال میں بھی نہ آئے کہ آئندہ وہ اس کا دعوی کریں گے۔ چنانچہ (براہین۔ص ۵۰۵۔۵۰۶ میں) لکھتے ہیں۔ الہام:

عسی ربّکم ان یّر حمکم و ان عد تم عد نا و جعلنا جھنّم للکا فرین حصیراً ، خدا تعالی کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف و احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالی مجرمین کیلئے شدت اور..قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کریں گے اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست و

نابود کر دے گا اور یہ زمانہ اس زمانے کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے۔ یعنی اس وقت جلالی طور پر خدا تعالی اتمام حجت کریگا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر یعنی رفق واحسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔،

مرزا قادیانی نے اس الہام کے معنی میں صاف وصریح طور پر یہ بتلا دیا کہ عیسی موعود آئندہ آنے والے ہیں اور میں عیسی موعود نہیں ہوں ۔ بلکہ بطور پیش خیمہ ہوں اور ان کی سواری نہایت کروفر سے آئے گی اور گمراہی کو وہ بالکل نیست ونابود کر دیں گے۔ اب دیکھئے کہ براہین احمدیہ میں کیسے حزم واحتیاط سے کام لیا اور کس طرح پہلو بچا بچا کر گفتگو کی کہ کسی کو پتا ہی نہ لگے کہ آئندہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ پھر جب وہ کتاب تمام ہوگئی اور خالی الذہن علماء نے اس کی توثیق بھی کی اور بہت سے مسلمانوں نے ان کو اپنا مقتداء مان لیا جس سے پورا اطمینان ان کو ہو گیا اور رقم کافی اس کتاب کی بدولت مل گئی۔ اس وقت آریہ وغیرہ کو چھوڑ کر مسلمانوں پر الٹ پڑے اور ان کو پکڑ لیا کہ تم سب نے میری کتاب کی توثیق کی ہے اور مجھے عیسی موعود مان لیا ہے۔ آپ اگر انکار کرو گے تو تم سب کافر ملعون بے دین دوزخی ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی آنکھ کھلی کہ یہ کیا ہو گیا ہم نے تو براہین احمدیہ کو یہ سمجھا تھا کہ اس سے کافر مسلمان ہوں گے نئی روشنی والے فلسفہ کی ظلمت سے نکل کر اپنے قدیم دین کی تصدیق کریں گے مگر وہ تو مسلمانوں ہی کو کافر بنانے لگی۔

ہماری وہ ساری خوشیاں اور انتظار کہ کفار پر حجت قائم ہوگئی اب وہ مسلمان ہوئے جاتے ہیں اور پادری مسلمان ہو کر گورنمنٹ پر اثر ڈال دیئے ہیں، سب خاک میں مل گئے۔ ہزارہا روپیہ برباد گئے شیخ چلی سمجھے گئے اور ہوا یہ کہ الٹے ہم ہی کافر بنائے گئے۔ کیا اتنا روپیہ ہم نے اس واسطے خرچ کیا تھا کہ کافر بنائے جائیں؟ مگر اب کیا ہوتا ہے۔

جب مسلمانوں نے مرزا قادیانی سے پوچھا کہ حضرت آپ تو براہین احمدیہ میں تمام انبیاء کے مثیل تھے جن میں ایک عیسی بھی ہیں اور اس کی تصریح بھی کی تھی کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں عیسی بڑی شان وشوکت سے تشریف فرما ہوں۔ پھر عیسی کے مثیل وغیرہ ہونے کی تخصیص کیسی؟ تو اس کے جواب میں (ازالہ اوہام۔ص ۲۳۱ میں) فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ میں صاف طور پر اس کا تذکرہ کیا تھا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی مسیح ہے جس کی اللہ ورسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ ہاں اس بات کا انکار نہیں کہ شاید پیش گوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی مسیح موعود بھی آئندہ پیدا ہوا۔ مگر فرق

اس وقت کے بیان میں براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اس قدر ہے کہ اس وقت بباعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا۔

براہین احمدیہ کے الہام میں اجمال یہ تھا کہ مسیح خود آ کر گمراہی کے تخم کو نیست و نابود کر دیں گے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیح مر گئے اب نہ وہ آئیں گے اور نہ گمراہی کو مٹائینگے اور ان کی جگہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس اجمال و تفصیل کا سمجھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں کیونکہ اجمال و تفصیل میں مطلب دونوں کا ایک ہوا کرتا ہے اور یہاں تباین و تناقض ہے۔ نیز (ازالہ۔ص ۱۹۸) میں لکھتے ہیں:

میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدے کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔ سو ظاہر اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں۔ یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے۔ صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدائے تعالی سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعوی نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی نے براہین میں ایک خاص الہام و ان عدتم عدنا کا اس غرض سے بیان کیا تھا کہ اگر مرزا قادیانی کی بات لوگ نہ مانیں تو جب حضرت عیسی جلالی طور پر آئیں گے تو وہ لوگ معذب ہوں گے۔ معتقدین نے اس کو یہی سمجھا کہ مثل دوسری وحیوں کے مرزا قادیانی پر یہ وحی بھی ہوئی ہے کیونکہ اس وقت انہوں نے کوئی اشتباہ اس میں بیان نہیں کیا اور نہ یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی طرف سے مقلدانہ بیان کرتا ہوں اور ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں کہ وہ ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے لکھا تھا یعنی وہ الہام و وحی نہ تھی۔ اگر فی الواقع وہ وحی تھی تو جو دعوی مرزا قادیانی اب کر رہے ہیں کہ عیسی مر گئے اور میں ہی مسیح موعود ہوں، اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اپنے خدا کی تکذیب کر رہے ہیں جس نے پہلے وحی بھیجی تھی اور نیز ان کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی طرف سے لکھ دیا تھا جھوٹ ثابت ہوگا حالانکہ جھوٹ کہنے کو انہوں نے شرک لکھا ہے اور نیز یہ کہنا کہ ملہم اپنی خودی سے کچھ کہہ نہیں سکتا خلاف واقع ہے، اس لئے کہ ازالہ اوہام کی تقریر سے ثابت

ہے کہ وہ الہام اپنی خودی سے بنا لیا تھا اور اگر فی الواقع وہ الہام نہ تھا تو براہین احمدیہ میں اس کو الہاموں میں داخل کرنا خلاف واقع اور اس کے الہام ہونے کا دعوی جھوٹا تھا۔ غرض ان دونوں کتابوں سے ایک کتاب جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور علی سبیل البداہت دونوں کتابیں ساقط الاعتبار ہوگئیں جس سے مرزا قادیانی کے کل دعاوی قطعاً بے اعتبار ہو گئے۔

الحاصل جو ازالہ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو براہین میں لکھا تھا وہ مشہور اعتقاد کے لحاظ سے تھا، اس سے ظاہر ہے کہ براہین میں یہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جس سے لوگوں کو توحش ہو اور مقصود فوت ہو جائے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی بہت سی تعریفیں بھی کیں کہ قیامت تک وہ مشرک نہیں ہو سکتے تاکہ اس قسم کی ابلہ فریب چالوں سے جب وہ پورے طور سے اپنے دام میں آ جائیں گے اور اپنے نامزد ہونے کی وجہ سے زوجیت متحقق ہو جائے گی تو خود ان کو دوسری طرف جانے سے حیا مانع ہوگی کیونکہ (براہین احمدیہ۔ ص ۴۹۷ میں) یہ الہام لکھتے ہیں یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنی اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع ہو رفیق ہے جنت میں۔ انتہی

مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں سوائے عیسویت کے اور بہت سے امور کی بنیادیں ڈالیں جو مختصراً یہاں لکھی جاتی ہیں:

۱۔ اپنی ضرورت اس الہام سے ففھمنا ھا سلیمان و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علواً (براہین۔ ص۵۶۲) جس کا مطلب یہ بتایا کہ طریقہ حال کے لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اس عاجز سے پوچھ لیں۔

ابھی (براہین ص ۱۱۰ حاشیہ وغیرہ) کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ہے کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں اور مسلمان قیامت تک گمراہ اور متزلزل نہیں ہو سکتے۔ پھر مرزا قادیانی کی کیا ضرورت۔ قرآن و حدیث سے جو طریقہ معلوم ہوا وہ تو ظاہر ہے۔ اب نیا طریقہ سوائے اس کے کہ مرزا قادیانی اپنی طرف سے ٹھہرائیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ طریقہ دین سے خارج ہوگا تو باطل ہے اور اگر داخل ہوگا تو بہتر مذہب میں سے کوئی مذہب ہوگا۔ پھر مرزا قادیانی کے اس طریقے کو بتلانے کی ضرورت ہی کیا اور اس مدت میں سوائے عیسویت یا اس کے لوازم و مناسبات کے کوئی تصنیف دیکھنے میں ہی نہ آئی جس سے معلوم ہوا کہ مقصود عیسویت سے کیا ہے اور اس میں کون سی تحقیقات کی گئی۔

۲۔ وحی کا اپنے پر مستقل طور سے اترنا اس الہام سے قل انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ (براہین احمدیہ۔ص ۵۱۱) یعنی اللہ نے فرمایا کہ کہو مجھ پر وحی آتی ہے۔

۳۔ جو وحی اترتی ہے اس کو امت میں رواج دینا و اتل علیھم ما او حی الیک من رّبّک (براہین احمدیہ۔ص ۲۴۳) یعنی تجھ پر جو وحی تیرے رب کی طرف سے اترتی ہے وہ ان کو پڑھ کر سنایا کر۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کا انتظار ہے مرتے ہی ان کے خلیفہ تمام وحی متلو کو جمع کر کے فرمائیں گے کہ جس طرح قرآن مجید محمد ﷺ کی وفات کے بعد جمع ہوا اسی طرح یہ نیا قرآن ان کے بعد جمع کیا گیا اور اس کا منکر کافر ہے۔ مسیلمہ کذاب چونکہ قتل کیا گیا اور اس کی امت بھی مقتول ومبذول ہوئی اس لئے اس کا قرآن جس کو اس کی امت نے قبول کر لیا تھا باقی نہ رہا مگر مرزا قادیانی کا قرآن تعجب نہیں کہ باقی رہ جائے۔

۴۔ اپنا کعبہ جدا، اس الہام سے فا تّخذوا من مّقا م ابرا ھیم مصلّی (براہین ص ۵۶۱) اور اس الہام سے الم نجعل لک سھو لۃ کل امر ببیت الفکر و بیت الذ کر و من دخلہ کا ن آ مناً (براہین احمدیہ۔ص ۵۵۸)۔ یعنی جو ان کے گھر میں داخل ہوا وہ امن والا ہے اور وہ مقام ابراہیم ہے۔ اس کو مصلی بناؤ۔ یہ دونوں آیتیں کعبہ کی شان میں اتری ہیں۔

اس الہام میں سہولت کا جو ذکر ہے اس سے بڑھ کر کیا سہولت ہوگی کہ صد ہا ہزار ہا روپئے صرف کر کے سفر کی مشقتیں اٹھا کر مکہ شریف کو جانا پڑتا تھا۔ جب مرزا قادیانی کا گھر ہی کعبہ ٹھہر گیا تو وہ سب مشقتیں جاتی رہیں اور صرف زر کثیر کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے مرزا قادیانی نے حج کیا نہ اب اس کی ضرورت ہے اور ان کی امت کو یہ سہولت ہوگئی کہ دسمبر کی تعطیل میں جو معمولاً مجمع مریدوں کا قادیان میں ہوتا ہے وہی اجتماع حج ہو اور دسمبر ذی الحجہ قرار پایا جائے۔ ابرہہ کے کعبہ کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جو مرزا قادیانی کے کعبہ کو حاصل ہے اسلئے کہ وہ ایک ایسے زمانے میں بنا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور ظہور حق کا زمانہ بہت قریب تھا، اس وجہ سے وہ تباہ ہوا مرزا قادیانی کا کعبہ ایسے زمانے میں بنا ہے کہ اس سے قیامت قریب ہے جسکے آثار و علامات میں ایسی چیزوں کا وقوع ضروری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کعبہ دیرپا رہے گا۔

۵۔ خلافت الٰہی جو آدم کو دی گئی تھی، اپنے لئے مقرر ہونا ذیل کے الہاموں سے ثابت کرتے ہیں:

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۷)

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۵ میں لکھتے ہیں: وہ آدم جس کا نام ابن مریم بھی ہے بغیر

وسیلے ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا۔اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین (ص۴۹۲) میں درج ہو چکا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔

۶۔اپنے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت اس الہام سے:

اعمل ما شئت فا نی قد غفرت لک (براہین احمدیہ۔ص ۵۶۱) یعنی اب جو جی چاہے کر تیری سب گناہوں کی مغفرت میں نے کر دی۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کے روز جب اہل محشر بغرض شفاعت انبیاء کے پاس جائیں گے تو وہ سب اپنے اپنے گناہوں کا ذکر کر کے کہیں گے کہ آج محمد ﷺ کا کام ہے۔اسلئے کہ ان کے گناہوں کی مغفرت پہلے سے ہو چکی ہے۔اس الہام کی ضرورت مرزا قادیانی کو بہت تھی اس لئے کہ پیش گوئیوں میں انہوں نے بہت سی بدعنوانیاں کیں، داؤ پیچ کیئے، عہد شکنی کی، دھوکے دیئے، جھوٹ کہے، افتراء کیا، جھوٹی قسمیں کھائیں۔غرض کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جیسے رسالہ الہامات مرزا (مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری) میں مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالی اس کتاب میں بھی متفرق مقام سے معلوم ہوگا۔باوجود ان حالات کے مرزا قادیانی کے امتیوں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہ آیا، اس لئے کہ ان کے گناہوں کی مغفرت تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔

۷۔ان کے امتی کا جنتی ہونا اس الہام سے:

یا احمد اسکن انت و زوجک الجنّۃ نفخت فیک من لّد نّی روح الصّدق (براہین ص ۴۹۷۔۴۹۸) یعنی اے احمد تو اور تیری زوجہ جنت میں رہو۔میں نے تجھ میں صدق کی روح اپنی طرف سے پھونک دی۔

اور زوج سے مراد تابع اور رفیق بتلایا۔اب مرزا قادیانی کی امت کو کس قدر خوشی ہوگی کہ وہ ام المومنین کے مقام میں ہو کر مرزا قادیانی کے ساتھ جنت میں عیش کریگی۔اگرچہ ظاہر الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باغ میں اپنی زوجہ کے ساتھ رہنے کا انہیں حکم ہے، مگر چونکہ یہ سنا نہیں گیا کہ کسی باغ میں وہ امت کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے اس حکم کا یہی مطلب ہوگا کہ اس عالم میں ساری امت کے ساتھ جنت میں رہیں اور ممکن بھی ہے کہ اس عالم میں قلب ماہیت ہو کر مرد عورتیں بن جائیں۔غرض حوصلہ افزائیاں ایسے ہی وعدوں سے ہوا کرتی ہیں۔

۸۔ان کی امت پر عذاب نہ ہونا اس الہام سے:

ما کا ن اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم (براہین احمدیہ۔ص۵۱۴)

تو جس قوم میں ہے اس پر اللہ عذاب نہ کرے گا۔

اور اس الہام سے: وما ارسلناك الا رحمۃً للعالمین (براہین احمدیہ۔ص ۵۰۶)
یعنی ہم نے تجھ کو عالمین کے واسطے رحمت بھیجا اور۔

۹۔ مسیح کا اپنی اولاد میں ہونا اس الہام سے: یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۷) یعنی اے مریم تو اور تیرا زوج جنت میں رہو۔

اور اس اجمال کی تفصیل (ازالہ اوہام۔ص ۴۱۸ میں) یوں کرتے ہیں کہ:

اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذات میں ہے۔جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔
کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا گیا۔

مقصود یہ کہ مسیحیت کا خاتمہ مرزا قادیانی پر ہونے والا نہیں یہ سلسلہ ان کی ذریت میں بھی جاری رہے گا بلکہ مرزا قادیانی کی تقریر سے تو ظاہر ہے کہ مسیح موعود ان کی اولاد ہی میں ہوگا کیونکہ (ازالہ اوہام۔ص ۲۶۱ میں) لکھتے ہیں:

اس بات کا انکار نہیں کہ شائد پیشگوئیوں کے ظاہر معنی کے لحاظ سے مسیح موعود آئندہ پیدا ہو

یہ مضمون کہ ذریت میں ان کے کوئی مسیح ہوگا الہام کے اشارۃ النص سے نکالا گیا کہ جب مرزا قادیانی مریم ہوئے تو ابن مریم بھی کوئی ضرور ہوگا۔یعنی مرزا قادیانی کا لڑکا اور عبارۃ النص سے ظاہر ہے کہ مرزا جنت میں کبھی مریم بنے رہیں گے اور کبھی آدم یعنی مرد اور عورت اور امت کبھی زوج ہوگی کبھی زوجہ۔اس لئے کہ وہ زوج سے مراد تابع اور رفیق فرماتے ہیں۔اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے لیکن بہرحال دونوں صورتیں ان کی امت کے لئے بشارت سے خالی نہیں۔

جب براہین میں لوگوں نے یہ الہام دیکھا ہوگا کہ اللہ ان کو یا مریم فرماتا ہے تو کسی کو یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ مرزا آئندہ چل کر اس الہام سے سلسلہ عیسائیوں کا قائم کرلینگے۔غرض کسی نے اس کو مہمل سمجھا ہوگا اور کسی نے کسی قسم کی تاویل کرلی ہوگی۔مگر مرزا نے اس وقت اپنے دل کا بھید اور مقصود نہیں بتایا۔اسی طرح اور الہاموں کا بھی حال سمجھ لیا جائے مگر مرزا نے ان تمام الہاموں کے مجموعے کو عیسویت کا دعوی کر کے ازالہ اوہام میں پیش کر دیا کہ وہ سب اہل اسلام کے مقبولہ ہیں

ان تمام کاروائیوں کے بعد کیا عقلاً پھر یہ بات پوشیدہ رہے گی کہ براہین احمدیہ کس غرض سے تصنیف کی گئی تھی۔علانیہ کہا جاتا ہے کہ وحی مستقل،کعبہ مستقل،خلافت الہی مستقل،مغفرت جملہ معاصی حاصل،ساری امت اپنی جنتی،غرض جتنے امور کلیہ مرغوبہ پیش نظر تھے سب اس میں طے

کر دیئے گئے۔ ایک مدت تک مرزا قادیانی چپ چاپ طبیعتوں کا اندازہ کرتے ہوئے ہوشیاری سے قدم جماتے جاتے تھے اور ادھر لوگ اس غفلت میں کہ آخر الہام بھی مرتاض لوگوں پر ہی ہوا کرتے ہیں اور اس کا ظاہری معنوں پر حمل کرنا بھی ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ خواب کی سی کوئی تعبیر کر لی۔ مگر مرزا قادیانی نے نبوت کے دعوی کے ساتھ جب وہ تمام دعوے شروع کر دیئے اس وقت لوگ چونکے اور جن کو خاتم النبیین سے تعلق باقی رکھنا منظور تھا وہ علیحدہ ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ علماء نے جب تک دین کا فائدہ خیال کرتے تھے مصلحتاً ان کے الہاموں کی تکذیب نہیں کی جیسا کہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۱۹۱ میں) لکھتے ہیں:

> تعجب ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان تمام الہاموں کی اگر چہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل و جان مان چکے ...مگر ان کو بھی منکرانہ جوش دل میں اٹھتا ہے۔

تعجب کی کوئی بات نہیں، اس وقت یہ خیال جما ہوا تھا کہ مرزا قادیانی سچ مچ مسلمانوں کی طرف سے کفار کا مقابلہ کر رہے ہیں اس لئے ان الہاموں کو مصلحتاً دائرہ امکان میں داخل کر دیا۔ مگر وہ امکان ایسا ہے جیسے کروڑ سر کا آدمی پیدا ہونا ممکن ہے، جس کا بدل و جان ماننا ممکن نہیں۔ پھر جب مرزا قادیانی کا حال معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اسلئے ان کو بھی مثل تمام مسلمانوں کے انکار کا جوش پیدا ہو گیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ کہ باوجود ان تمام دعووں کے مرزا قادیانی نے نبوت مستقلہ کا دعوی نہیں کیا اور اپنی نبوت و رسالت کو ظلی بتاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ یقین کیونکر کیا جائے کہ استقلال کا دعوی ان کے پیش نظر نہیں ہے۔ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں بھی تو کوئی دعوی نہ تھا۔ صرف تمہید ہی تمہید تھی۔ مگر جب موقع مل گیا تو وہ سب تمہیدات دعووں کی شکل میں آ گئے۔ اسی طرح بحسب ضرورت باقی دعوی بھی وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے جائیں گے اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ ان تمام دعووں میں کہیں بھی ظلیت کا نام نہیں لیا گیا۔ چونکہ مقصود کامیابی ہے سو وہ لفظ طفیلیت کی بدولت ہو رہی ہے۔ اگر مستقل نبوت کا دعوی کریں تو اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کہیں کل تمہیدات اور بنی بنائی بات بگڑ نہ جائے کیوں کہ اس پر کوئی مسلمان راضی نہ ہوگا کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کوئی مستقل نبی ہو اور بظاہر یہ بھی ممکن نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرے فرقے والا ان کی نبوت کی تصدیق کرے۔ اس لئے کہ ایک مدت دراز سے اشتہارات اور کتب شائع کر

رہے مگر اب تک کوئی عیسائی یا ہندو قادیانی نہیں سنا گیا۔ یہ تو آخری زمانے والے مسلمانوں ہی کی قسمت ہے جو جوق در جوق کھینچے جاتے ہیں۔

غرض جب انہوں نے دیکھا کہ ایک بنی بنائی امت صرف لفظ طفیلی اور ظلی کہہ دینے سے اپنی امت ہو جاتی ہے تو اس لفظ کے کہنے سے کیا نقصان بلکہ اس قسم کے اور کئی الفاظ کہہ دیئے جائیں تو بھی کیا قباحت۔ اسی وجہ سے (ازالہ اوہام۔ص ۱۳۷ میں) لکھتے ہیں کہ:

ایک لفظ قرآن کا کم وزائد نہیں ہوسکتا۔

اور (ازالہ اوہام۔ص ۱۳۷ میں) لکھتے ہیں:

کوئی ایسا الہام نہیں ہوسکتا جس سے قرآن میں تغیر ہو۔

اسی قسم کی اور عبارتیں بھی ہیں جن سے کمال درجہ کا تدین نمایاں ہے مگر چونکہ اغراض ذاتی ثابت کرنے میں اکثر قرآن وحدیث کی مخالفت کی ضرورت پڑتی تھی، اس لئے یہ قاعدہ قرار دیا جو (ازالہ اوہام۔ص ۱۳۹ میں) لکھا ہے:

کشف سے معانی قرآن نئے طور سے کھلتے ہیں تو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔

اب قرآن میں کمی وزیادتی کی ضرورت ہی کیا؟ آسان طریقہ نکل آیا کہ جو آیت قرآنی اپنے مقصود کے مخالف ہو اس کے معنی کشف سے بحسب ضرورت گھڑ لئے اور قرآن بلا کم وزیادت اپنی جگہ رکھا رہا۔ جیسے ایک جعلی نبی کو: حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ: ۳) میں کشف سے معلوم ہوا تھا کہ میتۃ اور دم وغیرہ پڑھنے سے مراد چند معین اشخاص تھے جن کیلئے حرمت کا لفظ استعمال کیا گیا۔ مردار اور سور اور خون وغیرہ سے اس آیت کو کیا تعلق۔ یہ سب چیزیں حلال طیب ہیں دیکھئے ابھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی، ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں

یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے اس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔

آثار مرویہ کے مضامین جو مرزا قادیانی نے براہین میں لکھے ہیں اور اس کی بھی ابھی نقل کی گئی، یہی ہیں کہ عیسی نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور الہام سے ان کو معلوم ہوا کہ وہ مر گئے۔ اب نہ اتریں گے اور آثار نبویہ سے معلوم ہوا کہ عیسی آ کر کج اور ناراست کا نام ونشان دنیا میں باقی نہ رکھیں گے، اور الہام ہوا کہ ایسا نہ ہوگا بلکہ عیسی یعنی مرزا قادیانی ایسے داؤ پیچ کریں گے کہ ان کا سمجھنا مشکل ہوگا۔

آثار نبویہ میں ہے کہ عیسیٰ کے وقت جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست ونابود کردے گا اور الہام یہ ہوا کہ ایسا نہ ہوگا بلکہ کروڑ ہا مسلمان جو موجود ہیں وہ بھی کافر ہو جائیں گے۔ جب نبی ﷺ کے ارشاد اور امتی کے الہام میں اس قدر فرق ہو کہ نبی ﷺ جس چیز کے وجود کی خبر دیں، الہام اس کا عدم ثابت کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کی نبی ﷺ کی تکذیب الہام سے درست ہے۔ پھر جب تکذیب درست ہو تو تنسیخ کون سی بڑی بات ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کے الہام معمولی نہیں نبوت کے رنگ میں ہیں رفتہ رفتہ بہت کچھ رنگ لانے والے ہیں۔

غرض اس قسم کے قاعدے اسی غرض سے قرار دیئے کہ مطلب براری میں کوئی رکاوٹ نہ رہے اور خوش کن الفاظ بھی اپنی جگہ قائم رہیں۔ پھر اگر پابندیوں سے کوئی مجبوری واقع ہو اور موقع مل جائے تو ان خوش کن الفاظ کو ہٹا دینا کون سی بڑی بات ہے۔ دیکھ لیجئے ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۰ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری وکذاب ہے۔،

نیز ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں: میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا ہے۔

اور ازالہ اوہام۔ صفحہ ۴۱۳ میں لکھتے ہیں:

یہ بات بداہتاً ثابت ہے کہ ابن مریم سے وہ ابن مریم رسول اللہ مراد نہیں ہے جو فوت ہو چکا ہے اور فوت شدہ جماعت میں جا ملا اور خدا تعالی کی حکمت عجیبہ پر بھی نظر ڈالو کہ اس نے آج سے قریباً سات برس پہلے اس عاجز کا نام عیسی رکھا اور بتوفیق وفضل براہین میں چھپوا کر ایک عالم میں اس نام کو مشہور کر دیا اور ایک مدت دراز کے بعد اپنے خاص الہام سے ظاہر فرمایا کہ یہ وہی عیسی ہے جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ برابر دس برس تک لوگ اس نام کو براہین میں پڑھتے رہے خدا تعالی نے دس برس تک اس دوسرے الہام کو جو پہلے الہام کے لئے بطور تشریح تھا پوشیدہ رکھا،

اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دس برس پیشتر اس کی تمہید کی تھی۔ نیز ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۶۱۔۵۶۲ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس (خدا) نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم

فوت ہو چکا ہے چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدے کے موافق تو آیا ہے و کان وعد اللّٰہ مفعولاً۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ابتداء میں تمہیداً کہا گیا تھا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور مسیح بڑی شان و شوکت سے خود تشریف لانے والے ہیں۔ اس سے کسی کو خیال بھی نہ ہوا کہ مرزا قادیانی کو مسیحائی کا دعوی ہے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ خود (ازالہ اوہام۔ص ۲۵۹ میں) لکھتے ہیں:

مثیل کہنا ایسا ہے جیسا حدیث شریف میں وارد ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

اس کے بعد یہ الہام کتاب میں درج کر دیا کہ تو عیسی ہے اس پر بھی لوگوں نے توجہ نہ کی کہ الہاموں کے اصلی ولفظی معنی لینے کی ضرورت نہیں اس کے بعد یہ الہام ہو گیا کہ عیسی اب کہاں وہ تو مر گئے۔ مسیح موعود تو ہی ہے اور ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۵۸ پر فرماتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم      عیسی کجا است تا بہ نہد پا بہ منبرم

اور تلافی مافات اس طور سے کی گئی کہ عیسیٰ کا دوبارہ آنا ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا گیا تھا اور خدا کی قدرت ہے کہ اس آخری الہام سے دس برس پہلے خدا نے آپ کا نام عیسی رکھ کر مشہور کر دیا تھا اسی طرح جب ظل اور طفیل وغیرہ الفاظ کو ہٹانا منظور ہو گا تو ایک الہام ہو جائے گا کہ ہم نے تجھے مستقل نبی کر دیا۔ اس وقت اگر پرانے خیال والا کوئی معترض چون و چرا کرے تو کمال غیظ وغضب سے فرمائینگے کہ تو بھی عجب بے وقوف ہے۔ ارے میاں! خدا سے بالمشافہ بات کرنے والا جس پر وحی بھی اترتی ہو اور اس کو خدا نے اپنا خلیفہ بھی بنا دیا اور تمام قدرت اس کے قبضے میں دے دی کہ جو چاہے کن کہہ کر کر ڈالے کہیں طفیلی ہو سکتا ہے۔ یہ الفاظ ہم نے صرف ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے سرسری طور پر لکھ دیئے تھے اور اس حکمت عجیبہ پر نظر ڈالو کہ بیس پچیس برس پہلے خدا نے اس عاجز کو تمام فضائل مذکورہ مستقل طور پر دے کر عالم میں مشہور کر دیا تھا۔ دیکھتے ہو کہیں ان فضائل میں ظلی اور طفیلی کا نام بھی ہے۔

مرزا قادیانی کو اپنی عیسویت جو ابتداء سے پیش نظر تھی اس کے ثابت کرنے میں کیسی کیسی کاروائیاں کرنی پڑیں۔ ابتداء یوں کی گئی کہ حدیث شریف میں وارد ہے علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل اس لئے میں تمام انبیاء کا مثیل ہوں اور چونکہ اس میں کوئی خصوصیت ان کی نہ تھی اس لئے کہ تمام علماء اس بشارت میں شریک تھے اس وجہ سے خدا کی طرف سے پیام پہنچایا گیا کہ خاص طور پر فلاں فلاں نبی کے مثیل مرزا قادیانی ہیں چنانچہ وہ آیتیں الہام میں پیش کی گئیں جن

میں انبیاء کے نام تھے جیسے ففھّمنا ھا سلیما ن۔اور یا عیسی انّی متو فّیک وغیرہ، ان کے ترجمے میں لکھ دیا کہ اس سے مراد عاجز ہے۔ یہ کاروائی اس خیال سے کی گئی کہ حمقاء اس زوردار حکم کو ہرگز رد نہ کریں گے پہلے تو آیت قرآنی اور اس پر الہام ربانی، اور جہلاء جب ان آیتوں کو قرآن میں دیکھ لیں گے اور اس کے الہامی معنی سمجھ لیں گے تو ان کو کامل یقین ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی اس پائے کے شخص ہیں کہ خدائے تعالی نے پہلے ہی سے ان کی خبریں قرآن میں دے رکھی ہیں کیونکہ جاہلوں کو ایسی باتوں کا یقین اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ کسی گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک ہندو زمیندار تھا جس کا نام ابا تھا اور تعظیماً اس کو لوگ اباجی کہتے تھے۔ایک معمر اور عقل مند شخص ہونے کی وجہ سے اس کی وقعت رعایا کے دل میں جمی ہوئی تھی۔ اتفاقاً کوئی مولوی صاحب اس گاؤں میں گئے۔ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت ہمارے اباجی کا نام بھی آپ کے قرآن میں ہے۔مولوی صاحب نے کہا ہاں موجود ہے ابی و استکبر و کان من الکا فر ین۔اور اتفاقاً وہ کم بخت کانا بھی تھا، یہ سنتے ہی وہاں کے لوگوں کو بڑا فخر ہو گیا کہ ہمارے کانے اباجی کا ذکر مسلمانوں کے قرآن میں بھی موجود ہے۔

ان الہاموں میں یہ خاص طریقہ اس غرض سے اختیار کیا گیا کہ جاہلوں میں شور وشغب ہو کہ مرزا قادیانی کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور یہ بھی غرض تھی کہ علماء کی نظروں میں یا عیسی والا الہام دوسرے الہاموں میں چھپا رہے اور کسی کو اس طرف توجہ نہ ہو کہ یا عیسی کہہ کر مرزا قادیانی کو خدا کا خطاب کرنا کیسا۔ پھر بتدریج خاص مثیل عیسی ہونے کا دعوی شروع کیا۔ چنانچہ (ازالہ اوہام۔ص۱۹۰) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔، اور اس (ازالہ اوہام۔ص۲۵۳۔۲۵۴) میں لکھتے ہیں:

> اس عاجز کو اللہ تعالی نے آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی کو علماء میں سے اس بات پر ذرا رنج دل میں نہیں گذرا اور پھر مثیل نوح اور مثیل یوسف اور مثیل داؤد اور مثیل ابراہیم قرار دیا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء ﷺ قرار دیا، تو بھی کوئی جوش وخروش میں نہیں آیا اور جب خدا تعالی نے اس عاجز کو عیسی یا مثیل عیسی کر کے پکارا تو سب غضب میں آ گئے۔

یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ الہام براہین میں لکھا چکا تھا۔اس وقت تو لوگ مرزا قادیانی کو اپنے جیسے مسلمان سمجھتے تھے۔ یہ غضب اس وقت آیا کہ انہوں نے مسلمانوں سے

خارج ہوکر دوسری راہ لی اور سب کو چھوڑ کر عیسویت کی تخصیص کی اور جس وقت وہ الہام براہین میں لکھا تھا اس وقت جو نہیں پوچھا کہ اس تخصیص کی کیا وجہ؟ اس کی وجہ یہی تھی کہ مرزا قادیانی سے یہ توقع کسی کو نہ تھی کہ مسلمانوں ہی کو کافر بنائینگے کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں کی طرف سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غرض اس وقت صرف مثیل مسیح کہا گیا تھا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ مسیح آنیوالے بھی ہیں یا مر گئے۔ چونکہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں باور کرا دیا تھا کہ مسیح بڑی شان وشوکت سے آئیں گے اور میں پیش خیمہ ہوں، اس وجہ سے مسیح کی موت کی طرف کسی کی توجہ ہونے کا کوئی منشاء ہی نہ تھا۔ اس کے بعد مثیل مسیح موعود بڑھایا گیا جس سے دیکھنے میں تو یہ بات ہو کہ مسیح موعود کے مثیل ہیں اور در باطن تمہید اس کی تھی کہ لفظ موعود صفت مثیل کی قرار دی جائے۔ چنانچہ معتقدین میں سینہ بسینہ یہ بات رواج پا گئی۔ اس کے بعد لفظ مسیح کو ہٹا کر مثیل موعود کہہ دیا اور اس کے ساتھ الہام کی جوڑ لگا دی کہ مسیح جو نبی تھے وہ مر گئے اور ان کی جگہ میں آیا ہوں اور مثیل موعود میں ہوں اور جتنی آیات واحادیث میں صراحۃً عیسیٰ کے آنے کا ذکر ہے، کہہ دیا کہ اس سے میں ہی مراد ہوں۔ پھر صرف اپنے آپ ہی پر مسیحیت کو ختم نہیں کیا بلکہ انہیں پہلے الہاموں کی بنا پر یہ سلسلہ اپنی اولاد میں بھی قائم کر دیا اور اس کی دلیل یہ بیان کی کہ میرا نام براہین میں مریم بھی خدا نے رکھا ہے۔ اس لئے ابن مریم ضرور میری اولاد میں ہوگا اور وہ الہام جو براہین میں بے تکے معلوم ہوتے تھے کیونکہ مقصود اس کتاب کا صرف کفار کا مقابلہ تھا، اس میں اس قسم کے الہاموں سے کیا تعلق، وہ الہام اتنی مدت کے بعد اب کام آگئے اور وہ غرض پوری ہوئی جو براہین احمدیہ کی تصنیف سے تھی۔

یہاں وہ عبارت بھی قابل دید ہے جو مرزا نے علماء کے نام سے معذرتی نیاز نامہ لکھا ہے جو ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱ میں درج ہے:

> اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں ... آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں ... اور یہ میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے اپنے رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے۔ جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔

اس عبارت پر غور کیا جائے کہ اس سے عیسیٰؑ کا آئندہ آنا ثابت ہوتا ہے یا مرزا قادیانی کا جانشین قرار پانا۔ مرزا قادیانی نے اس عبارت میں ضعت نا فقا کام میں لایا ہے جس کا حال عنقریب معلوم ہوگا۔ مولویوں کو اس میں یہ سمجھانا کہ آٹھ سال سے میں اپنے کو فقط مثیل مسیح کہہ رہا ہوں اور یہ کہ موعود یعنی مسیح موعود کا مثیل ہوں، کوئی بات نہیں نکالی کہ وہ موعود اپنے تئیں ٹھہرایا کہ جسکے آنے کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے وہ تو اپنے وقت پر آئینگے جیسا کہ براہین سے ظاہر ہے۔

اور اسی عبارت سے معتقدین کو یہ سمجھایا کہ میں وہی مثیل ہوں جو موعود ہے اور آٹھ سال سے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کر رہا ہوں اور یہ بات کہ اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے کوئی نئی بات نہیں نکالی قدیم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں مثیل موعود ہوں۔ میرے ہی آنے کا وعدہ قرآن وحدیث میں ہے۔

اب غور کیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اس مسئلے میں کس قدر داؤ پیچ کیئے۔ اس پر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ مولوی لوگ لومڑی کی طرح داؤ پیچ کیا کرتے ہیں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو لومڑی کتنی ہی مسنّ ہو مرزا قادیانی کو نہیں پہنچ سکتی۔

اہل سنت والجماعت بقول مرزا قادیانی لکیر کے فقیر ہیں جو کچھ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس حد سے وہ خارج نہیں ہوسکتے۔ دیکھئے عیسیٰؑ کے قیامت کے قریب آنیکی تصریح متعدد حدیثوں میں فرمائی ہے کہ آنے والے وہی عیسی بن مریم ہیں جو روح اللہ اور نبی اللہ تھے اس میں کہیں مثیل کا نام بھی نہیں۔ یہی اعتقاد تمام امت کا ابتداء سے آج تک ہے جس پر ہزاروں کتابیں گواہ ہیں۔ اب اس میں داؤ پیچ کی اہل سنت والجماعت کو ضرورت ہی کیا۔

مرزا قادیانی کی تقریر سے بھی معلوم ہوا کہ جس پر حدیث کی پیش گوئیاں صادق آئیں گی وہ مرزا قادیانی کی اولاد میں ہوگا، جس کے مثیل مرزا قادیانی ہیں۔ جب موعود وہ ہوا تو مرزا کا موعود ہونا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث شریف میں صرف ایک مسیح موعود ہیں۔ اگر مثلیت کی وجہ سے خود موعود بننا چاہتے ہیں تو اولاد اس سے محروم ہو جاتی ہے مگر چونکہ مرزا نے مہر پدری سے لفظ موعود اپنے فرزند کو ہبہ کر دیا ہے تو اب اس ہبہ میں عود کرنا ان کی شان سے بعید ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ خود ہی اس سے دست بردار ہو جائیں۔ یا یوں کہیے کہ جناب مرزا قادیانی نے اپنے مضامین موعودیت کو براہین میں اس طرح سے روا رکھا تھا کہ آخر عمر میں اس دعوی کا انتقال اپنی نسل کے لئے کر جائیں اور چونکہ اب مرزا قادیانی کی عمر آخر ہے لہذا یہ دعوی بصراحت لکھا گیا ہے کہ ان

کی اولاد میں مسیح موعود پیدا ہوگا۔

براہین احمدیہ میں جو مرزا قادیانی نے وعدہ کیا تھا کہ نئی روشنی والوں اور پادریوں وغیرہ مذاہب باطلہ پر یہ کتاب حجت ہوگی اور اس سے ہمیشہ کے لئے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی بات پر لوگوں نے زرِ خطیر اس پر صرف کیا جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ افسوس ہے کہ یہ وعدہ غلط ثابت ہوا اس لئے کہ اس کتاب سے نہ کوئی نیچری راہ راست پر آیا نہ پادری وغیرہ مسلمان ہوئے بلکہ برخلاف اس کے بیس کروڑ سے زیادہ مسلمان جن کی نسبت خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ خدا تعالی نے پیش گوئی کی ہے کہ قیامت تک وہ گمراہ نہ ہوں گے، مشرک اور کافر قرار پائے۔ چنانچہ الحکم میں وہ لکھتے ہیں کہ جو کوئی میری نبوت کی تکذیب کرے یا اس میں تردد کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنی میری جماعت پر حرام اور قطعی حرام ہے کیونکہ وہ ہلاک شدہ قوم اور مردہ یعنی کافر ہے (ملخص مجموعہ فتاوی احمدیہ۔ ج ا ص ۱۸)

## کھانے کے دانت

مولانا انوار اللہ لکھتے ہیں کہ الغرض تحریر سابق سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں کمال درجے کی عیاری سے جو اسرار پوشیدہ رکھے تھے وہ بظاہر مرزا قادیانی کے مقصود کے خلاف تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ضرورت کے موافق روپیہ اور ہم خیال لوگ جمع ہو گئے تو وہ اس وقت ان اسرار کو ظاہر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک کتاب تخمیناً ساٹھ جزو کی لکھی جس کا نام ازالہ اوہام رکھا۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ اس میں ان خیالات کا دفعیہ ہے جو مصلحتاً ان کی عیسویت کے مخالف اس میں درج کئے گئے تھے اور اس پوری کتاب میں صرف اسی بحث پر زور دیا کہ میں مسیح موعود ہوں چونکہ ان کا مسیح موعود ہونا دو باتوں پر موقوف تھا ایک عیسیٰ کی موت کا ثبوت دوسرے ان کا خدا کی طرف سے مامور ہونا، شق ثانی کی تمہید براہین میں مذکور ہے جس کا حال کسی قدر معلوم ہوا۔ اگر اس نظر سے وہ کتاب دیکھی جائے جس کی خبر ہم دے رہے ہیں تو بحسب فہم ونزاکت طبع معلوم ہوگا کہ کسی قدر داؤ پیچ مرزا قادیانی نے اس میں کئے اور امور کلیہ کو اس میں طے کر دیا۔ مثلاً اگلے لوگوں کے برابر ہم ہو سکتے ہیں۔ الہام حجت ہے سلسلہ الہام کا ہمیشہ جاری ہے وحی بحسب ضرورت نازل ہوتی ہے الہام و وحی ایک ہیں الہام قطعی ہوتا ہے الہام کی قابلیت شرط ہے۔ پھر اپنے الہام درج کئے جن سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں:

قل جاء الحقّ و زهق البا طل ؛قل ان كنتم تحبّو ن اللّه فا تّبعونی؛ یحمد ك اللّه من عر شه و یحمد ك و یصلّی و ما کا ن اللّه معذّ بهم و انت فیهم۔ انی معک و کن معی۔ یا عیسی انّی متو فّیک؛ انّا فتحنا لک فتحاً مّبیناً ؛ و لو کا ن الایما ن با لثّر یا لنا له انار اللّه بر ها نه؛ یا ا حمد یر فع اللّه ذکر ك و یتمّ نعمته علیک فی الدّ نیا و ا لآ خرة ؛یا ایّها المد ثر قم فا نذر؛( یہ تمام الہام براہین میں موجود ہیں )

اور جو معجزات انبیاء کے قرآن و حدیث میں منقول ہیں سب سے اعراض کر کے عقلی معجزات کی ضرورت بتائی اور لکھا کہ میں نہ آتا تو جہان میں اندھیرا ہو جاتا ۔ میرے متبعین کو غلبہ قیامت تک ہے و غیر ذلک ،اور شق اول یعنی عیسیٰؑ کی موت کی بحث ازالۃ الاوہام میں کر کے اپنی عیسویت کو جمایا چنانچہ لکھا ہے کہ دیکھو، یا عیسی کا مجھ کو خطاب ہوا تھا اور میں رسول بھی ہوں اور خدا نے مجھے ہدایت کے لئے بھیجا ہے وغیرہ ۔ اب رہی یہ بات کہ احادیث وغیرہ سے عیسیٰؑ کا زندہ آسمانوں پر جانا ثابت ہے تو ان میں تاویل کر ڈالی بلکہ ساقط الاعتبار کر دیا اور تفسیروں کی نسبت یہ لکھ دیا کہ بیہودہ خیالات ہیں اور لکھا کہ کوئی شخص زندہ آسمانوں پر جا نہیں سکتا اور اسی بنا پر نبی ﷺ کے معراج جسمانی کا انکار ہی کر دیا اور جو احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں ان کی تغلیط کی ۔ اور و اذ قا ل اللّه یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک ( آل عمران: ۵۵) سے یہ استدلال کیا کہ خدا تعالی نے ان کو خبر دی تھی کہ تم مرنے والے ہو اور تم کو میں اٹھانے والا ہوں ۔ چونکہ اس آیت میں پہلے ان کی وفات کا ذکر ہے اس سے ثابت کیا کہ وفات پہلے ہوئی ۔..حالانکہ کئی آیتوں سے ثابت ہے واؤ سے جو عطف ہوتا ہے اس میں ترتیب نہیں ہوتی اسی بنا پر ابن عباسؓ سے جو روایت ہے کہ اس آیت شریفہ میں معنی تقدیم و تاخیر ہے اس کی نسبت کہا کہ انہوں نے اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب قرار دیا۔ پھر اپنے زعم میں عیسیٰؑ کو میت قرار دے کر لکھا کہ کسی مرے ہوئے کو خدا نے زندہ کیا ہی نہیں حالانکہ متعدد واقعات میں مردوں کا زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ سب میں تاویلیں کر کے ان کا انکار کر دیا اور جس قدر احادیث اس باب میں وارد ہیں سب کو غلط ٹھہرایا پھر اس مسئلے میں یہاں تک ترقی کی کہ قیامت میں بھی عیسی کا زمین پر آنا غیر ممکن بتایا اور حشر اجساد سے صاف انکار کر دیا اور دجال اور مہدی کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سبکی تکذیب کی غرض کہ اپنے مقاصد میں جس آیت یا حدیث کو حارج دیکھا سب کی تکذیب یا تحریف

کر ڈالی۔ ان کے سوا اور بہت سے مباحث ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔ حاصل یہ کہ براہین احمد یہ اور ازالہ اوہام کو خاص اپنی عیسویت اور نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھا جیسا کہ الہامات مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔

نبوت کی آرزو ابتداء میں مسیلمہ کو ہوئی، اسکے بعد اکثر عقلاء کو ہوئی اور چونکہ آیہ خاتم النّبیین اور حدیث لا نبیّ بعدی ان کی تکذیب کرتی تھی، اسکے جواب کیلئے بہت سی تدبیریں سوچی گئیں۔ بعضوں نے معنی میں تصرف کیا، بعضوں نے یہ تدبیر کی کہ لا نبیّ بعدی کے بعد الّا ان یّشاء اللّٰہ روایت میں زیادہ کر دیا۔ مرزا نے دیکھا کہ اس زمانے میں روایت کی بھی ضرورت نہیں، اپنی جرأت سے لا نبیّ بعدی کے بعد الّا نبیّ ظلی بڑھا دیا کیونکہ وہ ظلی نبوت کو مع جمیع لوازم حقیقۃً جائز رکھتے ہیں اور خوش اعتقادوں نے اس پر بھی آمنا و صدقنا کہہ دیا۔

قرائن قویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو نبوت مستقلہ کا دعوی ہے مگر یہ خوف بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں کوئی مسلمان پکڑ لے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، تو رہائی مشکل ہوگی اس لئے انہوں نے فرار کی یہ راہ نکالی کہ ظلی کہہ کر چھوٹ جائیں گے اور یہی عقلاء کا طریقہ بھی ہے کہ قدم الخروج قبل الولوج کو ہمیشہ پیش نظر رکھا کرتے ہیں بلکہ کتب لغت اور تفاسیر میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض ہوشیار جانوروں کا بھی اس پر عمل ہے چنانچہ جنگلی چوہے کی عادت ہے کہ جس زمین میں گھر بناتا ہے اس میں ایک سوراخ ایسا بھی بنا رکھتا ہے کہ اگر کوئی آفت آئے تو اس راہ سے نکل جائے۔ اس احتیاطی راستے کو عرب نافقا کہتے ہیں مسلمانوں میں بھی اس قسم کے عقلاء پیدا ہو گئے تھے کہ ظاہری موافقت اہل اسلام کو جان بچانے کی راہ بنا رکھی تھی حق تعالی نے ایسے عقلاء کا نام منافق رکھا جن کی نسبت ارشاد ہے انّ المنافقین فی الدّرک الاسفل من النّار (نساء: ۱۴۵) یعنی منافق کفار سے بدتر ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہے۔

جس طرح نبوت کے دعوے میں مرزا قادیانی نے گریز کا طریقہ نکال لیا اسی طرح ہر موقع پر نکال لیا کرتے ہیں چنانچہ تمام فضائل سید الکونین کو اپنے پر چسپاں کر کے گریز کا یہ طریقہ نکالا کہ بطور ظلی وہ سب فضیلتیں حق تعالی نے ان کو دے دیں۔

اور نیز دعوی کیا کہ ہر قسم کے معجزات عادات میں دکھلا سکتا ہوں اور گریز کا طریقہ یہ نکالا کہ طلب کرنے والے کا نہایت خوش اعتقاد اور طالب حق ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی اعتقاد میں فرق آ جائے تو کوئی خارق عادت ظاہر نہیں ہو سکتی پیش گوئیوں میں بھی یہی کیا۔ چنانچہ آتھم والی

پیش گوئی میں لکھا کہ وہ اتنی مدت میں مرجائے گا بشرطیکہ رجوع الی الحق نہ کرے۔اور جب مدت معینہ میں وہ نہیں مرا تو کہہ دیا کہ اس نے رجوع الی الحق کی تھی حالانکہ ان کو اس سے انکار ہے۔ ۔اگران کی کتابیں دیکھی جائیں تو اس کی نظائر بہت مل سکتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے جتنے فضائل کے دعوی کئے ہیں کہ میں محدث ہوں، امام زمان ہوں، حارث ہوں جو امام مہدی کے زمانے میں ان کی تائید کے لئے نکلے گا اور جسکی تائید تمام مسلمانوں پر واجب ہوگی ، امام مہدی ہوں، عیسی موعود ہوں، خدا نے مجھے بھیجا ہے، میں نبی ہوں مجھ پر سچی وحی اترتی ہے، خدا بے پردہ ہوکر مجھ سے باتیں کرتا ہے بلکہ ٹھٹھے کرتا ہے، خدا کی اولاد کے برابر ہوں، میری تکذیب کی وجہ سے طاعون خدا نے بھیجا، میرا منکر کافر ہے وغیرہ۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہوسکتی کہ مرزا قادیانی سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ۔ ہر فاسق خبر دے سکتا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا۔ دیکھ لیجئے جن جن جھوٹوں نے نبوت کا دعوی کیا سب کے دعوی اسی قسم کے ہوا کرتے تھے۔کوئی کہتا تھا کہ میرا سینہ شق کر کے فرشتے نے علم لدنی سے اس کو بھر دیا۔کوئی کہتا کہ خدا نے مجھے یا بنیّ یعنی اے میرے پیارے لڑکے کہا۔کوئی کہتا کہ میں عیسی ، مہدی ، یحی ، زکریا۔محمد ابن حنفیہ۔جبریل اور روح القدس وغیرہ ہوں۔

ایسے امور میں اندرونی معاملے سے کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔ممکن ہے کہ ان کو شیطان کا مشاہدہ ہوتا ہو اور اس کو انہوں نے خدا سمجھ لیا ہو، جیسا کہ بعض بزرگوں کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے جن کا حال آئندہ معلوم ہوگا۔اور شیطان کا وحی کرنا بھی اس آیت شریفہ سے ثابت ہے

وکذلک جعلنا لکلّ نبیّ عدواً شیاطین الانس و الجنّ یوحی بعضھم الی بعض (انعام:۱۱۲)

تعجب نہیں کہ شیطان نے وحی ان پر ٹھٹھے سے اتاری ہو کہ تم سب کچھ ہو، یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا ان امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون ۔یعنی تم جو کچھ پیدا کرنا چاہو تو کن کہہ دیا کرو تو وہ چیز فوراً وجود میں آجائے گی۔

مرزا قادیانی کو اس وحی کے بعد حق تھا کہ ملہم سے کہہ دیتے کہ حضرت میں نے براہین احمدیہ کس محنت سے لکھی اور اس کے صلے میں کیسی دقتوں سے روپیہ جمع کیا۔لوگوں کی خوش آمدیں کیں ، برا بھلا کہا ، عار دلائی ،لوگوں نے میرے اس وعدے کے بھروسے پر مدد دی کہ نیچر اور جملہ فرق باطلہ پر اب فتح عظیم ہو جاتی ہے۔ میں کفار سے کہتے کہتے تھک گیا کہ مسلمان ہو جاؤ، مگر اب

تک کوئی مسلمان نہ ہوا۔ میرے ہزار ہا کن بیکار گئے اور جا رہے ہیں۔ ایسا کن آپ ہی کو مبارک، میری تائید اسی قدر ہو تو کافی ہے کہ جو وعدے میں نے براہین میں کیے تھے جن پر تمام مسلمان فریفتہ ہو گئے تھے وہی پورے کرا دیئے جائیں۔

غرض ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا کے کل دعوے مجرد ہیں جن کے ساتھ کوئی دلیل نہیں۔ جیسے اور دنیا داروں کی عادت ہے کہ جب دیکھتے ہیں کہ بغیر اس قسم کے دعووں کے کام نہیں نکلتا تو جھوٹ سچ کہہ کر کام نکال لیتے ہیں مرزا نے بھی یہی کام کیا کہ اپنی خوب سی تعلیاں کیں اور براہین احمدیہ میں وعدے کئے کہ نیچروں سے مقابلہ کرتا ہوں اور پادریوں کو قائل کرتا ہوں آریہ وغیرہ کو الزام دیتا ہوں وغیرہ۔ مگر ایفاء ایک کا بھی نہ ہوا اور اس ذریعہ سے مسلمانوں سے ایک رقم خطیر حاصل کر لی جسکے دینے پر وہ ہرگز راضی نہیں۔ کیا جن لوگوں نے روپیہ دیا تھا اب وہ اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایسے کام میں صرف ہوا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسکی بدولت کافر بنائے جا رہے ہیں۔ کیا انکو یہ ندامت نہ ہوگی کہ مرزا قادیانی نے ہمیں احمق بنا کر اس قدر روپیہ ہم سے لے لیا اور ایسے کام میں لگایا کہ ہمارے ہی دین کی بیخ کنی ہو رہی ہے۔ کیا اب وہ اس بات پر افسوس نہیں کرتے کہ اگر ذرا بھی ہمیں معلوم ہوتا کہ اس کاروائی کا یہ انجام ہونے والا ہے تو اس وقت اس کا دہ چند روپیہ مخالفت میں صرف کرتے تا کہ وہ آتش فتنہ اس قدر بھڑکنے ہی نہ پاتی۔..

...مرزا قادیانی کو چونکہ نبوت کا دعوی ہے اور معجزات اس کے لوازم ہیں، ان کو فکر ہوئی کہ باتیں بنانی تو آسان ہیں طبیعت خدا داد سے بہت سے حقائق و معارف تراش لئے جائیں گے، مگر خوارق عادات دکھلانا مشکل کام ہے کیونکہ وہ خاص خدا تعالی کی رضا مندی اور مدد پر موقوف ہے، اس لئے ان کو اس مسئلے میں بڑا ہی زور لگانا پڑا۔ دیکھا کہ الہام کا طریقہ بہت آسان ہے جب وہ ثابت ہو جائے گا تو پھر کیا ہے۔ بات بات میں الہام و وحی اتار لی جائے گی۔ اس لئے براہین احمدیہ میں الہام کی ایک وسیع بحث کی۔ اگر چہ بظاہر وہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تھی اس لئے کہ وہاں صرف وحی اور نبوت ثابت کرنا ظاہراً منظور تھا، مگر ایسا بین بین طریقہ اختیار کیا کہ عام طور پر الہام ثابت ہو جائے اور اہل اسلام اس کا انکار بھی نہ کر سکیں۔ پھر اپنے الہامات پیش کئے اور الہامی پیش گوئیوں کا دروازہ کھول دیا گیا اور ایسی ایسی تدبیریں عمل میں لائی گئیں کہ انہیں کا حصہ تھا، چنانچہ مسٹر عبداللہ آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی باوجود یہ کہ نبوت کا دعوی کرتے ہیں مگر معجزات سے متعلق ان کی عجیب

تقریریں ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ تا ۲۹۹ حاشیہ میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات بیان کر کے لکھتے ہیں:

ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ارادے اور اذن سے حضرت عیسیٰ کو خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے ..تو وہ بلا شبہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دے کر پورا خدا بنا سکتا ہے۔ پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھہر جائیں گے۔

یہ حملہ ان لوگوں پر ہے جن کا ایمان اس آیت شریفہ پر ہے

و رسولاً الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم ببینةٍ من ربّکم انّی اخلق لکم من الطّین کھیئة الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه و ابری الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰه و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیة لکم ان کنتم مومنین (آل عمران: ۴۹)۔ یعنی عیسی ہمارے پیغمبر ہوں گے جن کو ہم بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے اور وہ ان سے کہیں گے کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا ہوں کہ میں پرندے کی شکل کا سا بناؤں پھر اس میں پھونک ماروں اور وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے اور خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کر دوں اور جو کچھ تم کھایا کرو اور جو کچھ تم نے گھروں میں سینت رکھا ہے تم کو بتا دوں بے شک اس بیان میں نشان ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔

یہ خبر حق تعالیٰ نے مریم کو عیسی کے پیدا ہونے سے پیشتر دی تھی جس کا حال بیان کر کے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نشانی انہیں لوگوں کے واسطے ہے جو ایمان والے ہیں اور یہ ظاہر بھی ہے کہ جن کو خدا کی خبروں پر ایمان نہ ہو ان کو یہ بیان کیا مفید ہوگا۔

مرزا قادیانی جیسے شخص اس کو نہیں مانتے تو کفار اس کی کیوں کر تصدیق کر سکیں۔ مگر الحمد للہ اہل اسلام کو اس کا پورا پورا یقین ہے اور مرزا قادیانی کی تشکیک سے وہ زائل نہیں ہو سکتا۔ مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ۔ ص ۱۸۶ حاشیہ) میں لکھا ہے:

لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ دلائل کا

ملہ سے اپنا من جانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔

شاید مرزا قادیانی نے یہ بات آریہ وغیرہ کے مقابلے میں مصلحتاً کہی تھی ورنہ وہ تو قرآن کی خبروں کو دلیل قطعی تو کیا دلیل ظنی بھی نہیں سمجھتے بلکہ اس پر ایمان لانے کو شرک والحاد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ بے ایمان اس کی تصدیق نہ کریں گے۔ حیرت ہے کہ جس طرح ابلیس نے دھوکہ کھایا تھا کہ آدم کو سجدہ کرنا شرک ہے کیونکہ مسجودیت خاص صفت باری تعالیٰ کی ہے۔ مرزا قادیانی بھی اسی دھوکے میں پڑ گئے کہ ایسی قدرت عیسیٰ میں خیال کرنا شرک ہے۔ مرزا قادیانی مسلمانوں پر جو شرک کا الزام لگا رہے ہیں در پردہ وہ خدا تعالیٰ پر لاعلمی کا الزام لگا رہے ہیں۔ دیکھئے (براہین احمدیہ۔ ص ۱۱۱ حاشیہ) وہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بارے میں پیش گوئی کر کے فرما دیا ہے کہ ما یبدیء الباطل و ما یعید۔

ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ جو مسلمانوں نے اختیار کیا ہے شرک ہے تو خدا تعالیٰ کی پیش گوئی جس کی تصدیق مرزا قادیانی کر چکے ہیں نعوذ باللہ بقول مرزا قادیانی جھوٹی ہوئی جاتی ہے۔ مگر انہوں نے اپنی ذاتی غرض کے لحاظ سے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور صحابہ تک کے کل مسلمانوں پر شرک کا الزام لگا دیا۔

اور مرزا صاحب (ازالہ اوہام۔ ص ۳۱۵ حاشیہ میں) لکھتے ہیں:

نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ پیر ہلانے کی قوت ہوتی ہے۔

اور مرزا صاحب (ازالہ اوہام۔ ص ۳۲۰۔۳۲۱ حاشیہ میں) لکھتے ہیں:

اناجیل اربعہ دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا۔ بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعے سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ چنانچہ جس نے کبھی اپنی عمر میں غور سے انجیل پڑھی ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بیقین تمام تصدیق کرے گا اور قرآن شریف کی آیات بھی باواز بلند یہی پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی اور خدا تعالیٰ نے صاف

فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر یک فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے، مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس بات کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا، جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم ومفلوج ومبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا۔

دعا کا ذکر نہ ہونے سے مرزا قادیانی جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ عجائب جس کا ذکر حق تعالی بطور اعجاز بیان فرماتا ہے وہ معجزات نہ تھے تو اس لحاظ سے فطرتی قوت بھی ثابت نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ اس کا بھی ذکر اس آیت شریفہ میں نہیں ہے۔ پھر اپنی رائے سے ایک مذکور چیز کو ثابت کرنا اور خدا تعالی کی خبر کو نہ ماننا کس قسم کی بات ہے۔ اگر معجزے کے لئے یہ شرط ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر وقت خاص میں دعا کی جائے اور اس کی قبولیت کے لئے حضار مجلس آمین آمین اس وقت تک کہتے رہیں کہ آثار اجابت ظاہر ہو جائیں تو اس آیت شریفہ میں دعا کرنا بھی باقتضاء النص مقدر سمجھا جا سکتا ہے جس کو اصول الشاشی پڑھا ہوا شخص بھی جانتا ہے۔

پھر اگر وہ کام فطرتی طور پر ہوتے تھے تو ان پر ایمان لانے کی کیا ضرورت؟ مثلاً اگر کہا جائے کہ ایک نجار صندوق میں قفل نصب کرتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے فلاں کام کرتا ہے تو کیا اس قسم کی خبر کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔ ہرگز نہیں، حالانکہ یہاں حق تعالی صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ اسکو آیت یعنی نشانی قدرت کی سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالی کے کلام پر ایمان لانا منظور نہیں، جب ہی تو حیلے اور بہانے ہو رہے ہیں۔ ورنہ وہ خود (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۵ حاشیہ میں) لکھتے ہیں:

واصل تام کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رو بخدا بھی ہو اور پھر کامل طور پر رو بخلق بھی۔ پس وہ ان دونوں قوسوں، الوہیت اور انسانیت، میں ایک وتر کی طرح واقع ہے۔ جو دونوں سے تعلق رکھتا ہے... جب کامل تزکیہ کے ذریعہ سے انسان کامل سیر الی اللّٰہ سے سیر فی اللّٰہ کے ساتھ متحقق ہو جائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل ناپدید ہو کر اور غرق دریائے بیچون وبیچگون ہو کر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بے گانگی اور دوئی اور جہل اور نادانی نہیں ہے اور صبغۃ اللّٰہ کے پاک رنگ سے کامل

رنگینی میسر ہے۔

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی خود اپنے ذاتی تجربے کی خبر دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ وقت واحد میں رو بخلق و رو بخدا ہوتے ہیں اور یہ باتفاق جمیع اہل اسلام مسلّم ہے کہ انبیاء کا رتبہ بہ نسبت اولیاء اللہ کے بدرجہا بڑھا ہوا ہے تو اسی نسبت سے ان کی حضوری بھی اولیاء کی حضوری سے بڑھی ہوئی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس حضوری میں درخواست و اجابت فوری ہوسکتی ہے۔ پھر جب حق تعالی ان معجزات کی خبر دیتا ہے تو اتنا تو حسن ظن کر لیتے کہ جس طرح ہم نے کسی مقام میں لکھا ہے کہ وقت واحد میں ہم رو بخلق اور رو بحق رہتے ہیں، اسی طرح عیسی بھی ہوں گے، مگر اس تحریر کے وقت وہ بات مرزا صاحب کے حافظے سے نکل گئی۔ اگر واقع میں ان کی ایسی حالت ہوتی تو بھول نہ جاتے۔ اب غور کیا جائے کہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں رکھتے اور شکایت یہ کہ اپنی نبوت کا حسن ظن نہیں کیا جاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی، عیسیؑ کو تقرب الہی میں اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

مرزا قادیانی کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسیؑ کا دعا کرنا ثابت نہیں، باوجود اس کے یہ عجائبات صادر ہوتے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بغیر دعا کے خلاف عقل معجزات ان سے کیونکر صادر ہو گئے، اس لئے بہتر ہے کہ وہ معجزات انہیں کے اقتداری افعال ٹھہرائے جائیں اور مرزا قادیانی اس پر اس قدر اڑے ہیں کہ کتنی ہی حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں سنائیں ایک نہیں سنتے۔ دیکھ لیجئے کہ تمام تفاسیر و کتب احادیث پر ان کی پوری نظر ہے اور وہ باآواز بلند سنا رہے ہیں کہ وہ معجزات خدا کے اذن اور حکم و اجازت سے تھے اور ان کی ذاتی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا نہ وہ کسی کی سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں کہ جب حق تعالی نے انکے معجزوں کی خبر دی ہے تو ضرور ان کا وقوع ایسے طور پر ہوا ہے کہ اس پر ایمان لانے میں کوئی شرک نہیں۔ مثلاً یوں سمجھا جائے کہ حق تعالی کو ان کی نبوت دلوں میں متمکن کرنا اور جو نہ مانیں ان پر حجت قائم کرنا منظور تھا اس لئے ان کے دعوی کے وقت خود حق تعالی ان چیزوں کو وجود بخش دیتا تھا تو کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ باوجود یہ کہ آیت قرآنیہ کے معنی پورے بن جاتے ہیں مگر صرف اس غرض سے کہ عیسی کے معجزے ثابت ہوں تو اپنی مساوات فوت ہو جاتی ہے، قرآن کے معنی بگاڑ رہے ہیں جس سے حق تعالی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایسی بات قرآن میں بیان کی جس سے لوگ مشرک ہو گئے نعوذ باللہ من ذلک۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسی ہٹ دھرمیوں سے بہت احتراز کیا کریں کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے قالوا لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی

اصحاب السّعیر (ملک :۱۰) یعنی فرشتوں کے سوال کے جواب میں دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ میں نہ ہوتے ۔ فقنا عذاب النّار (آل عمران :۱۹۱)

مرزا قادیانی عبارت مذکورہ میں لکھتے ہیں :

قرآن شریف کی آیات بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی ۔

ہم بھی تو اسی آواز کو سن کر ایمان لائے ہیں کہ احیائے موتی اور ابراء اکمہ وابرص وغیرہ عجائب اس قوت سے کرتے تھے جو ان کو حق تعالی نے بخشی تھی ۔ یہ کس نے کہا تھا کہ وہ اپنی ذاتی اور فطرتی قوت سے جو ہر فرد بشر میں رکھی ہے یہ کام کرتے تھے ۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ عام فطرتی طاقت سے کام لیتے تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا ۔ اگر یہی بات ہے تو مرزا قادیانی میں بھی وہ فطری طاقت جو ہر فرد بشر میں مودع ہے موجود ہے ، میدان میں آکر دعوی وابری الاکمه و الابرص واحی الموتی باذن اللّٰہ وغیرہ کا کریں اور جس طرح حق تعالی کی اخبار سے ہمیں اس کی تصدیق ہوگئی ہے اسی طرح اپنے دعوی کی بھی تصدیق کرادیں ۔ مگر یہ ان کے حد امکان سے خارج ہے ، یہ کاغذ کے سفید چہرے کو سیاہی سے زینت دینا نہیں ہے کہ قلم اٹھایا اور چند صفحے لکھ ڈالے ۔ یہاں نہ قلم کی ضرورت ہے نہ زبان آوری کی حاجت ۔ ادھر کن باذن اللّٰہ منہ سے نکالا ، ادھر جو چاہا فوراً وجود میں آ گیا ۔

مرزا قادیانی جو لکھتے ہیں :

خدا تعالی نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے ، مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں ، سو یہ افترائے محض ہے ۔ ممکن نہیں کہ اس دعوی پر کوئی آیت پیش کریں و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذّب بآیاته ، انّه لا یفلح الظّالمون (انعام :۲۱)

براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۳۵ ـ ۴۳۷ میں انجیل یوحنا سے نقل کیا ہے کہ اورشلیم میں باب الضان کے پاس ایک حوض ہے ... اسکے پانچ اسباب ہیں ۔ ان میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں اور پژمردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کی منتظر تھی کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر پانی کو ہلاتا تھا ۔ پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا ۔

نیز براہین احمدیہ صفحہ ۴۵۴ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

بلا ریب اس حوض عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عائد ہوتے ہیں جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲ حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب (یعنی مسمریزم) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ فتدبر فانہ نکتۃ جلیلۃ ما یلقیھا الا ذو حظ عظیم۔

مرزا قادیانی خود ہی براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے۔ بلکہ الٰہی شان تو ایک طرف معمولی راستی اور صداقت جو ایک منصف اور دانش مند متکلم کے کلام میں ہونی چاہیے انجیل کو نصیب نہیں کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو خدا کی ہدایت کو خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا ہے کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا، اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دنیا کا خون کس نے کیا انہیں تالیفات اربعہ نے۔.. عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی۔

اب دیکھئے کہ جن کتابوں کو محرف اور باعث گمراہی خود ہی بتاتے ہیں انہیں کتابوں سے ایک قصہ نقل کر کے قرآن میں شبہات پیدا کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو حضرت عیسیٰؑ کے معجزات مذکور ہیں ان کا مدار اس حوض پر تھا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے اور ان کی نبوت کا ذکر جو قرآن میں ہے اور جو منشائے معجزات ہے وہ ایک فطرتی قوت تھی جو ہر فرد بشر میں ہوا کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنے مساوی کر دینے میں خوب ہی زور لگایا۔

مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و اذا جاء تھم آیۃ قالوا لن نؤمن حتّی نوتی مثل ما اوتی رسل اللّٰہ

۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ سیصیب الّذین اجرموا صغارعند اللّٰہ و عذا ب شد ید بما کا نوا یمکرون (انعام:۱۲۴) یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت قرآنی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک وہ خبر نہ دی جائے جو رسولوں کو دی گئی ۔ اللہ اس مقام کو بہتر جانتا ہے، جس کو رسالت کیلئے خاص کرنا ہے ۔ جو لوگ خود پسند ہیں گناہ گار ہیں ان کو عنقریب اللہ کے ہاں ذلت و رسوائی اور بڑا سخت عذاب ان کی فتنہ انگیزیوں کے سبب پہنچے گا ۔

حاصل یہ کہ جو لوگ انبیاء کی خصوصیات اور مراتب کو دیکھ کر نبوت کی تمنا کرتے ہیں دنیا میں رسوا اور آخرت میں عذاب شدید کے مستحق ہوتے ہیں، جس کو خدا کے کلام پر پورا ایمان اور تھوڑی سی بھی عقل ہو ممکن نہیں کہ کسی نبی کی برابری کا دعوی کرے ۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب ایسا حوض عیسیٰؑ کے زمانے میں تھا کہ مایوس العلاج امراض والوں کو صرف اس میں ایک غوطہ لگانے سے شفا ہو جاتی تھی تو تمام روئے زمین کے بیمار وہاں موجود رہتے ہوں گے، تو پانچ اساروں میں ان کی گنجائش کیوں کر ہوتی ہوگی؟ اور جب یہ یقین تھا کہ جو کوئی پہلے حوض میں کودے، اسی کو صحت ہوتی ہے، تو ہر شخص یہی چاہتا ہوگا کہ سبقت کرکے سر دست صحت حاصل کرلے ۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ہر شخص دوسرے سے کہے کہ تم صحت پاکر جلدی چلے جاؤ اور ہم اس فرشتے کے انتظار میں یہاں سڑتے پڑے رہیں گے اور ان پانچ اساروں میں کس قدر گھوسم گھسا اور خانہ جنگیاں ہوتی ہوں گی ۔ کتنے تو اسی بھیڑ میں دم گھٹ گھٹ کر مرتے ہوں گے اور کتنے پانی میں گرا کر ڈبوئے جاتے ہوں گے اور کتنوں کا زد و کوب سے خون ہوتا ہوگا ۔ پھر اس فرشتے کے اترنے کا وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا ہی ہوگا جس سے ہوا میں عفونت اور سمیت پیدا ہو کر صدہا آدمی مرتے ہی ہوں گے ۔غرض کوئی عاقل قبول نہیں کرسکتا کہ ایک غیر معین شخص کی صحت کے واسطے صدہا موتیں گوارا کی جاتی ہوں گی ۔ پھر اس فرشتے کو اتنا بخل یا آدمیوں سے عداوت کیوں تھی کہ کبھی کبھی پانی میں اتر کر ہلا دیتا تھا ۔اگر گھنٹے یا آدھ گھنٹے پر پانی میں اترتا تو کیا اس کو سردی ہو جاتی یا فالج وغیرہ کا مادہ پیدا ہو جاتا اور اس کی کیا وجہ کہ جو مریض سب سے پہلے اس میں کودے وہی شفایاب ہو جائے ۔ اگر کوئی اس میں زہریلا مادہ تھا تو ہر طرف تھا کیونکہ کوئی ایک جگہ معین نہ تھی جس سے شفا متعلق ہو ۔

الغرض عقل کی رو سے یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسے حوض کا کہیں بھی دنیا میں

وجود ہوا ہو۔ مرزا قادیانی نے انجیل پر ایمان لاکر قرآن پر اس حوض سے ایسے ایسے اعتراض قائم کر دیئے ہیں جن کی نسبت فرماتے ہیں: وہ اعتراضات اٹھ نہیں سکتے۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن پر ایمان لاکر یہ نہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جو معجزات حضرت عیسیٰؑ کو دیئے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ ان میں ایسے مصنوعی قصوں سے کسی قسم کا شبہ واقع ہو۔ اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے و آتینا عیسی بن مریم البینات (بقرہ:۲۵۳) یعنی ہم نے عیسیٰ کو کھلے کھلے معجزے دیئے تھے جن میں کوئی شک وشبہ ممکن نہ تھا۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۱ حاشیہ) میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے جو زندہ ہوتے یعنی وہ قریب المرگ آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مرجاتے تھے۔ کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہوتی تھی۔

قرآن شریف میں صاف طور پر و احی الموتی باذن اللّٰه (آل عمران: ۴۹) موجود ہے مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ:

کوئی مردہ انہوں نے زندہ نہیں کیا بلکہ جیسے قریب الموت شخص کو جوا ہر مہرہ وغیرہ سے چند منٹ کے لئے گرمی آجاتی ہے اسی طرح عیسیٰؑ بھی چند منٹ کے لئے قریب الموت شخص کو کسی قسم کی گرمی پہنچا دیا کرتے تھے۔،

مگر اس کا ذکر نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ اب تک کوئی مسلمان اس کا قائل ہوا۔ بلکہ مسیح کا نام اسلام میں احیاء اموات اور شفائے بیماروں کے باب میں ایسا مشہور اور ضرب المثل ہے جیسے حاتم کا نام جود وسخا میں۔ قرآن وحدیث سے مرزا کو وہیں تک تعلق ہے کہ اپنا مطلب بنے اور جب کوئی بات ان کی مرضی اور مقصود کے خلاف نکلی تو پھر نہ قرآن کو مانیں نہ حدیث کو۔ کیا نبی ﷺ نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے ہوں گے کہ وہ مسمریزم سے حرکت دیا کرتے تھے۔ مسمریزم کو نکلے ہوئے تو ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں ہوا چنانچہ فن مسمریزم کی کتابوں میں لکھا ہے کہ، یورپ وسطی ایک قصبے ۵ مئی ۱۷۳۴ء میں ایک شخص جس کا نام انتونی مسمر تھا پیدا ہوا اور اس نے اپنی بے حد کوششوں سے اس فن کو ایجاد کیا چنانچہ اس کے نام سے مسمریزم مشہور ہوا۔، اب مرزا قادیانی کے اس قول کو بھی یاد کر لیجئے جو فرمایا تھا کہ قرآن کا ایک لفظ کم وزائد نہیں ہوسکتا۔ دیکھ لیجئے قرآن کے کل الفاظ اپنی جگہ رکھے رہے اور مرزا قادیانی نے عیسیٰؑ کے معجزات کا خاتمہ کر دیا۔

غرض مرزا قادیانی نے جو اس آیت کے معنی تراشے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے ابو منصور نے

حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ:۳) کے معنی تراشے تھے۔ مسلمانوں کو ان کی پیروی میں سخت ضرر اخروی ہے۔ اللہ فرماتا ہے انّ الّذین یحادون اللّٰہ و رسولہ کبتوا کما کبت الّذین من قبلھم (مجادلہ:۵) یعنی جولوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں خوار و ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے۔ اور ارشاد ہے:

و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن لہ الھدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی و نصلہ جھنّم و ساءت مصیرا (نساء:۱۱۵)

یعنی جو رسول اللہ کی مخالفت کرے جب کھل گئی اس پر راہ ہدایت اور مسلمانوں کے رستے کے سوا دوسرا راستہ چلے تو جو رستہ اس نے اختیار کر لیا ہے ہم اس کو وہی رستہ چلائے جائیں اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کر دیں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس آیت شریفہ میں کمال درجے کی تخویف ہے اس لئے کہ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص نیا طریقہ ایجاد یا اختیار کرے اس سے توفیق الٰہی مسدود اور منقطع ہو جاتی ہے اور صراط مستقیم سے علیحدہ کر کے حق تعالی اس کو ایسے رستے پر چلاتا ہے جو سیدھا جہنم میں نکلے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آج کل مسلمانوں میں جو فتور و قصور عمل ہو گیا ہے وہی طریقہ اختیار کیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں جو طریقہ مذکور ہے وہ اختیار کیا جائے۔

مرزا قادیانی کو اس کا بڑا ہی غم ہے کہ نیچری قرآن و حدیث کو نہیں مانتے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

حال کے نیچری جنکے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ و قال الرسول کی باقی نہیں رہی۔

مگر مشکل یہ ہے کہ اگر وہ مرزا قادیانی کی اس قسم کی تقریریں کہیں سن لیں تو یہ کہنے کو مستعد ہو جائیں گے کہ مرزا قادیانی کے دل میں بھی عظمت نہیں جب ہی تو خدا و رسول جن کی عظمت بیان کی جاتی ہے وہ ان کی توہین کرتے ہیں اور اپنی ذاتی غرض کے مقابلے میں نہ خدا کی بات مانتے ہیں نہ رسول کی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزے جن کو متعدد مقاموں میں حق تعالی نے ذکر فرمایا ان کو آیات بینات کہا مرزا نے ان کے ابطال میں کیسی کیسی باتیں بنائیں ان کو مشرکانہ خیال قرار دیا اور کہا کہ وہ معمولی بشری طاقت سے صادر ہوتے ہیں اور حوض کی وجہ سے وہ مشتبہ ہو گئے تھے اور مسمریزم کے وہ زیر اثر تھے:     آب از سر گزشت چہ یک نیزہ و چہ یکدست

اور اس معجزے میں بھی مرزا قادیانی کو کلام ہے جو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے:

و اذ قتلتم نفساً فا دا رأتم فیھا و اللّٰہ مخر ج ما کنتم تکتمو ن فقلنا ا ضر بو ہ ببعضھا کذا لک یحی اللہ المو تی و یر یکم آ یا تہ لعلکم تعقلو ن (بقرہ:۲،۷۲۔۷۳) (اے نبی اسرائیل جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا اور لگے اس کے بارے میں جھگڑنے اور جو تم چھپاتے تھے۔ اللہ کو اس کا پردہ فاش کرنا منظور تھا پس ہم نے کہا کہ گائے کے گوشت کا کوئی ٹکڑا مردے کو مارو، اسی طرح جیسے وہ مردہ زندہ ہوا اللہ مردوں کو جلائے گا اور اللہ تم کو نشانیاں دکھلاتا ہے کہ تم سمجھو کہ قیامت کا ہونا برحق ہے)۔

تفسیر در منثور جلد ا ص ۷۹ و ابن جریر جلد ا ص ۳۵۷۔۳۵۸ وغیرہ معتبر تفاسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ و تابعین کی متعدد روایتوں سے یہ واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کو کسی نے قتل کر کے دوسرے قبیلے میں ڈال دیا اس غرض سے کہ قاتل کا پتہ نہ لگے۔ اس قتل سے قبیلوں میں فساد پھیلا تو عقلاء نے کہا کہ خدا کے رسول حضرت موسیٰ سے دریافت کریں۔ حضرت موسیٰ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ایک گائے لانے کو کہا۔ وہ لوگ فضول باتیں پوچھنے لگے کہ وہ کیسی ہونی چاہیے اس کا رنگ روپ کس قسم کا ہو؟ غرض جن اوصاف کی گائے بیان کی گئی زرِ خطیر صرف کر کے اسکو خریدا۔ حضرت موسیٰ نے کہا اس کو ذبح کر کے ایک ٹکڑا اس کا مقتول پر مارو، وہ زندہ ہو جائے گا، پھر جو چاہو اسی سے پوچھ لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ شخص زندہ ہوا، اور قاتل کا نام بیان کر کے مر گیا۔ یہ خلاصہ قرآن وحدیث کا ہے مرزا قادیانی نے خیال کیا کہ اگر حضرت عیسیٰ کی موت ثابت بھی کر دی جائے تو یہ احتمال پیش ہوگا کہ ممکن ہے زمین پر اترنے سے پہلے وہ زندہ کیے جائیں اس احتمال کو رد کرنے کی غرض سے تمام قرآن پر انہوں نے نظر ڈالی اور جن جن آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ خدا نے مردوں کو زندہ کیا ان سب میں تاویل کر کے اپنی مرضی اور غرض کے مطابق قرآن بنا لیا چنانچہ اس آیت کو اس طرح رد کرتے ہوئے ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۹ میں فرماتے ہیں:

ایسے قصوں میں قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہو گیا تھا اور واقعی طور پر کسی قالب میں جان پڑ گئی تھی بلکہ اس آیت پر نظر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے خون کر کے چھپا دیا تھا سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے ان بوٹیوں کو نوبت بہ نوبت اس لاش پر ماریں تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو

اس لاش سے ایسی حرکتیں صادر ہوں گی جس سے خونی پکڑا جائے ..اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہوکر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے۔

مرزا قادیانی جو کہتے ہیں کہ کسی عبارت سے زندہ ہونا نہیں نکلتا کیا یہ کافی نہیں کہ حق تعالی تمام قصہ بیان کر کے فرماتا ہے کذالک یحی اللّٰہ الموتی جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ جیسے یہ وہ شخص زندہ ہوا اسی طرح حق تعالی مردوں کو زندہ کرے گا۔ مرزا قادیانی کے قول پر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے بوٹی مارنے سے اس کے حرکت ہوئی ویسے ہی خدا مردوں کو زندہ کرے گا یعنی قالب میں جان پڑ جائے چونکہ مرزا قادیانی حشر اجساد کے قائل نہیں اس لئے یہ بات ان کے مذہب پر ٹھیک نہیں اترتی۔

آیت موصوفہ سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں پر دو باتوں کی فرمائش کی تھی ایک گائے ذبح کرنا، دوسرا اس کی بوٹی مقتول پر مارنا۔ بقول مرزا قادیانی تیسری تدبیر یہ بتائی گئی کہ قاتل مسمریزم کی مشاقی بھی حاصل کرے چونکہ وہ بغیر سیکھنے کے نہیں آتی اس لئے ضرور موسی نے قاتل کو بلا کر مسمریزم کا طریقہ سمجھا دیا ہوگا کہ اس طرح سے بوٹی مارو تو لاش حرکت کرے گی جس سے تم گرفتار ہو جاؤ گے اور قاتل نے بھی اس کو بطیّب خاطر قبول کر کے مسمریزم میں مشاقی حاصل کر لی کیونکہ بغیر مشاقی کے مسمریزم کا عمل پورا نہیں ہوتا چنانچہ مرزا قادیانی اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۲ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

عمل الترب یعنی مسمریزم میں مسیح بھی کسی درجے تک مشق رکھتے تھے۔

یہ بات غور طلب ہے کہ ایسا عمدہ طریقہ قاتل کے گرفتار کرنے کا اس مقام پر قرآن میں کیوں بیان نہیں کیا گیا جہاں بوٹی مارنے کا ذکر ہے مسمریزم کا ذکر بھی ہو جاتا اور اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ پولیس کو قاتل کے گرفتار کرنے میں بڑی مدد ملتی اور بہت سے بے جرم رہائی پاتے۔ اب تو مسمریزم شائع بھی ہے اگر مرزا گورنمنٹ کو یہ رائے دیں تو مرزا کی بڑی ناموری ہوگی۔ یہ بھی مرزا کی قرآن و معارف دانی ہے جس کے بے نظیر ہونے کا فخر ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۶ میں فرماتے ہیں:

خدا کی عنایت خاصہ میں سے ایک یہ بھی مجھ پر ہے کہ اس نے علم حقائق معارف قرآنی

مجھ کو عطا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطہرین کی علامتوں سے یہ بھی ایک عظیم الشان علامت ہے کہ علم معارف قرآن حاصل ہو کیونکہ اللہ فرماتا ہے لا یمسّہ الا المطہّرون

انبیاء کے معجزات مبینہ قرآن مجید کی حقیقت جو مرزا قادیانی پر کھلی کہ وہ مسمریزی عمل تھا فی الحقیقت آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک کسی پر نہ کھلی۔ مگر ظاہر میں تو یہی سمجھیں گے کہ نصاری کو یہ کام کرتے دیکھ کر آپ نے قیاس جمالیا۔ اگر مسمریزم کے خود موجد ہوتے تو کسی قدر اس خیال کی گنجائش تھی کہ آپ کے کشف والہام کو اس میں دخل ہے، اب اس الہام کا افتخار حاصل ہے تو مسمر صاحب کو ہے جو کل مسمریزی خیالوں کے استاد ہیں۔...

اگرچہ مرزا نے مسمریزم پر معجزے کا قیاس اس قرینے اور اٹکل سے کیا ہے کہ مسمریزم کا عمل ہے ہر شخص نہیں کرسکتا اور ایسا شخص لوگوں میں ممتاز بھی ہوجاتا ہے مگر ایسے اٹکلوں اور قیاسوں سے ہمارا دین مانع ہے حق تعالی فرماتا ہے:

قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون (الذاریات: ۱۰-۱۱)

مارے گئے اٹکل دوڑانے والے وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔

اور مرزا صاحب خود بھی (ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۵ میں) لکھتے ہیں:

ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑنا یہی تو الحاد اور تحریف ہے خدا تعالی مسلمانوں کو اس سے بچاوے۔

آپ خود غور فرمائیں کہ حق تعالی اکابر انبیاء کے معجزات کی خبریں دے کر ان کی فضیلت اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے، ان معجزات کو مسمریزم قرار دینا کیا یہ نئے معنی نہیں ہیں اور بقول آپ کے یہی تو الحاد ہے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حق تعالی نے جن انبیاء کے معجزے قرآن میں بیان کئے اس کا مطلب یہی ہے کہ اپنی غیبی تائیدیں دے کر ان سے ایسے افعال عجیبہ صادر کرائے جن کا صدور دوسروں سے ممکن نہیں اور یہ غیبی تائیدیں ان حضرات کی عظمت وعلوشان پر دال ہیں مگر مرزا قادیانی جہاں تک ہوسکتا ہے مسمریزم میں ان کو داخل کر کے ان کی توہین وتذلیل کرتے ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

مرزا قادیانی کے اس قول پر کہ میں بھی اگر چاہتا تو عیسی کے معجزات دکھلاتا عمیر تیان کا قول یاد آتا ہے جس کو ابن حزم نے ملل ونحل جلد ۳ صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ:

عمیر تیان نے کوفے میں نبوت کا دعوی کرکے بہت سے لوگوں کو فراہم کرلیا تھا۔ جب اپنے اصحاب میں بیٹھتا تو اکثر کہتا اگر میں چاہوں تو اس گھاس کو ابھی سونا بنادوں۔

غرض مرزا قادیانی کی تقریر سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیؑ اور دوسرے انبیاء کرام جو معجزات دکھاتے تھے وہ دراصل عمل مسمریزم تھا جو مکروہ اور قابل نفرت ہے یہاں یہ امر محتاج بیان نہیں کہ جو لوگ ایسے قبیح کام کرکے ان کو معجزہ من جانب اللہ بتائیں وہ کس قسم کے آدمی سمجھے جائیں گے حالانکہ حق تعالی ان کی فضیلت کی تصریح فرماتا ہے:

تلک الرّسل فضّلنا بعضهم علی بعض منهم من کلّم اللّه و رفع بعضهم درجاتٍ و آتینا عیسی ابن مریم البیّنا ت و ایّد ناه برو ح القدس (بقرہ: ۲۵۳) (وہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ایک کو دوسرے سے۔ اللہ نے بعضوں سے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کئے، اور دیں ہم نے عیسی بن مریم کو نشانیاں صریح، اور قوت دی ہم نے روح القدس سے)۔

اب اس کلام کو سننے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو جرأت ہوسکتی ہے کہ ان معزز حضرات میں سے کسی کی توہین وتذلیل کرے حق تعالی فرماتا ہے:

و للّه العزّة و لرسو له و للمؤمنین و لکنّ المنا فقین لا یعلمو ن (منافقون: ۸)۔ یعنی عزت اللہ کو ہے اور اس کے رسول کو اور مسلمانوں کو لیکن یہ بات منافق لوگ نہیں جانتے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۹ میں فرماتے ہیں:

افسوس ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق و معارف قرآنیہ اور دقائق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں محرمات اور بدعات ہی میں داخل کرلیتے ہیں۔

خود ہی غور فرمائیں کہ حقائق قرآنیہ یہ ہوں کہ حق کی حقیقت باطل یعنی معجزے کی حقیقت مسمریزم اور عزت کی حقیقت ذلت اور نبی معزز کی حقیقت ذلیل وغیرہ ثابت ہورہی تو تھوڑی الٹ پلٹ میں اسلام کی حقیقت کفر اور کفر کی حقیقت اسلام ثابت ہوجانے کو کیا دیر لگے گی اور تعجب نہیں کہ

اسی قسم کا خیال پختہ بھی ہوگیا ہو۔

افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کو جس قدر مسمریزم سے خوش اعتقادی اور اس پر وثوق ہے خدائے تعالی کی قدرت پر نہیں اگر عقل کی راہ سے بھی دیکھا جائے تو خدا تعالی کا اس مردے کو زندہ کرنا جس قدر اطمینان بخش ہے مسمریزم کی بدنما کاروائی سے نہیں ہوسکتا ہے، مگر مرزا قادیانی کی عقل اسی کی مقتضی ہوئی۔ سرسید احمد خان صاحب بھی اس مردے کے زندہ ہونے کو نہیں مانتے چنانچہ تفسیر القرآن حصہ اول صفحہ ۱۲۵۔۱۲۶ میں لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا اور قاتل معلوم نہ تھا اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہیں اور انہیں میں قاتل ہے۔ مقتول کے اعضاء سے مقتول کو مارے جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ بسبب یقین اپنی بے جرمی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے مگر اصل قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانے میں اس قسم کی باتوں سے ہوتا ہے ایسا نہیں کرنے کا اور اسی وقت معلوم ہو جائے اور وہی نشانیاں جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھی ہیں لوگوں کو دیکھا دے گا۔

سرسید احمد خان صاحب تو خدا کا نام تبرکاً لیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں میں بھی اپنا نام رہے اس لئے ان کا صفت احیائے موتی سے انکار بے موقع نہیں مگر مرزا قادیانی سے حیرت ہے کہ اس مسئلے میں وہ بھی ان کے ہم خیال ہوگئے اور صرف اتنی اصلاح کی کہ مردے کی حرکت مسمریزم کی وجہ سے تھی۔ سرسید احمد خان صاحب کی رائے مرزا قادیانی سے کم نہ تھی مگر چونکہ وہ فن تاریخ میں مہارت رکھتے تھے ان کو معلوم تھا مسمریزم کا اس وقت وجود ہی نہ تھا اس لئے اس رائے کو پسند نہیں کیا مرزا قادیانی نے دیکھا کہ جو لوگ خلاف قرآن وحدیث حسن ظن سے اپنی بات کو مان لیں گے ان پر خلاف تاریخ مان لینا کیا دشوار ہے۔

غرض ان لوگوں نے قرآن کو کھلونا بنا لیا ہے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ خدا تعالی کے کلام کو بگاڑنا اور اس کی مرضی کیخلاف تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اس سے یہ غرض کہ حسن ظن والے سمجھ جائیں کہ وہ تفسیر کرنا کس درجے کا گناہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ تفسیر بالرائے نہیں کرتے۔

اس آیت شریفہ میں بھی مرزا قادیانی کو کلام ہے، حق تعالی فرماتا ہے:

و اذ قا ل ابرا هیم ر بّ ارنی کیف تحی الموتی قال او لم تو من۔ قال بلی و لکن لّیطمئنّ قلبی قا ل فخذ ار بعۃ مّن الطّیر فصر ھنّ الیک ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ مّنھنّ جز ءً ثمّ اد عھن یا تینک سعیاً و اعلم انّ اللّٰہ عز یز حکیم (بقرہ:۲۶۰) (اور جب کہا ابرا ہیم نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلا ئے گا تو مر دے تو فر ما یا کیا تم نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں، لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فر مایا تم پکڑ و چار جا نور اڑتے پھر ان کو بلا ؤ اپنے ساتھ پھر ڈا لو ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو پکارو کہ وہ آ ئیں تمہارے پاس دوڑ تے اور جا ن لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے)۔

مقصود ان پر ندوں کے بلا نے سے یہ تھا کہ حضرت ابرا ہیم کو اس بات میں پوری شناخت ہو جائے اور زندہ ہو نے کے بعد ان کی آ واز پر دوڑ آ ئیں اور حضرت ابرا ہیمؑ کو شنا خت کی وجہ سے دوسرے پر ندوں کا اشتباہ نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فر ماتے ہیں کہ فصر ھن کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کر نے کے ہیں جیسا کہ بخاری (باب قولہ و اذ قا ل ابرا ھیم ..) میں ہے فصر ھن اے قطعھن۔ درمنثور ج ا ص ۳۳۵ میں امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے عن ابن عباس فصر ھن قا ل ھی با لنطیۃ شققھن۔ اور اسی میں یہ عبارت ہے عن ابن عباس قا ل و ضعھن علی سبعۃ ا جبل و ا خذ الرؤس فجعل ینظر الی القطرۃ تلقی القطرۃ و الر یشۃ تلقی الر یشۃ حتی صر ن ا حیاء لیس لھن رؤس فجئن الی رؤسھن فد خلن فیھا۔ یعنی ابن عباسؓ فر ما تے ہیں کہ ابرا ہیمؑ نے ان پر ندوں کے ٹکڑے کر کے سات پہاڑوں پر رکھ دیئے اور سروں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر قطرے سے قطرہ اور پر سے پر ملنے لگے جس کو وہ دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ زندہ ہو گئے اپنے اپنے سروں سے آ ملے۔

ان روایات کے بعد اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں پر ندوں کی بوٹیاں پہاڑوں پر رکھی گئی تھیں جو زندہ ہو کر ابرا ہیمؑ کے بلا نے پر آ گئے اور انہوں نے ان کے زندہ ہو نے کو بچشم خود دیکھ لیا اور سیاق آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی درخواست یہ تھی کہ مردوں کو زندہ کر نیکی کیفیت دکھا ئی جائے رب ارنی کیف تحی الموتی اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں۔ کہا ایمان تو ہے لیکن میں اس سے اپنی خلت کا اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر میں فی الواقع خلیل ہوں تو یہ دعا مقبول ہو جائے۔ درحقیقت انہوں نے اس دعا کی اجابت کو اپنی خلت کی نشانی

قرار دی تھی نفس احیائے موتی سے چنداں تعلق نہ تھا۔ چنانچہ سیوطی درمنثور جلد ا ص ۳۳۴ میں لکھتے ہیں عن ابن عباس فی قولہ و لکن لیطمئن قلبی تقول اعلم انک تجیبنی اذا دعو تک و تعطنی اذا سألتک یعنی یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر خلت متحقق ہے تو میری دعا قبول ہوگی اور جو مانگونگا تو دیگا۔ اور نیز درمنثور جلد ا ص ۳۳۴ میں ہے عن السدی یقول ربّ ارنی کیف تحی الموتی حتی اعلم انّی خلیلک قال او لم تو من؟ یقو ل تصدق بانی خلیلک قال بلی و لکن لیطمئنّ قلبی بخلولتک یعنی احیاء موتی کی دعا اس غرض سے کی کہ اس کے قبول ہونے سے خلت کا یقین ہو جائے ارشاد ہوا کیا اس کا یقین نہیں عرض کی یقین تو ہے لیکن اطمینان چاہتا ہوں جو دعا کی قبولیت پر موقوف ہے۔

اب اس سوال و جواب اور دوسرے قرائن پر غور کرنے کے بعد عقل سے تھوڑا سا کام لیا جائے کہ باوجود قدرت کے خدا تعالی اپنے خلیل کو نشانی دکھلا کر مطمئن فرمایا ہوگا یا نہیں۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا نہ بحسب روایات اس کا انکار ہوسکتا ہے نہ بحسب درایت۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نہ کوئی پرندہ زندہ ہوا نہ خلیل اللہ کی دعا قبول ہوئی بلکہ دعا پر یہی حکم ہوا کہ مسمریزم کے ذریعے سے پرندوں کو اپنی طرف کھینچ لو تو معلوم ہو جائے گا کہ مردے بھی ایسے ہی زندہ ہوں گے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۵۲۔۷۵۳ میں لکھتے ہیں:

> یاد رکھنا چاہیے کہ جو قرآن مجید میں چار پرندوں کا ذکر ہے کہ ان کے اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے.. ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند چرند کو صرف اپنی طرف کھینچ لے فتد بر و لا تغفل۔

اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ فخذ اربعۃ مّن الطّیر میں جو فاء ہے گویا تفریع اسی دعا پر ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے باب میں تھی جس سے ظاہر ہے کہ وہ دعا قبول ہوئی اور پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم ہوا، ورنہ صرف ارشاد ہو جاتا کہ یہ دعا کیسی، مردوں کو زندہ کرنا اس عالم میں نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خلاف مرضی دعا ہوتی تو اس پر عتاب ہو جاتا جیسے دیدار الٰہی کی درخواست کرنے والوں پر عتاب ہوا تھا جن پر بجلی گرائی گئی اور وہ جل کر ڈھیر ہو گئے فقالوا ارنا اللّٰہ جھرۃ فا خذ تھم الصّا عقہ (نساء: ۱۵۳) غرض جب قرائن سے معلوم ہوا کہ دعا احیائے موتی قبول ہوئی تو اس کے بعد بجائے احیائے موتی مسمریزم کا خیال کرنا گویا در پردہ یہ کہنا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کو احیائے

موتی کی قدرت نہ تھی اور مسمریزم کے عمل کے بعد بھی ان کا مقصود جو خلت کی نشانی معلوم کرنا تھا حاصل نہ ہوا کیونکہ نشانی تو احیاء تھی اور اس عمل سے جو معلوم ہوا اسی قدر تھا کہ انسان کے روحانی تصرف سے جانور بھی مسخر ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی دعا کو کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر یہ غرض تھی کہ اس پر قیاس کریں کہ جیسے پرندے بلاتے ہی آ جائینگے روحوں کو بھی خدا ایسا ہی بلا لیگا تو یہ مثال قائم کرنے کے لئے اس سے آسان طریقہ یہ تھا کہ کسی خادم کو پکارنے کا حکم ہو جاتا جو پرندوں سے بھی پہلے پکارتے ہی آ کھڑا ہوتا اور مسمریزم کی مشاقی حاصل کرنے کی زحمت جو ضرورت سے زیادہ تھی اٹھانی نہ پڑتی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو احیائے موتی دیکھنے سے خواہ خلت کی نشانی معلوم کرنا منظور ہو یا مشاہدہ احیاء اس مسمریزم سے دونوں مقصود فوت ہیں اور ایمان بالغیب جو پہلے تھا وہی اسکے بعد بھی رہا۔ نہ دعا سے کچھ فائدہ ہوا نہ اجابت دعا سے بلکہ بہت بڑا نقصان یہ لازم آتا ہے کہ خلت کا جو پہلے ایمان تھا نعوذ باللہ وہ بھی جاتا رہے اسلئے کہ باوجود قدرت کے جب اسکی نشانی نہ دکھلائی جائے تو یہی یقین ہوگا کہ دراصل اسکا وجود نہیں حالانکہ انبیاء اپنے اطمینان کیلئے جب کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو وہ ان کو دکھلائی جاتی ہے چنانچہ حضرت زکریاؑ کے قصے سے ثابت ہے کہ

قال ربّ انّی یکون لی غلام و قد بلغنی الکبر و امرأتی عاقر قال کذلک اللّٰہ یفعل ما یشاء۔ قال ربّ اجعل لی آیۃ قال آیتک الّا تکلّم النّاس ثلاثہ ایّام الّا رمزاً۔ (آل عمران: ۴۰۔۴۱)۔

حاصل یہ کہ جب فرشتوں نے زکریا کو اللہ کی طرف سے خوش خبری سنائی کہ آپ کے ایک فرزند ہوگا جس کا نام یحیٰؑ ہے۔ عرض کی کہ اے رب مجھے کیونکر لڑکا ہوگا ایسی حالت میں کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا، خدا جو چاہے کر سکتا ہے۔ پھر عرض کی اے رب اسکی کوئی نشانی مقرر فرما، ارشاد ہوا کہ تین روز تک تم لوگوں سے بات نہ کر سکو گے سوائے اشارے کے۔..

غرض سنت الٰہی جاری ہے کہ انبیاء جب کسی بات کے یقین یا اطمینان حاصل ہونے کے لئے کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو ان کو دکھلائی جاتی ہے پھر خاص خلیل کو ان کے خلت کے متعلق نشانی باوجود طلب کرنے کے نہ بتلائی جانا ہرگز قرین قیاس نہیں اور یہ ایسا بودا خیال ہے کہ کوئی مسلمان جس کو خلت کے معنی معلوم ہوں اور قدرت الٰہی کو جانتا ہو ہرگز اس طرف توجہ نہیں کر سکتا کہ مسمریزم سے وہاں کام لیا گیا۔ مرزا قادیانی کو صرف اتنا موقع مل گیا کہ آیت فخذ اربعۃ من الطّیر فصرھنّ الیک ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ مّنھنّ جزء (بقرہ: ۲۶۰) میں لفظ ذبح

نہیں ہے اس لئے ہر پرندے کو چار پرندوں کا جزو قرار دیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر پہاڑ پر ان چار پرندوں کا ایک ایک جزو یعنی ایک ایک پرندہ چھوڑ دو۔ اہل فصاحت پر پوشیدہ نہیں کہ مرزا قادیانی ثمّ اجعل .. الخ کا جو مطلب بتاتے ہیں کہ پرندے پہاڑوں میں جدا کر کے چھوڑ دو اس کے لئے تو یہ الفاظ فرقھن فی الجبل کافی ہے اس مطلب کے لئے ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ منھن جزء کہنا قطع نظر فصاحت و بلاغت کے فوت ہو جانے کے مضمون بھی دوسرا ہی ہو جاتا ہے اس لئے کہ اگر یہ مضمون بیان کرنا ہو (ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو) تو سوائے ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ منھن جزء کہنے کے یہ مضمون ہرگز ادا نہ ہو سکے گا۔ پھر جب مرزا قادیانی والا مضمون دوسرے الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے اور یہ مضمون سوائے الفاظ آیت شریفہ کے ادا نہیں ہو سکتا اور اسی مضمون کی تصدیق صحابہ خصوصاً ابن عباسؓ جیسے صحابی کے قول سے ہو رہی ہے اور اس تصریح کے ساتھ کہ چار پرندوں کے ٹکڑے سات پہاڑوں پر رکھے گئے تھے تو اس کو چھوڑ کر ایسا مضمون نکالنا جس سے کلام پایہ بلاغت و فصاحت سے گر جائے اور کلام الٰہی پر ایسا بدنما دھبہ لگے جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کر سکتا کس قدر جرأت کی بات ہے۔ اگر مرزا قادیانی مثلاً یہ کہنا چاہیں کہ چار شخص ہم نے معین کئے پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک گاؤں بھیجا تو کیا یہ فرمائیں گے ثمّ ارسلت الی کل قریۃٍ مّنھم جزء میں سمجھتا ہوں کہ بجائے جزء کے واحداً فرمائیں گے بشرطیکہ اس بحث کا تعلق معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ ایسے موقع میں جب کوئی پوری خبر بیان کرنا ہو تو جزء نہیں کہا جاتا جیسا کہ فرمایا: و النبیون من رّبّھم لا نفرّق بین احدٍ مّنھم (بقرہ: ۱۳۶) دیکھ لیجئے ایک نبی بقول مرزا قادیانی تمام انبیاء کا جزو ہے مگر بین جزء منھم نہیں فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس معنی کے مرزا قادیانی قائل ہیں کہ واقع میں پرندے پہاڑوں پر چھوڑ دیئے گئے تھے اس معنی پر تو قرآن شریف کی عبارت غلط ٹھہرتی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا پھر اسی پر اڑے رہنا ضمناً یہ دعویٰ ہے کہ اس مقام میں قرآن میں غلطی ہے۔ نعوذ باللّٰہ

مرزا قادیانی اپنی عیسویت پر یہ استدلال بھی پیش کرتے ہیں کہ کریم بخش کی گواہی سے یہ ثابت ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۷۔۷۰۸ میں ہے کہ: ایک بزرگ گلاب شاہ نے پیشگوئی کی تھی کہ عیسیٰ لدھیانے میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالیگا۔

اگر وہ بزرگ واقعتاً صاحب کشف تھے تو پیش گوئی ان کی صحیح نکلی۔ مگر تردد یہ ہے کہ پھر انہوں نے عیسیٰ کیوں کہا؟ کہہ دیتے کہ ایک شخص ایسا کام کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

انہوں نے کشف میں مرزا قادیانی کا دعوی عیسویت بھی دیکھ لیا تھا۔ اس لئے عیسی کہہ دیا یعنی عیسی ادعائی، اور چونکہ قرآن میں غلطیاں نکالنا عیسی موعود کی شان کے منافی ہے، اس لئے انہوں نے ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ اگرچہ عیسویت کے مدعی ہوں مگر عیسی نہیں ہو سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مجلس میں لوگ کہیں کہ فلاں شخص شیر ہے، اور ایک شخص کہے کہ شیر ایسا ہے کہ بکری سے ڈرتا ہے، تو اس کا شیر کہنا اعتراف نہ سمجھا جائے گا، بلکہ وہ منافی صفت بیان کرنا اس بات پر دلیل ہو گا کہ اس صفت کا ابطال اس کو مقصود ہے۔

## مسمریزم اور معجزہ

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۸۔۲۱۰ میں تحت آیت و اتبعوا ما تتلوا الشیا طین علی ملک سلیمان سحر کے کئی اقسام بیان کئے ہیں منجملہ ان کے ایک سحر اصحاب اوہام اور نفوس قویہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ آدمی جب قوت وہمیہ اور نفسانیہ بڑھانے میں کوشش کرتا ہے تو وہ قوتیں اس قدر بڑھتی ہیں کہ ان سے عجائبات صادر ہونے لگتے ہیں اور دوسری قسم استعانت بالارواح الارضیہ لکھا ہے یعنی ارواح ارضیہ کی مدد سے امور عجیبہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ ساحر لوگ عمل تدابیر سے ارواح مناسبہ پر کچھ ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ مسخر اور فرمان بردار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ان من البیا ن لسحراً سے بھی اشارةً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جیسے سحر ارواح ارضیہ میں تاثیر کر کے ان کو مسخر کر لیتا ہے ایسا ہی بعض بیان بھی اپنے پر زور اثر سے اپنا مسخر بنا لیتے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے مرزا قادیانی کی تقریر پر تاثیر گواہ ناطق ہے۔ غرض سحر میں بعض ارواح پر نفسانی اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ مسخر ہو جاتی ہیں پھر ان سے وہ وہ کام لئے جاتے ہیں جو بالکل غیر معمولی اور حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ الحاصل سحر میں نفوس ساحرہ کی تاثیر بھی ہوتی ہے اور ارواح بھی اس سے مسخر ہوتی ہیں جو مسمریزم میں ہوا کرتا ہے۔ دیکھ لیجئے مسمریزم کی کتابوں میں وہی تدابیر بتلائی گئی ہیں کہ جن سے شخص معمول کی روح مسخر ہو جائے اور ایسے کام کرنے لگے جو غیر معمولی اور ظاہراً خارق عادات ہوں۔ اس سے ثابت ہے کہ مسمریزم ایک قسم کا سحر ہے جس میں مسمر صاحب نے ترقی کر کے اس کو ایک مستقل فن سحر قرار دیا، اور چونکہ وہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ خوارق عادات کی حد تک بھی نہیں پہنچ سکتا، چہ جائے کہ معجزے کا اطلاق اس پر ہو سکے، کیونکہ معجزہ تو خاص اس فعل کا

نام ہے جو حق تعالی اپنی قدرت کاملہ سے کسی نبی کے ہاتھ پر اس غرض سے ظاہر کرے کہ سب عاجز ہوں، اور کسی دوسرے کو اس پر قدرت نہ ہو۔ مرزا قادیانی ان چار پرندوں کے زندہ ہونے کو بھی مسمریزی عمل قرار دیتے ہیں، نیز عیسیٰؑ کے معجزات جو قرآن میں مذکور ہیں ان کو بھی مسمریزی عمل قرار دیتے ہیں حالانکہ حق تعالی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

انّی قد جئتکم بآ یۃٍ مّن رّ بّکم انی اخلق لکم من الطّین کھیئۃ الطّیر فا نفخ فیه فیکون طیراً با ذن اللّٰه و ابری الا کمه و الا برص و احی الموتی با ذن اللّٰه (آل عمران: ۴۹)

یعنی عیسیٰؑ کے معجزے یہ تھے کہ پرندے بنا کر ان میں پھونکتے جس سے وہ زندہ ہو جاتے اور مادرزاد اندھوں کو بینا اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

یہ تو حق تعالی فرماتا ہے اور مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ تا ۳۱۹ میں لکھتے ہیں:

یہ بھی جاننا چاہیے کہ سلب امراض کرنا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالنا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں۔ ہر یک زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب امراض کرتے رہتے ہیں اور مفلوج و نیز برص و مدقوق وغیرہ کی توجہ سے اچھے ہوتے رہتے ہیں اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردہ زندہ ہوتے رہتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مر جاتے تھے۔

(واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی) بلکہ صرف ظلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے ایک جھوٹی جھلک کی طرح ان میں نمودار ہو جاتی تھی۔ پس اگر اتنی سی بات ہے تو ہم اس کو پہلے تسلیم کر چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ عمل الترب کے ذریعہ سے پھونک ہوا میں وہ قوت پیدا ہو جائے جو اس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر چڑھتا ہے۔

اب اہل ایمان غور فرمائیں کہ عمل مسمریزم جو یقینی طور پر سحر ہے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اسی عمل کے ذریعہ سے الیسعؑ اور عیسیٰؑ عجائبات دکھلا کر لوگوں کو مسخر کرتے تھے۔ اور ابھی معلوم ہوا

کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو پرندوں کو زندہ کیا تھا اور حضرت موسیٰؑ کے وقت میں جو مردہ زندہ ہوا تھا وہ سب مسمریزم ہی کے ذریعہ سے تھا، جسکا مطلب صاف وصریح طور پر ظاہر ہے کہ یہ انبیاء اولوالعزم (نعوذ باللہ) ساحر اور جادوگر تھے۔ اب ہر شخص قرآن پڑھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ نبی کو ساحر کون لوگ کہا کرتے تھے اس کی تصریح کی ہمیں ضرورت نہیں۔

غرض مرزا قادیانی جو معجزہ خارق عادت دیکھتے ہیں اس کو حتی الامکان مسمریزم میں داخل کر دیتے ہیں جو ایک قسم کا سحر اور قوت بشری کے اندر ہے۔ اب مشکل یہ ہے کہ قرآن سے ظاہر ہے کہ خدا نے انبیاء کو ایک غیر معمولی قدرت دی ہے جس سے ان خوارق عادات کا صدور صرف باذن اللہ ہوتا ہے اور مرزا قادیانی بھی اسی کے قائل ہیں کہ ان معجزات کا صدور مسمریزی قوت انسانی سے ہوتا تھا۔ معلوم نہیں کہ ان دونوں مذہبوں میں ما بہ الامتیاز کیا ہوگا۔ پھر اگر اسی مسمریزی قوت کے آثار معجزات تھے تو مسمریزم کے عمل کرنے والوں کو بھی انبیاء کہنا چاہیے اور اگر معجزہ خاص اور مسمریزم عام ہے تو تصادق کے لحاظ سے نبی کو من وجہ نبی اور من وجہ ساحر کہنا پڑے گا۔ اس آیت شریفہ میں مرزا قادیانی سے پہلے سرسید احمد خان نے تفسیر میں بہت زور لگایا کہ ممکن نہیں کہ وہ پرندے خلاف فطرت زندہ ہوئے ہوں اور نہ کوئی عاقل ایسا سوال کر سکتا ہے کہ دنیا میں مردے کو زندہ کر دکھائے بلکہ ابراہیمؑ نے درخواست کی کہ خواب میں یہ بات دکھلا دی جائے چنانچہ ان کی درخواست منظور ہوئی اور خواب میں چار پرندوں کو زندہ ہوتے دیکھ لیا۔ مرزا قادیانی نے یہ ترمیم کی اس کو خواب پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں مسمریزم سے کام نکل سکتا ہے جس سے مقصود بھی حاصل ہو جائے گا کہ معجزہ ثابت نہ ہوگا اور واقعہ کا انکار بھی نہ ہوگا۔ الحمد للہ مرزا قادیانی خدا تعالیٰ کا بہت ادب کرتے ہیں ورنہ جیسے انبیاء کو ساحر قرار دیا اور حضرت عیسیٰؑ کے احیائے موتی وغیرہ معجزات کو مشرکانہ خیال بتایا، ممکن تھا خدا تعالیٰ نسبت بھی کچھ کہہ دیتے کہ ساحروں کے قصے بیان کر کے لوگوں کو نعوذ باللہ گمراہ کر رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ عقلاء کی عادت ہے کہ ایسی کوئی بات دل میں آئے تو کسی ایسے پیرایہ میں ظاہر کر دیا کرتے ہیں کہ الكناية ابلغ من التّصريح کی رو سے مقصود بھی حاصل ہو اور تصریح قبیح سے بھی احتراز ہو۔ یہ تمام دقتیں اور خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نبوت کا دعویٰ ہے اور خارق عادات معجزہ ان سے ظہور میں محال ہے۔ اس لئے وہ معجزات کی توہین کے درپے ہو گئے چنانچہ براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ جو معجزات بظاہر ان مکروں سے مشابہ ہیں گو کہ وہ سچے بھی ہوں، تب بھی محجوب الحقیقت اور ان کے ثبوت کے بارے میں بڑی بڑی دقتیں ہیں

،اورنیز (براہین احمدیہ۔ص ۴۲۸ تا ۴۳۵ میں) لکھتے ہیں:

تمہید پنجم۔جس معجزے کو عقل شناخت کر کے اس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے وہ ان معجزات سے ہزار ہا درجہ افضل ہوتا ہے کہ جو صرف بطور کتھا یا قصے کے مد منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں۔اس ترجیح کے دو باعث ہیں۔ایک تو یہ کہ معقولی معجزات ہمارے لئے جو صدہا سال اس زمانہ سے پیچھے پیدا ہوئے، جب معجزات دکھلائے گئے تھے،مشہود اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے اور اخبار منقولہ ہونے کے باعث سے وہ درجہ ان کو حاصل بھی نہیں ہوسکتا جو مشاہدات اور مرئیات کو حاصل ہوتا ہے۔دوسرے یہ کہ جن لوگوں نے منقولی معجزات کو جو تصرف عقل سے بالاتر ہیں مشاہدہ کیا ہے ان کے لئے بھی وہ تسلی تام کے موجب نہیں ٹھہر سکتی۔کیونکہ بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی ان کو دکھلاتے پھرتے ہیں، گو وہ مکروفریب ہی ہیں مگر اب مخالف بد اندیش پر کیونکر ثابت کر کے دکھاویں کہ انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوئے ہیں، کسی نے سانپ بنا کر دکھلا دیا اور کسی نے مردہ زندہ کر کے دکھلا دیا،اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں۔جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں۔یہ مشکلات کچھ ہمارے زمانہ ہی میں پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ممکن ہے کہ انہیں زمانوں میں یہ مشکلات پیدا ہوگئی ہوں۔

فی الحقیقت جو معجزات مشاہدہ ومحسوس ہوں زیادہ تر مفید علم ہونگے اور بڑا فائدہ ان سے یہ ہوگا کہ محسوس ہونے کی وجہ سے انبیائے سابقین کی تصدیق اور زیادہ ہوگی کہ جب امتی لوگ ایسے ایسے معجزات دکھلاتے ہیں تو ان کے نبی کے معجزات جو بالاصالت صادر ہوتے تھے ضرور اعلیٰ درجے کے ہوں گے اور جتنے خلاف عقل معجزات کتابوں میں لکھے ہیں سب کو مان لینے پر عقل مجبور ہو جائیگی اور گویا ان سب کا وقت واحد میں مشاہدہ ہو جائیگا۔اسی وجہ سے جس زمانے میں اولیاء کی کرامات لوگوں نے برائی العین دیکھ لی ان کو وقوع معجزات میں ذرا بھی شک نہ رہا۔جو لوگ اس امت مرحومہ میں اولیاء اللہ کے معتقد ہیں کرامات کے تواتر سے معجزات کا ان کو کچھ ایسا یقین ہے کہ اگر کسی ضعیف روایت سے بھی کوئی معجزہ ثابت ہو تو اس کے وقوع میں بھی ذرا تردد نہیں ہوتا۔اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اگر معجزات صادر ہوں تو مسلمانوں کے اعتقاد کو اصلی معجزات کی تصدیق میں راسخ اور مستحکم کر دیں گے جس سے نبوت پر ایمان مکمل ہو جائے گا اور نئی روشی والے جو عقلوں کی اطاعت میں ایمان سے علیحدہ ہوئے جاتے ہیں دین سے خارج نہ ہوں گے اور ادیان باطلہ پر حجت قائم ہو

گی کہ جس نبی کے تابع کا یہ حال ہوتو متبوع یعنی نبی ﷺ کی کیا حالت ہوگی۔ پھر اس مشاہدے کی بدولت جن کی طبیعت میں صلاحیت ہے وہ مشرف باسلام بھی ہوں گے اور حدیث شریف علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا مضمون پورے طور پر صادق آ جائیگا۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان وغیرہ میں لاکھوں آدمی اولیاء اللہ کی کرامات دیکھ کر مشرف باسلام ہوتے گئے جس سے دین کی روز افزوں ترقی ہوئی جیسا کہ بزرگان دین کے تذکروں اور تواریخ سے واضح ہے۔

مگر مرزا قادیانی ان معجزات کو کتھا اور قصوں کی مد میں داخل کر کے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے وہ شعبدہ بازیاں ہوں۔ مسلمان تو پہلے ہی سے ضعیف الاعتقاد ہو رہے تھے اگر مرزا قادیانی کی تقریر خدانخواستہ اثر کر جائے تو رہا سہا ایمان بھی گاؤ خورد ہو جائیگا اور پوری پوری نیچریت طبیعتوں میں آ جائے گی۔ مرزا قادیانی کو کس نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ معجزے دکھلائے، جس کے دفعیہ کی یہ تدبیر نکالی جس کا مقتضی یہ ہے کہ معجزے کل انبیاء کے بے اصل ٹھہر جائیں۔ ہاں جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ہر شخص کو بینہ اور نشانی طلب کرنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ معجزہ نبوت کا لازمہ ہے۔ اگر فرمائیں کہ میں نے تو ظلی نبوت کا دعویٰ کیا تھا جو اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پوچھا جائیگا کہ وہ ولی کون ہے جو ظلی نبوت کا دعویٰ کر کے بطور تحدی معجزے دکھلانے کو کھڑا ہو گیا تھا جیسے کہ آپ معجزے اس غرض سے دکھا رہے ہیں کہ نبوت ثابت ہو۔ کسی تذکرے یا تاریخ میں بتلا دیں کہ فلاں ولی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں نبی اور رسول اللہ ہوں خدا نے مجھے بھیجا ہے اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر اور دوزخی ہے اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور میرے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے اور میری بیوی کو ام المومنین کہو اور اس کے بعد یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں معجزے بھی دکھلاتا ہوں۔

الحاصل ظلی نبوت اگر بمعنی ولایت لی جائے تو اس کے لئے معجزہ شرط نہیں پھر معجزات دکھلانے کا دعویٰ ہی کیوں کیا اور اگر اس نبوت کا دعویٰ ہے جس کے لئے معجزہ شرط اور لازم ہے تو ان معجزات کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایسی کھلی کھلی نشانیاں ہوں کہ ہر شخص سمجھ جائے کہ ان کا تعلق خاص خدا کی قدرت سے ہے اور بداہتاً یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امور آدمی کی اقتدار سے خارج ہیں، نہ مسمریزم کو ان میں دخل ہے نہ سحر کو ان سے تعلق، نہ کاہنوں کی کہانت کو گنجائش ملے جو پیش گوئیاں کرتے ہیں، نہ عقل کا ان میں تصرف ہو۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۷ فصل الوفد السابع میں لکھا ہے کہ قبیلہ کندہ کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے بطور امتحان کسی ظرف میں

ٹڈی رکھ دیئے اور آنکھ بند کر کے کہا فرمایئے اس میں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ تو کاہنوں کا کام ہے اور کاہن و کہانت کا انجام دوزخ ہے۔ انہوں نے کہا پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے وہیں پڑی ہوئی چند کنکریاں اٹھا کر فرمایا دیکھو یہ کنکریاں میری رسالت پر گواہی دیتی ہیں۔ چنانچہ ان کنکریوں سے تسبیح کی آواز انہوں نے اپنے کانوں سے سن لی اور وہ سب فوراً بول اٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں بے شک آپ رسول اللہ ہیں۔ دیکھئے معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے صدور میں سوائے قدرت الٰہی کے کسی اور چیز کا لگاؤ ہے نہ تصنع نہ شروط، نہ قیود، نہ پیچ دار باتیں، نہ پہلو دار فقرے کہ جن سے موقع پر گریز کا رستہ ملے جیسا کہ مرزا قادیانی کے الہامات میں یہ سب باتیں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا قادیانی کو عیسی کے تمام معجزات میں صرف ایک معجزہ پسند اور قابل تصدیق معلوم ہوا جو براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۱ حاشیہ میں لکھا ہے:

یہودا اسکریوطی کی خراب نیت پر مطلع ہو جانا اس کا ایک معجزہ ہی تھا جو اس نے اپنے شاگردوں اور صادق الاعتقاد لوگوں کو دکھلایا۔ اگر اس کے دوسرے سبب عجیب کام بباعث قصہ حوض اور بوجہ آیہ مذکورہ بالا و ما قدروا اللہ حق قدرہ کے مخالف نظر میں قابل انکار اور محل اعتراض ٹھہر گئے اور اب بطور حجت مستعمل نہیں ہو سکتے لیکن معجزہ مذکورہ بالا منصف مخالف کی نظر میں بھی ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو۔

مذکورہ بالا معجزہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ ایک شخص نے حضرت عیسیٰؑ سے نشانی طلب کی انہوں نے کہا کہ کوئی نشان نہ دیا جائے گا اسی کی نسبت مرزا کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ ظہور میں آیا ہو۔ جس معجزے کو خود قبول کرتے ہیں اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو اور اس سے ظاہر ہے دوسرے معجزات حیز امکان ہی سے خارج ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے معجزات حضرت عیسیٰؑ کے حق تعالی نے قرآن میں بیان فرمائے ہیں ان کا ظہور مرزا قادیانی کے نزدیک ممکن ہی نہیں۔ جب قرآن کی تصدیق کا یہ حال ہے تو حدیث و اجماع کا کیا پوچھنا ہے۔

جن معجزات کی نسبت حق تعالی فرماتا ہے و جاء تھم رسلھم بالبینات (یونس: ۱۳) یعنی انبیاء کھلے کھلے معجزے اپنی قوموں کو دکھلایا کرتے تھے ایسے معجزے ممکن نہیں کہ مرزا قادیانی دکھلا سکیں اس لئے کہ وہ قوت بشری کے امکان سے خارج ہیں اور مرزا کو معجزے دکھلانے کی ضرورت ہے اس لئے انہوں نے اصلی معجزات سے گریز کر کے یہ تدبیر نکال لی کی معجزوں کی دو

قسمیں کر دیں ایک نقلی دوسری عقلی۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۱ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۴ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں۔

بلقیس کے اسلام کا واقعہ سورہ نمل میں بشرح وبسط مذکور ہے ہدہد کا نامہ لے جانا، تخت کا ایک لمحے میں صدہا کوس سے آجانا، صرح ممرد من قواریر یعنی شیش محل اسی سے متعلق ہیں۔ چونکہ کبوتر کی نامہ بری مشہور ہے، شاید ہدہد کا بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ اس کو بھی تعلیم دی گئی ہو گی مگر ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ تعلیم پذیر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ وحشی الطبع ہے، قفس سے چھوٹتے ہی اڑ جاتا ہے اور پھر واپس آنے کی توقع نہیں۔ اور کبوتر کتنا ہی دور اڑے، اپنے مالک کے گھر آجاتا ہے۔ غرض ہدہد کے ذریعہ نامہ و پیام کرنا ایک ایسا معجزہ تھا کہ انسانی قوت کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں اور اس سے بڑھ کر تخت کے منگوانے کا معجزہ تھا.. پھر بلقیس کی اقامت کے لئے ایک محل بنوایا جس کا فرش شیشے کا تھا، اور اس کے تلے ایک حوض جس میں مچھلیاں چھوڑی ہوئی ان شفاف شیشوں سے نمایاں ہوتی تھیں۔ جب بلقیس آئیں تو حضرت سلیمانؑ کہا اھکذا عرشک۔ یعنی کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے جواب میں اس خیال سے کہ اتنا بڑا تخت اس قلیل مدت میں صحیح وسالم کیونکر پہنچ سکتا ہے، بادی النظر میں یہ تو کہہ دیا کہ کانہ ہو یعنی یہ ہو بہو ویسا ہی ہے مگر حضرت سلیمانؑ کے سوال کو سوچا کہ اس سے عقل کا امتحان مقصود ہے اور تخت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنا ہی تخت ہے جو معجزے سے صحیح وسالم پہنچ گیا ہے اور فوراً کہہ دیں کہ او تینا العلم من قبلھا و کنّا مسلمین۔ یعنی ہم کو اس معجزے سے پہلے ہی آپ کا برگزیدہ خدا ہونا معلوم ہوگیا تھا اور تب ہی آپ کو مان گئے تھے۔ اس سوال جواب کے بعد بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں جاؤ۔ انہوں نے وہاں پانی خیال کرے پائنچے اٹھالئے۔ کہا گیا اس کی ضرورت نہیں شیشہ کا فرش ہے۔ اس وقت انہوں نے کہا ربّ انّی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیما ن للّٰہ ربّ

العا لمین ۔یعنی میں نے بے شک اپنے نفس پر ظلم کیا کہ ایسے جلیل القدر نبی کے پاس آنے میں تاخیر کی جن کی سلطنت ظاہری کا یہ حال کہ پرند چرند جنات تک تابع فرمان اور سلطنت باطنی کی یہ کیفیت کہ محال کو تصرف باطنی سے معجزے سے واقع کر دکھاتے ہیں اور شفقت اور عزت بخشی گئی ہے۔ یہ صورت کہ ایسا بے مثل و بے نظیر مکان آنے سے پہلے تیار کر رکھا غرض اس معذرت کے بعد اپنے قدیم ایمان کو اسلمت مع سلیما ن للّٰہ ربّ العا لمین کہہ کر سلیمانؑ کی تسکین کر دی۔

اب دیکھئے کہ بلقیس کا ایمان تخت دیکھنے کے وقت قرآن سے ثابت ہے جس پر وکنّا مسلمین گواہی دے رہا ہے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ شیش محل کا عقلی معجزہ دیکھ کر انہوں نے ایمان لایا۔ افسوس کا مقام ہے کہ صرف اس غرض سے کہ کوئی عقلی معجزہ ثابت کر کے اپنے عقلی تدابیر کو معجزہ قرار دیں اور نبی بن بیٹھیں قرآن میں تصرف کر رہے ہیں کہ واقعات کی شکل بدل کر تحریف اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ پھر جہاں خود کو ضرورت ہوتی ہے تو فرماتے ہیں تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں، اب ان کو کیا کہنا چاہیے۔ اس سے بڑھ کر قرآن میں کیا تصرف ہوگا کہ حق تعالیٰ، حضرت عیسیٰ کے معجزے کے باب میں فیکو ن طیراً با ذن اللّٰہ فرماتا ہے کہ ان کی بنائی ہوئی چڑیاں پرندہ ہو جاتی تھیں اور وہ کہتے ہیں پرندہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ جس مٹی سے وہ چڑیاں بناتے وہ اپنے حال پر رہتی تھیں یعنی پرند نہیں بنتی تھیں۔ کما مر

مرزا قادیانی براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۹ کے حاشیہ میں جہاں وحی اور کتاب آسمانی کی ضرورت ثابت کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

جو لوگ اپنی عقل کے زور سے خدا کی معرفت کا دعوی کرتے ہیں ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتا لگایا ہے اور ہمیں انسانوں کو ابتداء میں یہ خیال آیا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیے اور ہماری ہی کوششوں سے وہ گوشہ گمنامی سے باہر نکلا۔

پھر لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد بت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم نہیں۔

جب عقل سے خدا کو پہچاننا بغیر وحی آسمانی کے بت پرستی سے کم نہ ہو تو عقل سے وحی الٰہی کو رد کرنے کا کیا حال ہونا چاہیے۔ اور نیز براہین احمدیہ صفحہ ۴۰۸ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

پس اس صورت میں ہماری نہایت کم ظرفی اور سفاہت ہے کہ ہم اس اقل قلیل پیمانہ کے پیمانے سے خدا تعالیٰ کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں۔

اور نیز براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۰ حاشیہ میں لکھتے ہیں: اے لوگو: اس بات کے سمجھنے

میں کچھ دقت نہیں کہ عقل انسانی مغیبات کے جاننے کا آلہ نہیں ہوسکتی۔

فی الواقع یہ بات بدیہی ہے کہ زمانہ گذشتہ کے واقعات ہمارے حق میں مغیبات ہیں جن میں عقل چل نہیں سکتی پھر اسکو آلہ کار بنا کر قرآن کو ردّ کیوں کر رہے ہیں شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ بذریعہ الہام ہوا کہ ان کے بنائے ہوئے پرندے طیر نہیں ہوتے تھے تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ فیکون طیراً باذن اللہ (آل عمران: ۴۹) فرماتا ہے اوران کا الہام اس کی تکذیب کرتا ہے تو ایسا الہام بے شک شیطانی ہے جس کے مرزا قادیانی بھی قائل ہیں۔

تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ کلوں کا ایجاد کرنا شیشے کا فرش بچھانا مرزا قادیانی کے نزدیک معجزات سے ہیں جو نبوت پر دلیل ہو سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات سے ثابت کیا ہے۔اس صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ یورپ میں جتنی کلیں ایجاد کرنے والے ہیں وہ سب انبیاء ہیں۔ پھر مرزا قادیانی کی کیا خصوصیت۔شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ ہمیں الہام بھی ہوتا ہے،سو یہ جواب نہیں ہوسکتا اس لئے کہ شہد کی مکھی کو بھی الہام بلکہ وحی ہوتی ہے

اوحی ربّک الی النّحل (نحل:۶۸)

اور ہر فاسق وفاجر کو بھی الہام ہوتا ہے فالھمھا فجورھا و تقواھا (شمس:۸)

جب بھی مرزا قادیانی کی خصوصیت نہ رہی۔

عقلی معجزات ثابت کرنے سے مرزا کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنی کاروائیاں وہ کمال دانائی سے کر رہے ہیں جن کی تہہ تک ہر ایک کی عقل نہیں پہونچ سکتی معجزے سمجھے جائیں مثلاً براہین احمدیہ کو اس چالاکی اور حزم سے لکھا کہ بہت سے مولویوں نے اس کی تصدیق کر لی اوران کو خبر تک نہ ہوئی کہ ہم کن باتوں کی تصدیق کر رہے ہیں پھر آہستہ آہستہ وہی الہام جو براہین میں لکھے تھے ان کی تفسیر کر کے مولویوں کو کافر اور اپنے کو عیسیٰ موعود بنالیا اور نیز پیش گوئیوں میں ایسے شروط و قیود لگاتے ہیں کہ ہر پہلو پر کامیابی ہو۔مثلاً مسٹر آتھم کی موت کی پیش گوئی کی کہ اگر رجوع الی الحقّ نہ کرے تو اتنے سال میں مر جائے جب اس مدت میں نہ مرا تو فرمایا کہ اس نے رجوع الی الحقّ ضرور کی تھی۔اب وہ ہزار طرح سے کہے کہ میں نے رجوع الی الحق نہیں،مگر سب کا ایک ہی جواب کہ دشمن کی بات کا اعتبار ہی کیا۔

ایک شخص کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی دوست نے اس کا گدھا مانگا۔اس شخص نے عذر کیا کہ گدھے کو کوئی شخص لے گیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اندر سے گدھا پکارا۔دوست نے

کہا کہ جناب گدھا تو اندر موجود ہے۔ اس شخص نے کہا یار تم بھی عجیب آدمی ہو میں خود کہہ رہا ہوں کہ گدھا نہیں اور تم گدھے کی بات کا اعتبار کر رہے ہو، کیا گدھے کی گواہی بھی قبول ہو سکتی ہے۔

اخرس (جس کا حال آئندہ معلوم ہوگا اس) کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ کس دانائی اور عقلی معجزے سے اس نے اپنی نبوت جمالی جس پر لوگ ایمان بھی لائے مگر اسلام اس کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جو کسی کذاب مفتری جعل ساز کو دیکھنا چاہیے۔ اس قسم کی کاروائیوں کو معجزات تو کیا استدراج بھی نہیں سمجھ سکتے۔ غرض مرزا کے عقلی معجزے، معجزات ہی سمجھے جائیں تو جتنے جھوٹے نبیوں نے اس قسم کے معجزے دکھلائے انکی نبوت کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی اسلئے کہ نبوت ملزوم ہے اور معجزات اس کے لازم مساوی۔ اور قاعدہ مسلم ہے کہ لازم مساوی کے وجود سے ملزوم کا وجود ہو جاتا ہے۔ غرض کہ ان معجزات کی تصدیق سے نبوت کی خود تصدیق ہو جائے گی مگر جو شخص خاتم النبیین پر ایمان لایا ہو وہ ان کی نبوت کی تصدیق کو کفر جانتا ہے۔ اس لئے مرزا کے عقلی معجزے اعتبار کے قابل ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۱ میں لکھتے ہیں:

> یہی معجزہ آسمان سے اترنے کا ہمارے نبی ﷺ سے بھی مانگا گیا تھا اور اس وقت اس معجزے کے دکھلانے کی بھی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے انکار رسالت سے جہنم ابدی کی سزا تھی۔ مگر پھر بھی خدا تعالی نے یہ معجزہ نہ دکھلایا اور سائلوں کو صاف جواب ملا کہ اس دارالابتلاء میں ایسے کھلے کھلے معجزات خدا تعالی ہرگز نہیں دکھاتا، ایمان بالغیب کی صورت میں فرق نہ آئے۔

مرزا قادیانی کی اس تقریر سے ظاہر ہے کہ کھلے کھلے معجزات حق تعالی ہرگز نہیں دکھاتا، مگر حق تعالی نے اس کا رد پہلے ہی فرما دیا چنانچہ قرآن شریف میں انبیاء کے معجزات کی نسبت بکرات ومرات آیات بینات کا لفظ فرمایا جس کے معنی کھلے کھلے معجزات کے ہیں۔ یہاں مرزا قادیانی کو اس وجہ سے موقع ملا کہ کفار باوجود کھلے کھلے معجزات دیکھنے کے اقسام اقسام کے معجزے طلب کرتے تھے کوئی کہتا زمین سے چشمے جاری کر دو تا کہ زراعت خوب ہونے لگے۔ کوئی کہتا کہ اپنے لئے بہت ہی شاداب باغ بنا لیجئے جس میں نہریں نخلستان انگور کی بیلیں وغیرہ بکثرت ہوں، کوئی کہتا کہ ایک سونے کا گھر تیار کر دکھائے، کوئی کہتا آسمان توڑ کر اس کا ایک ٹکڑا گرا کر دکھائے۔ کوئی کہتا آسمان پر جا کر ایک کتاب ہمارے نام اتار لائے۔ اس قسم کے واہی فضول سوال ہر طرف سے ہونے لگے جس پر حق تعالی کا عتاب ان پر نازل ہوا۔ اس پر مرزا قادیانی نے یہ بات جمالی کہ کھلے کھلے معجزات

دکھلانے سے حق تعالی انکار کرتا ہے۔ کیا شق القمر کھلی نشانی نہ تھی جس کی مرزا قادیانی بھی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳ میں تصدیق کرتے ہیں۔

معجزے کی حقیقت اگر سمجھ لی جائے تو معلوم ہوگا کہ کفار کے اس قسم کے سوالات کیسے فضول اور بے موقع تھے۔ بات یہ ہے کہ جب خدا تعالی نے کسی نبی کو کسی قوم میں بھیجا تو ان کو چند نشانیاں ایسی دیں کہ جن کو تھوڑی بھی عقل اور طبیعت میں راستی تھی وہ مان گئے کہ بے شک یہ نشانیاں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں۔ ممکن نہیں کہ کوئی مفتری اس قسم کا کام کر سکے۔ اس لئے وہ انبیاء کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے تھے۔ اس کی توضیح کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں اگر چہ خدا تعالی کے کارخانے کی کوئی مثال نہیں بن سکتی مگر سمجھنے کے لئے ان مثالوں سے تائید ملتی ہے یہ بات ہر شخص جانتا ہے اور اکثر اس کا تجربہ ہے کہ جب کسی کو اپنے مکان سے مثلاً کسی چیز کے منگانے کی ضرورت ہوتی ہے تو مالک مکان کسی اعتمادی شخص کے ہاتھ بطور نشانی کوئی ایسی چیز بھیجتا ہے کہ گھر والے جان لیں کہ وہ مالک مکان کی بھیجی ہوئی ہے۔ پھر وہ فرستادہ شخص جب وہ نشانی ان لوگوں کو دکھا دیتا ہے وہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ مقصود مالک کا اس نشانی کے بھیجنے سے یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر فرستادہ شخص کو اپنا اعتمادی سمجھے اور جو کچھ کہے مان لیں اور اس کی تعمیل کریں۔ اسی وجہ سے کیسی ہی بیش قیمت چیز وہ طلب کرے تو فوراً دے دیں گے اور اگر نہ دیں تو مالک مکان ان پر عتاب اور باز پرس کرے گا کہ میں نے خاص اپنی ایسی نشانی بھیجی تھی جو تم اس کو جانتے تھے کہ وہ میری ہی بھیجی ہوئی ہے پھر تم نے اس کو دیکھ کر میرے حکم کی تعمیل میں کیوں توقف کیا۔ اسی طرح اگر وہ لوگ اس بھیجی ہوئی نشانی پر کفایت نہ کر کے یہ کہیں کہ فلاں نشانی نے آ، مثلاً مالک کی پگڑی اتار لا، مہر وغیرہ، جب بھی قابل عتاب ہونگے اور مالک ان سے پوچھے گا کہ میں نے جو نشانی بھیجی تھی اس سے مقصود حاصل ہو گیا تھا کہ وہ شخص میرا ہی بھیجا ہوا ہے پھر اس پر کفایت نہ کر کے میرے بھیجے ہوئے شخص کی توہین کیوں کی گئی اور مسخر گی کی کیا وجہ کہ فلاں نشانی اور لا۔ جس سے سراسر میری توہین کی گئی اور میرا فعل لغو ٹھہرایا گیا۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس سوال کا جواب ان بیہودہ سوال کرنے والول سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ ہاں اس نشانی میں یہ ضرور ہے کہ مالک کے ساتھ اس کو ایسی خصوصیت ہو کہ کسی جعل ساز کی کاروائی اور دغا بازی کا اشتباہ نہ ہو سکے اور اگر مشتبہ نشانی کی تصدیق کر لیں جو کوئی شخص اپنی عقل سے بنا سکتا ہے، جب بھی قابل باز پرس ہوں گے اس لئے کہ اکثر بدمعاش نشانیاں بتا کر لوگوں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں اور بے وقوف ان کی تصدیق کر کے نقصان اٹھاتے ہیں۔

## عقلی معجزات

اب غور کیجئے کہ نبی کی نشانی کس قسم کی ہونی چاہیے اگر بقول مرزا قادیانی عقلی تدبیر ہی معجزہ ہو جیسے شیش محل وغیرہ تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ خاص خدا کی دی ہوئی نشانی ہے۔ ہرگز نہیں وہ تو ہر شخص جس کو معمولی عقل سے کچھ زیادہ ہو بنا لے سکتا ہے...

اسحاق اخرس کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ دس برس تک گونگا رہا اور ایک رات کسی تدبیر سے چہرے کو منور کر کے قرآن نہایت تجوید سے پڑھا علی رؤس الاشہاد یہ دعوی کہ مجھ سے جاہل اور گونگے شخص کو نبوت ملی چنانچہ تمام آسمانی (صحائف) مجھے یاد ہو گئے اب بفضلہٖ تعالی عالم ہوں جو چاہے مناظرہ کر لے۔

بہافرید بن ماہ کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ ایک مہین قمیص، جیسی کسی نے دیکھی نہ تھی، پہن کر دعوی کیا کہ مجھے یہ خلعت خدا نے دی ہے اور اسکے ساتھ الہام و مکاشفات شریک کر کے نبی بن بیٹھا

محمد ابن تومرت کا عقلی معجزہ ہی تھا کہ ایک عالم کو جاہل پاگل بنا کر ساتھ رکھ لیا۔ پھر ایک مجمع کثیر میں اس کو عالم بنا دیا اور نجوم سے پیش گوئی کی جو سچی نکلی جس سے ہزارہا آدمی معتقد ہو گئے

فتوحات اسلامیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مسیحیت اور دوسرے نے مہدویت کا دعوی ایک زمانے میں کیا۔ مسیح نے بہت سے عقلی معجزات دکھلائے، جس سے لوگ دونوں کے تابع ہو گئے

مغیرہ بن سعید جس نے ایک فرقہ مغیریہ قائم کر لیا تھا اس نے بھی عقلی ہی معجزات دکھائے تھے جو از قسم نیرنجات وطلسمات تھے۔

مقنع نے چند عقلی معجزات دکھا کر الوہیت کا دعوی کیا۔

احمد کیال کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ قرآن مجید کے معارف اور علوم انفس و آفاق بیان کر کے لوگوں کو تقریر میں بند کر دیتا تھا جن کا دعوی تھا کہ اپنا سا مقرر کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔

تفصیلی حالت ان لوگوں کے حسن ظن کی بحث میں لکھے گئے ہیں وہاں دیکھے جائیں۔

اسکے سوا عقلی معجزے بہت ہیں کہاں تک لکھے جائیں طالبین حق کے لئے اتنے ہی کافی ہو سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے ایک رسالہ (موسوم باعجاز المسیح ص ۲) لکھ کر اعلان کر دیا کہ ستر دن میں یہ کتاب میں نے لکھی ہے اور سید مہر علی شاہ صاحب نہ لکھ سکے اس لئے یہ کتاب معجزہ ہے۔ چنانچہ اسی اشتہار میں لکھتے ہیں: یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے۔،

یہ کتاب اگر معمولی خط سے لکھی جائے تو چار جزو سے زیادہ نہیں ہے اس پر مرزا قادیانی کا اپنے مکان میں لکھنا مخالفین کو اس اشتباہ کا موقع دیتا ہے کہ خود لکھی ہے یا کسی اور سے لکھوائی ہے ۔ چنانچہ خود اسی اعلان میں فرماتے ہیں کہ مخالفین کا خیال ہے کہ یہ اس شخص کا کام نہیں ، کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے ۔ ستر دن میں چار جزو کی کتاب لکھنا یا لکھوانا اگر معجزہ ہے تو باوجود قلت علم کے اس زمانے میں بھی ایسے معجزات بکثرت ظاہر ہو سکتے ہیں ۔ اگر مرزا قادیانی کسی ادیب کے سامنے بیٹھ کر قلم برداشتہ کوئی کتاب لکھ دیں تو بھی وہ معجزہ نہیں ہوسکتا کیونکہ منشی ایسے کام کیا ہی کرتے ہیں چہ جائیکہ اتنی مدت میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جائے اور اس میں دوسرے کی مدد کا بھی گمان ہو تو وہ کیونکر معجزہ سمجھا جائے ۔ اگر مرزا قادیانی کوئی اعلان جاری فرمائیں کہ اتنی ہی بڑی مسجع کتاب کوئی لکھ دے تو میں نبوت کے دعوی سے توبہ کرتا ہوں تو ملاحظہ فرمالیں کہ کتنے رسالے شائع ہو جاتے ہیں ۔ مرزا قادیانی نے ستر دن کی مہلت اس چار جزو کے رسالے کے واسطے جو قرار دی تھی اور مقابلہ کے لئے پیر مہر علی شاہ وغیرہ کو بلوایا تھا اس سے ظاہر ہے کہ طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی اس سے مقصود تھی کیونکہ سجعوں کی تلاش اور تک بندی وغیرہ کے لئے کتب لغت وغیرہ کی مراجعت ضرور ہے اور اگر پیر مہر علی شاہ نے فی الواقع باوجود اقرار کے اس مدت میں کوئی کتاب نہیں لکھی تو بے شک مرزا قادیانی کی ذکاوت طبع اور ممارست فن ادب ان سے زیادہ ثابت ہو گی ، مگر اس سے نبوت کا ثبوت محال ہے ۔ عبارت میں تلف سے سجعوں کا فراہم کرنا اور صنائع و بدائع کا التزام زائد از ضرورت ہے جو صرف طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی کی غرض سے ہوا کرتا ہے ، نبوت سے اس کو کچھ تعلق نہیں بلکہ ایسے تکلفات مذموم سمجھے جاتے ہیں بخاری باب الکھانۃ میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کیف اغرم یا رسول اللّٰہ من لا شرب و لا اکل و لا نطق و لا استھل فمثل ذلک یطل ۔ حضرت ﷺ نے فرمایا انّما ھذا من اخوان الکھانۃ یعنی یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے ۔ چونکہ اعجاز المسیح میں اسکا التزام کیا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کو اظہار لیاقت مقصود ہے اس مقام میں مخالف فیضی کی تفسیر کو ضرور پیش کرے گا جسکی نسبت مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ صفحہ ۳۷۵ ۔ ۳۷۶ حاشیہ میں لکھا ہے کہ :

بے نقط عبارتوں کا لکھنا نہایت سہل اور آسان ہے اور ایسی کوئی صنعت نہیں ہے جس کا انجام دینا انسان پر سخت مشکل ہوا ہے اسی وجہ سے بہت سے منشیوں نے اپنے عربی اور فارسی کے املاء میں اس قسم کی بے نقطہ عبارتیں لکھی ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں بلکہ بعض

منشیوں کی ایسی بھی عبارات موجود ہیں جن کے تمام حروف نقطہ دار ہیں اور کوئی بے نقطہ ان میں داخل نہیں۔

جب ذکاوت طبع ہی دکھانا منظور تھا تو کاش ایسی تفسیر لکھ دیتے جس میں تمام حروف نقطہ دار ہوں جس سے مرزا قادیانی کی ذکاوت کا حال بھی معلوم ہو جاتا کہ فیضی کے برابر ہے یا زائد اور تمام مخالفین مان لیتے کہ مرزا قادیانی ہمارے زمانے میں فخر روزگار ہیں۔ اس موقع میں ہم فیضی کو ضرور قابل تحسین کہیں گے کہ باوجود یہ کہ پورے قرآن کی ایسی تفسیر لکھی مگر نہ دعوی نبوت کیا، نہ اس کو معجزہ قرار دیا، اور مرزا قادیانی چار ہی جزو کا رسالہ اور وہ بھی ایسا کہ تقریباً نصف میں تو سبّ وشتم اور مدح و ذم اور خودستائی وغیرہ معمولی باتیں ہیں اور باقی نصف میں اکثر عیسویت سے متعلق مباحث ہیں جو ایک زمانے کی مشاقی اور مزاولت وممارست سے مرزا قادیانی کو حفظ ہیں، ستر دن میں لکھ کر اس کو معجزہ قرار دیتے ہیں، یہ زمانے کے انقلاب کا اثر ہے۔ اگر مرزا قادیانی کا یہ دعوی ہے کہ وہ رسالہ الہام سے لکھا گیا ہے جیسا کہ اس عبارت اشتہار سے ظاہر ہے:

میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر وتوانا ہے جس کے آستانے پر ہمارا سر ہے۔ (اعجاز المسیح۔ ص۲)

اس صورت میں مرزا قادیانی کے غلبہ کی آسان تدبیر یہ تھی کہ شاہ صاحب کو لکھ بھیجتے کہ آپ مع چند علماء اور ہم کسی جگہ جمع ہوں پھر آپ جس سورۃ کی تفسیر چاہیں لکھنے کی فرمائش کر دیں ہم بلاتکلف مسجع اور بلیغ وفصیح الہامی عبارت متصل کہتے جائیں گے اور آپ لکھ لیا کریں۔ پھر جب مرزا قادیانی اسی طرح عبارت لکھوا دیتے تو کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہ رہتی اور ایک ہی جلسے میں فیصلہ ہو جاتا اور ممکن ہے کہ اب بھی یہی تدبیر فرمائیں کیونکہ خدا کی مدد تو ابھی منقطع نہ ہوئی ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ انشا پردازی کیسی ہی بلاغت وفصاحت کے ساتھ بے نقط کیوں نہ ہو اگر اعلی درجہ تک ترقی کر جائے تو بھی متنبّی بنا سکتی ہے نبی نہیں بنا سکتی کیونکہ رسول کے ساتھ نشانی ایسی ہونی چاہیے کہ اس کو بھیجنے والے کے ساتھ خصوصیت ہو تا کہ پرسش کے وقت کسی کو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ الٰہی وہ نشانی جو ہمیں دکھلائی گئی تھی وہ تو ہم جیسے آدمی نے اپنی عقل سے بنا لی تھی کوئی بات مافوق العادت نہ تھی جو انسان کی قدرت سے خارج ہو۔

# آسمانی نشانات

نشانی طلب کرنا انسان کی جبلت میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جب کبھی خدا نے کسی قوم میں رسول بھیجا، اس کے ساتھ کوئی نشانی بھی ایسی دی جس سے پوری حجت قائم ہو جاتی اور نہ ماننے والوں پر عذاب نازل ہوتا، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ذلک بانّھم کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فکفروا فاخذھم اللّٰہ انّہ قویّ شدید العقاب (مومن: ۲۲) یعنی ان لوگوں کو رسولوں نے کھلی کھلی نشانیاں دکھلائیں پھر جب انہوں نے نہ مانا تو اللہ نے ان کو پکڑا اور اللہ قوی اور شدید العقاب ہے۔

دیکھئے کہ جن نشانیوں کے قبول نہ کرنے پر سخت مواخذہ ہوا وہ کیسی کھلی خوارق العادات ہونی چاہییں جس میں کسی قسم کی جعل سازی کا اشتباہ نہ ہو۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ رسولوں کو بھیجنے سے پہلے ان کو نشانیاں دیا کرتا تھا چنانچہ اس آیت سے ظاہر ہے

اذھب انت و اخوك بآیاتی (طہ:۴۲) یعنی اے موسیٰ تم اور تمہارے بھائی میری نشانیاں لے کر فرعون کی طرف جاؤ۔

اور ان نشانیوں یعنی عصا اور ید بیضاء کا امتحان پہلے ہی کرا دیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے، پھر جب فرعون کے پاس وہ گئے تو پہلے یہی کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے اس کی نشانیاں لے کر تیرے پاس آئے ہیں قد جئنا ك بآیۃ مّن رّبّک (طہ:۴۷) اور آخر یہی نشانیاں دیکھ کر ہزار ہا جادوگر وغیرہ مسلمان ہو گئے اور جان کی کچھ پرواہ نہ کی جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

قالوا لن نوثرك علی ما جاءنا من البیّنات و الّذی فطرنا فاقض ما انت قاض (طہ:۷۲)

نشانیاں اس قوت کی ہوتی ہیں کہ ایک ہی جلسے میں اجنبیوں کو ایسے مسخر کر لیا کہ جان دینے پر مستعد ہو گئے، اور کل انبیاء کی نشانیاں ایسی ہی ہوں گی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فلمّا جاءتھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علوا (نمل:۱۳۔۱۴) (جب انکے پاس ہماری نشانیاں آئیں آنکھیں کھول دینے والی تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے اور باوجود یہ کہ ان کے دل یقین کر چکے تھے مگر انہوں نے ظلم اور شیخی سے ان کو نہ مانا)۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر چہ نشانیاں دیکھ کر کفار انکار تو کرتے تھے مگر ان کے دل ان کے منجانب اللہ ہونے کا یقین کر لیتے تھے اور ظاہر ہے کہ جب تک وہ نشانیاں قدرت بشری سے خارج نہ ہوں کبھی اس کا یقین نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے جہاں لفظ آیات کا استعمال قرآن میں ہوا ایسے ہی چیزوں میں ہوا ہے جو قدرت بشری سے خارج ہیں مثلاً و من آیاته اللیل و النّھار و الشّمس والقمر (حم سجدہ: ۳۷) و من آ یا ته یریکم البرق (روم: ۲۴) و من آ یا ته ان یر سل الرّ یا ح (روم: ۴۶) وغیر ذلک۔

ہر چند یہ نشانیاں خاص قدرت الٰہی پر دال ہیں اور انبیاء سے متعلق نشانیاں ان کی نبوت پر دال تھیں، لیکن حق تعالیٰ نے ان دونوں قسموں پر آیات ہی کا اطلاق فرمایا۔ اس لئے کہ دونوں کا صدور خاص قدرت الٰہی سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے کل آیات کا انکار قدرت الٰہی کے انکار کو مستلزم ہے اور عموماً آیات میں جھگڑنے والوں کی شان میں خدا فرماتا ہے:

و ما یجادل فی آ یات اللّٰہ الّا الّذین کفروا (مومن: ۴)

یعنی اللہ کی نشانیوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں۔

کذ لک یضلّ اللّٰہ من ھو مسرف مرتا ب الّذین یجا دلون فی آیات اللّٰہ بغیر سلطان اتا ھم کبر مقتاً عند اللّٰہ و عند الذین آ منوا کذلک یتبع اللہ علی کل قلب متکبر جبارٍ (مومن: ۳۴۔۳۵)۔

یعنی ایسا ہی گمراہ کرتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور شک میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر سند کے اللہ کی نشانیوں میں جھگڑتے ہیں ان کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمانداروں کے ہاں۔ اس طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر۔

یہ بات یاد رہے کہ مرزا نشانیوں کے باب میں جو جھگڑتے ہیں انکے پاس بھی کوئی سند نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ حوض کا قصہ قرآن میں مقابلے میں سند بن سکے۔ ہرگز نہیں اور اللہ فرماتا ہے:

انّ الّذین یجا دلون فی آ یات اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم ان فی صدورھم الّا کبر ما ھم ببالغیه فاستعذ باللہ انّه ھو السمیع البصیر (غافر: ۵۶) جن لوگوں کے پاس کوئی سند تو نہیں اور ناحق خدا کی نشانیوں میں جھگڑے نکالتے ہیں انکے دلوں میں تو بس بڑائی کی ایک ہی ہوس سمائی ہے کہ وہ اپنی اس مراد کو کبھی پہنچنے والے نہیں ان لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے رہو بے شک وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

مرزا قادیانی میں ایسی بڑائی کی ہوس سمائی ہے کہ حضرت عیسی کے برابر کسی طرح بن جائیں مسیحائی کے درجے تک تو ترقی ممکن نہیں اس لئے ان کی تنقیص میں اپنا یہ مقصود حاصل کرنا چاہتے ہیں اور حق تعالی فرماتا ہے:

و یوم نحشر من کلّ امۃٍ فو جاً ممّن یکذ ب بآ یا تنا فهم یوزعون۔ حتّی اذا جاء وا قال اکذ بتم و لم تحیطوا بها علماً ما ذا کنتم تعملون (نمل:۸۳۔۸۴) اور جس دن گھر بلائیں گے ہم ہر فرقے سے ایک گروہ کو جو جھٹلاتے تھے ہماری نشانیاں پھر پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ خدا کے روبرو حاضر ہوں گے تو خدا ان سے پوچھے گا کہ باوجود یہ کہ تم نے ہماری نشانیوں کو اچھی طرح سمجھا بھی نہ تھا، کیوں جھٹلایا، اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی نے نشانیوں کی حقیقت نہیں سمجھی جب ہی تو انہوں نے عیسی کے خوارق عادات کا انکار ہی کر دیا اور اللہ فرماتا ہے:

و الذین یسعو ن فی آ یا تنا معا جز ین او لئک فی العذا ب محضرون (سبا۔ ۳۸) یعنی جو لوگ مخاصمانہ ہماری نشانیوں کے توڑنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ عذاب میں رکھے جائیں گے۔

ازالہ اوہام کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی آیتوں کے توڑنے کے کیسے پیچھے پڑ گئے ہیں گو یا انہوں نے اپنا کمال اسی میں سمجھ رکھا ہے۔ یہ نشانیوں میں جھگڑنے والوں کی خرابیاں تھیں جن کو مرزا بھی قرآن میں پڑھتے ہونگے مگر کچھ پرواہ نہیں کرتیاور جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں ان کیلئے کیسی کیسی خوشخبریاں اور بشارتیں ہیں کہ نہ قیامت میں ان کو خوف ہوگا نہ غم بلکہ اپنی بیبیوں کے ساتھ جنت میں جا کر اعلی درجہ کے عیش میں ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

یا عباد لا خوف علیکم و لا انتم تحزنون الّذین آ منوا بآ یا تنا و کانوا مسلمین اد خلوا الجنّۃ انتم و ازواجکم تحبرو ن یطا ف علیکم بصحا ف من ذهب و اکوا ب و فیها ما تشتهیه الانفس و تلذّ الاعین و انتم فیها خا لدو ن (زخرف:۶۸۔۷۱)

اب ہر شخص مختار ہے چاہے ایمان لا کر یہ دولت بے زوال حاصل کرے یا جھگڑے کر کے وہ عذاب ونکال۔ حق تعالی صاف فرماتا ہے فمن شاء فلیو من و من شاء فلیکفر

اگر اللہ کسی کو رسول بنا کر بھیجے اور نشانی دکھلانا اسی کے ذمہ کر دے کہ تو ہی اپنی عقل سے کوئی بات بنا لے میں اپنی خاص قدرتی کوئی نشانی تجھے نہ دونگا تو رسول کو عرض کرنے کا حق ہو گا کہ الٰہی کوئی بات عقل سے بنالوں تو آخر ان لوگوں میں بھی عقل مند لوگ ہیں اگر بھید کھل جائے یا ویسی ہی عقلی بات کوئی دوسرا بنا کر پیش کر دے تو صرف میری رسوائی نہ ہو گی بلکہ تیری قدرت پر بھی الزام آئے گا کہ کیا خدا تعالیٰ کوئی ایسی نشانی نہیں دکھلا سکتا تھا کہ آدمی کی قدرت سے خارج ہو اس سے تو رسالت کا مقصود ہی فوت ہو جائے گا۔

اب ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات پر غور کیا جائے کہ ان کی کیسی کھلی قدرتی نشانیاں تھیں کہ عقل کے وہاں پر جلتے ہیں جمادات وحیوانات نباتات میں بلکہ عالم علوی تک تصرف کر دکھایا کہ ایک اشارے پر قمر کو شق فرمادیا، کیا ممکن ہے کہ ایسی نشانیوں پر کوئی الزام لگا سکے کہ حضرت ﷺ نے اپنی عقل سے کام لیا تھا جب ایسی ایسی خارق العادت کھلی کھلی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی پھر اور نشانیاں کفار نے طلب کیں تو حکم الٰہی ہو گیا کہ بس اب ان سے کہہ دیا جائے کہ جو نشانیاں دی گئی تھیں وہ میں نے تمہیں دکھلا دیں مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری منہ بولی نشانیاں بھی دکھلایا کروں ۔البتہ ان کو اس قدر حق تھا کہ انصاف کی رو سے یہ شبہ پیش کرتے کہ جتنی نشانیاں دکھلائی گئی ہیں ان کے آسمانی ہونے میں تامل ہے۔مگر ممکن نہ تھا کہ اس قسم کا شبہ پیش کر سکتے۔ہاں بے ایمانی اور قصور عقل سے ساحر اور شاعر کہتے تھے اس لئے کہ ان کی طبیعتوں میں متمکن تھا کہ جو خلاف عقل کام ہو وہ سحر ہے چنانچہ جب ان سے قیامت کا حال بیان کیا جاتا کہ تم مرکر پھر اٹھو گے تو یہی کہتے کہ یہ تو کھلے طور پر سحر ہے و لئن قلت انکم مبعو ثو ن من بعد الموت لیقولنّ الّذین کفروا ان ھذا الّا سحر مّبین (ھود : ۷) مگر یہ دعویٰ اس وقت قابل التفات ہوتا کہ کسی ساحر کو نظیراً پیش کر دیتے کہ شق القمر وغیرہ مافوق العادت کام اس نے کیا تھا یا کوئی ایسی کتاب پیش کر دیتے کہ فصاحت و بلاغت میں قرآن سے بڑھ کر یا برابر ہے۔غرض صدہا خارق العادت نشانیاں دکھلانے کے بعد حضرت ﷺ کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ ان کی فرمائشی نشانیاں بھی پیش کرتے...

ہاں اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات وفات تک جاری رہے بلکہ اب تک جاری ہیں مگر وہ کفار کے مقابلے میں اور بر سبیل تحدی نہ تھے...مثلاً جب پانی کی ضرورت ہوتی تو خشک کنویں کو حکم ہو جاتا فوراً اس سے پانی ابلنے لگتا..اس قسم کے بہت سے معجزے متصل وقوع میں آتے جن میں نہ کسی کا مقابلہ پیش نظر ہوتا نہ تحدی۔چونکہ ان میں تحدی مقصود نہ تھی اسلئے بعضوں نے

انکا نام معجزہ ہی نہیں رکھا کیونکہ یہ امور آپ ﷺ کے حق میں ایسے معمولی تصرفات تھے جیسے ہمارے تصرفات اپنے اعضاء وجوارح میں ہوتے ہیں چنانچہ شیخ نے اشارات کے نمط تاسع میں لکھا ہے:

و النّبی متمیز باستحقا ق الطا عة ا لا ختصا صه با لآ یا ت تد لّ علی انّھا من عند ر بّه

یعنی کمالات ذاتیہ کی وجہ سے نبی کو استحقاق حاصل ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں جس کی وجہ سے وہ تمام عالم میں ممتاز ہوتا ہے اس لئے کہ جو نشانیاں اس کو دی جاتی ہیں وہ یقیناً سلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے ہیں اور وہ نشانیاں اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں کوئی دوسرا وہ نشانیاں نہیں دکھلا سکتا۔ نیز شیخ نے اشارات کے نمط عاشر میں لکھا ہے:

و لا یستبعد ان یکو ن لبعض النفوس ملکة یتعدی تا ثیر ھا بد نھا او یکو ن لقو تھا کا نھا نفس نا طقة للعا لم

یعنی عقلاً یہ بعید نہیں کہ بعض نفوس کو ایسا ملکہ اور قوت حاصل ہو کہ بدن سے متجاوز ہو کر دوسری اشیاء پر اس کا اثر پڑے یا وہ نفس کمال قوت کی وجہ سے یہ درجہ رکھا ہو کہ گویا تمام عالم کا نفس ناطقہ ہے اور اس میں ایسا تصرف ہے جیسے دوسرے نفوس اپنے ابدان متعلقہ میں تصرف کرتے ہیں۔

یہاں مرزا قادیانی ضرور اعتراض کریں گے کہ یہ عقیدہ شرک فی التصرف ہے جیسا کہ انہوں نے عیسیٰؑ کے معجزہ خلق طیور وغیرہ میں کہا تھا، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالی نے بعض صفات مختصہ اپنے بندوں کو بھی عطا کئے ہیں جیسا کہ سمع بصر علم قدرت ارادہ وغیرہ۔ گو یہ صفات حق تعالی میں علی وجہ الکمال اور اصالۃً ہیں اور بندوں میں ناقص طور پر لیکن عطائے الہی ہونے کی وجہ سے، آخر بندہ بھی سمیع وبصیر کہلاتا ہے۔ پھر ان میں بھی باہم تفاوت ہے۔ مثلاً کوئی بہت دور سے باریک چیز کو صاف دیکھ لیتا ہے اور کوئی نزدیک سے موٹی چیز کو بھی پورے طور پر نہیں دیکھ سکتا مگر بصیر دونوں کو کہیں گے۔ اسی طرح ہر شخص کو کچھ نہ کچھ تصرف دیا گیا ہے کسی کو اپنے گھر پر کسی کو محلے پر کسی کو شہر پر کسی کو ملک واقلیم پر پھر تصرف بھی اقسام کے ہیں کوئی اقلیم میں ایسا تصرف کرتا جو دوسرا اپنے گھر میں بھی نہیں کر سکتا۔ پھر جیسے حکام ظاہر پر تصرف کرتے ہیں اسی طرح طبیب اور عامل آدمی کے باطن پر تصرف کرتے ہیں جس کے آثار ظاہر جسم پر نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسمریزم والا روح پر ایسا تصرف کرتا ہے کہ شخص معمول غیب کی خبریں دینے لگتا ہے، اور ساحر ارواح خبیثہ پر تصرف کر کے نادر امور ظاہر کرتا ہے جو ان ارواح کے تصرف میں ہیں۔ غرض حق تعالی نے جس کو

جس قدر قوت تصرف عطا کی ہے وہ اپنے مقدورات میں اس کو پورے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اگر اختیاری تصرف مطلقاً شرک ہو تو کوئی شخص اس قسم کے شرک سے نہ بچ سکے گا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ مخلوق کے کل تصرفات کا مدار حق تعالی کی خلق پر ہے، ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے تصرف سے کوئی چیز یا کوئی اثر پیدا کر لے۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ عادت کی وجہ سے آدمی اپنا تصرف خیال کرتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ بھی تصرف الٰہی ہے۔ اس صورت میں کیا ہی خارق العادت تصرف فرض کیا جائے وہ تصرف الٰہی سے خارج نہیں ہو سکتا بلکہ معمولی تصرفات مخلوق جب تصرف الٰہی سمجھے جائیں تو خارق العادت تصرف بطریق اولی تصرف الٰہی سمجھا جائے گا۔ غرض مسلمانوں کے عقیدے میں جب یہ توحید جمی ہوئی ہے تو ان کے پاس شرک آنے ہی نہیں پاتا البتہ جو لوگ مخلوق کو مستقل فی التصرف سمجھتے ہیں ان کے مشرک ہونے کے لئے خارق العادت تصرف کی کوئی ضرورت نہیں روزمرہ تصرفات ہی ان کو مشرک بنانے کے لئے کافی ہیں۔.....

... چونکہ حق تعالی کو منظور تھا کہ اپنے رسول سب میں بحسب شرافت ذاتی ممتاز رہیں اور ان کا دباؤ دلوں پر پڑے جیسا کہ ارشاد ہے وما نرسل بالآيات الا تخويفاً (بنی اسرائیل: ۵۹) اس لئے ان کو یہ نشانی دی گئی کہ عالم میں تصرف کریں اور تصرف کی وہی صورت کہ ادھر ان کی توجہ خاص ہوئی اور ادھر وقوع منجانب اللہ ہو گیا جیسے ہمارے افعال اختیاری میں ہوا کرتا ہے پھر جو مرزا قادیانی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> اگر خدا تعالی اپنے اذن اور ارادے سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دے کر پورا خدا بنا سکتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہر چند وہ مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے مگر نہ ان کو مسلمانوں کے عقیدے کی خبر ہے نہ قرآن کی سمجھ، اتنا بھی نہیں جانتے کہ نشانی دینا کسے کہتے ہیں اور خدا بنا دینا کیسا ہوتا ہے اور اگر جانتے ہیں تو خودغرضی سے خدا کے کلام کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں حق تعالی صاف فرماتا ہے وآتينا عيسى ابن مريم البيّنات (بقرہ: ۲۵۳) یعنی عیسی کو ہم نے کھلی نشانیاں دیں۔، وہ کہتے ہیں کہ خدا کسی کو ایسی نشانیاں دے ہی نہیں سکتا۔ حق تعالی فرماتا ہے وہ احیاء موتی وغیرہ کرتے تھے، مرزا قادیانی کہتے ہیں یہ ممکن ہی نہیں۔ حق تعالی فرماتا ہے کسی رسول کی طاقت نہ تھی کہ بغیر ہمارے حکم کوئی معجزہ دکھائے وما كان لرسولٍ ان ياتى بآية الا باذن اللّٰه (رعد: ۳۸) مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اپنی عقل کے زور سے وہ معجزے تراشتے تھے جو معمولی اور

فطرتی طاقت تھی جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے خاص طور پر ان کو کچھ نہ دیا تھا حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے و آتینا ھم آیا تنا (حجر:۸۱)۔غرض کہ مرزا قادیانی جو کہتے ہیں کہ اس قسم کے معجزے خدا کسی کو دے ہی نہیں سکتا، کیسی بھاری بات ہے (کبرت کلمة تخرج من افوا ھھم ان یقو لو ن الاّ کذ باً) حالانکہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں کہ قرآن مجید کی سب خبریں صحیح ہیں اور ان کو نہ ماننا بے ایمانی ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۸۹ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اور جب اس عالم کا مورخ اور واقعہ نگار بجز خدا کے کوئی اور نہیں ہوسکتا اور ہمارے یقین کا جہاز بغیر وجود واقعہ کے تباہ ہوا جاتا ہے اور بادصرصر وساوس کی ایمان کی کشتی کو ورطہ ہلاکت میں ڈالتی جاتی ہے تو اس صورت میں کون عاقل ہے کہ جو صرف عقل ناقص کی رہبری پر بھروسہ کر کے ایسے کلام کی ضرورت سے منہ موڑے جس پر اس کی جان کی سلامتی موقوف ہے۔

تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ میں اس قسم کی باتیں جو لکھی ہیں صرف زبانی اور مصلحتاً تھیں مرزا قادیانی کے دل میں ان کا کوئی اثر نہیں۔

.... مرزا قادیانی کو خود دعوی ہے کہ کن فیکون ان کو بھی دیا گیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی خارق العادت تصرف طلب کیا جائے تو ضرور فرمادیں گے کہ وہ تو شرک ہے۔ جب قرآن کو ہم نے اس بات میں نہیں مانا تو خود اس کے مرتکب کیوں کر ہوسکتے ہیں۔اس سے ظاہر اور مبرہن ہوسکتا ہے کہ کن فیکو ن کا دعوی صرف لفظی اور نمائش کے لئے ہے جس کے کوئی معنی نہیں اور جب یہ ثابت ہے کہ ان کو بے انتہاء معجزوں کا دعوی ہے مگر کن فیکو ن سے متعلق ایک بھی معجزہ انہوں نے نہیں دکھلایا تو مخالف کو ایک بہت بڑا قرینہ ہاتھ آ گیا کہ مرزا قادیانی کے جتنے دعوے مثلاً فنافی اللہ اور فنا فی الرسول وغیرہ ہیں سب اسی قسم کے ہیں جو کتابوں سے دیکھ کر لکھ لئے گئے ہیں۔

## قادیانی معجزات کی حقیقت

مولانا انوار اللہ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ میں لکھتے ہیں:

عیسی کے معجزات متشابہات میں داخل ہیں۔

اس سے مقصود یہ کہ ان کا اعتقاد کرنے کی ضرورت نہیں۔مگر دراصل یہ بات نہیں بلکہ جو امور خدا کی ذات وصفات سے متعلق قرآن مجید میں ایسے ہیں جن کا سمجھنا غیر ممکن یا دشوار ہے ان پر

ایمان لانے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالی متشابہات کے باب میں فرماتا ہے و الرّاسخون فی العلم یقولون آمنا بہ (آل عمران: ۷)

مسئلہ استواء علی العرش میں سلف صالح سے مروی ہے الاستواء معلوم و الکیفیّۃ مجھولۃ و السّوال عنہ بدعۃ یعنی نفس استواء بلا کیف پر ایمان ضرور ہے۔ ابراء اکمہ وابرص اور احیاء باذن اللہ وغیرہ معجزات میں کوئی ایسی بات نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ جتنے بیمار طبیبوں سے اچھے ہوتے ہیں آخر باذن اللہ ہی اچھے ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح اکمہ اور ابرص بھی اچھے ہوتے تھے اور مسمریزم سے تحریک ہوا ہی کرتی ہے۔ رہ گیا جان ڈالنا سو وہ بھی کوئی بڑی بات نہیں خدا تعالی ہمیشہ اجسام میں جان ڈالتا ہی ہے جس سے مرزا قادیانی کو بھی انکار نہ ہوگا۔ البتہ اس قدر نئی بات ہوئی کہ حضرت عیسیٰؑ نے بھی قم باذن اللّٰہ وغیرہ کہہ دیا ہوگا، پھر اس سے خدا کی قدرت میں کون سی نئی بات پیدا ہوگئی تھی کہ خدا تعالی کے اذن سے بھی ان کو جنبش نہ ہوئی۔ یہ اعتقاد مشرکوں کے اعتقاد سے بھی بدتر ہے کیونکہ مشرک بھی خدا تعالی کو خالق عالم اور متصرف سمجھتے ہیں:

و لئن سالتھم من خلق السّماوات و الارض لیقولنّ اللّٰہ (لقمان)

و لئن سألتھم من نزل من السّماء ماء فا حیا بہ الارض بعد موتھا لیقولنّ اللّٰہ۔ (عنکبوت: ٦٣)

اب اسکے بعد قابل غور بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں:

خدا تعالی کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ٹھٹھے کرتا ہے۔

کسی کو اس پر شبہ نہیں کہ وجہ اور ید وغیرہ متشابہات سے ہیں مگر مرزا قادیانی کو اس کے سمجھنے بلکہ دیکھنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا اور عیسی کے معجزات کو صحابہ کے زمانے سے اب تک کسی نے متشابہ نہیں کہا اور نہ کسی حدیث میں یہ مذکور ہے، نہ عقل ان کے سمجھنے سے قاصر ہے، ان کو خودغرضی سے متشابہ میں داخل کر رہے ہیں، عجیب بات ہے۔

تمام روئے زمین پر جو اقوام بستے ہیں ان میں تقریباً کل مسلمان، یہود، نصاری، بت پرست اور مجوس ہیں یہ سب خوارق عادات کے قائل ہیں۔ چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے پیشوایان قوم کے کارنامے عجیب وغریب بیان کرتے ہیں جن کا وقوع آدمی کی عقل اور قدرت سے خارج ہے، اور بن مانسوں کے جیسے تھوڑے لوگ ہوں گے جو اس کے قائل نہیں۔ اگر فلاسفہ خوارق عادات کے

قائل نہ ہوتے تو چنداں مستبعد نہ تھا اس لئے کہ خلاف عقل اور خلاف طبیعت بات کو وہ جائز نہیں رکھتے مگر آخر عقلاء ہیں، دیکھا کہ معجزات انبیاء کے بتواتر ثابت ہے اور تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی ہوتا ہے جس کا انکار اعلیٰ درجے کی حماقت ہے اس لئے انہوں نے بڑے شد و مد سے وقوع خوارق کو مدلل کیا چنانچہ اشارات وغیرہ میں اس کے دلائل مذکور ہیں....

چونکہ مرزا قادیانی نیا دین ایسے طور پر قائم کرتے ہیں کہ اپنے لئے منصب نبوت اور امامت وعیسویت وغیرہ مسلّم ہو اور خاندان میں عیسویت مستمر رہے، اس لئے ان کو معجزوں سے وحشت اور نفرت کی ضرورت ہوئی ورنہ اگر کوئی بمقتضائے جبلت انسانی نبوت کی نشانی طلب کرتے تو مشکل کا سامنا تھا کیونکہ جیسے پیش گوئیوں میں کاہنوں وغیرہ کی طرح باتوں سے کام نکل آتا ہے خوارق عادات میں نہیں نکل سکتا، اس لئے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ معجزوں کے دو قسم کر دیئے، نقلی اور عقلی۔ نقلی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، ان کو کتھا اور قصوں کے ساتھ نامزد کر کے ساقط الاعتبار کر دیا اور جو معجزات قرآن میں ہیں ان میں دل کھول کر وہ بحثیں کیں کہ نہ کوئی پادری کر سکتا ہے نہ یہودی، نہ ہندو، نہ مجوسی، اس لئے کہ وہ بھی آخر خوارق عادات کے قائل ہیں، دلائل الزامیہ سے فوراً ان کا جواب ہو سکتا ہے۔ الغرض خوارق العادات میں ایک پہلو یہ اختیار کیا کہ ان کے قلع قمع کی فکر کی اور اپنے زعم میں ثابت کر دیا کہ اظہار معجزات میں انبیاء کی طاقت ایک معمولی طاقت تھی جو عوام الناس میں بھی موجود ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی ان کو ایسی نہیں دی گئی جو مافوق طاقت بشری ہو، اور دوسرا پہلو یہ اختیار کیا کہ خوارق عادات انبیاء سے ظاہر ہو سکتے ہیں مگر ہر کس و ناکس میں یہ صلاحیت نہیں کہ ان کو دیکھ سکے، چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۱ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

معجزات اور خوارق عادات کے ظہور کے لئے طالب صدق اور اخلاص شرط ہے اور صدق واخلاص کے یہی آثار و علامات ہیں کہ کینہ اور مکابرہ درمیان نہ ہو اور صبر اور ثبات اور غربت اور تذلل سے بہ نیت ہدایت پانے کے کوئی نشان طلب کیا جائے جس سے طالب صادق یقین کامل کے مرتبے تک پہنچ جائے .. لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے صاحب خوارق ہیں ان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ شعبدہ بازوں کی طرح بازاروں اور مجالس میں تماشا دکھلاتے پھریں اور نہ یہ امور ان کے اختیار میں ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے پتھر میں آگ تو بلاشبہ ہے لیکن صادقوں اور صابروں اور مخلصوں پر ارادت ضرب پر اس آگ کا ظہور اور بروز موقوف ہے۔

حاصل یہ کہ جو شخص مرزا سے ان کی نبوت کی نشانی طلب کرے وہ پہلے ان پر ایمان لائے اور نہایت عقیدت و ارادت سے غریب و ذلیل ہوکر مودب بیٹھے، پھر انتظار کرتا رہے کہ دیکھے کب نشانی ظاہر ہوتی ہے، تاکہ میں ان پر ایمان لاؤں، اس وقت خارق عادات معجزہ ظاہر ہوگا۔ اور جہاں کوئی شرط فوت ہوگئی یا قرینے سے معلوم ہوا کہ اس شخص میں کینہ ہے یا مکابرہ کرنا چاہتا ہے تو معجزہ مرزا قادیانی کے پاس نہیں آسکتا۔ عقلاء اس تحریر کی شرح خود اپنے وجدان سے کرلیں ہمیں طول کلامی کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا تو ضرور ہے کہ قرآن و حدیث سے اور نیز عقل سے ثابت ہے کہ نشانی اور معجزے کی ضرورت مخالفت اور نہ ماننے کے وقت ہوتی ہے اگر کوئی ابتداء رسالت کو تسلیم کرلے تو اس کے لئے نشانی کی ضرورت ہی کیا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کافر طالب معجزہ سے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے تم ایمان لاؤ اور منتظر بیٹھے چقماق کی طرح صدق کی ضرب لگاتے جاؤ کبھی نہ کبھی کوئی نشانی دیکھ لوگے۔ فرعون کا واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت موسیٰ کا وہ کیسا جانی دشمن تھا پھر اس کے مقابلے میں حضرت موسیٰ نے کیسی کھلی نشانی ظاہر کی جواب تک بطور ضرب المثل لکلّ فرعون موسیٰ کہا جاتا ہے۔

زبان و قلم سے جتنے کام متعلق تھے مرزا نے ان کو بخوبی انجام دیا۔ الہامات کا سلسلہ جاری رکھا۔ تصنیف و اشاعت کی کمیٹیاں قائم کردیں، مدرسے کی مستحکم بنیاد ڈال دی، عقلی معجزات ایسے دکھائے کہ جعلی نبوت کا نقشہ پیش کردیا جسکو لوگ مان گئے۔ مگر آخر اصلی اور نقلی میں فرق ضروری ہے اسلئے جس کو معجزہ کہتے ہیں وہ نہ دکھلا سکے اور وہ ان سے طلب کرنا بھی تکلیف مالا یطاق ہے۔...

...مشکل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی ہدایت پر ہونے کی شناخت حق تعالیٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ صحابہ کے سے اعتقاد ہم میں ہوں چنانچہ ارشاد ہے فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا (بقرہ: ۱۳۷) یعنی صحابہ سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے کہ اگر تمہاری طرح وہ بھی ان خبروں پر ایمان لائیں یعنی کامل اعتقاد رکھیں تو وہ ہدایت پر ہیں۔ اب اگر احادیث ساقط الاعتبار کردیئے جائیں تو کیونکر معلوم ہو کہ صحابہ کا اعتقاد کیا تھا مثلاً تمامی کتب اسلامیہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کا یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور قریب قیامت آسمان سے اتریں گے جس کو ہر زمانے کے محدثین کرام، فقہاء عظام، اولیاء اللہ اور جمیع علماء بیان کرتے اور اپنی تصنیفات میں لکھتے رہے جس پر آج تک کل امت گواہی دے رہی ہے اور ایک روایت بھی کسی کتاب میں نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مرکر مردوں میں جاملے، اس صورت میں اگر تمام کتب ساقط الاعتبار ہوں تو کیونکر معلوم ہو کہ اس مسئلے

میں ہم صحابہ کے اعتقاد پر ہیں۔

مرزا قادیانی کی یہ خود غرضی کا نتیجہ ہے کہ تمام امت کے ساتھ بدظنی کی جارہی ہے اور اس تواتر کو اتنی بھی وقعت نہیں دی گئی جو یورپ کے اخبار نویسوں کو دی جاتی ہے جتنا ہندوؤں کے کہنے سے مرزا قادیانی کو کرشن جی پر اعتقاد ہے اس کا ہزارواں حصہ اس مسئلے پر نہیں حالانکہ کروڑ ھا اکابر دین اور مسلمانوں کی شہادت سے ثابت ہے۔

اب مرزا کے عقلی معجزات کا حال کسی قدر بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے عقلی معجزات ثابت کرنے سے پہلے یہ تمہید کی کہ اس دارالا بتلاء میں کھلے کھلے معجزات خدا تعالی ہرگز نہیں دکھاتا، تا ایمان بالغیب جو مطلوب ہے، باقی نہ رہے گا۔ اس سے مقصود یہ کہ خود کھلے معجزات اس وجہ سے نہیں دکھاتے کہ کہیں لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق نہ آجائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان و یقین کے درجے سے نکل کر عیاں کے درجے کو پہنچ جائیں گے۔ جو ایمان کے درجے سے بھی ارفع ہے۔ مگر براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ جو معجزات تصرف عقلی سے بالاتر ہیں وہ مجوب الحقیقت ہیں اور شعبدہ بازیوں سے منزہ کرنا ان کا مشکل ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یعنی وہ ایسے مشتبہ ہیں کہ ان کا یقین بھی نہیں ہوسکتا۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کھلے معجزات میں بجائے ان کے کہ ایمان بالغیب میں فرق آجائے شعبدہ بازی کے اشتباہ کا ایک حجاب اور زیادہ ہوتا ہے۔ اب کون سی بات کو سچ سمجھیں۔ مرزا قادیانی جمع خاطر رکھیں کہ اگر کوئی کھلا معجزہ دکھلائیں گے تو کسی کے ایمان بالغیب میں کچھ فرق نہ آئے گا ہمت کر کے چند معجزے ایسے دکھلائیں کہ تصرف اور تدبیر عقلی سے بالاتر ہوں جیسے خود ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

> معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولی ﷺ کا معجزہ تھا اور خدا تعالی کی غیر محدود قوت نے ایک راست باز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔

اگر چہ یہ کہ معجزہ شق القمر بھی مرزا قادیانی کی تحقیق مذکورہ کے موافق مجوب الحقیقت ہے مگر اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی کی قدرت میں ایسے معجزات کا دکھانا ممکن ہے جس سے راست بازوں کی عظمت ظاہر ہوا کرتی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کی راست بازی کو کیا ہوا کہ کوئی ایسا معجزہ اب تک ان سے صادر نہ ہوا اور وہاں تو مرزا قادیانی ہی نہیں بلکہ بروزی طور پر نعوذ باللہ خود نبی

کریم تشریف فرما ہیں، تو پھر معجزہ شق القمر دوبارہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی ۔ ہم نے اس کو بھی چھوڑا، کم از کم اتنا تو ہوتا کہ کوئی زمینی خوارق عادت دکھائی ہوتی ۔ آخر جو معجزے بتا رہے ہیں ان میں بھی اقسام کے کلام ہو رہے ہیں ویسے ہی ان میں بھی کلام ہوتے ۔

حضرت عیسیٰؑ کی نسبت جو انہوں نے لکھا ہے کہ وہ فطرتی طاقت سے معجزے دکھاتے تھے جو ہر فرد بشر میں موجود ہے، اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ خود بھی اسی طاقت سے کام لے کر معجزے دکھاتے ہیں اس صورت میں ضرور تھا کہ چند مادر زاد اندھے اور کوڑھیوں کو مثل حضرت عیسیٰؑ کے چنگے کر دکھاتے ۔ اور اگر یہ فرماویں کہ جتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی ہی تو تھے، تو ہم اس کو نہ مانیں گے، اس لئے کہ وہ قبل قادیانی ہونے کے خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اور جملہ احکام قرآنیہ پر ایمان رکھتے تھے اور اگر اس ایمان کو بھی کفر بتائیں تو یہ کہنا صادق ہوگا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک اسلام کفر ہے ۔

عقلی معجزات کا اختراع کرنا جو کسی نے نہ سنا ہوگا، پھر نقلی معجزات کی توہین اور عقلی معجزات کی فضیلت وتحسین وغیرہ امور اس بات پر دلیل ہیں کہ مرزا قادیانی کی عقل معجزات دکھانے میں ید طولیٰ رکھتی ہے ۔ کیوں نہ ہو کل عقلاء کا اتفاق ہے کہ جس عضو اور قوت سے جس قسم کا کام زیادہ لیا جائے اسی طرح اس میں زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے اور مرزا براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ لڑکپن سے اسی کام میں مصروف ہیں تو ان کی عقلی قوت کے بڑھ جانے میں کوئی تامل نہیں۔

عقلی معجزات کا نام سن کر عقلاء کی عقلوں کو ضرور یہ خیال پیدا ہوگا کہ مرزا قادیانی کی عقل مشاق پیدا کر کے نبوت حاصل کرے تو کیا ہم اس قابل بھی نہیں کہ اس کے تراشیدہ معجزات کو سمجھ سکیں اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی بہت بڑے عاقل ہیں مگر عقلاء کا دستور اور مقتضائے عقل ہے کہ بڑا کام کرنا منظور ہوتا ہے تو اس میں کتب تواریخ و وقائع سے مدد لے کر پہلے علمی مواد حاصل کر لیتے ہیں جس سے عمل میں آسانی ہوتی ہے ۔ اگرچہ مرزا قادیانی ایک مدت سے اسی طرف متوجہ ہیں ان کی نظر عقلاء کی کاروائیوں اور اعجاز نمائیوں میں نہایت وسیع ہے اس کا احاطہ متعذر ہے مگر باوجود کم فرصتی اور بے توجہی کے چند مثالیں جو ہمیں مل گئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اس سے ظاہر ہوگا کہ مرزا قادیانی نے سابق عقلاء سے کیسی مسابقت کی اور انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بعض امور میں انہیں کی عقل کے گھوڑے سے بڑھے رہے (اس کے بعد یوز آسف، نہار الرجال بن عنفوۃ، مسیلمہ اور سجاح کی مثالیں دے کر مولانا انوار اللہ خانؒ نے لکھا ہے:)

..علامہ زرقانی نے شرح مواہب جلد۴ ص ۲۳ میں لکھا ہے، اسود عنسی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اس کے روبرو ایک گدھا جارہا تھا اتفاقاً وہ گر گیا۔ اس نے اس کو اپنا معجزہ قرار دیا کہ وہ اپنے کو سجدہ کرتا ہے۔ پھر جب وہ اٹھنے لگا تو کچھ کہہ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کے حکم سے گدھا کھڑا ہو گیا۔

الغرض اتفاقی امور سے بھی عقلاء اعجاز نمائی کا کام لیتے ہیں چنانچہ مرزا قادیانی نے کئی مواقع میں ایسا ہی کیا۔ طاعون جب تک قادیان میں نہ آیا تھا مرزا قادیانی نے اشتہار جاری کیا انّہ آوی القریۃ اور للکارا کہ کوئی ہے کہ ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انّہ آوی القریۃ اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا؟ باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے (دافع البلاء صفحہ۶)۔ اور لکھا کہ قادیان محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتیوں کے لئے نشان ہے (دافع البلاء ص۱۰)۔ پھر جب طاعون قادیان میں پہنچ گیا تو اخبار بدر ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء میں شائع کرایا کہ طاعون حضرت مسیح کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے۔ دیکھئے عقلی معجزہ اسے کہتے ہیں کہ طاعون سے کھلے کھلے دو عقلی معجزے ظاہر ہو گئے۔

زلزلہ سے جوالامکھی کا بت خانہ جب تباہ ہو تو الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں فرماتے ہیں:

ان بتوں کے گرنے پر خدا کے جری کو یہ وحی ہوئی جاء الحق و زھق الباطل جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ آیت پڑھی جب کہ وہ بت جو بیت اللہ میں رکھے تھے توڑ دیئے گئے آج احمد قادیانی کے منہ سے خدا کی اس وحی کا پھر نزول ہوا۔

فی الحقیقت مشہور آیت کریمہ کا پڑھ دینا بھی عقلی معجزہ ہے۔ مرزا قادیانی ہی کا کام تھا کہ بر موقع کمال جرأت سے گھر بیٹھ کر وہ آیت پڑھ دی۔

ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جس زمانے میں آنحضرت ﷺ کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں ... اور اس نائب کا نیابت کا اختیار ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے۔

اور دوسری جگہ لکھا ہے:

طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجے کی جنبش دی جائے گی ...اور تمام انسانوں کے استمدادات مخفیہ کو بمنصہ ظہور لائینگے اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا فتح باب ہو

جاتا ہے۔ صنعتیں کلیں ایجاد...اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔ (ازالہ اوہام: ص ۱۱۴۔۱۱۵)

اور یہ سب اپنا حال بیان فرماتے ہیں، جو سیاق وسباق سے ظاہر ہے۔ غرض یہ کہ جتنی کلیں امریکہ اور یورپ میں ایجاد ہوئیں مرزا کے ہی معجزات ہیں۔

اربعین نمبر۲ حاشیہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لئے ایک بھاری نشان ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے مکے سے مدینے جانے کے لئے اونٹوں کی سواری چلی آتی تھی اور ہر ایک سال کئی لاکھ اونٹ مکہ سے مدینہ سے مکہ کو جاتا تھا اور قرآن وحدیث میں بالاتفاق یہ پیش گوئی تھی کہ ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ اونٹ بے کار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سوار نہ ہوگا۔ چنانچہ و اذا العشار عطّلت، اور حدیث یترک القلائص فلا یسعی علیھا ۔ اس کی گواہ ہے۔ پس یہ کس قدر بھاری پیش گوئی ہے جو مسیح کے زمانے کے لئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی جو ریل کی تیاری سے پوری ہوگئی۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔

آیت و اذا العشار عطّلت سورہ اذا الشّمس کوّرت میں ہے درمنثور میں امام سیوطیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

و اخرج احمد و الترمذی و ابن المنذر و الحاکم و صححہ ابن مردویہ عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ من سرّہ ان یّنظر الی یوم القیامۃ کانّہ رأی عین فلیقرأ اذا الشمس کورت ۔ (الحدیث) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ اچھا معلوم ہو کہ قیامت کو برائے العین دیکھ لے تو اذا الشّمس کورت پڑھے۔

کیونکہ اس میں زمینی اور آسمانی انقلاب پورے مذکور ہیں کہ عشار یعنی گابھن اونٹنیاں جو عربوں کو نہایت مرغوب ہوا کرتی تھیں، ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔ کل وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں یعنی چرندوں کو درندوں کا کچھ خوف نہ ہوگا۔ پہاڑ اڑ جائیں گے۔ سمندروں کا پانی خشک ہو جائے گا۔ تارے گر جائیں گے۔ آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ آسمان خراب ہو جائیں گے۔ غرض اونٹنیوں کے معطل ہونے سے مقصود بیان ہول و پریشانی ہے جو نفخ صور کے وقت قیامت کے قریب

ہو گی۔ مرزا قادیانی نے یہ سمجھا کہ حجاز ریلوے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ یہ دوسرا عقلی معجزہ ہے مرزا قادیانی نے حجاز ریلوے سے جو یہ کام لیا کہ وہ اپنی نشانی ہے۔ اس سے زیادہ اس سے کام لے بھی نہیں سکتے اس لئے کہ حج کو جانا بھی ان کا عقلاً محال ہے کیونکہ ازالہ اوہام میں وہ تصریح سے کہتے ہیں کہ ہندوستان بلکہ قادیان دارالایمان ہے پر اس دارالامن سے کسی دارالاسلام میں وہ کیونکر جا سکتے تا کہ نوبت سواری کی پہنچے۔ غرض اس ریل کو اپنی سواری اگر تجویز فرماتے ہیں تو ایں خیالست ومحالست کا مضمون صادق ہے اور اگر اونٹنیوں کا بے کار ہونا ہی علامت ان کے مسیح ہونے کی ہے تو مارواڑ کی اونٹنیاں مرزا قادیانی کی عیسویت ثابت نہ ہونے دیں گی اس لئے کہ باوجود ریل کے وہ اب تک بے کار نہیں ہوئیں پھر حجاز کی اونٹنیاں کیوں بے کار ہوں گی۔

ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۵ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

آیت انّا علی ذھاب به لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے۔. جس کی نسبت خدا آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا۔. پر اس حکیم وعلیم کا قرآن میں یہ فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پائے گا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں اشارہ ہے لو کان الایمان معلّقاً عند الثّریّا لنا له رجل مّن فارس۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت و انّا علی ذھاب به لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے۔

اس تقریر میں عقلی معجزہ مرزا قادیانی کا یہ ہے کہ ۱۲۷۴ھ سے قرآن کو غائب کر دیا پھر ۱۳۰۰ھ میں اسے ثریا سے اتار لایا کیونکہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶ سے واضح ہے کہ مسیح کے ظہور کی تاریخ

غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰ھ) ہے مرزا قادیانی کو قرآن غائب کرنے کیلئے اتفاقاً غدر کا موقع ہاتھ آ گیا، مگر اس میں یہ کسر رہ گئی کہ غدر تو ہندوستان کے لوگوں نے کیا تھا لیکن قرآن پاک حرمین، عرب، روم، شام، بلخ، بخارا، افغانستان، چین وافریقہ وغیرہ سے بھی کیوں اٹھالیا گیا۔ اور قرآن اگر ہندوستان سے اٹھالیا تھا تو دوسرے اسلامی ملکوں میں ضرور باقی تھا، پھر ۲۵۔۳۰ سال تک کیا کوئی دوسرے ملک کا مسلمان ہندوستان میں آیا ہی نہیں، یا کوئی ہندوستانی اس عرصہ میں حج کو نہیں گیا جو وہاں سے اپنے اور اپنے بھائیوں کی دین دنیا کی بہبودیوں کا ذریعہ اور ایمان کا مدار وہاں سے لے آتا اور مرزا قادیانی کو ثریا سے اتار لانے کی زحمت نہ ہوتی۔

اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ جہاں اتفاقی امر میں مرزا قادیانی کو کسی قسم کا موقع مل جاتا ہے تو اس کو استدلال میں پیش کر دیتے ہیں اور کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔ دیکھئے کس ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا تاکہ جاہلوں اور آمنا وصدقنا کہنے والوں کو یقین ہو کہ قرآن ہاتھ سے نکل ہی گیا تھا اگر مرزا قادیانی نہ ہوتے تو کس سے ہو سکتا تھا کہ ثریا پر جا کر وہاں سے لے آتا...

...عقلی معجزے کے لوازم سے ہے کہ جو علوم جانتے ہیں ان کو ایسا چھپانا جیسا کہ کوئی راز چھپاتا ہے دیکھئے ونشریسی اور اخرس وغیرہ نے کس عالی حوصلگی سے علم کو چھپایا جو آخر میں معجزے کا کام دیا اسی وجہ سے مرزا قادیانی انگریزی دانی کو چھپاتے ہیں تاکہ ان الہامات میں جو اکثر انگریزی میں ہوا کرتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے معجزے کا کام دے۔ اہل دانش پر اس قسم کے معجزات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرزا قادیانی کے لوگ ڈاک خانے میں اور دوسرے شہروں میں متعین ہیں کہ اس قسم کی خبروں کی تحقیق کر کے فوراً لکھ دیا کریں تاکہ معجزات کا رنگ نہ بگڑے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۷ کے حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ازانجملہ ایک یہ کہ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ یہ پیشگوئی بھی بدستور معمول اسی وقت چند آریوں کو بتلائی گئی اور یہ قرار پایا انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاک خانہ میں جاوے۔ چنانچہ ایک آریہ ملاوا مل نامی اس وقت ڈاکخانہ میں گیا اور یہ خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ آئے ہیں

فی الواقع روپیہ بھیجنے اور ڈاک خانے کی ایسے طور پر خبر رکھنی کہ بھید نہ کھلنے پائے، ہر کسی کا کام نہیں۔ مرزا نے عقلی اعجاز کر دکھایا، ڈاک خانے والوں کی کسی قدر استمالت کی ضرورت ہوئی

ہو گی کہ خطوط تقسیم کرنے سے پہلے خبر دے دی، یہی تو عقلی معجزات ہیں جو ہر کسی کا کام نہیں۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۶ حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی اور اس بات سے اس جگہ آریوں کو جن سے بعض خود جا کر ڈاکخانے میں خبر لیتے تھے بخوبی اطلاع تھی کہ اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارے میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے ہی سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاک خانے سے خط وغیرہ آتا تھا اس کو خود بعض آریہ ڈاکخانہ سے لے آتے تھے اور ہر روز ہر ایک بات سے بخوبی مطلع رہتے تھے اور خود اب تک ڈاک خانہ کا منشی بھی ایک ہندو ہی ہے۔ غرض جب یہ الہام ہوا تو ان دنوں میں ایک پنڈت کا بیٹا شیام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روزنامہ نویس کے نوکر رکھا ہوا تھا اور بعض امور غیبیہ ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اس پر دستخط کرائے جاتے تھے چنانچہ یہ پیش گوئی بھی بدستور لکھائی گئی اور اس وقت کئی آریوں کو بھی خبر دی گئی اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو ۴۵ روپئے کا منی آرڈر جہلم سے آ گیا اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک اسی دن منی آرڈر روانہ ہوا تھا جس دن خداوند عالم الغیب نے اس کے روانہ ہونے کی خبر دی تھی۔

مرزا قادیانی کا جہلم والے صاحب پر کس قدر وثوق ہو گا کہ خود تاریخ منی آرڈر بھیجنے کی قرار دی تھی۔ برابر اسی تاریخ انہوں نے بھیجا تاکہ معجزہ جھوٹا نہ ہو جائے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسے معجزات کے لئے ایک کمیٹی کی ضرورت ہے جو ہم سب خیال ہوں اور جہاں رہیں اپنے فرائض منصبی پورے کرتے رہیں۔

اور یہ بھی براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۷ کے حاشیہ میں ہے:

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدرآباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اس میں کسی قدر روپیہ بھیجنے کا وعدہ لکھا ہے۔ یہ خواب بھی بدستور روزنامہ مذکورہ بالا میں اسی ہندو کے ہاتھ سے لکھائی گئی اور کئی آریوں کو اطلاع دی گئی پھر تھوڑے دنوں کے بعد حیدرآباد سے خط آ گیا اور نواب

صاحب موصوف نے سو روپیہ بھیجا۔

ہمیں معلوم ہوا کہ نواب صاحب، صاحبِ کشف نہیں تھے، ایک مخبرؔ شخص تھے۔ کسی کی سعی پر انہوں نے اقرار کرلیا، جس کی خوش خبری متوسط نے دی، اور مرزا نے اس کو خواب وخیال سمجھ کر پیشگوئی کی مد میں لکھوا دیا، جس کا ظہور معجزے کے رنگ میں ہوا۔ یہ سب اتفاق کی برکت ہے۔

اہل دانش اگر مرزا قادیانی کے معجزات کا موازنہ سلیمان مغربی کے معجزے کے ساتھ کریں تو اس قسم کے معجزات میں اسی کا پلہ بھاری نظر آئے گا اس لئے کہ اس نے سوائے اپنی بی بی کے کسی مدد نہیں لی اور ہزاروں روپئے جمع کر کے مرجع خلائق بن گیا البتہ مرزا قادیانی کے معجزے کسی ایک قسم میں منحصر نہیں اس میں ان کو بے شک تفوق حاصل ہے۔

مگر اس قسم کے معجزات کو مرزا قادیانی جو عظیم الشان نشانیاں کہتے ہیں، نازیبا ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کے مغیبات کا دریافت کر لینا کئی طریقوں سے ہوا کرتا ہے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کچھ روپیہ صرف کر کے لوگ فراہم کر لئے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً خبر دیتے رہتے ہیں۔ افسران خفیہ پولیس اسی طریقے سے ہر شخص کے گھر کی بلکہ دل کی بات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاہن لوگ بھی اس قسم کی خبریں دیتے ہیں بلکہ وہ تو آئندہ کی خبریں بھی دیا کرتے ہیں چنانچہ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں کئی روایتیں نقل کی ہیں ... عامل لوگ بھی حاضرات کے ذریعہ سے ایسی خبریں معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں یہ لوگ بکثرت موجود ہیں۔

مسمریزم کے ذریعہ بھی مغیبات پر اطلاع ہوا کرتی ہے جس کو کوئی انکار نہیں کرسکتا اسلئے کہ اس کی موجد مہذب قوم ہے اور اس کے تو مرزا بھی قائل ہیں کہ عیسیٰ مسمریزم ہی کے ذریعہ سے عجائب دکھلاتے تھے اگرچہ یہ وجہ بیان کر کے اس کی مشاقی سے انکار کرتے ہیں کہ وہ قابل نفرت کام ہے۔ مگر عقلاً اس کو باور نہیں کر سکتے اس لئے کہ مرزا قادیانی نے اتنا بڑا دعوی مسیحائی اور مہدویت اور مجددیت وغیرہ کا کیا ہے ممکن نہیں کہ عقلی معجزات دکھلانے کیلئے عقلی ذریعہ پہلے سے تجویز نہ کر رکھا ہو اور یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہزار ہا آدمی اس کے واقف اور عامل موجود ہیں اور بہت سی کتابیں بھی اس فن میں تصنیف ہو چکی ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی ایک مدت تک گوشہ گزین اور خلوت گزین بھی رہ چکے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی مثلیت حاصل کرنے کی بھی ایک زمانے سے فکر ہو رہی ہے پھر مسمریزم کی مشق سے کون سی چیز مانع ہے۔ رہا انکار، سو مصلحت وقت کے لحاظ سے ایسے امور کی ضرورت ہوتی ہے، دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز پر عمل کرنا مقتضائے عقل ہے۔

بہر حال جب غیب کی خبروں پر اطلاع پانے کے متعدد ذریعے موجود ہیں اور انہیں ذرائع سے لوگ اس زمانے میں مطلع ہوا کرتے ہیں تو وہ حد طاقت بشری سے خارج نہ ہوا پھر وہ معجزہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ معجزے کی حد میں یہ امر داخل ہے کہ قدرت بشری سے وہ کام خارج ہو، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اظہار معجزے کے وقت غیب کی خبر دینے سے انکار فرما کر وہ بات دکھلائی کہ امکان بشری سے خارج تھی۔

غرر الخصائص الواضحہ صفحہ ۱۷۷ میں لکھا ہے:

ایک شخص نے کوفے میں نبوت کا دعوی کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے سن کر فرمایا کہ اس سے کہا جائے کہ مادر زاد اندھے اور ابرص کو چنگا کرے اور جب تک یہ معجزہ وہ نہ دکھلائے اس کا دعوی مسموع نہیں ہوسکتا۔

دیکھئے ترجمان القرآن جن کو علم وحکمت عطا ہونے کی دعا نبی کریم ﷺ نے کی اور وہ مقبول بھی ہوگئی جس کے مرزا قادیانی بھی معترف ہیں انہوں نے کیسے مختصر جملے میں تصفیہ فرمادیا اب جو حضرات ابن عباس کو معتمد علیہ اور ان کی بات کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں ان کے اس فیصلے پر راضی ہوکر مرزا قادیانی سے صاف کہہ دیں کہ جب تک مادر زاد اندھے اور کوڑھی جس کو ہم تجویز کریں آپ چنگا نہ کریں، آپ کا دعوی مسموع نہیں ہوسکتا۔

مرزا کے معجزات میں وہ الہام بھی داخل ہیں جو موقع موقع پر ہوتے رہتے ہیں مثلاً

۱۔ میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۶۱)

۲۔ انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان جس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسی دمشق یعنی قادیان میں اترا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۵ حاشیہ)

۳۔ کشف سے معلوم ہوا کہ غلام احمد قادیانی کے ۱۳۰۰ عدد ہیں یہی مسیح ہے (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵)

۴۔ اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے کھلے کھلے طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفہ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں۔ (ازالہ اوہام: ص ۶۹۵)

۵۔ قل انّی امرت و انا اوّل المومنین و اتانی ما لم یوت احداً مّن العالمین (ازالہ اوہام: ص ۷۰۳)

۶۔قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تّبعو نی یحببکم اللّٰہ (ازالہ اوہام۔ص ۶۷ حاشیہ)

۷۔قل یا ایّھا الکا فرو ن انّی من الصّادقین۔(ازالہ اوہام: ص ۸۵۵)

جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالی نے عیسیٰؑ کو مار کر مرزا قادیانی کو ان کی جگہ دمشق قادیان میں اتارا اور خلیفۃ اللہ آدم بنا کر بشارت ان کی براہین احمدیہ میں دے دی اور ان کو وہ فضائل دیئے جو عالم میں کسی کو نہیں دیئے اور انکی اطاعت کرنے والا محبوب خدا ہے اور ان کا مخالف کافر ہے۔اور اس کے سوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ خدا منہ سے پردہ اٹھا کر ان سے باتیں بلکہ ٹھٹھے کیا کرتا ہے۔

ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ بیانات بھی معجزے نہیں ہوسکتے اس لئے کہ ابھی معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہے جو طاقت بشری سے خارج ہو اور یہ بیانات طاقت بشری سے خارج نہیں۔ دیکھ لیجئے مسیلمہ کذاب سے لے کر آج تک جتنے جھوٹے نبی اور مدعیان امامت وعیسویت ومہدویت وکشفیت وشاہدیت وغیرہ گذرے ہیں، سب برابر کہا کرتے تھے کہ ہم پر وحی ہوتی ہے، اور خدا سے باتیں کیا کرتے ہیں۔اور کسی کو تو خدا نے اپنا پیارا بیٹا بھی کہہ دیا۔..غرض یہ کہ اپنے منہ سے وہ ہزار تعلیاں کریں مگر کیا کوئی عاقل ان کی تعلیوں کو معجزہ کہہ سکتا ہے؟ ہاں ہم اس کو مان لیں گے کہ بقول مرزا قادیانی وہ بھی ایک قسم کے عقلی معجزات ہیں انہوں نے دیکھا کہ جب تک خدا کی طرف سے ان لوگوں کو پیام نہ پہنچائیں یہ سادہ لوح ہماری بات کو نہ مانیں گے اس لئے حسب ضرورت الہام بنا بنا کر ان کو خدا کی طرف سے سنایا اور قاعدے کی بات ہے کہ جہاں لاکھوں آدمی ہوں وہاں صدہا بلکہ ہزارہا ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کسی بات کی تحقیق سے ان کو کچھ غرض نہیں ہوتی ایسی باتوں کو سچ مچ خدا کا ارشاد سمجھ کر مان لیتے ہیں۔...اس قسم کی طبیعت والوں کو جب خدا کا پیام پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ شعبدے اور نیرنجات وطلسمات ونجوم ومسمریزم وغیرہ سے کام لے کر ان کی کوتاہ اندیش عقلیں مسخر کرلی جائیں تو پھر ان کے آمنا وصدقنا کہنے میں کیا تامل۔انہیں تدابیر سے ہر زمانے میں لاکھوں آدمیوں کو جعل سازوں نے پھانسا۔ویسی طبیعت اور خیال والے اب تک موجود ہیں اور اسلام میں جو زمانہ خیر القرون کا تھا جب مسیلمہ واسود عنسی وغیرہ جعل سازوں کی چل گئی تو ۱۳۰۰ برس کے بعد چل جانا کون سی بڑی بات ہے۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا قادیانی جو ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۸ میں لکھتے ہیں:

ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چون وچرا سے باز آجائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیلمہ کذاب وغیرہ کے الہام سن کر جو لوگ چپ رہے اور چون چرا نہ کیئے وہ متدین تھے اور جن لوگوں چون وچرا کی اور ان کی سرکوبی کی وہ متدین نہ تھے۔ معاذ اللہ، اس کا تو کوئی مسلمان قائل نہیں بلکہ جھوٹے نبیوں کے الہاموں کو رد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

## قادیانی الہامات کی حقیقت

مولانا انوار اللہ خانؒ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۵۔۲۳۸ کے حاشیہ میں اپنے پر الہام ہونے کی کیفیتیں نہایت دلچسپ بیان کرتے ہیں:

وہ کامل روشنی کے ساتھ نازل ہوتا ہو اور بارش کی طرح متواتر برس کر اور اپنے نوروں کو قوی طور پر دکھلا کر ملہم کے دل کو کامل یقین سے پر کردے اور مختلف تقریروں اور مختلف لفظوں میں اتر کر معنی اور مطلب کو بکلی کھول دے اور عبارت کو متشابہات سے بکل الوجوہ باہر کردے اور متواتر دعاؤں اور سوال کے وقت خدا تعالی ان معانی کا قطعی اور یقینی ہونا متواتر اجابتوں اور جوابوں کے ذریعے سے بوضاحت تمام بیان فرمادے۔ جب کوئی الہام اس حد تک پہنچ جائے تو وہ کامل النور اور قطعی اور یقینی ہے ... جب خدا تعالی اپنے بندے کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو یک دفعہ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی کھو یا جاتا ہے ...غرض بندہ جب حالت ربودگی سے جو غوطہ سے بہت مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے ... گویا اس عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے ...اور اپنے سوالوں کا جواب پاتا ہے اس طرح کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان کا جواب دیتا ہے اور جواب نہایت فصیح اور لطیف الفاظوں میں بلکہ کبھی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ ناآشنائے محض ہے اور کبھی امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق

کی طاقتوں سے باہر ہیں اور کبھی اس کے ذریعہ سے مواہب عظیمہ کی بشارت ملتی ہے اور منازل عالیہ کی خوشخبری سنائی جاتی ہے اور قرب حضرت باری کی مبارک بادی دی جاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیش گوئی ہوتی ہے ان کلمات لطیفہ و بلیغہ کے سننے سے کچھ مخلوق کی قوتوں سے نہایت بلند اور اعلی ہوتے ہیں جس قدر ذوق و معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو وہی بندہ جانتا ہے جس کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے۔

اور ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: خدا کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ٹھٹھے کرتا ہے۔

غرض وحی اور الہام کے حالات مذکورہ کچھ تو احادیث سے اور کچھ صوفیہ کے کلام سے ماخوذ ہیں اور کچھ مرزا قادیانی کی ایجاد بھی ہے۔ہمیں اس میں کلام نہیں کہ وحی اور الہام کے حالات ایک خاص قسم کے ہیں جن کو اہل الہام جانتے ہیں مگر کلام اس میں ہے کہ مرزا قادیانی کو بھی الہام ہوتا ہے یا نہیں۔ اب تک انہوں نے اس دعوی پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ممکن ہے کسی قسم کی استغراقی حالت ان پر طاری ہوتی ہو جس کو وہ بے خودی سمجھتے ہوں، کیونکہ انسان پر جو خیال غالب ہوتا ہے اس میں انہماک ہو جاتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہر وقت اس کام کا خیال لگا رہتا ہے یہاں تک کہ خواب میں بھی وہی نظر آتا ہے..شاعروں کی حالت مشہور ہے کہ جب کوئی عمدہ مضمون ان کو سوجھتا ہے تو وہ بے خود ہو جاتے ہیں اور دنیا و مافیھا سے ان کو خبر نہیں ہوتی اور بے اختیار وجد کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ مرزا قادیانی کو ایک مدت سے عیسویت کا خیال متمکن ہے اور اس کے لوازم کے اثبات کی فکر میں اکثر مستغرق اور منہمک رہتے ہیں اس وجہ سے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ جب کوئی نیا مضمون اس استغراقی حالت میں ان کو سوجھتا ہوگا تو ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہوگی جو کشف کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ فکر کے دریا میں غوطہ لگانے کے بعد جو مضمون دست یاب ہوتا ہے اس وقت اس کی طرف کچھ ایسی توجہ رہتی ہے کہ کوئی دوسری چیز عالم خیال میں پیش نظر نہیں ہوتی اور دست یابی گوہر مقصود کا سرور اس کے دل پر ایسا محیط ہوتا ہے کہ بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس استغراقی حالت میں چمکتے ہوئے گوہر مقصود کا پیش نظر رہنا اس بات کو باور کراتا ہے کہ اس مسئلے کا کشف ہو گیا حالانکہ دراصل یہ خیالی کشف ہوتا ہے حالت واقعہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں... اس میں شک نہیں کہ شیطانی الہام بھی ہوا کرتے ہیں جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا چنانچہ مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۷۔۶۲۹ میں لکھتے ہیں:

میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی محی الدین کو الہام ہوئے کہ مرزا قادیانی جہنمی ہیں اور کبھی اپنے الحاد اور کفر سے باز نہ آئیں گے اور ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے انکشاف کے لئے توجہ کرتا ہے خاص کر اس حالت میں جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔ اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔...

مرزا قادیانی کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہے کہ شیطان نوری شکل میں آتا ہے..اور جب نبیوں کے الہاموں اور مشاہدے کا یہ حال ہو تو مرزا قادیانی کے الہام کس شمار و قطار میں۔...

مرزا غلام احمد قادیانی جو لکھتے ہیں کہ خدا تعالی کسی قدر پردہ اپنے چہرے سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے، یہ بات اس آیت کے مخالف ہے:

ما كان لبشر ان يّكلمه اللّٰه الّا وحياً او من وراىء حجاب او يرسل رسولاً فيوحى باذنه ما يشاء انّه على حكيم (شوری:۵۱) یعنی کسی آدمی کی تاب نہیں کہ خدا اس سے دو بدو ہو کر کلام کرے، مگر الہام کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو اس کے پاس بھیج دیتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے جو اس کو منظور ہوتا ہے پہنچاتا ہے بے شک خدا عالی شان حکمت والا ہے۔

مرزا قادیانی ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں امام الزمان کی چھٹی علامت میں لکھتے ہیں:

امام الزمان کو ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدا تعالی ان سے بہت قریب ہوتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔

اور اس کے بعد ضرورت الامام صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں:

میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالی نے وہ تمام شرطیں اور تمام علامتیں جمع کی ہیں۔

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ تمام اولیاء اللہ کے الہاموں میں خود ان کو یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ خدا ہی کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ کلوخ انداز جیسے کلوخ پھینک کر بھاگ جاتا ہے ویسا ہی خدا بھی الہام دل میں ڈال کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور ولی کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا اور امام الزمان جو مرزا ہیں انکے الہام میں یہ بات نہیں ہوتی۔ بلکہ یقیناً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ الہام کرنے والا خدا ہی ہے، اسی غرض سے خدا کسی قدر پردہ اپنے چہرے سے اتار دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کو شک نہ پڑے کہ خدا کلام کر رہا ہے یا شیطان۔ جس کا ماحصل یہ ہوا کہ دو بدوان سے خدا ہم کلام ہوتا ہے

اب دیکھئے یہ افتراء ہے یا نہیں؟ آیت موصوفہ میں حق تعالی صاف فرماتا ہے کہ ان تین صورتوں کے سوا حق تعالی کے کلام کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ایک وحی جو دل میں ایک بات پیدا ہو جاتی ہے جیسے اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا و اوحی ربّک الی النّحل (نحل: ۶۸)۔ دوسری پردے کے پیچھے سے جیسے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام ہوا۔ ہر چند حضرت موسیٰؑ نے اس وقت دیدار کی بہت خواہش کی مگر لن ترانی ہی کا ارشاد ہوا۔ تیسری بذریعہ فرشتہ جیسے آنحضرت ﷺ پر قرآن شریف نازل ہوا کرتا تھا۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ان تینوں قسموں سے جو خدا تعالی نے بیان کی ہیں کسی ایک قسم کا الہام ان کو نہیں ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کو رحمانی الہام نہیں ہوا کرتے بلکہ شیطان ان کو اپنا چہرہ دکھلا کر الہام یعنی باتیں کیا کرتا ہے.. اور مرزا قادیانی اس کو سچ مچ خدا سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ قرین قیاس بھی ہے اس لئے کہ اس قسم کا نورانی چہرہ انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا اور نہ ہر شخص کو شیطان اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ آخر شیطان کو دیکھنا بھی کوئی معمولی بات نہیں، اس کے لئے بھی ایک صلاحیت اور استعداد قلب درکار ہے جو عموماً نہیں ہوا کرتی۔ اور پھر اندرونی تائیدیں بھی ان کو محسوس ہوئیں۔ غرض ان اسباب و قرائن سے ان کو دھوکا ہو گیا۔ خیر یہ سب صحیح، مگر ان کا یہ کہنا ان کے اس قسم کے الہام خدا ان پر کیا کرتا ہے حق تعالی پر افترائے محض ہے کیونکہ ان کے اس دعوی کی تکذیب خود حق تعالی کے ارشاد سے ہوگئی۔ اب اس کی تصدیق کلام الٰہی کی تکذیب ہے افسوس ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کلام الٰہی کا ذرا بھی خیال نہ کیا:

و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذباً او قال اوحی الیّ و لم یوح الیہ شیء (انعام: ۹۳) (یعنی اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر افتراء کرے یا یہ کہے

کہ مجھ پر وحی اترتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری)

اور حق تعالی فرماتا ہے: و لا تحسبنّ اللّٰہ غافلاً عمّا یعمل الظّالمون انّما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار (ابراہیم:۴۲) (خدا ظالموں کے اعمال سے غافل نہیں اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے کہ جب ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی)۔

کافروں کو حق تعالی نے جابجا قرآن میں ظالم کہا مگر اپنے پر افتراء کرنے والے کی نسبت و من اظلم ممّن افتری فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی کافر کیسا ہی شقی ہو، مفتری سے شقاوت میں بڑھ نہیں سکتا۔ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے خیرخواہانہ لکھتے ہیں کہ جب نص قطعی سے ان کا مفتری ہونا اور حدیث بخاری شریف سے بوجہ دعوی نبوت ان کا دجال وکذاب ہونا ثابت ہوگیا تو دوسرے دعوے اور جمیع الہامات ان کے خود باطل ہو گئے اس لئے کہ الہام ربانی کے لئے تقدس اور ولایت شرط ہے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۷۳۹ میں لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی الہام الہی کی رو سے پیدا ہوا اور قرآن کریم کی شہادتوں سے چمکا اور احادیث صیحہ کی مسلسل تائیدوں سے ہر ایک دیکھنے والی آنکھ کو نظر آیا۔

تقریر بالا سے مرزا کے الہاموں کا خیال معلوم ہو گیا کہ ان میں کوئی الہام الہی نہیں اور کلام الہی کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ وہ خدا تعالی پر افتراء کرتے ہیں اور احادیث صیحہ ان کو دجال وکذاب ثابت کر رہے ہیں اس لئے ان کا دعوی عیسویت جو الہام کی رو سے پیدا ہوا تھا بالکل باطل ہوگیا اور انہوں نے جو الہاموں کا قلعہ بنا رکھا تھا بیت العنکبوت ثابت ہوا اور غبار کی طرح اڑ گیا اس لئے کہ شیطانی الہام اعتبار کے قابل نہیں ہوتا۔

وحی چونکہ لازمہ نبوت ہے، اس لئے مرزا قادیانی کو اپنی ادعائی نبوت کے لئے وحی کا ثابت کرنا بھی ضروری تھا اس لئے (براہین ص۲۲۲ حاشیہ میں) لکھتے ہیں: جن علامات الہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں انہیں کو علمائے اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔،

مقصود یہ کہ ہم نبی ہیں اس لئے ہم پر وحی اترتی ہے گو علمائے اسلام اس کو وحی نہ کہیں مگر تقریر بالا سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو الہام الہی بھی نہیں ہوسکتا تا بوحی چہ رسد۔ ممکن ہے دوسری قسم کا الہام ہوتا ہو، مگر اس کو وحی نہیں کہہ سکتے۔

براہین احمد یہ صفحہ ۲۳۴ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد کاملہ محمد یہ میں ثابت ہے۔

افراد کاملہ کا الہام مرزا قادیانی کو کیا نفع دے گا اگر الہام یقینی اور قطعی ہو تو بھی وہ انہیں لوگوں سے مختص ہوگا جن پر الہام الٰہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر کس و ناکس یہ دعوی کرے کہ مجھ پر الہام ہوا کرتا ہے اس لئے وہ قطعی اور یقینی ہے۔

ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا انکے پاک الہام، شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور دوسروں پر حجت ہوسکیں۔

بالفرض اگر انکشاف تام ہوتا بھی تو معلوم نہیں کہ مرزا قادیانی کا انکشاف دوسروں پر کیوں حجت ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ تم نے مجھ سے اتنا قرض لیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ فلاں مقام اور فلاں وقت تھا اور مجھ پر یہ معاملہ ایسا منکشف ہے کہ گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کیا اس کا یہ دعوی انکشاف ثبوت قرضہ کیلئے کافی اور مدعی علیہ پر حجت ہوسکتا ہے؟ مرزا قادیانی بھی اس کے قائل نہ ہوں گے۔ پھر مرزا کا دعوی انکشاف اوروں پر کیوں حجت ہو۔ اب تک نہ کوئی اس بات کا قائل ہوا نہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کا الہام دوسرے پر حجت ہو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اولیاء اللہ کا صدق و تدین اور دنیا و مافیھا سے بے تعلقی اور خودغرضیوں سے برأت پورے طور پر جب متحقق ہو جاتی ہے اور خوارق عادات بھی اسپر شہادت دیتے ہیں تو معتقدین بطور خود حسن ظن سے ان کے الہاموں کو مان لیتے ہیں بشرطیکہ خلاف نصوص شرعیہ نہ ہوں۔ یہ کسی ولی نے نہیں کہا کہ میرا الہام تمام مسلمانوں پر حجت ہے اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳) سے تکمیل دین ثابت ہوچکی اور حجت قائم ہوگئی تو پھر نئی حجت سے کیا غرض۔ اعتقاد اور عمل کے لئے کامل شدہ دین ہر مسلمان کے لئے کافی ہے اور جو بات اس سے زائد اور خارج ہو وہ خود فضول اور الحاد ہے جس کا نہ ماننا ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ضرورت الامام صفحہ ۱۸۔۱۹ میں سچے الہاموں کی دس علامتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے:

وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ انسان کا دل گداز ہو کر خدا کی طرف بہتا ہے اس کے ساتھ لذت و سرور ہوتا ہے اس میں شوکت و بلندی ہوتی ے وہ خدا کی طاقتوں کا اثر

اپنے میں رکھتا ہے انسان کو نیک بناتا ہے اس پر تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں وہ ایک آواز پر ختم نہیں ہوتا اس سے انسان بزدل نہیں ہوتا علوم و معارف جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے اس کے ساتھ بہت برکتیں ہوتی ہیں۔ ملخصاً

بفحوائے ثبت العرش ثمّ انقش مرزا قادیانی کو ضروری تھا کہ پہلے اس کا ثبوت دیتے کہ ان کو الہام الٰہی بھی ہوا کرتا ہے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۵۶ کے حاشیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

پیش گوئیوں سے مقصود بالذات اخبار غیبیہ نہیں ہوتیں بلکہ مقصود بالذات یہ ہوتا ہے کہ تا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ شخص موید من اللہ ہے ...ان میں صرف یہی علامت نہیں کہ وہ پوشیدہ چیزیں بتلاتی ہیں، تا ان کا حال نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کے حال سے مشتبہ ہو جائے اور مابہ الامتیاز باقی نہ رہے، بلکہ ان کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے۔

جسکے مشاہدے کے سبب سے طالب صادق بدیہی طور پر ان کو شناخت کر سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیش گوئیاں الہام کے ساتھ مختص نہیں بلکہ کاہنوں وغیرہ کے ساتھ مشتبہ بنانے والی ہیں۔ اب رہا ایک عظیم الشان نور، سو اس کے مشاہدے کیلئے طالب صادق شرط ہے جس کو نظر نہ آئیگا وہ صادقوں سے نکال دیا جائیگا مگر مشکل یہ ہے کہ ظلمانی نور بھی ظاہرا نور ہی ہوتا ہے جس کی شناخت ہر کسی کا کام نہیں۔ خفاف، جیسے شخص دھوکہ کھا گئے اور عبد القادر جیلانیؒ کا حال مشہور ہے کہ ایام سلوک میں ایک ایسا نور آپ پر ظاہر ہوا کہ شب دیجور میں آفاق کو منور کر دیا۔ مگر آپ نے قرائن سے پہچان لیا کہ شیطانی نور ہے چنانچہ لاحول پڑھتے ہی وہ ظلمت سے مبدل ہو گیا۔ اگر ایسا عظیم الشان نور کسی کے شامل حال ہو تو بیچارے طالب صادق کو بھی سوائے گمراہی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

مسیلمہ کذاب پر لاکھ سے زیادہ آدمی ایمان لائے تھے۔ سب کا یہی دعویٰ تھا کہ نور ہدایت درخشاں ہے کوئی دیکھنے والا طالب صادق چاہیے جتنے مدعیان نبوت تھے سب کا یہی دعویٰ تھا کہ بے ایمان لوگ اس نور کو نہیں دیکھ سکتے۔ اب مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ ایک عظیم الشان نور ان کے شامل حال ہے جس کو ان کا غیر معتقد دیکھ نہیں سکتا کیونکر تسلیم کیا جائے۔...

اب ہم ان کی چند پیش گوئیاں بیان کرتے ہیں اس میں غور کرنے سے مرزا قادیانی کی ذکاوت اور عقل کا حال معلوم ہوگا۔

# عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی

مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم پادری کے ساتھ مباحثہ کر کے فیصلہ اس بات پر قرار دیا کہ پندرہ مہینے میں اگر وہ نہ مرجائے تو مرزا ہر سزا کے مستحق ہوں گے چنانچہ ان کی تقریر یہ ہے:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۰۹۔۲۱۰)

اور اسی ذیل میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے آنے کا کیوں اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا، ضرور کریگا، ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی (جنگ مقدس۔ص ۲۱۰۔۲۱۱)

ماحصل اس کا ظاہر ہے کہ اگر فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر رجوع الی الحق نہ کرے گا یعنی ہم خیال مرزا قادیانی کا یا مسلمان نہ ہوگا تو مرجائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو مرزا قادیانی کا منہ کالا کیا جائے اور گلے میں رسہ ڈالا جائے اور جوجی

چاہیں سزائیں دی جائیں۔

مرزا قادیانی کو اس پیش گوئی پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ مسٹر آتھم صاحب ایک بوڑھے شخص ہیں، ۱۵ مہینے کی وسیع مدت میں خود ہی مر جائیں گے اور اس پر ان کو خوف دلانے کی غرض سے قسمیں کھا کر کہا کہ خدا کی طرف سے مجھے اطمینان دلایا گیا ہے اور اس اطمینان کو اس پیرائے میں ظاہر کیا گیا کہ اگر خلاف ہو تو اپنے کو وہ سزائیں دی جائیں جو کوئی غیرت مند آدمی ان کو قبول نہیں کر سکتا۔ جب ایسا معزز مسنّ شخص ایسی سزائیں اپنے واسطے مقرر کرے تو خواہ مخواہ آدمی کو ایک قسم کا خیال پیدا ہو ہی جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے قوت واہمہ عقل پر غالب ہوا کرتی ہے جس کی تصریح حکماء نے بھی کی ہے اور تجربے اور مشاہدات بھی اس پر گواہ میں آتھم اول تو بیچارے ضعیف جن کی طبیعت پیرانہ سری کی وجہ سے متحمل نہیں اس پر عیسائی جن کے مذہب میں مسلّم ہو چکا ہے کہ خدا سے ایک آدمی رات بھر کشتی لڑتا رہا اور صبح تک ایک دوسرے کو گراتے رہے اور خدا سے سوائے اس کچھ نہ ہو سکا کہ صبح کے قریب کہا ارے اب تو پیچھا چھوڑ صبح ہو گئی، جنکے خدا پر ایک آدمی کا ایسا اثر ہو تو ان کی طبیعت پر زور تقریر کا اثر ہونا کون سی بڑی بات ہے۔ غرض مرزا قادیانی نے علاوہ پیرانہ سالی کے بالائی تدابیر موت میں بھی کمی نہ کی اور اس مدت میں کئی دورے ہیضے کے بھی ہوئے اور علاوہ کبرسنی کے ضعف اور نقص صحت بھی تھا جیسا کہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے باوجود اس کے کہ وہ نہ مرزا قادیانی کے ہم خیال ہوئے اور نہ مرے اور ۱۵ مہینے پورے گذر گئے۔ اب لوگ اس انتظار میں ہیں کہ مرزا قادیانی ایفائے وعدہ فرمائیں گے اور کچھ اجازت دیں گے مگر وہاں معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا بجائے اجازت کے وہ گالیاں دینے لگے چنانچہ سراج منیر صفحہ ۵۲ میں فرماتے ہیں:

انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخبار والے ان کے ساتھ خوش خوش ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔

انوار الاسلام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحقّ کے احتمال کو اپنے افعال اور اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔ کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا۔ (اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ ص ۵)

پیش گوئی میں جو مندرج ہے کہ انقضائے مدت پر مرزا قادیانی کی عزت ہوگی اگر حسب پیش گوئی یہی عزت تھی تو بے چارے مولوی کیوں یہودی بنائے جارہے ہیں۔ ختم مدت پر جو عزت وقوع میں آئی وہ تو یہی ہے جس پر برافروختہ ہیں۔ اگر اس الہام کے رحمانی ہونے پر ان کو وثوق ہوتا تو اس الہام میں عزت کا جو ذکر ہے اس سے مراد وہی عزت سمجھتے جو وقوع میں آ گئی جس کی مولوی لوگ تکمیل کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی وہ الہام رحمانی نہ تھا۔ اس کے سوا مرزا قادیانی ناحق مسلمانوں پر خفا ہیں انہوں نے مسٹر آتھم کے معاملے میں پہلے ہی اپنے کشف وفراست سے دریافت کر کے اطلاع دے دی تھی کہ وہ پندرہ مہینے کے اندر ہرگز نہ مرے گا چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے کہ اندھے حافظ صاحب نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آتھم ۱۵ مہینے میں ہرگز نہ مرے گا اور یہ بات مرزا قادیانی پر بھی پوشیدہ نہیں رہی۔ اس لئے کہ انہوں نے بذریعہ اشتہار اس مضمون کو شائع کر دیا تھا تاکہ مرزا قادیانی جو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ ہمیں کسی مسلمان صاحب کشف نے اطلاع نہیں دی کہ وہ نہ مرے گا اور مریدوں نے بھی خبردار ہو کر ان کو صلاح خیر دی کہ جب ایک مسلمان حافظ متقی اس شد و مد سے بطور تحدی اعلان دے رہا ہے تو اس کو مان لینا چاہیے حافظ صاحب موصوف فی الواقع مقدس شخص ہیں ان کا تقدس اس سے ظاہر ہے کہ عصائے موسیٰ میں لکھتے ہیں کہ وہ پہلے عیسائی تھے خواب میں ان کو کوئی ایسی بات معلوم کرائی گئی کہ وہ عیسویت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ایسے شخص کو واقعی الہام ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر مرزا قادیانی ان کے سچے الہام سے متنبہ ہو کر کسی حیلے سے اپنا دعویٰ واپس لیتے تو نہ نصاریٰ کو کامیابی ہوتی نہ مرزا قادیانی کی تضحیک نہ اسلام پر ٹھٹھے کئے جاتے۔ یہ موقع حافظ صاحب سے ممنون ہونے کا تھا بجائے ممنونی کے ان کو گالیاں دی گئیں چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کے مریدوں نے حافظ صاحب کو سختی سے مفتری کذاب وغیرہ کہا۔

اس کے سوا اور مسلمانوں نے بھی اس باب میں بہت کچھ گفت وشنید کی مگر مرزا قادیانی اپنے دعویٰ سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے کہ عبداللہ آتھم والے الہام میں مرزا قادیانی کا خیال وفہم ایک ہی پہلو یعنی اس کی موت کی طرف ہی رہا۔ چنانچہ فیروزپور میں حافظ محمد یوسف کے برادران کے استفسار پر آپ نے بھی فرمایا کہ اسمیں کوئی تاویل نہ ہوگی ضرور یہی ہوگا۔ غرض مرزا قادیانی مسلمانوں کی جو شکایت کرتے ہیں اس موقع میں بے محل ہے کیونکہ انہوں نے تو پوری خیرخواہی کی تھی چاہیے تھا کہ خودکردہ را علاج نیست کہہ کر خاموش ہو جاتے۔

البتہ ان کے خلاف شان اشعار اور اشتہارات وغیرہ مرزا قادیانی کی شکایت میں چھپوائے گئے اور ان کی ناکامی پر تضحیک بھی کی گئی جیسا کہ ان اشعار مطبوعہ سے معلوم ہوتا ہے جو رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۳۲۔۳۳ میں لکھتے ہیں، کسی قدر اس میں زیادتی معلوم ہوتی ہے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند
ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس و نا فرجام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر
مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے
ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
مسلمانوں سے تجھ کو واسطہ کیا
پڑا کہلا نبی نام مرزا
غضب تھی تجھ پہ ستمگر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کاذب نے منہ کی کھائی خوب
یہ کہتی پھرتی ہے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

اس قسم کے اشعار ناشائستہ بکثرت شائع کئے گئے مگر یہ کوئی چنداں برہم ہونیکے قابل بات نہ تھی۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی غور فرماتے اور تھوڑی دیر کیلئے حالت غضب سے علیحدہ ہو کر انصاف سے دیکھتے تو یہی اشعار پیرایہ حسن وصداقت میں دکھائی دیتے مگر افسوس ہے کہ غصے نے جو ایک قوی شیطانی اثر ہے ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ مباحثہ جو پادریوں کے ساتھ کیا اس وقت سے ان کے ذہنوں میں یہ بات جمادی کہ یہ مقابلہ اسلام اور عیسویت کا ہے اور یہی آخری فیصلہ ہے جس کی خبر حق تعالی نے بذریعہ الہام دی ہے کہ بحث کا خاتمہ اور اسلام کا غلبہ اس پیش گوئی پر ہو جائے گا۔ پھر مرزا قادیانی اس پیشین گوئی کے جھوٹے ہونے پر بھی یہی کہتے رہے کہ دیکھو اسلام کی فتح ہوگئی۔ جس پر ایک عالم میں بحسب تصریح مرزا قادیانی تضحیک ہو رہی ہے اگر چہ مرزا قادیانی اس میں بہت کچھ زور لگا کر تاویلیں کر رہے ہیں مگر وہ اس سے زیادہ بدنما ہیں۔ اس موقع میں مسلمانوں کو ضرور تھا کہ مرزا سے تبرا کریں اور پادریوں پر یہ بات منکشف کرا دیں کہ ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں۔ دعوی نبوت وغیرہ کر کے وہ پہلے ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں ان کا ہار دینا اسلام اور مسلمانوں پر کوئی اثر ڈال نہیں سکتا اور انکے مقابلے میں ایک الہام حافظ صاحب کا شائع کر کے دکھلا دیا کہ اسلامی سچے الہام ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان میں باتیں بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ صرف مقصود کی ایک بات کہ آتھم ۱۵ مہینے کے اندر ہرگز نہ مریگا۔ نہ اس میں کوئی ابہام ہے نہ تاویل۔ غرض اس خبر سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ اصل اسلام پر اس مباحثے اور الہام کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مرزا قادیانی کو بھی آخر اسلام کا دعوی ہے اسلام کو اس الزام سے بری کرنے کیلئے اگر الہام کی بدعنوانی کو اپنی طرف منسوب کر لیتے تو کس قدر قابل تحسین ہوتے۔ ورنہ مسلمانوں کی خیر خواہی کو غنیمت سمجھ لیتے جس سے اسلام تو اس کاروائی سے بری رہتا اور دراصل سچ بھی یہی ہے کہ مسلمانو ں کو اس مباحثے میں دخل ہی کیا، وہ تو تماشا دیکھ رہے تھے کہ پرانی عیسویت مغلوب ہوتی ہے یا نئی

اب دیکھئے کہ مرزا جو تحریر فرماتے ہیں کہ پشاور وغیرہ کے مسلمانوں نے اس ناکامی سے دین اسلام پر ٹھٹھے کئے، کیسی بے موقع بات ہے۔ انہوں نے تو نئی عیسویت پر ٹھٹھے کئے تھے کہ اس نوجوان عیسویت پر سال خوردہ انیس سو برس کی عمر والی عیسویت غالب ہوگئی۔ اگر بالفرض مرزا اس پیشگوئی میں صادق ٹھہرتے تو اسکا برا اثر پہلے مسلمانوں پر ڈالا جاتا۔ ان کو گالیاں دے دے کر اپنی عیسویت کی تصدیق پر مجبور کرتے اور بہت سے بھولے بھالے مسلمان غالباً مائل بھی ہو جاتے۔

مرزا قادیانی نے اس مباحثے میں جو الہامی طریقہ اختیار کر کے حیلوں سے کام لیا اور اس کو عقلی معجزہ بنانا چاہا اس سے الہاموں کی سخت بے اعتباری ہوگئی اور طرفہ یہ ہے کہ اسی پر فخر فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی طرف سے دو نشانی دی گئی ہے اس سے تو وہی معمولی بحثیں اچھی تھیں جن کی نسبت حقارت کے طور پر فرماتے ہیں، وہ تو اور لوگ بھی کر لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان بحثوں میں اسکات

خصم تو ہو جاتا ہے کیونکہ صدہا کتابیں پادریوں کے رد میں موجود ہیں۔ وہی طے شدہ مباحث پیش کر دی جائیں تو کافی ہیں۔ اگر الہامی طریقہ اختیار کیا گیا تھا تو اس میں داؤ پیچ سخت معیوب اور شان الٰہی کے منافی ہیں وہ تو ایسا زبردست طریقہ ہوتا ہے کہ انسانی قدرت اور عقلی ادراک اس سے عاجز ہوتی ہے دیکھئے جب کفار نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کلام کیا تو آنحضرت ﷺ نے باعلام الٰہی صاف وصریح الفاظ میں فرما دیا کہ تم بھی عرب کے فصحاء ہو۔ سب اکٹھے ہو کر ایک چھوٹی سی سورت اس کے مثل بنا لاؤ اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ تم ہرگز نہ بنا سکو گے جیسا کہ ارشاد ہے قل فأتوا بسورةٍ من مّثله و ادعوا شهدا ئكم من دون اللّٰه ان كنتم صادقين فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فا تّقوا النّار .. (بقرہ: ۲۳-۲۴)۔ باوجودیکہ اس زمانے میں فصاحت و بلاغت کے بڑے بڑے دعوے والے موجود تھے مگر سب مل کر بھی ایک چھوٹی سے سورت نہ بنا سکے اور عار شرمندگی کو قبول کر لیا۔

اسی طرح جب یہود نے مقابلہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ ظاہر ہے مقابلے کے وقت تمنا کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی مگر خدا کو منظور تھا کہ وہ مغلوب ہوں اس لئے کسی یہودی سے نہ ہو سکا کہ پیش ہو کر تمنائے موت کرے

فتمنّوا المو ت ان كنتم صادقين و لن يّتمنّوه ابداً (بقرہ: ۹۴-۹۵)۔

پھر نصاریٰ کے مباہلے میں ایسا ہی ہوا۔

اب دیکھئے کہ عرب میں بڑے فرقے یہی تین تھے ان کا مقابلہ جو باعلام الٰہی خاص طریقہ پر کیا گیا وہ کیسے کھلے لفظوں میں تھا۔ نہ اس میں کوئی شرط تھی، نہ تاویل، نہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش کہ الفاظ اور ہیں اور مطلب کچھ لیا جاتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے الہام میں منجانب اللہ ہونے کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو کھلے لفظوں میں آتھم سے کہہ دیتے کہ تو اگر میری تصدیق نہ کرے گا تو مارا مارا پھریگا اور وہ ضرور مارا مارا پھرتا جس سے دیکھنے والوں کو قیل وقال کا موقع نہ ملتا۔ کیا الہام ایسے ہوا کرتے ہیں جن میں اقسام کے حیلے اور باتیں بنانے کی ضرورت ہو اور جب ان میں کلام کیا جائے تو گالیاں دینے کو مستعد چنانچہ (انوار الاسلام حاشیہ ص ۶ میں) لکھتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو!، کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کے اپنے افعال واقوال سے آپ قوی نہیں کر دیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔

مرزا پر آتھم کا جب غلبہ ہوا تھا اس موقع میں اگر اس کی مکافات گالیوں سے کی جاتی اور دل کھول کے آتھم کو گالیاں دیتے تو ایک مناسبت کی بات تھی مگر مرزا نے ان کو چھوڑ کر تماشہ بینوں کے پیچھے پڑ گئے اور لگے گالیاں دینے اگر چہ یہ مشہور ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے مگر عقلاء کی شان سے یہ بعید ہے اگر مغلوب کو یہ حق دیا جائے کہ تماشہ بینوں کو گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کرے تو ایسے موقعوں میں داد دینے والا کوئی نہ ملے جو ابتدائی مقابلہ میں طرفین کا مطلوب ہوتا ہے۔

اب مرزا کی اس کاروائی کو دیکھئے کہ عقل سے انہوں نے کس قدر کام لیا۔ اول تو ایک بوڑھے شخص ضعیف القوی کو تجویز کیا اس پر ایک مدت وسیع ۱۵ مہینے کی، پھر قسمیں کھا کر وہ دھمکیاں موت کی دی گئیں کہ قوی اور تندرست آدمی بھی مارے فکر کے بیمار اور قوت واہمہ کا شکار ہو جائے پھر جب وہ دل بہلانے کی غرض سے اور اس بدگمانی سے کہ کہیں خفیہ طور پر موت کی کاروائی نہ ہو بھاگا بھاگا پھرا تو اسی کا نام رجوع الی الحقّ رکھ دیا جو الہام میں شرط بتائی گئی۔ اگر مرزا قادیانی سے بھاگنے کا نام رجوع الی الحق ہے تو پھر مرزا قادیانی اپنے سے بھاگنے والوں کو کافر اور مائلوں کو مومن کیوں فرماتے ہیں، اس لحاظ سے تو معاملہ بالعکس ہونا چاہیے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے و من یّکفر بالطّا غوت و یؤمن با للّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی (بقرہ ۲۵۶) ۔غرض اس سے ظاہر ہے کہ عبارت الہامی میں یہ قصداً پیش نظر رکھا گیا تھا کہ جب خواہ مخواہ ان تدابیر سے وہ گھر چھوڑ دے گا تو اس وقت یہ شرط کام دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ آسمانی الہام سے فیصلہ قطعی اور واضح ہوتا اس شرط نے معاملہ کو ایسا پیچیدہ بنا دیا کہ کامیابی کی امید ہی نہیں اور جو معنی کہ مرزا قادیانی بیان کر رہے ہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

اگر بقول مرزا قادیانی اس الہام کو آسمانی الہام فرض کریں تو اس سے بھی مرزا قادیانی کی فضیلت اور حقانیت ثابت نہیں ہوسکتی چنانچہ اس کی عبارتوں سے ظاہر ہے:

جو فریق جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے ..۱۵ پندرہ مہینے میں ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۱۰)

مرزا قادیانی ہاویہ کے معنی دوزخ کے نہیں لیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے پریشانی ہے جس میں آتھم مبتلا ہوا۔ اگر چہ آتھم کی پریشانی اسکے سفر سے ظاہر ہوتی ہے مگر مرزا قادیانی کی پریشانی باطن بھی کم نہ تھی اس لئے کہ ان کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلے تو عمر بھر کا بنا بنایا بگڑ جاتا ہے اور ذلت کی تو انتہاء نہیں کیونکہ خود ہی اقرار ہے کہ منہ کالا کیا جائے وغیرہ اور ظاہر

ہے کہ غیور طبیعتوں کو جان سے زیادہ عزت ریزی کا خوف ہوتا ہے خصوصاً ایسے موقع میں کہ ایک طرف تمام پادری نظر لگائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف تمام ہندوستان کے مسلمان ہمہ تن چشم و گوش ہیں کہ دیکھئے اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوتا ہے پھر خوف صرف ذلت ہی کا نہیں بلکہ جان کا بھی خوف اسی الہام کے ایک گوشے میں دکھائی دے رہا ہے کیونکہ پھانسی کا دستاویزی اقرار خصم کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ہر چند مرزا قادیانی اس موقع میں اپنا اطمینان بیان کریں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ پیشگوئی کا وجود نہیں ہوا تو سرے سے اسکے الہام ہونے میں شک پڑ گیا اور بغیر الہام کے آدمی کو ایسے موقعوں میں اطمینانی حالت نصیب نہیں ہوسکتی رہا جھگڑا شرط کا سو اگر اس سے توقع کامیابی کی رکھی بھی جائے تو ایک ضعیف احتمال ہے جس پر وثوق نہیں ہوسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں احتمال ضرر جانی اور بے عزتی ہو تو فکر غالب ہو جایا کرتی ہے چہ جائے کہ احتمال ضرر ہی غالب ہو۔ غرض ان تمام قرائن سے عقل گواہی دیتی ہے کہ جس مدت میں آتھم پریشان رہے مرزا قادیانی بھی بمقتضائے الحرب سجال کے پریشانی باطن میں کم نہ تھے اور لفظ ہاویہ دونوں پر منطبق ہے۔

اور مرزا کہتے ہیں: اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی (انوار الاسلام۔ص ۱)

اس کا ظہور مرزا قادیانی ہی کی تحریر سے ہوگیا اور یہ فقرہ تو خاص مرزا قادیانی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ فریق مخالف اپنے کو کامیاب سمجھ رہا ہے اور خوش ہے اور مرزا قادیانی کو گالیاں دینے کی ضرورت ہوئی جو دلیل مغلوبیت ہے یہ کوئی نئی بات نہیں عقلی معجزات کبھی الٹ بھی جاتے ہیں چنانچہ مسیلمہ کذاب کے معجزوں میں یہ بات ثابت ہے کہ اس نے کسی کی آنکھ میں آشوب دفع ہونے کی غرض سے آب دہن لگایا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص اندھا ہی ہوگیا۔ اس کے سوا اور بھی نظائر ہیں کہ عقلی معجزات کا اثر منعکس ہو جاتا ہے۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں:

جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ہوگی (انوار الاسلام۔ص ۱)

اگرچہ مرزا قادیانی اس وقت توحید کی جانب ہیں مگر چونکہ مقصود اس سے صرف اپنی عیسویت کا اثبات ہے اس جہت سے باطل اس پر محیط اور شامل ہوگیا جیسا کہ حضرت علیؓ نے خوارج کے استدلال کے جواب میں فرمایا تھا کلمۃ حقّ ارید بھا الباطل پھر جب مشاہدے سے ثابت ہوگیا کہ مرزا کی کمال درجے کی ذلت ہوئی جسکا اظہار خود فرماتے ہیں تو بحسب قیاس استثنائی ان کا سچ پر ہونا بھی باطل ہوگیا کیونکہ اگر سچ پر ہوتے تو اس الہام کے مطابق عزت ہوتی ادنی تامل

سے ناظرین پر منکشف ہوگا کہ مرزا کا حق پر نہ ہونا انہیں کے الہام سے ثابت ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سجاکھے کیئے جائینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (انوار الاسلام: ص ا)

پیشین گوئی کا صدق و کذب ۱۵ مہینے گذرنے پر منحصر تھا اور مشاہدے سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گواہیوں سے اس کا کذب ہونا ظاہر ہوگیا اس ظہور پیشینگوئی کے وقت بے شک بعض اندھے جن پر پورا حال مرزا قادیانی کا منکشف نہیں ہوا تھا اور ان کی طرف کھسکتے جارہے تھے ضرور سجاکھے ہو گئے اور حق کی راہ چلنے اور حق کی باتیں سننے لگے کیونکہ حق پسند طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جب ایسی کھلی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی جانب حرکت کرتے ہیں چنانچہ انجام آتھم صفحہ ۱۲ میں خود تحریر فرماتے ہیں: اس پیش گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہو گئے۔ یعنی اندھے سجاکھے ہو گئے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اگر یہ پیش گوئی جھوٹ نکلے ..تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۱۱)

ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایسا ہی کیا کہ پیش گوئی جھوٹ نکلی۔ عجیب خدا تعالی قدرت ہے کہ یہ الہام کس غرض سے بنایا گیا تھا اور انجام کس حسن و خوبی کے ساتھ ہوا۔

اب مرزا قادیانی کی توجیہات سنئے جو اس الہام سے متعلق ہیں۔ رسالہ الہامات مرزا مولفہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (ص ۱۲۔۱۳) میں اور انوار الاسلام صفحہ ۵ تا ۷ وغیرہ تحریرات مرزا قادیانی سے ان کے یہ اقوال منقول ہیں کہ:

جو آتھم نے اپنی خوف زدہ ہونے کی حالت سے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیش گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا وہ بھاگا پھرا اس لئے درحقیقت وہ ہاویہ میں رہا۔ مسلسل گبھراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہوگیا تھا اور اس کے دل پر وہ رنج و غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو آگ کے عذاب سے کم نہیں کہہ سکتے۔ یہی اصل ہاویہ تھا اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ اس کی یہ مثال ہوئی: قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی

۔پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔

مرزا قادیانی کا وہ الہام تھا، تو یہ کشف ہے کہ اسکے دل کی حالت اور عمر بھر کے واقعات بیان فرمارہے ہیں جن سے اس کو سراسر انکار رہے۔اصل بات اتنی تھی کہ آتھم نے دیکھا کہ اپنی موت پر مرزا قادیانی کی کامیابی منحصر ہے، ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزا کے جاں نثار مریدوں کی فوج اپنے پیرو مرشد کی کامیابی کی غرض سے اس مہم کے سر کرنے میں سعی کریگی۔اس لئے بمشورہ حزم واحتیاط انہوں نے ایک جگہ کی اقامت کو اس مدت معینہ میں مناسب نہ سمجھا اور بطور تفریح (جیسے مرفہ الحال لوگوں کی عادت ہوتی ہے)، سیاحت اختیار کی۔جس کی بدولت نئے نئے شہر دیکھے، دعوتیں کھائیں، سیر وشکار کئے جس سے السفر وسیلة الظفر کے معنی بھی صادق آ گئے۔مرزا قادیانی نے سفر کا نام دیکھ لیا اور شاعرانہ خیال سے صورت سقر قرار دے کر اس کو سچ مچ کا ہاویہ ہی ٹھہرایا اور یہ خیال نہیں کیا کہ امراء وسلاطین لکھوکہا روپیہ دے کر یہ دولت حاصل کرتے ہیں خصوصاً گورنمنٹ کے معززین اور پادریوں کے حق میں تو ہندوستان کا سفر گل گشت جنان سے کم نہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۰ میں مرزا خود تحریر کرتے ہیں کہ: یہ لوگ ایک قسم کی جنت اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔،

پھر ان کو دنیا میں ہاویہ سے کیا تعلق؟ غرض مرزا قادیانی نے جس کو ہاویہ قرار دیا تھا وہ جنت ثابت ہوتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اس الہام میں ہاویہ کا لفظ اس واسطے تجویز کیا تھا کہ قرآن شریف میں یہ لفظ وارد ہے اور اس کے معنی دوزخ کے ہیں فامّہ ھا ویہ و ما ادراك ماھیه (قارعہ:۹۔۱۱) اس سے غرض یہ کہ دعوی کی شان وشوکت اور الہام کا کروفر اس سے نمایاں ہو کہ جو لفظ قرآن میں ایک سخت وعید میں استعمال کیا گیا وہی لفظ اس ہندی الہام میں ذکر فرمایا مگر افسوس ہے کہ وہ صرف لفظ ہی تھا اگرچہ ۱۵ مہینے تک بجائے خود رکھا مگر اسکے بعد کمال مایوسی سے وہ لفظ یوں بدلا گیا کہ اس سے مراد فکر وتشویش لی گئی اول تو فکر وتشویش ہی میں کلام ہے اسلئے کہ کسی کے دل کی کیفیت یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکتی اور اگر وہ تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ الہام کے صدق کا اس کے دل پر اثر تھا۔قرائن سے تو ثابت ہے کہ مرزا کے مریدوں کے خوف سے اسکو سفر کی ضرورت ہوئی۔

بہر حال مرزا قادیانی نے ایک ہی شق اختیار کی کہ اس کے دل پر اپنی پیش گوئی کا اثر ہوا تھا، چنانچہ ضیاء الحق صفحہ ۷ا میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیشین گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے .. کہ شہر شہر بھاگتا

پھرے ..تو ایسا شخص بلا شبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا جس کی تائید میں پیش گوئی کی گئی تھی اور یہی معنی رجوع الی الحقّ کے ہیں۔

یہاں یہ امر غور کے قابل ہے کہ مرزا قادیانی خود تصدیق کرتے ہیں کہ یقینی طور پر اس کا رجوع الی الحقّ کرنا ثابت ہو گیا اور الہام مرقوم الصدر کا مضمون یہ تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے تو ہاویہ میں گرایا نہ جاوے گا پھر جب الہام کے سنتے ہی اس پر خوف اور عظمت طاری ہو گئی تو الہام کے مطابق وہ ہاویہ کا مستحق نہ رہا۔مگر قادیانی کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرایا گیا اور پر ہاویہ میں گرنے کا لفظ صادق آ گیا جسکا ماحصل یہ ہوا کہ بحسب الہام اس کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے۔ باوجود اس کے وہ ہاویہ میں گرایا گیا جو خلاف عادت الٰہی اور خلاف شرط الہام ہے یہاں دو باتوں سے ایک بات ضرر ماننی پڑے گی کہ اگر الہام سچا ہے تو ہاویہ میں گرنا جھوٹ ہے اور اگر ہاویہ میں گرنا سچ ہے تو الہام جھوٹا ہے اور چونکہ ہاویہ میں گرائے جانے کی وہ تصدیق کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ الہام جھوٹا ہے۔ پھر اگر غیر معمولی کیفیت ان کو وجدانی طور پر معلوم ہوئی تھی جس کو انہوں نے الہام سمجھا تھا تو اس کو الہام شیطانی ضرور کہا جائے گا جس سے کل الہاموں کے دعوے ان کے جھوٹے ہو گئے اور اگر یہ الہام انہوں نے بنا لیا تھا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے خدا تعالی پر افتراء کیا ہے اور کوئی مسلمان خدا پر افتراء نہیں کر سکتا۔

مرزا قادیانی جو رجوع الی الحق کا الزام مسٹر آتھم کے ذمہ لگا رہے ہیں اس کو وہ قبول نہیں کرتا۔اس نے صاف کہہ دیا کہ مجھ پر مرزا قادیانی کے الہام کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ مریدوں کے خوف وغیرہ کی وجہ سے سفر اختیار کرنے کی ضرورت ہوئی تھی۔ مرزا قادیانی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور الہام ہی کا اثر تھا ورنہ یہی بات قسم کھا کر کہہ دی جائے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے دین میں قسم کھانی جائز نہیں جیسا کہ انجیل متی میں مصرح ہے۔ مرزا فرماتے ہیں ایسے حیلے کر کے قسم نہ کھانا ہی ہماری کامیابی ہے۔،اس کے جواب میں ڈاکٹر کلارک نے کہا:

مرزا قادیانی مسلمان نہیں ہے۔ اگر مسلمان ہیں تو مجمع عام میں سور کا گوشت کھائیں۔ اگر کہیں کہ سور کا گوشت مسلمانوں پر حرام ہے اس سے اسلام کا ثبوت کیسے، تو ہم کہتے ہیں اسی طرح بالاختیار حلف اٹھانا عیسائیوں کو منع ہے۔ پس آتھم پکا عیسائی ہے تو وہ اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم سے نہیں دے سکتا جس طرح آپ اپنے اسلام کا ثبوت سور کھا کر نہیں دے سکتے۔ (اشتہار ہنری کلارک مطبوعہ نیشنل پریس امرتسر)

مرزا قادیانی نے الہام میں جو شرط لگائی تھی کہ بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس میں یہی پیش نظر تھا کہ جب وہ موت کی دھمکیوں سے جان بچانے کی غرض سے اپنا مستقر چھوڑ دے گا تو اسی کا نام تاثیر پیش گوئی اور رجوع الی الحق رکھا جائے گا اور جب وہ اس سے انکار کرے گا تو قسم کی فرمائش کی جائے گی اور چونکہ ان کے مذہب میں قسم درست نہیں اس لئے وہ قسم کبھی نہ کھائے گا اس وقت یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ آتھم کی قسم نہ کھانے سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ یہاں تک تو عقلی منصوبے چل گئے جو اعلی درجہ کے عقلی معجزے تھے مگر ڈاکٹر کلارک کے عقلی معجزے نے سب کو گاؤ خرد کر دیا اور مرزا قادیانی بھی اس کے تسلیم کرنے میں مجبور ہوئے اور یہ کوئی قابل استعجاب بات نہیں عقلوں میں تفاوت ہوا ہی کرتا ہے مگر قابل توجہ یہ بات ہے کہ اگر وہ واقعی الہام ہوتا تو کیا ڈاکٹر صاحب کی رائے اس میں بھی چل سکتی تھی۔ ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مدار الہامات کا خاص علم وقدرت الہی پر ہوتا ہے اور ممکن نہیں کہ کسی آدمی کی رائے اس پر غالب ہو سکے اس سے ظاہر ہے کہ وہ الہام الہی نہ تھا۔

مرزا قادیانی جو آتھم کے خوف کا نام رجوع الی الحق رکھتے ہیں اس سے غرض یہ کہ پیشین گوئی یعنی موت کا وقوع اس کی وجہ سے نہیں ہوا۔ مگر ابھی معلوم ہوا کہ اس الہام میں جو ہاویہ میں گرنا مذکور ہے اس کا وقوع تو بحسب اقرار مرزا ہو گیا اور یہ رجوع الی الحق کچھ کام نہ آیا۔ مرزا قادیانی اس رجوع سے دوسرا کام لینا چاہتے ہیں کہ الہام کی تشریح میں جو کہا گیا تھا کہ آتھم بہ سزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائیگا اور نیز اشتہار اتمام الحجۃ ملحقہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

و منها ما وعدنی ربّی اذ جادلنی رجل مّن المتنصرین الّذی اسمه عبد الله آتهم .. فاذا بشرنی ربی بعد دعوتی بموته الی خمسة عشر شهراً من یو م خا تمة البحث فا ستیقظت و کنت من المطمئنین

یعنی خدا نے مجھے بشارت دی کہ ۱۵ مہینے میں عبداللہ آتھم مرجائے گا۔ غرض کہ حق تعالی نے جو عبداللہ آتھم کی موت کی بشارت دی وہ اس رجوع الی الحق سے ٹل گئی مگر الہام کی بشارت صاف کہہ رہی ہے کہ اس کی موت ضروری تھی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ رجوع کے معنی لوٹ جانے کے ہیں اور رجوع الی الحق اسی وقت صادق آتی ہے کہ باطل کو چھوڑ دیا جائے چونکہ اس مباحثہ میں حق وہی فرض کیا گیا تھا جس پر مرزا قادیانی ہیں تو ضرور تھا کہ وہ مرزا قادیانی کا ہم خیال ہو جاتا جس سے رجوع کے معنی صادق آتے۔

مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اس خوف کو بھی ایک درجہ رجوع کا دینا چاہیے۔ رجوع کا اس کو ایک درجہ دینا تو آسان ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اس تمام مدت میں حق کے قبول کرنے کا ایک اثر بھی اس سے ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ برخلاف اس کے مرزا قادیانی کو وہ دجال اور جھوٹا وغیرہ کہتا رہا جیسا کہ رسالہ الہامات مرزا سے ظاہر ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر حق کو قبول نہ کرے اور مخالفت کرتا رہے وہ زیادہ تر سزا کا مستحق ہوتا ہے دیکھ لیجئے قرآن شریف سے ثابت ہوتا کہ کفار آنحضرت ﷺ کی نبوت کو یقینی طور پر جانتے تھے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یعرفونه کما یعرفون ابناء هم (بقرہ: ۱۴۶) مگر یہ معرفت باعث زیادتی عقوبت ہوئی فلمّا جاء هم ما عرفوا کفروا به فلعنة اللّٰه علی الکافرین۔ (بقرہ: ۸۹)

الحاصل اگر آتھم نے پیش گوئی کی عظمت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو معلوم کر لیا تھا تو اس کی سزا زیادہ اور بہت جلد ہونی چاہیے تھی اگر مرزا قادیانی کے قابو میں آتھم آجاتے اور سزا دینے میں کوئی مانع نہ ہوتا تو کیا مرزا قادیانی باوجود ان کو دجال اور جھوٹا کہنے کے اس کو ۱۵ مہینے مہلت لینے دیتے؟ ضرور یہ فرما کر فوراً سزائے موت دیتے کہ باوجود حق کی طرف رجوع ہونے کے اور میری اور میرے الہام کی تصدیق کرنے کے مجھ کو دجال اور جھوٹا بتارہا ہے الحاصل اس موقع میں ضرور تھا کہ جس طرح رجوع الی الحق نے اس کو ہاویہ سے نہ بچایا اسی طرح سزائے موت سے بھی نہ بچاتا۔

مرزا قادیانی نے اس رجوع الی الحق کو مانع سزائے موت قرار دیا جیسا کہ (تریاق القلوب۔ص ۱۱) میں لکھتے ہیں:

> آتھم کی موت کی پیش گوئی کی گئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم ۱۵ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کرلیں گے تو موت سے بچ جائیں گے۔

اور انوار الاسلام صفحہ ۲ وغیرہ میں ہے:

> آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا۔

اور وہ رجوع الی الحق مانع دخول ہاویہ نہیں ہوئی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرا۔ حالانکہ اصلی ہاویہ میں داخل ہونا بعد موت ہوگا قبل نہیں ہوسکتا اور مرزا قادیانی کی تقریر سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ لکھتے ہیں: بسزائے موت داخل ہاویہ ہوگا، ۔ کیونکہ بسزائے موت داخل ہونا قبل ہاویہ ممکن نہیں، پھر اس کے کیا معنی کہ رجوع الی الحق سے موت تو ٹل گئی مگر ہاویہ میں گر گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے نہ ولائت ہے نہ نبوت، مگر وحی اور الہام ہو

رہے ہیں اوراس کی وجہ بھی سمجھ نہیں آتی کہ رجوع الی الحق نے موت سے تو بچا لیا مگر ہاویہ سے نہ بچا سکا۔ اس رجوع کو ناقص کہیں یا کامل اس اعتبار سے کہ موت جیسی چیز کو (جسکی نسبت خدافرماتا ہے فاذا جاء اجلھم لا یستا خرون ساعۃ و لا یستقد مون۔ اعراف:۳۴) روک دیا، اعلی درجے کی کامل سمجھی جائے گی۔ مگر حیرت یہ ہے کہ ایسے رجوع کامل سزائے ہاویہ کو نہ روک سکی جس سے مراد سفراور پریشانی لی گئی۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک موت سے زیادہ سفر کی وقعت ہے کیونکہ اس رجوع نے موت میں تصرف کرلیا مگر سفر میں نہ کرسکا۔

آیت موصوفہ اذا جاء اجلھم سے یہ ظاہر ہے کہ موت وقت مقررہ سے نہ آگے آسکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے اور الہام مذکور کہہ رہا ہے کہ آتھم کی موت ٹل گئی اور مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷۔۱۳۹ میں لکھا ہے:

> اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔

اب مرزا خود ہی تصفیہ فرمائیں کہ جب خدا کی خبر کے برخلاف جس کی تنسیخ ممکن نہیں وہ الہام خبر دے رہا ہے تو اس کو کیا کہیں۔ اگراور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور فرمائیں کہ وہ الہام شیطانی تھا۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا اور رجوع الی الحقّ کے معنی ابھی معلوم ہوئے کہ پیشین گوئی سن کر بھاگا بھاگا پھرا، جس کی خبر مرزا قادیانی کو فوراً ہوگئی تھی اس صورت میں مرزا قادیانی کو ضرور تھا کہ یہ اعلان دیتے کہ آتھم رجوع الی الحق کر چکا ہے اب وہ ۱۵ مہینوں میں نہ مرے گا اوراس کو صاف لکھ دیتے کہ تم نے رجوع الی الحق کر لی ہے اس وجہ سے اب اس مدت میں ہرگز نہ مروگے ہاں ہاویہ میں یعنی سفر میں رہو گے حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ وہ اسی مدت میں ضرور مرے گا اوراس میں کوئی تاویل نہ ہوگی۔ اب دیکھئے اگران کا یہ قول سچ سمجھا جائے کہ اس نے رجوع الی الحق کی ہے تو ان کا وہ قول کہ ضرور مرے گا جھوٹا ثابت ہوتا ہے اوراگر وہ قول سچ سمجھا جائے تو قطع نظر خلاف واقع ہونے کے اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۵ ماہ تک مرزا نے اس کے بھاگتے پھرنے کو رجوع الی الحق نہیں سمجھا تھا بلکہ یہی خیال کرتے رہے کہ بوڑھا تو ہے اگر مرجائے تو کامیابی ہے ورنہ اسی وقت کہہ دیا جائیگا کہ رجوع الی الحق کی وجہ سے نہیں مرا۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب اس الہام سے خدا کو مرزا قادیانی کی کامیابی مقصود تھی تو جس طرح آتھم کو رجوع الی الحق کی ہدایت کی تھی مرزا قادیانی کو یہ الہام کیوں نہیں ہو گیا کہ صاف کہہ دو کہ وہ رجوع کر چکا ہے۔ اب اس مدت میں نہ مرے گا برخلاف اس کے مرزا قادیانی سے بھی کہلواتا رہا کہ اس مدت میں وہ ضرور مر جائے گا۔ کیا ایسے الہام خدا پر افتراء نہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کی مقبولیت کسی قوم میں ہو جاتی ہے تو اس کی ایسی باتوں پر نگاہ نہیں پڑتی اور ہر بات چل جاتی ہے آپ حضرات نے پولس مقدس کے حالات کتابوں میں دیکھے ہوں گے کہ کیسی کیسی خلاف باتیں انہوں نے کیں کل حرام کو حلال کر دیا قبلہ سے منحرف کیا تثلیث کو ذہنوں میں جما دیا مگر سب چل گئیں اور پھر بھی مقدس ہی رہے۔ پولس مقدس کی سحر بیانی اور تقدس کا کیا اثر ہوا جو تقریباً انیس سو سال سے آج تک رو بہ ترقی ہے یہ بات یاد رہے کہ پولس پر ایسے تقدس کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ایسے مقدس حضرات سے زمانہ خالی نہیں رہتا۔ پولس نے تو حضرت عیسیٰؑ کو ترقی دی تھی کہ ان کو خدا بنا دیا، مرزا اپنی ترقی میں کسی کے محتاج نہیں خود ہی عیسی بنے نبوت تک ترقی کر گئے اور اب کن فیکون میں اپنے خالق کے ساتھ اپنی شرکت بتا رہے ہیں اور ہر طرف آمنا وصدقنا کے نعرے خوش اعتقادوں کے بلند ہیں اور یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا کیا کر رہے۔ یہ اسی کمال تقدس کا اثر ہے جو مدتوں کی خلوت نشینی اور گوشہ گزینی سے حاصل فرمایا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عبارت الہام میں مذکور ہے کہ:

جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ (انوار الاسلام۔ ص ۱)

اس الہام میں جانبِ مقابل فریق قرار دیا گیا جو بمعنی گروہ اور جماعت ہے جیسا کہ قرآن سے واضح ہے فریق فی الجنّۃ و فریق فی السّعیر (شوریٰ: ۷)

اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ کل جنتی ایک فریق اور کل دوزخی ایک فریق قرار دیئے گئے ہیں چونکہ اس الہام میں صراحتاً مذکور ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کہہ کر عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ہاویہ میں گرایا جائے گا اس لئے بمقتضائے الہام کل فریق عیسائی کا ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرنا ضرور تھا۔ اس لئے کہ کوئی عیسائی ایسا نہیں جو سہواً یا خطاءً عیسی کو خدا بنایا ہو، وہ تو جو کہتے ہیں عمداً کہتے ہیں پھر جب وصف عامہ پر حکم مرتب ہو رہا ہے تو مرزا قادیانی کو کوئی حق نہیں کہ اس کلام میں جس کو کلام الٰہی بتا رہے ہیں تصرف کر کے لفظ فریق کو اس جماعت کے ساتھ خاص کریں جو مباحثے میں شریک تھی جیسا

کہ انوار الاسلام صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ فریق سے مراد آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اس کے معاون تھی ۔، مرزا نے اس الہام کے بعد یہ نہیں کہا تھا کہ خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فریق سے مراد خاص جماعت ہے اور نہ اس کی تخصیص الفاظ الہام سے معلوم ہوتی ہے بلکہ اس میں عام طور پر ہے کہ جو فریق انسان کو خدا بنا رہا ہے، اس کلام کی تحریف انہوں نے اس خیال سے کی ہے کہ کہیں اس کلام سے گورنمنٹ کا ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرنا نہ سمجھا جائے مگر جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کلام، کلام الٰہی نہ تھا اس لئے کہ وہ فریق اس مدت میں ہاویہ میں نہیں گرا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے کہا تھا کہ اس مدت میں کل عیسائی ہاویہ میں گرائے جائیں گے ۔ مرزا قادیانی بظاہر گورنمنٹ کے خیر خواہ اپنے کو بتاتے ہیں مگر ایسی منحوس باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف ظاہر داری ہے ۔ خیر اس سے کوئی بحث نہیں کلام اس میں تھا کہ فریق کا لفظ جو متصف صفت عامہ کیا گیا تھا وہ صحیح نہیں لیکن اس تعمیم میں یہ مصلحت پیش نظر ضرور تھی کہ اس مدت طویلہ میں کہیں تو کوئی عیسائی مرے گا، اس وقت یہ تعمیم کام دے گی اور فوراً اس الہام کے ذیل میں داخل کر لیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پادری رابرٹ جو اس مباحثے میں شریک بھی نہ تھا جب مر گیا اور اس کے دوست کلارک کو اس کا غم ہوا تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس عرصے میں رابرٹ ناگہاں مر گیا جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو جو اس کا دوست تھا صدمہ پہنچا ( دیکھو اشتہار الہامی ) ۔

اب یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ فریق سے مراد ایک جماعت ہے جس کی نسبت مرزا فرماتے ہیں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے لئے موجود ہوں، اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کلارک وغیرہ کل جماعت اس مدت میں مر جاتی حالانکہ اس میں سے کوئی نہیں مرا اور جو شخص مرا سو وہ ایک اجنبی شخص تھا جو مباحثے میں شریک ہی نہ تھا مگر مرزا قادیانی نے اس کی موت سے بھی اپنا کام نکالا ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آتھم رجوع الی الحق کی وجہ سے بچ گیا تھا تو یہ پوری جماعت کیونکر بچی ان کا تو رجوع الی الحق ہونا بھی ثابت نہیں ہوا۔ شائد یہاں یہ فرمائیں گے کہ ان کا مباحثہ کرنا ہی رجوع الی الحق تھا اگر رد ہی کرنے کے لئے کیوں نہ ہو۔ آخر حق کی طرف رجوع تو متحقق ہوا۔ اس کو بھی رجوع کا ایک درجہ دینا چاہیے ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ توجیہ بھی چل جائے گی جیسے آتھم کے رجوع الی الحق کی توجیہ چل گئی تھی مگر اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس قدر رکیک ہو گی ۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کلارک کے مقابلے میں مرزا قادیانی نے عین عدالت میں اقرار کیا کہ

فریق سے مراد اس الہام میں صرف آتھم تھا ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا سر عدالت یہ اقرار فرماتے ہیں کہ رابرٹ کی موت کے صدمے کی نسبت جو کہا گیا تھا وہ غلط تھا ۔ دیکھئے فریق کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور ہٹتے ہٹتے کہاں تک نوبت آ پہنچی ۔ دیکھئے اس الہام کا سلسلہ کس قدر طویل ہے کہ احاطہ بحث میں آ نہیں سکتا پوری بحث اس کی مولوی ابوالوفا ثناء اللہ نے الہامات مرزا میں لکھی ہے جو قابل دید ہے۔...

عصائے موسیٰ صفحہ ۴۵ میں منشی الٰہی بخش صاحب نے لکھا ہے:

بظاہر تو از روئے قانون قدرت و مشاہدہ واقعات اس کا میعاد مقررہ مرزا قادیانی کے اندر مر جانا عجائبات سے نہ تھا بلکہ بلحاظ کبرسنی وضعف ونقص اوران سب سے بڑھ کر مرزا قادیانی کی دھمکی موت سے خوف زدہ ہونے کی حالت میں بہت ہی اغلب تھا۔

اور لکھا ہے کہ اس عرصہ میں وبا کے بھی کئی دورے ہوئے باوجود ان تمام اسباب کے مسٹر آتھم اس مدت میں تو نہیں مرے۔ ہاں اسکے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے اگر لا یستا خرون ساعة سے قطع نظر کیا جائے تو یہ بعد کی زندگی گویا اس الہام میں رخنہ اندازی کے لئے تھی اور یہ تو یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی کے الہامات کو وقعت دینا منظور الٰہی ہوتا تو بجائے ۱۵ ماہ کے زیادہ مدت ان کی زبان سے کہلوا دیتا۔ اسی طرح جب مرزا قادیانی نے پیش گوئی کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا تو اہل قادیان سمجھ گئے کہ اب طاعون کا آنا ضرور ہو گیا اور اسی وقت سے ان کو خوف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہو کہ طاعون سے قادیان کو سخت صدمہ پہنچا۔

## لیکھ رام کے متعلق پیش گوئی

جس طرح آتھم کی موت کی ایک وسیع مدت مقرر کی گئی تھی اس سے زیادہ لیکھ رام کی موت کے الہام میں مقرر کی گئی سراج منیر میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ، لیکھ رام کی نسبت یہ الہام ہوا کہ عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب اور اسکے بعد خدائے کریم نے یہ ظاہر کیا.. یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا کیا جائے گا اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصے میں آج تک تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو ..تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں۔

اور یہ بھی الہام اس کی نسبت ہوا فبشّرنی ربّی بموتہ فی ست سنة (اشتہار اتمام الحجة)۔

چنانچہ وہ چھری سے مارا گیا۔ مرزا قادیانی نے ایک طولانی چھ سال کی مدت جو اس کی موت کیلئے مقرر کی تھی احتیاطاً تھی۔ ورنہ قرائن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی مدت اسکے لئے درکار نہیں۔ کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں سخت بے ادبیاں اور گستاخیاں کی ہیں جس کی وجہ سے تقریباً چھ کروڑ صرف ہند کے مسلمانوں کا ایسا دل دکھایا کہ جس سے ان کو اپنی زندگی ناگوار ہوگئی اور اس کے جانی دشمن ہوگئے۔ کیا ممکن تھا کہ اتنی اسلامی فوج سے وہ بچ سکتا۔ کیا قیاس سے یہ دور ہے کہ ایک جماعت اس کو سزا دینے کی طرف متوجہ ہوئی ہو اور مرزا قادیانی بھی اس سے واقف ہوں۔ اہل فراست سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا شعر جو اس پیشگوئی کے بعد اور اسکی موت سے پہلے لکھا ہے کیا کہہ رہا ہے و بشرنی ربّی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقرب ۔(کرامات الصادقین۔ص ۵۴) غرض قطع نظر اس کے وہی قرینہ مذکورہ ایسا قوی اور قطعی ہے کہ ہر شخص اس پیشگوئی پر جرأت کرسکتا تھا ایسی کھلی بات کے لئے الہام کی ضرورت نہیں اس قسم کی باتوں کا الہام ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تم کبھی نہ کبھی مرجاؤ گے۔..

مرزا قادیانی نے لیکھ رام کی نسبت جو خارق العادات اور ہیبت ناک موت کی پیش گوئی کی اس کا منشاء یہی ہے کہ جب انہوں نے قرائن سے سمجھ لیا کہ وہ مارا جائیگا تو اسی کا نام ہیبت ناک اور خارق عادت موت رکھ دیا حالانکہ اس قسم کی صدہا موتیں ہوا کرتی ہیں۔ مرزا کو پہلے الہام کے وقوع کا یقین نہ تھا اور کیونکر ہوسکتا۔ آئندہ کے منصوبے کبھی بگڑ بھی جاتے ہیں اس لئے احتیاطاً دوسرا الہام ہوگیا اس غرض سے کہ اگر خارق عادت وہ موت نہ ہو یا نہ سمجھی جائے تو دوسرا الہام کام آئے۔

پہلا الہام تو اس وجہ سے الہام نہیں سمجھا گیا کہ خارق عادت موت نہ ہوئی مگر دوسرا الہام بھی ربانی نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ اس کی عبارت میں ست سنہ ہے حالانکہ صحیح عبارت ست سنین ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کے کلام میں غلطی ہو۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۵ میں مرزا لکھتے ہیں:

> قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی جو عبارت لکھیں گے وہ نہایت فصیح وبلیغ ہوگی اور الہام والی عبارت غلط ہوسکتی ہے؟ اب اگر وہ الہام ہے یعنی خدا کی کہی ہوئی عبارت ہے تو یہ سمجھا جائے گا

کہ مرزا قادیانی کو خدا سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہونے کا دعوی ہے اور اگر الہام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی خود عبارت بنا کر اس کو الہام قرار دیتے ہیں جو نہایت بدنما کاروائی ہے۔ اور اس سے مخالفین کو ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کی اصلی حالت معلوم ہوگئی گو وہ فاضل اور ذہین ہیں مگر فن ادب میں مشاق نہیں۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسالہ اعجاز المسیح کو مشتہر کر کے جو وہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنی تصنیف ہے، اب اس کی کوئی تصدیق نہ کر سکے گا اس لئے کہ ایسی پر تکلف اور مسجع عبارت جو اس قابل ہو کہ بطور اعجاز پیش کی جائے ست سنہ لکھنے والا شخص ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ کسی عالم نے ان کو لکھ دیا ہے اور اس زمانے میں یہ کوئی بڑی بات نہیں دیکھ لیجئے کہ روپے کے لالچ سے کئی ایک مولوی پادری بن گئے جن کے نام مشہور ہیں وہ صاف کہتے ہیں الدنیا زور لا یصل الا بالزور

## محمدی بیگم والی پیش گوئی

مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی یہ بھی ہے جس کو اشتہار میں شائع کیا تھا:

خدا تعالی قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کرو اور انکو کہہ دے کہ .. یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہے .. اور اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا .. اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے مقرر کر رکھا ہے .. کہ اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۱۵۷۔۱۵۸)

مرزا قادیانی نے اس نکاح کی بابت بڑا ہی زور لگایا اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خدا کی طرف سے پیام پہنچا دیا کہ اگر نکاح نہ کردے گا تو چناں ہوگا اور چنیں ہوگا۔ مگر اس بزرگ نے ایک نہ مانی۔ اس کے بعد مرزا احمد بیگ کے نام خط لکھا:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ ... آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے.... مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ

میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ ..اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلیئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں ...اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہوچکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے ..ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو.. میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کیلئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ ..آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کیلئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں.. اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔
خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

مرزا قادیانی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے آسمان پر ان کو کہہ دیا ہے کہ نکاح تمہارے ہی ساتھ ہوگا اور اس کی سلسلہ جنبانی کرو۔ معلوم نہیں باوجود اس کے کیوں اتنی عاجزی اور خوش آمد کر رہے ہیں اور پادریوں کا کیوں خوف لگا ہوا ہے کہ ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ اب ان کی پریشانی کا حال اور سنیئے ۔ اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ کے نام یہ خط لکھا:

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں ۔آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ ..عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے ۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے ۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں..اگر آپ

کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی ۔.. میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو ۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا ۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے ۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں ۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے ۔ کہیں یہ شخص مرتا بھی نہیں ..آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا ۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا ۔.. راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج ۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

البتہ مرزا قادیانی کی اس بے کسی کی حالت میں ان کے سمدھی کو ضروری تھا کہ ان کی عاجزی پر رحم کھا کر ان کو سنبھال لیتے مگر معلوم نہیں ک انہوں قصداً سختی اختیار کی یا یہ سمجھ لیا تھا کہ جب خدا نے خبر دی ہے کہ مرزا قادیانی کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوگا تو مداخلت کی ضرورت ہی کیا ضرور ہو کر رہے گا ۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اس اظہار بے کسی اور عاجزی کے ساتھ اگر اتنا فرما دیتے کہ الہام کا ذکر برائے نام صرف دھمکی کے لئے تھا اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں تو ضرور مرزا قادیانی کے صدق کا اثر ان کے دل پر پڑتا اور رحم آ جاتا اور تعجب نہیں کہ طرف ثانی بھی اس خیال سے کہ ایک بڑا شخص توبہ کر رہا ہے اگر خدا کے واسطے نہیں تو اپنی تعلیٰ ہی کے واسطے ضرور قبول کر لیتے بہر حال مرزا قادیانی کا مقصود تو حاصل ہو جاتا ۔

مرزا قادیانی لڑکی کے قرابت داروں کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اگر غور سے دیکھا جائے تو انہوں نے صرف خدا اور رسول ہی کی رضامندی اور دین کے واسطے یہ کام کیا ۔ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ناحق کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے فرمایا کہ تمہارے نکاح میں وہ لڑکی آئے گی، تم سلسلہ جنبانی کرو ۔ اس فقرے نے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ یا حکام کو جب کوئی بات منظور

ہوتی ہے تو اس کے آثار ہی کچھ اور ہوتے ہیں کہ وہ کام بغیر پورا ہوئے رہ نہیں سکتا۔ چہ جائے کہ خالق عالم چاہے اور کسی کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہو اور اثر ہو تو ایسا کہ وہ کام کبھی نہ بننے پائے۔ اگر خدا تعالی کو مرزا قادیانی کا نکاح منظور ہوتا تو گھر بیٹھے مخالفین آ کر اپنی طرف سے پیام کرتے دوسروں پر اثر ہونا تو درکنار خود مرزا قادیانی کے دل پر اس الہام کا کوئی اثر نہیں۔ عیسائی ہندو اور دشمنوں کی طرف سے ان کو اپنی ذلت وخواری اور روسیاہی کا کچھ ایسا تصور جما ہے کہ الہام تو کیا خدا بھی یاد نہیں آتا قسمیں کھا کھا کر ایک ایک سے لجاجت اور عاجزی کر رہے ہیں کہ اس وقت کو سنبھال لو۔ اب ارباب دانش اپنے وجدان سے کام لیں کہ مرزا قادیانی جو لکھتے ہین کہ خدا تعالی بے پردہ ہو کر اس صفائی سے ایسے مکالمے کرتا ہے کہ دوسروں پر حجت قائم ہو سکے۔ کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر اسی طرح ان کو الہام ہوا کرتے ہیں اور خود خدا سے سننے پر بھی ان کو اس قدر تر ددر ہا کرتا ہے تو پھر قرآن پر ان کو کیا ایمان اور تصدیق ہوگی؟ کیونکہ وہ تو صرف خبر ہے کچھ خدا سے انہوں نے سنا ہی نہیں اور اگر سنتے بھی تو کیا ہوتا وہی تر ددر ہتا جو اس الہام میں ہے۔ غرض ان قرائن سے ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ الہام خدا تعالی پر تہمت ہے اور خدا پر تہمت کرنے والے کی تائید اور جھوٹے نبی کی مدد باعث عذاب الٰہی ہے اس لئے انہوں نے صرف دین داری کے لحاظ سے بغض للہی پر عمل کیا ورنہ دنیا داری کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی پیام نہ تھا کیونکہ لاکھوں روپۓ کی جائداد اور آمدنی کس کو نصیب ہو سکتی ہے ان لوگوں پر ہزار آفرین ہے کہ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے دنیا کے لحاظ سے دین کو برباد نہیں کیا۔ اس موقع میں ان کے دین کی شکایت بالکل بے موقع ہے۔

مرزا قادیانی نے سمدھی کی تحریر پر کفایت نہ کر کے سمدن صاحبہ کے نام بھی یہ خط لکھا:

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔۔۔اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ

تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔.. طلاق نامہ.. کا مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں ...اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا.. مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہیگا۔ راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

بیچاری سمدھن صاحبہ کی مصیبت کا حال بیان سے خارج ہے اگر مرزا قادیانی کی سفارش کرتی ہیں تو غضب الٰہی کا خوف ہے جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اگر نہیں کرتیں تو بیٹی بیوہ ہوئے جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں پر لڑکیوں کے بے شوہر ہونے کا کس قدر غم ہوتا ہے مگر سبحان اللہ کیسی ایماندار با خدا اور مستقل مزاج بی بی ہیں کہ خوف الٰہی کے مقابلے میں اپنی لڑکی کی بیوگی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ بے شک فضل احمد طلاق دے دے ہم راضی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ کے خط میں لکھا ہے کہ رشتہ مت توڑو خدا سے خوف کرو، حالانکہ مرزا قادیانی کے ساتھ ان کا کوئی ایسا رشتہ نہ تھا چنانچہ مرزا قادیانی کی اس تحریر سے مستفاد ہے، کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار تھا، اگر کوئی قرابت ہوتی تو یہ مقام اس کی تصریح کا تھا کہ، باوجود یہ کہ میں تمہارا بھانجا بھتیجا ہوں پھر کیوں دریغ کیا جاتا ہے اور کوئی رشتہ نہ ہونے کی تصریح خود اسی خط میں موجود ہے کہ مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ نے صاف کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص ( قادیانی ) کیا بلا ہے۔ یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ غرض کہ ایک فرضی رشتے کو توڑنے پر تو فرماتے ہیں کہ خدا سے خوف کرو اور اپنے فرزند کو صاف فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو طلاق مغلظہ دے دو۔ حالانکہ نفس طلاق کا ابغض الاشیاء ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ اس پر طلاق مغلظہ بدعی جس کی قباحت احادیث صحاح میں مذکور ہے۔

حیرت ہے کہ مرزا نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ اس بیچاری بہو کا کیا قصور تھا اگر باوجود باپ کی موجودگی کے پھوپھی کو ولایت ہوتی تو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ اقتداری کام میں قصور کیا گیا، مگر جب بھی ماں کے قصور کی سزا بیٹی کو دینا اور خوش دامن کا غصہ داماد پر نکال کر اس کو محروم الارث

کر دینا نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً۔ اللہ فرماتا ہے ولا تزور وازرة وزر اخری (زمر:۷)

مرزا قادیانی نے اس فرضی قرابت کو توڑنے پر تو خوف الٰہی یاد دلایا، اور خود کتنے واقعی رشتے توڑ رہے ہیں؛ زوجیت، مصاہرت، ابنیت، اور نام کو بھی خوف الٰہی نہیں۔ حالانکہ نسبی رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیا زبان سے کہہ دینے سے ابنیت باطل ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہی زبان سے کہہ دینا مفید ہوتا تو متبنّیٰ کو حصل دلایا جاتا حالانکہ حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے: وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذلک قولکم بافواھکم

عصائے موسیٰ صفحہ ۲۳۱۔۲۳۲ میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی وارثوں کو محروم الارث کرنے کے لئے جائداد کو اس کے پاس رہن کر دیا.. اور ایسا ہی پہلی اولاد پسروں کو بلا دلیل شرعی عاق کر دیا بی بی کی خاطر اور نفسانی خواہش سے قرآن کی مخالفت کرنا خدا پرستی سے کس قدر دور ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے للرّجال نصیب ممّا ترك الوالدان (نساء:۷) یعنی ماں باپ کے ترکے میں لڑکوں کا ایک حصہ ہے، اور مرزا قادیانی فرماتے ہیں میرا لڑکا میراث سے ایک پیسہ اور ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اس پیرانہ سری میں مرزا جی کو یہ کیونکر گوارا ہوا کہ اگر اپنی دلہن نہ آئے تو اپنا لڑکا بھی ہر قسم کے عیش وعشرت سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا جائے۔ بی بی سے دائمی مفارقت ہو۔ ماں باپ اور اولاد میں تفرقہ عظیم پڑے کھانے کو ایک دانہ نہ ملے خانہ بربادی ہو۔ کیا اولیاء اللہ قوائے شہوانیہ اور غضبانیہ کے ایسے مطیع ہوا کرتے ہیں۔ پھر اپنی بہو کی طرف سے ان کی والدہ کو خط لکھوایا:

> اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔

اس خط پر مرزا قادیانی نے یہ نوٹ رقم فرمایا:

> اگر نکاح رک نہیں سکتا، پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تاکہ اس کو لے جائے۔

غرض کہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ تدبیریں کی گئیں۔ احتمال مطلب براری پر خود مرزا نے متعدد خطوط لکھے، اوروں سے لکھوائے، خوش آمدیں کیں، مسجدوں میں دعائیں کرائیں، خدا کی طرف سے اپنا ذاتی سنا ہوا پیام پہنچایا کہ اس لڑکی کا نکاح اپنے ہی سے ہوگا، اور اگر نہ ہوگا تو خاندان تباہ ہو جائے گا، اور یہاں تک عاجزی کی کہ اگر یہ نکاح نہ ہو تو میں ذلیل ہوں گا۔ میرا منہ

کالا ہوگا۔عیسائی ہنسیں گے ہندوخوش ہوں گے۔اور یہ بھی دھمکی دی کہ اللہ ورسول کے دین کی ذلت ہوگی وغیرذالک۔مگرکوئی تدبیر مفید نہ ہوئی اور آخراس لڑکی کا نکاح مرزا سلطان محمد بیگ کے ساتھ ہو ہی گیا جس کو تیرہ چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے اور وہ اب تک صحیح وسالم موجود ہے چنانچہ الہامات مرزا صفحہ ۵۷۔۵۸ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ:

وہ مرزا قادیانی کے سینے پر مونگ دلتا ہوا زندہ ہے اور اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبری اور صلوتیں سناتا ہے۔،

اس کارروائی میں مریدوں پر عجیب مصیبت ہوگی پیر کی نسبت تو یہ خیال کرہی نہیں سکتے کہ بشارت الہی اور سلسلہ جنبانی کی خبر خدا تعالی طرف سے جھوٹ دی تھی ۔مرزا قادیانی تو اس جھوٹ سے بری ہوگئے مگراس کے ساتھ ہی خدا تعالی کی طرف ذہن منتقل ہوا ہوگا کہ اس کے کیا معنی بھی بشارت بھی دی گئی اور طرف ثانی پر حکم بھی بھیج دیا اور اعلان شائع کرنے کی اجازت بھی ہوگئی جس سے تمام عیسائی ہندو مسلمان ہمہ تن گوش ہوگئے کہ اب مبارک باد کے نعرے قادیان میں بلند ہوتے ہیں ۔مگر وہاں کیا تھا صدائے برنخواست کا مضمون صادق آ گیا اور طرفہ یہ کہ صرف سعی سے بڑے بڑے کام نکل آتے ہیں یہاں سعی بلیغ سے بھی کچھ کام نہ نکلا اور وہ بشارت اور حکم بے کار گیا۔ عجیب گومگو کی بات ہے خدا اگر بشارت اور حکم نہ دیتا تو مرزا قادیانی کو اتنی پریشانی اٹھانی نہ پڑتی اور نہ اس قدر رسوائی ہوتی۔اعلی درجہ کے مرید تو آخر کچھ بات ہی لیتے ہونگے مگرضعیف الایمان لوگوں کی تو مٹی خراب ہوگئی معلوم نہیں کہ خدا تعالی کے اخبار میں کیسی کیسی بدگمانیوں کا موقع ان کو مل گیا ہو گا اور قرآن سے ایمان کس طرح ہٹ گیا ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

مرزا سلطان محمد الہامی مدت میں اس وجہ سے نہیں مرا کہ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے ان میں یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی ..اور اس واقعے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے کلیجے کانپ اٹھے پس ضرور تھا کہ درجے کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ احمق کاذب ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کا انتظار ہے۔(سراج منیر۔ص ۳۳ حاشیہ)

مرزا سلطان محمد بیگ کی موت کے انتظار میں بجائے ڈھائی سال، چودہ پندرہ سال تو گذر گئے۔ اب اگر انتظار ہے تو صرف موت کا ہے جیسے مرزا قادیانی کو اپنی موت کا بھی انتظار ہو گا مگر اس میں پیش گوئی کے کسی پہلو کو دخل نہیں ہے یہاں کلام اس میں ہے کہ بدیہی طور پر یہ پیش گوئی پوری کیوں کر ہو گئی۔ اس پیش گوئی میں تو مرزا قادیانی نے شرط نہیں لگائی تھی کہ سلطان محمد بیگ توبہ کریں گے تو میعادی موت ٹل جائے گی البتہ آتھم کی موت میں یہ شرط تھی مگر یہ دونوں واقعے مستقل اور علیحدہ ہیں جن میں کوئی تعلق نہیں۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں جو پہلے الہامات میں شائع ہو چکا ہے وہی کافی ہے یعنی آتھم والی شرط یہاں بھی معتبر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پیش گوئی کسی کی موت پر مرزا قادیانی کرتے ہیں اگر وہ مدت مقررہ پر نہ مرے تو یہ سمجھا جائے کہ اسنے توبہ کر لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی ایسی پیش گوئیوں پر جرأت کیا کرتے ہیں سنا جاتا تھا کہ کسی نجومی نے اعلان دیا تھا کہ میں اپنی زوجہ کی تائید سے جو پیش گوئی کرتا ہوں وہ کبھی جھوٹ نہیں نکلتی۔ اس کا سر (بھید) یہ تھا کہ مرد جو کہتا اس کے خلاف عورت کہتی۔ مثلاً اگر مرد کہتا کہ آج پانی برسے گا تو عورت کہتی نہیں برسے گا۔ غرض ایک کا قول ضرور صحیح نکلتا۔ مرزا قادیانی نے ایسی تدبیر نکالی کہ کسی دوسرے کی تائید کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مدت کتنی گذر جائے کہہ دیا جائے گا کہ توبہ کی وجہ سے وہ مدت ٹل گئی۔..ان کی جرأت اور دھٹائی لطف کے قابل ہے کہ جس پیش گوئی کی نسبت خود فرماتے ہیں:

> کہ دس لاکھ آدمی سے زیادہ ہو گا جو اس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو ہزار ہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد بصدق دل دعا کرتے ہیں۔،

ایسی عظیم الشان پیش گوئی کی مدت معینہ گذر جانے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی طور پر پوری ہو گئی اسلئے کہ آتھم کے جیسا انہوں نے بھی توبہ کر لی۔ اس لئے نہ مرے۔ دس لاکھ آدمیوں کے مقابلے میں ایسی بات کہنی معمولی غیرت وحیا والے کا کام نہیں۔ کاش مرزا قادیانی الہام کے وقت ملہم سے پوچھ لیتے کہ حضرت اگر آتھم والے الہام کے بعد جیسی رسوائی ہوئی اور بجائے اس کے تصدیق کرنے والوں میں ترقی ہو بہت سے مرید مرتد ہو گئے اگر اس پیش گوئی میں بھی وہی بات ہے تو میں اس الہام سے معافی چاہتا ہوں کسی میرے دشمن پر یہ الہام فرمایا جائے تاکہ اس کی رسوائی دیکھ کر میں خوش ہوں۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت پیش گوئی میں کس لحاظ سے رکھی گئی ۔اگر واقع میں ان کی عمر اتنی ہی باقی تھی جس کو کشف سے مرزا صاحب نے معلوم کیا تھا تو یقیناً کشف کی غلطی ثابت ہوگئی اور توبہ اس میں کچھ مفید نہیں اس لئے کہ حق تعالی فرماتا ہے اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃً وّ لا یستقدمون (اعراف:۳۴)۔اور اگر مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے مقرر کی تھی تاکہ معلوم ہو کہ لوگوں کی موت وحیات میں ان کو دخل ہے تو ڈھائی سال کی کیا ضرورت تھی ۔کہہ دیتے کہ ادھر نکاح ہوا اور ادھر دولہا مر گیا۔اور اگر خدا نے خبر دی تھی تو ان کے خدا کی بے علمی ثابت ہوتی ہے جب معجزہ اپنے نبی کا دکھانا منظور تھا تو مفصل خبر دیتا کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو ڈھائی سال میں مریگا اور کرلے تو دس سال یا بیس سال میں ۔افسوس ہے مرزا قادیانی اپنے ساتھ اپنے خدا کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

خاص طور پر غور کرنے کا یہاں یہ مقام ہے کہ مرزا قادیانی نے جو کھلے الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ ہمیں خدا کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر سے میرا نکاح ہوگا اور اگر دوسرے کے ساتھ نکاح ہو تو ڈھائی سال تک شوہر اور تین سال تک اس کا والد فوت ہو جائے گا۔ پھر نہ مرزا قادیانی سے اس لڑکی کا نکاح ہوا نہ اس مدت معینہ میں دونوں کا انتقال ہوا۔اب اس سے کیا سمجھا جائے ۔کیا فی الحقیقت خدا نے ان کو یہ خبریں دی ہوں گی یا وہ مرزا قادیانی کی تراشی ہوئی ہیں جب ہم خدا کی شان پر اور مرزا کی کاروائیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو بمقابلہ اس کے کہ خدا تعالی پر جھوٹ اور بے علمی اور عجز کا الزام لگایا جائے مرزا قادیانی کی جانب صرف جھوٹ کا الزام لگانے میں کوئی حرج نہیں دیکھتے، خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کی ہے۔اس سے یہ امر بھی مبرہن ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے عقلی معجزات میں جھوٹ سے بھی مدد لی ہے اور صرف جھوٹ ہی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا غضب یہ ہے کہ جھوٹ کو قسم سے موکد بھی کرتے ہیں جس سے سیدھے سادھے مسلمان دھوکہ کھا کر یقین کرلیں کہ وہ خبر بالکل صحیح ہے جب تک مدت مذکورہ منقضی نہیں ہوئی تھی ہر شخص کا خیال تھا کہ جب ایسے معزز شخص جو ظاہراً مقدس بھی ہیں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے وہ مدت ٹھہرائی ہے تو ممکن بلکہ ضرور ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور کسی کو مجال نہ تھی کہ چون و چرا کرے کیونکہ خدا کے معاملے میں کون دخل دے سکتا ہے ۔ یہاں تک کہ ہندو، پادری وغیرہ ساکت بلکہ اس فکر میں تھے کہ یہ پیش گوئی پوری ہو جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔غرض ہزاروں آدمی تین سال سخت فکر میں حیران و پریشان رہے اور مرزا قادیانی اس

مدت میں خوش تھے کہ تین برس تک تو عیسویت بغیر کھٹکے چل جائیگی اس کے بعد اگر زندگی باقی رہے تو کوئی بات بنالی جائے گی اور بے وقوفوں کو دھوکہ دینا کون سی بڑی بات ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ مدت گذرتے ہی فرمادیا کہ بھائیو! ان لوگوں نے توبہ کرلی ہے اسلئے بچ گئے۔ خوش اعتقادوں نے یہ سن کر پھر دھوکہ کھاے اور کسی نے اس کو نہ سمجھا۔ ورنہ دریافت کرلیتے کہ حضرت، خدا نے آپ کے ذریعہ سے حکم بھیجا تھا کہ اگر وہ آپکے ساتھ نکاح نہ کردیں تو تین سال میں ان کو سزائے موت ہو گی اور انہوں نے تین سال تک خدا کے حکم کو نہ مانا، یہاں تک کہ مدت بھی گذرگئی اور اس کے بعد بھی اسی نافرمانی میں اڑے ہوئے ہیں کہ مرزا قادیانی کے خدا کی بات تو ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر انہوں نے توبہ ہی کیا کی۔ اگر توبہ کرتے تو نکاح سابق کو فسخ کرکے اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوتے اور آپ کے ساتھ نکاح کردیتے۔

جس طرح مرزا قادیانی نے اس موقع میں قسم کھائی، حضرت عیسیٰؑ کی موت کے باب میں بھی لکھا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ کہہ دیا ہے کہ عیسیٰؑ مر گئے۔

اس قسم کے معاملات میں مرزا قادیانی کی قسموں کا حال پورے طور پر نہ کھلتا تھا مگر خدا کی قدرت سے ایک معاملہ ایسا درپیش ہوگیا کہ بہ مجبوری ان کو ایسے امر میں قسم کھانے کی ضرورت ہوئی جس سے تمام قسموں کی حقیقت کھل جائے سوچا تو یہ تھا کہ یہ قسم کچھ کام کرجائیگی اور لوگ اس کا اعتبار کرکے نکاح کردیں گے مگر معاملہ ہی دگرگوں ہوگیا کہ وہی قسم وبال جان ہوگئی اور کل قسموں کا حال اس نے کھول دیا۔

ہر دین میں قسم ایک بھاری چیز سمجھی جاتی ہے کہ کوئی جاہل بھی جھوٹی قسم کھانے پر جرأت نہیں کرتا اور اس کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے اور ہمارے دین میں تو اس پر سخت وعیدیں وارد ہیں مگر مرزا قادیانی نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی اب اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی کی قسموں کا یہ چال ہو تو ان کے تمام دعووں کا کیا حال ہوگا۔

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من حلف علی یمین مصبورة کاذباً فلیتبوأ بوجهه مقعده من النار۔ (ابو داؤد باب التغلیظ فی الیمین الفاجرة) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھائے تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

باوجود یہ کہ مرزا قادیانی نبوت کا دعوی کرتے ہیں مگر قوائے نفسانیہ کی اصلاح ان کے

اب تک نہ ہوئی ۔ دیکھئے اپنے نکاح کے واسطے کتنے لوگوں سے قطع رحمی انہوں نے کی حالانکہ اس باب میں یہ حدیثیں وارد ہیں:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّه ﷺ الرحم سجنة من الرحمن فقال اللّه من وصلک وصلته و من قطعک قطعته۔ متفق علیه کذا فی المشکوة۔ و عن جبیر ابن مطعم قال قال رسول اللّه لا ید خل الجنة قاطع رحم ۔ متفق علیه ۔ کذا فی المشکوة باب البر و الصلة ۔یعنی جو شخص قطع رحمی کرے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور خدا سے تعلقات اس کے قطع ہو جائیں گے ۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو کوئی تعلق حق تعالی سے تھا بھی تو اس کاروائی سے منقطع ہوگیا اور یہ حدیث بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نبوت تو کیا ان کی ولایت بھی نہیں بلکہ وہ جنت سے روک دیئے گئے ۔

مرزا قادیانی نے غصے سے اپنی اولاد کو جو محروم الارث کر دیا اس میں سراسر خدا تعالی کے کلام کی مخالفت کی ۔ خدا تعالی فرماتا ہے:

یوصیکم اللّه فی اولادکم، للذّکر مثل حظّ الانثیین (نساء:۱۱)

للرّجال نصیب ممّا ترك الوالدان (نساء:۷)

دیکھئے حق تعالی اولاد کا حصہ مقرر کر کے بلفظ وصیت ارشاد فرماتا ہے کہ ہر حصے دار کا حصہ دیا کرو۔ مگر مرزا قادیانی نے شاید یہ سمجھا کہ یوصیکم اللّه کا خطاب مسلمانوں کی طرف ہے، اور خود مسلمان تو ہیں ہی نہیں، اس لئے خطاب سے خارج ہیں، کیونکہ نبوت کی طرف ترقی کر گئے ہیں، مگر یہ خیال ایک جہت سے صحیح نہیں، اس لئے کہ جب ہمارے نبی ﷺ کے امتی ہونے کا دعوی ہے تو اس خطاب میں بھی شریک ہونا چاہیے۔ مرزا قادیانی کی سمدھن کے بھائی صاحب نے حدیث شریف البغض للّه پر عمل کر کے مرزا قادیانی کو لڑکی نہیں دی، حالانکہ شرعاً ان کو اس کی ضرورت تھی اس کا مواخذہ مرزا قادیانی نے اپنی بہو بیٹے سمدھن اور سمدھی سے ایسے طور پر کیا کہ ان کی عمر بھر کے لئے کافی ہے اور خدا کے ارشاد و لا تزر وازرة وزر اخری (زمر:۷) کی کچھ پرواہ نہ کی ۔ اب اہل انصاف غور کریں کی کلام الہی کی ان کے نزدیک کچھ بھی وقعت ہے؟

جب مقتدائے قوم نے یہ طریقہ اختیار کیا تو امتیوں کا کیا حال ہو۔ ان کے استدلال

کے لئے کافی ہے کہ ہمارے نبی غصے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑ دیا کرتے ہیں اب یہ کون پوچھتا ہے کہ مرزا قادیانی کا غصہ بجا تھا، یا بیجا، جس کی وجہ سے قرآن چھوڑ دیا گیا اور ظاہر تو بے جا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نکاح کی وجہ سے فرزند محروم الارث کردیئے گئے جس سے بڑی دلیل ان کی امت کہ یہ مل گئی کہ بے جابات پر بھی غصہ آجائے تو قرآن ترک دینا اور نیز قوائے شہوانیہ کے غلبے سے مرتکب گناہ کبیرہ یعنی قطع رحمی وغیرہ ہونا ایک مسنون طریقہ ہے جس پر ان کے نبی کا عمل ہے۔ جب قرآن کریم کا یہ حال ہو کہ غلبہ قوائے شہوانیہ وغضبانیہ سے متروک العمل ہو جائے تو حدیث کو کون پوچھے اس کی تو پہلے ہی سے مرزا قادیانی نے توہین کردی ہے۔

اب دیکھیئے اس الہام سے کتنے امور مستفاد ہیں۔ جھوٹ، خدا پر افتراء، قطع رحمی، ظلم کو قسم کے ساتھ موکد کرنا، جھوٹی قسم کھانا، الہام بنالینا، بے گناہ سے مواخذہ، طلاق بدعی کا حکم، وارث کو محروم الارث کردیا، وغیرہ۔ جب ایک پیش گوئی میں اتنی کاروائیاں ہوں تو سمجھ سکتے ہیں کہ کل کا کیا حال ہوگا، اور اپنی غرض کے لئے خدا کی طرف سے جھوٹا پیغام پہنچانے میں تو ان کا رسول اللہ ہونا کس قدر بدیہی البطلان ہے۔

## بٹالوی، تبتی اور زٹلی کے متعلق پیش گوئی

مرزا قادیانی نے ایک پیشین گوئی مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اور ملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زٹلی اور مولوی سید ابوالحسن تبتی کی نسبت کی تھی، ان کی عبارتیں بالاختصار الہامات مرزا مصنفہ ثناء اللہ امرتسری کے صفحہ ۶۶۔۶۷ سے نقل کی جاتی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ الٰہی اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے... مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اشتہار میں.. میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر.. ورنہ انکو ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا اور تباہ کر..اور ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق کر

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ دعا تھی اسکے بعد یہ الہام ہوا: ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور خدا ان پر عذاب کریگا اور اللہ کی مار لوگوں کی مار سے سخت ہے .. یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کیلیئے کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا .. اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں آ گیا۔ خدا تعالی سچوں کو فتح بخشے۔

(مجموعہ اشتہارات۔ ص ۶۰۔۶۱ جلد ۳)

ماحصل اس پیش گوئی کا یہی ہوا کہ ان تینوں صاحبوں پر ایسی مار خدا کی پڑے گی جس سے پورے طور پر وہ تباہ ہو جائیں گے اور رسوائی اور ذلت کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں اور یہی قطعی فیصلہ منجانب اللہ ہوگا جس کو کھلے طور پر سب معلوم کرلیں گے اور جھوٹے ظالم ممتاز ہو جائیں گے۔

پھر مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں کو مزید تاکید کی:

دیکھو میں نصیحت کرتا ہوں ...مخالفین جو کچھ کہیں تم صبر کرو جو عدالت کے سامنے کھڑے ہوکر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے اس کا جرم بہت سخت ہوتا ہے میں تمہیں کہتا ہوں .. کہ خدا تعالی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقوی اختیار کرو۔

(ملخص مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۶۷۔۶۸)

غرض تیرہ مہینے تک مرزا قادیانی اپنے مریدوں کو لے کر عدالت الٰہی میں مؤدب کھڑے رہے۔ پہلے تو مرزا قادیانی کی دعا جو بقول ان کے رد ہوتی ہی نہیں، اس پر خدا تعالی کا تسکین بخش جواب الہامی آیا جس کا مطلب یہ کہ مخالفین پر خدا کی مار اور سخت عذاب ہوگا اور وہ رسوا ہوں گے، پھر یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں بھی آ گیا جس سے جھوٹوں کی جماعت ضرور تباہ ہوتی ہے۔ پھر تیرہ مہینے تک مریدوں کے جم غفیر یعنی ہزاروں آدمی کے ساتھ عدالت الٰہی میں کھڑا رہنا جو بالطبع باعث رحم ہے، باوجود ان تمام اسباب کے قطعی تو کیا ظنی فیصلہ بھی نہ ہوا۔ بلکہ مقدمہ ہی خارج ہوگیا کیونکہ جو حالت قبل مرافعہ تھی اب بھی وہی ہے حالانکہ پیش گوئی یہ تھی کہ جھوٹا ممتاز ہو جائے گا یعنی مخالفین سزایاب ہوں گے مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کو کئی ذلتیں ہوئیں اس سے ظاہر ہے کہ پیش گوئی کا وقوع بھی ہوگیا۔

ایک ذلت یہ ہوئی کہ اس کی تکفیر پر علماء نے فتوے دیئے مگر (الہامات مرزا۔ ص ۹۷ میں) لکھا ہے:

بعد مشورہ حاشیہ نشینان مرزا قادیانی نے یہ تجویز قرار دی کہ ایک آدمی ناواقف علماء سے

یہ فتوی حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علماء کے پاس پھر نکلا، اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں قادیانی کے مرید وہاں بھی ہو گئے ہیں ان کی ہدایت کیلئے علماء کا فتوی ضروری ہے۔ اس پر علماء نے جو مناسب سمجھا تھا لکھا۔ پس مرزا نے جھٹ سے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین پر لگا دیا کہ اس نے بھی اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں مہدی موعود سے انکار کیا ہے۔ پس جس طرح اس نے مجھ پر فتوی لگوایا تھا اسی طرح اس پر لگایا۔ میری پیش گوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا

یہ بات ظاہر ہے کہ اس تکفیر میں مرزا قادیانی بھی شریک ہیں گویا اس مسئلے میں موجد وہی ہیں ان کا قول ہے کہ سوائے مسیح موعود کے مہدی کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب ہی فقط اس ذلت کے مصداق نہیں بلکہ اس میں مرزا قادیانی نے بھی بڑا حصہ لیا ہے کیونکہ فتوی کے وقت مرزا قادیانی ہی علماء کے پیش نظر تھے اور مولوی محمد حسین صاحب کا تو نام بھی نہیں تھا، اور دوسری ذلت مرزا قادیانی کی یہ ہوئی کہ مکاری سے کام لیا گیا جس سے عموماً آدمی ذلیل سمجھا جاتا ہے غرض اس تکفیر کی ذلت میں مرزا قادیانی شریک اکبر ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ جب تکفیر کے وقت مرزا قادیانی کے نام کی تصریح کی گئی تھی تو مرزا قادیانی مع جمیع اوصاف علماء کے پیش نظر ہو گئے تھے اس لئے علماء کی نیت کے مطابق یہ تکفیر مرزا قادیانی ہی کی تھی۔ جس طرح ملک ملک میں متعدد ان کی تکفیر کے فتوے لکھے گئے الغرض اس موقع میں تو مولوی صاحب کی کوئی ذلت نہ ہوئی بلکہ مرزا قادیانی ہی کی ذلت ہوئی۔

مرزا قادیانی مولوی صاحب کی ایک ذلت یہ بیان کرتے ہیں:

اس کو زمین ملی، زمیندار ہو گیا، یہ ذلت ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۳۱۵)

معلوم نہیں مرزا قادیانی نے یہ بات کس خیال میں لکھ دی۔ زمین داری تو ایک معزز اور ممتاز بنانے والی چیز تھی جس سے خود مرزا قادیانی کو افتخار و عزت و امتیاز حاصل ہے چنانچہ وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص حارث اہل بیت کی تائید کرے گا، نقل کر کے (ازالہ اوہام حاشیہ ص ۹۶) میں لکھتے ہیں:

میں حارث ہوں باعتبار آباء واجداد کے پیشے کے افواہ عام میں یا اس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک زمین دار کہلائے گا۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ حراث ہوگا یعنی ممیّز زمین داروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنے والوں میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جائے گا ۔اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کی عزت اور امتیاز اور بڑھ گیا۔

عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ پیشتر مرزا قادیانی مولوی صاحب کو زمین کا نہ ملنا باعث ذلت بتلاتے تھے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ مرزا قادیانی کو حافظے نے یاری نہ دی۔ اس لئے کہیں انہوں نے زمین داری کو باعث فخر بنایا اور کہیں باعث ذلت۔ وہ یاد خوب رکھتے تھے مگر حسب موقع بات بنا لیا کرتے تھے۔ دیکھ لیجئے لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ اپنے وطن گلیل میں جا کر مرے۔ پھر جب کشمیر میں کوئی پرانی قبر نظر آ گئی تو کہہ دیا کہ عیسیٰؑ یہیں آ کر مرے۔ اور جہاں اعتبار بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو جھوٹ کی اس قدر توہین کی کہ اس کو شرک قرار دیا اور جہاں جھوٹ کی ضرورت ہوئی تو نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ خدا نے مجھے ایسا کہا ہے اور خود کو بلکہ خدا کو جھوٹا ثابت کیا۔ غرض کہ مرزا قادیانی کی تقریر ازالۃ الاوہام سے ظاہر ہے کہ زمین داری نہایت ممیّز اور باعث عزت ہے پھر جب یہ عزت مولوی صاحب کو ملی تو بحسب پیشگوئی مذکورہ مرزا قادیانی ذلت ہوگئی اور یہی کھلی نشانی مولوی صاحب کی صداقت کی ہے جس کو مرزا قادیانی نے بھی دیکھ لیا۔

مرزا قادیانی ایک ذلت ان (محمد حسین) کی یہ بھی لکھتے ہیں:

صاحب ڈپٹی کمشنر نے اس سے عہد لیا کہ آئندہ مجھ کو دجال، کادیانی، کافر وغیرہ نہ کہے گا، جس سے اس کی تمام کوشش مجھ کو برا کہنے اور کہلانے کی خاک میں مل گئی اور اس نے اپنے فتوے کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتویٰ نہ دے گا۔

(مجموعہ اشتہارات۔ ص ۱۹۹۔۲۰۰ ملخص ج ۳)

الہامات مرزا صفحہ ۸۵ میں فیصلہ مطبوعہ سے مرزا قادیانی کا یہ اقرار نقل کیا ہے:

میں مولوی ابوسعید کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا۔

ان دونوں اقرار ناموں میں کسی کا پلہ بھاری نہیں معلوم ہوتا۔ کادیانی معاوضہ بطالوی ہوگیا اور باقی الفاظ برابر برابر رہے۔ اس میں فقط مولوی صاحب کی ذلت نہ ہوئی۔

الہامات مرزا صفحہ ۸۶ میں لکھا ہے کہ ابھی تک مرزا کہے جاتے ہیں کہ اس مقدمے میں مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اس کا فتویٰ کفر منسوخ ہوا۔ یہ بھی غلط ہے۔ فتویٰ منسوخ نہیں ہوا صرف مباحثے میں ایسے الفاظ دجال وغیرہ بولنے سے دونوں فریقوں کو روکا گیا.. چنانچہ مولوی محمد

حسین صاحب اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا نے اپنے اشتہار میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامے پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو منسوخ کیا..مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقاید باطلہ اسلام کے سبب سے ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامے پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں مشتہر کر چکا ہے۔

مولوی محمد حسینؒ صاحب کس جرأت کے ساتھ مرزا قادیانی کی تکفیر پر مصر ہیں اور ان کی غلط بیانی شائع کر رہے ہیں۔ اگر فتوی اقرار نامے سے منسوخ ہو جاتا تو اس تحریر کے شائع کرنے پر کبھی جرأت نہ کر سکتے۔ سمجھ دار کے لئے صرف یہی ایک مقدمہ مرزا قادیانی سے انکار کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیا مسیح موعود کی یہ صفت ہو سکتی ہے کہ غلط بیانیاں کرا کے پبلک کو دھوکا دے۔

مرزا قادیانی ایک ذلت مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی یہ لکھتے ہیں:

اس نے میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا یعنی عجبت لہ کلام صحیح نہیں حالانکہ فصحاء کے کلام میں لام آتا ہے۔ اس سے اس کی علمی بے عزتی ہوئی۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۱۹۶ ملخص)

مولوی محمد حسینؒ صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ قرآن میں عجبت کا صلہ من آیا ہے قالوا اتعجبین من امر اللّٰہ (الہامات مرزا۔ ص ۸۳) اس کے بعد مولوی محمد حسینؒ صاحب نے مرزا قادیانی کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں چھاپ دی جس کا جواب اب تک مرزا قادیانی سے نہ ہو سکا۔ جیسا کہ الہامات مرزا و عصائے موسیٰ میں لکھا ہے۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی غلطیاں بہت ہوں گی کیونکہ مرزا قادیانی نے آتھم والے الہام میں لکھا ہے فی ست سنۃ جب تمیز کا یہ حال ہو تو غلطیاں بے شک بہت ہوں گی اگر اس فہرست میں سو غلطیاں ہوں گی تو مرزا قادیانی کی ذلت اور بے عزتی مولوی صاحب سے سو فی صد زیادہ ہوئی۔ غرض یہاں بھی مرزا قادیانی ہی کی ذلت کا نمبر بڑھا رہا۔

الہامات مرزا صفحہ ۸۴ میں مرزا قادیانی کے اقرار نامے کے اور فقرات بھی نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

میں خدا کے پاس اپیل (فریاد درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کرونگا۔

پھر اس کی تعمیل بھی مرزا قادیانی نے کی چنانچہ اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں:

مجھے بار ہا خدا تعالی مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا ..سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں ربّ انّی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے ... میں اس وقت کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل نہیں کرتا۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳۔ص ۱۸۱)

گورنمنٹ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کو بھی دعا کرنے سے نہیں روکتی مگر مرزا کے اقرار اور عمل سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی بات خدا تعالی سے تنہائی میں بھی کہہ نہیں سکتے کیونکہ جب خدا نے بار ہا ان سے کہہ دیا کہ جب تو دعا کرے تو میں سنوں گا اگر تنہائی میں وہ فانتصر یعنی میری مدد کر کہہ دیتے تو فوراً مدد ہو جاتی ۔ کیونکہ خدا تعالی کا وعدہ جھوٹا کبھی نہیں ہوسکتا اور چونکہ اب تک مدد نہ آئی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیہ میں بھی دعا نہیں کر سکتے۔ اب اس سے بڑھ کر کیا ذلت ہو کہ مسلمان کفار چوہڑے چمار تک سب خدا سے مانگتے ہیں اور مرزا قادیانی مانگ نہیں سکتے ۔ اہل انصاف اپنے وجدان سے سمجھ سکتے ہیں کہ کیا خدا تعالی نے ان کو بار ہا یہ فرمایا ہوگا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا یہ بات اور ہے کہ خدا تعالی سمیع ہے ہر ایک کی بات سنتا ہے جیسے مرزا قادیانی کی سنتا ہے ویسے ہی مولوی صاحب کی بھی سنتا ہے مگر اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوئی حالانکہ وہ تخصیص کے طور پر فرماتے ہیں کہ مجھے مخاطب کر کے فرما چکا ہے ۔ اگر یہ تخصیص بھی اس قسم کی ہے کہ ہر شخص کلام الٰہی کا مخاطب ہے تو اس میں بھی ہمارا کلام نہیں ۔ یہ سمجھا جائیگا کہ وہ صرف جاہلوں میں اپنی خصوصیت معلوم کرانے کے لئے ایسے موہوم الفاظ لکھا کرتے ہیں ۔ کلام اس میں ہے کہ اگر وہ تخصیص صحیح ہے جیسے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں خدا سے بات کر لیتے ہیں اور خدا اپنے منہ سے پردہ اٹھا کر ان سے باتیں کیا کرتا ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ باوجود کہ وہ مولوی صاحب کے جانی دشمن ہیں، چنانچہ مکر سے ان کی تکفیر کا فتوی حاصل کیا، ان کے حق میں بددعائیں کیں کہ تیرہ مہینوں میں ان کو رسوا کر اور ضربت علیھم الذلّہ کا مصداق کر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کئی سال گذر گئے مگر وہ اپنی اصلی حالت پر ہیں۔ بلکہ زمین داری ملنے سے تو اور خوش اور معزز ہیں جس کی شکایت وہ خدا سے کر کے ان کی ذلت کی دعا مانگتے تھے اور اب تک اسکا کوئی اثر نہ ہوا ، بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو تیرہ مہینے والی بددعا مرزا قادیانی ہی کے حق میں قبول ہوئی۔

# نشان دکھانے کی پیش گوئی

مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی یہ ہے جو الہامات مرزا صفحہ ۹۳ میں لکھی ہوئی:

مرزا قادیانی نے دعا کے طور پر لکھا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے خدا اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک یعنی تین سال میں میرے لئے کوئی ایسا کھلا نشان دکھلا جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳۔ ص ۱۷۸)

گو یہ الفاظ دعائیہ ہیں مگر مرزا قادیانی اپنے رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۸۸ پر اس دعا کو پیشگوئی قرار دیتے ہیں کہ:

ایک عظیم الشان نشان ہے جس کو سلطان کہتے ہیں .. جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کرلے۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳۔ص ۱۷۳)

پس جو تعریف مرزا قادیانی نے سلطان کی ،کی ہے وہی مرزا قادیانی کے اس مطلوبہ نشان کی ہے جس کے نہ ہونے پر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ،

اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلائے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں ،تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا ...جو میرے پر لگائے جاتے ہیں... میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔

(مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳۔ص ۱۷۷)

اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ جس پیش گوئی کے لئے تین سال کی مدت قرار دی گئی جس کی نشانی یہ قرار دی گئی کہ انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو اور قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے وہ کیسی ہونی چاہیے۔کم سے کم اس میں اتنی بات تو ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کی تدابیر کو اس میں دخل نہ ہو۔مگر ایسا نہ ہوسکا، بلکہ مرزا نے ایسی تدبیر کی کہ موضع مد ضلع امرتسر میں انکے مریدوں نے بلوہ کر دیا جس سے سنیوں کو مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو مناظرے کیلئے بلانے کی ضرورت ہوئی

۔مولوی صاحب سے مرزائیوں کے اس مناظرے کے بعد مرزا نے ایک رسالہ اعجاز احمدی جو نصف اردو اور نصف عربی نظم تھا، جس میں مولوی صاحب کی ہجو بھی تھی اس کے پاس بھیج کر یہ کہلایا کہ اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو اور عربی نظم پانچ روز میں بنا دیں۔ اور اس نظم کا نام قصیدہ اعجاز یہ رکھ کر ایک اشتہار بھی اس مضمون کا جاری کیا کہ یہ اشتہار خدا تعالی کے اس نشان کے اظہار کیلئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیش گوئی کو پورا کرے گا۔ یعنی وہ نشان ہے جس کی بابت وعدہ تھا کہ دسمبر ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آجائے گا۔ اب مولوی صاحب حیران ہیں کہ مرزا قادیانی نے کئی سال یا کئی ماہ میں جو قصیدہ اطمینانی حالت میں خود لکھا یا کسی سے لکھوایا ہے اس کا جواب اس قلیل مدت میں کیونکر لکھا جائے۔ اس پر بھی اپنی ذاتی لیاقت کے بھروسہ پر لکھ بھیجا اور اخبار میں شائع کر دیا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجاز یہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کرونگا۔ مگر مرزا نے کچھ جواب نہ دیا۔

اگر غور کیا جائے تو مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے معجزہ طلب کیا تھا۔ اگر اس حالت میں حسب فرمائش مرزا قادیانی وہ قصیدہ لکھ دیتے تو ان کا بھی معجزہ سمجھا جاتا اور اس لحاظ سے مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کو ضرور ہوتا کہ مولوی صاحب کی نبوت کے قائل ہو جائیں کیونکہ معجزہ دکھلانا نبی کا کام ہے۔ چونکہ مولوی صاحب کو نبوت کا دعوی نہیں ہے ممکن ہے کہ اسی وجہ سے انہوں نے اس سے پہلوتہی کی ہو۔ پھر اگر قصیدے سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے تو اس کا کیا ثبوت کہ مرزا ہی نے وہ لکھا۔ کیونکہ انہوں نے مولوی صاحب کے روبرو تو لکھا ہی نہیں اور اگر تسلیم کیا جائے تو اس سے زیادہ بلیغ و فصیح لکھنے والے شعرا ہندوستان میں بکثرت موجود ہیں ان سب کا اس نبوت میں حصہ ہے۔ حالانکہ نبوت کو شعر گوئی سے من وجہ منافات ہے اسی وجہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ نے کبھی شعر نہیں کہا اور حق تعالی فرماتا ہے: انّہ لقول رسول کریم و ما ھو بقول شاعر (حاقہ: ۴۰۔۴۱) مرزا قادیانی نے اس خیال سے کہ اگر نبوت کا ثبوت نہ ہو تو افتخار کے لئے شاعری بھی کم نہیں ایک قصیدہ لکھ کر اپنے اتباع کو توجہ دلائی کہ بہرحال مولوی صاحب پر اپنے کو تفوق حاصل ہے۔ مگر یہ کوئی بات نہیں، اس لئے کہ حق تعالی فرماتا ہے الشّعراء یتّبعھم الغاوون (شعرا: ۲۲) یعنی شاعروں کا اتباع گمراہ کیا کرتے ہیں۔ پھر لطف خاص یہ ہے کہ قصیدہ بھی ایسا کہا جو غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ الہامات مرزا میں اس کے اغلاط بالتفصیل مذکور ہیں۔ اگر مرزا قادیانی شروط وقیود بالائی کو اٹھا دیں تو اس وقت صدہا اس کے جواب لکھے جاسکتے ہیں۔

مولوی محمد یونس خان رئیس دتاولی نے پیسہ اخبار میں مرزا قادیانی کے نام پر اعلان اسی زمانے میں دیا تھا جس کا مضمون یہ ہے:

مخدوم ومکرم بندہ۔ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا۔ مرزا صاحب اپنی معمولی چالاکی سے اس میں بھی باز نہ آئے یعنی میعاد قصیدہ عربی لکھنے والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اور پیسہ اخبار ہفتہ وار میں مضمون شائع کرایا ہے جو ۱۶ نومبر کا لکھا ہوا ۲۲ نومبر کو شائع ہوا۔ ناظرین کے پاس پہنچنے کے واسطے بھی کچھ عرصہ چاہیے۔ پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے لیجئے وقت ختم اور مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی۔ ہمیشہ مرزا صاحب جب کسی انعام کا اشتہار دیتے ہیں تو اس میں وہ سب پہلو پہلے سے سوچ لیتے ہیں کہ ایک کوڑی گرہ سے نہ جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا صاحب کو بھی اپنے دعاوی کی غلطی کا پورا یقین اور اپنی ہار کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔ اسی واسطے دوراز کار شرائط پیش کیا کرتے ہیں مرزا صاحب جو ہر ایک امر میں پیغمبروں کی حرص کرنا چاہتے ہیں افسوس ہے کہ اس معاملے میں نکمی قوۃ لگا کر خود اپنی کمزوری اور مہمل گوئی کا اقرار کرتے ہیں۔

قرآن شریف کی جن آیات میں اس کا مثل طلب کیا گیا ہے نہ کوئی تاریخ اس کے واسطے معین کی گئی ہے نہ اشخاص خاص کو نامزد کیا گیا ہے بلکہ قیامت تک کے واسطے ہر ایک شخص سے جو چاہے قرآن کی مثل ایک چھوٹی سے سورت لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے حالانکہ قرآن شریف جو نثر میں ہے اس کی چھوٹی سورت پیسہ اخبار کی ایک یا ڈیڑھ سطر کے برابر ہوگی۔ اور بظاہر اسباب کلام نثر بہ نسبت نظم کے سہل ہوتا ہے۔ اور مطالبہ ان لوگوں سے کیا گیا جو کہ فصیح عربی بولتے تھے۔ بخلاف ہمارے مرزا صاحب کے جو کہ چند اردو بولنے والے صاحبوں سے ایک عربی کا نظم قصیدہ طلب فرماتے ہیں اور اس کے واسطے بھی ایک قلیل مدت کی قید لگاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے علماء میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی شعر اردو یا عربی نظم کیا ہو۔ زیادہ مدت دینے میں خوف محسوس کرتے ہیں کہ کہیں میرے اعجاز کا تار و پود شکستہ نہ ہو جائے، ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ پیسہ اخبار میں شائع

تک نہ کیا تا کہ ناظرین کو موقع طبع آزمانی کا ملتا۔ اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں مشورہ کر کے اس کا جواب لکھیں حالانکہ ان لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ ہی نہیں گذرا۔

اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام ارسال فرماویں یا اخبار میں شائع فرماویں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا سی وسعت بخشیں ۔ جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا، اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالی اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔

(پیسہ اخبار۔۱۴ دسمبر۱۹۰۲ء)

سوال یہ ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے راقم مضمون مولوی محمد یونس کو کتاب مذکورہ بھیجی؟

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ تین سال میں ظاہر ہونے والی قدرتی نشانی جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو، وہی ایک قصیدہ ہے مگر اول تو وہ انسان سے ہاتھوں سے بالاتر نہیں بلکہ خود نے لکھا ہے اور اس بہتر لکھنے کو اور علماء مستعد ہیں ۔ اس پر غلطیوں سے بھرا ہوا، اسکے سوا مرزا قادیانی نے پیسہ اخبار ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں صاف لفظوں میں مشتہر کرایا تھا کہ، دس سال سے میرا دعوی اعجاز نمائی کا ہے،۔ جب دس سال سے یہ اعجاز حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ تین سال والے اعلان میں ایک عظیم الشان نشانی کیلئے جو دعا کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر وہ نشان نہ دکھلایا تو میں اپنے کو ملعون وغیرہ سمجھوں گا ،تو وہ نشان یہ قصیدہ اعجازیہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یہ اعجاز جو پہلے سے حاصل تھا اس کی طلب ممکن نہیں کیونکہ تحصیل حاصل محال ہے ۔ غرض کہ کئی وجوہ سے یہ قصیدہ تو وہ مطلوبہ نشانی نہیں ہوسکتا اور اس کے سوا کوئی دوسری نشانی بھی اس مدت میں ظاہر نہ ہوئی ۔ اگر ہوتی تو مرزا خود اس کا حوالہ دیتے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی اور اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالی کو منظور وہی تھا جو مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ، اگر تو کوئی نشانی میری تصدیق میں نہ دکھلائے تو میں تجھی کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کرلیا ہے ۔ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور بے دین اور خائن ہو (جیسا کہ مجھے سمجھا گیا) ، ظاہر ہو جائے ۔

سبحان اللہ ! عجیب خدا کی قدرت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو القاب اوروں کیلئے تجویز کئے تھے ان میں سے بڑے بڑے ان کی طرف کس عمدگی سے رجوع کئے گئے ۔ پہلے یہ اعلان دلایا گیا جس کی وجہ سے لاکھوں آدمی ہمہ تن چشم و گوش ہو گئے پھر بغیر کسی کی جبر کے خوشی سے اقرار کرایا

گیا۔ پھر خدا کی گواہی اس پر لکھی گئی۔ صدق اللہ و لا یحیق المکر السّیء الّا با ھلہ (فاطر :۴۳)۔ اب مریدین راسخ الاعتقاد کو کون چیز مانع ہے کہ جن اوصاف و القاب کو مرزا قادیانی نے بطوع و رغبت اپنی شان میں استعمال فرمایا اور ویسا ہی اپنے کو سمجھنے کا وعدہ خدا تعالی سے کیا جس کی منظوری بھی ہوگئی ان کو مرزا قادیانی کی شان میں استعمال کریں اور ان کا مصداق ان کو سمجھیں۔

الہامات مرزا صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی نے بذریعہ اشتہار یہ الہام مشتہر کرایا انّہ آوی القریۃ جس سے اصلی مقصود یہ ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا۔

اس کے بعد (رسالہ دافع البلاء۔ص ۵۔۶) میں تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انّہ آوی القریۃ یعنی یہ گاؤں طاعون سے محفوظ ہے اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا، باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے وغیرہ

اس کے بعد جب طاعون وہاں پہنچا تو اعلان جاری کیا:

چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور سے ہے اگر چہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مریدوں کا اجتماع قرین مصلحت نہیں اس لئے دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو بچائے (اخبار بدر قادیان ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

فقرہ (نسبتاً آرام ہے) میں یہ صنعت کی گئی کہ لفظ آرام سے نمایاں تو یہ رہے کہ وہاں طاعون نہیں ہے جس سے الہام کا صادق ہونا معلوم ہو جائے مگر نسبتاً کے لفظ سے نکتہ شناس سمجھ جائیں کہ طاعون موجود ہے اس لئے وہاں جانے سے رک جائیں۔ پھر جب چوہڑوں میں قادیان کے طاعون کی کثرت ہوئی تو فرمایا کہ الہام انّہ آوی القریۃ میں قادیان کا نام ہی نہیں اور قریہ قرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں اس میں ہندو اور چوہڑے داخل نہیں (اخبار بدر)۔ مطلب یہ ہوا کہ ہندو اور چوہڑے مل کر نہیں کھاتے، حالانکہ لفظ قریہ سے مل کر کھانا سمجھا جاتا ہے اس لئے ان میں طاعون ہو تو الہام کے مخالف نہیں مگر اس کا کیا جواب کہ (دافع البلاء ص ۱۰) میں فرماتے ہیں: خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا۔

عجیب ملہم ہے کہ ابھی سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا تھا اور ابھی انکار کرا دیا کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں۔ اللہ اللہ کیا سچ ہے۔ خدا کی شان ہے۔ کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں کہا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔ (دافع البلاء۔ ص ۱۰)

مگر آج بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے خود سنا ہے کہ جس روز مرزا نے یہ پیشگوئی کی تو ہم سمجھ گئے تھے کہ خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں طاعون ضرور بھیجے گا سو ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد البدر قادیان میں جو مرزا قادیانی کا اخبار ہے لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون حضرت مسیح (مرزا) کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ طاعون اپنا کام پورا کر رہا ہے اور معتبر شہادتوں سے ثابت ہے کہ مارچ اور اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳، آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے اور سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور تمام قصبہ ویران وسنسان نظر آتا تھا۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۲۶۴)

اس خلاف بیانی کی کوئی حد بھی ہے؟ پہلے تو قادیان رسول کا تخت گاہ ہونے کی وجہ سے طاعون کی مجال نہ تھی کہ اس میں قدم رکھے، بلکہ طاعون زدہ اس میں آکر اچھے ہوتے تھے، پھر چوہڑوں کے مرنے سے وہی قادیان مسلمانوں کا نام ٹھہرا، کہ وہ نہیں مریں گے۔ مگر اسکی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ مریدین وہاں آنے سے کیوں روکے گئے۔ مرزا قادیانی کا فرض تھا کہ ان کو اس آرام میں شریک کرتے جو تمام مسلمانوں کو تھا۔ بلکہ ایک اعلان کل مریدوں میں جاری کرتے کہ طاعون زدہ مقاموں کو چھوڑ کر مع اہل وعیال فوراً اس دارالایمان میں چلے آئیں۔ پھر جب دو ہی مہینوں میں قریب آٹھویں حصے کے باشندگان قادیان شکار طاعون ہو گئے تو وہی طاعون جو وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا مرزا قادیانی کے ماتحت ہو کر برابر اپنا کام کرنے لگا۔ اب مرزا قادیانی کی یہ حالت ہے کہ بجائے اس کے کہ باہر سے آنے والے وہاں اچھے ہوتے حوارین کو نذر طاعون فرما رہے ہیں چنانچہ اخبارات سے ظاہر ہے کہ خاص اخبار البدر کے اڈیٹر جنہوں نے بڑے شد و مد سے لکھا تھا کہ طاعون حضرت مسیح کے ماتحت ہو کر اپنا کام کر رہا ہے طعمہ طاعون ہو گئے اور ہنوز اس کا دورہ ختم نہیں ہوا۔ اس الہام کی جولانی بھی طاعون سے کم نہیں، قدم بقدم طاعون کے ہمراہ ہے۔ اگر کوئی دہریہ اس قسم کی بات کہتا تو یہ سمجھ جاتا کہ خدا تعالیٰ کی توہین کی تدبیر اس نے نکالی ہے، کمال حیرت کا مقام یہ ہے کہ مرزا قادیانی آخر خدا کو مانتے ہیں اور جمع عیوب سے اس کو منزہ جانتے ہیں، باوجود اس کے

ایسے الزام اس پر لگا رہے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس الہام کی صحت کی رائے قائم کرسکتا ہے کہ خدا نے مرزا قادیانی سے کہا تھا کہ پورا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا، اوراس کے بعد یہ کہا کہ نہیں صرف مسلمان محفوظ رہیں گے۔ پھر ہوا یہ کہ ہندو مسلمان دونوں ہلاک اور گاؤں تباہ ہوگیا۔ فلاسفہ اس پر کیسے ٹھٹھے کرتے ہوں گے کہ یہ لوگ جس کو خدا سمجھتے ہیں اسکی یہ حالت کہ اتنا بھی اس کو معلوم نہیں کہ طاعون وہاں آئے گا یا نہیں؟ اور اتنی بھی اس کو قدرت نہیں کہ اپنی بات سچ کرنے کو طاعون سے اس کی حفاظت نہ کرسکا؟ اور اتنا عاجز کہ ایک چھوٹے سے گاؤں کو بچانے کا وعدہ کرکے نہ بچا سکا؟ اور ایسا تلون کہ کہا کچھ اور کیا کچھ اور۔ جس کو رسول بنا کر خود نے بھیجا اس کو جھوٹا ثابت کرکے ہم چشموں میں ذلیل وخوار کیا۔ غرض فلاسفہ کو خدا اور رسولوں سے انکار کرنے کے لئے بھی ایک حیلہ بس ہے، اوراسی پر قیاس جما سکتے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی کو فلاسفہ کا اتنا خوف ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا تسلیم کیا جائے تو فلاسفہ ہنسیں گے۔ یہاں یہ خیال نہیں فرمایا کہ فلاسفہ خدا پر ہنسیں گے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نہ کسی کی ہنسی سے کام ہے نہ دین کی برہمی کی پرواہ۔ ان کو صرف اپنی عیسویت سے کام ہے۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی بات کے سوجھ جانے کا نام الہام رکھا ہے، دیکھئے جب تک قادیان میں طاعون نہ تھا تو مضمون الہام یہ تھا کہ وہ تخت گاہ رسول ہے، طاعون کی کیا مجال کہ وہاں قدم رکھے۔ اورکس وثوق سے کہا گیا کہ کوئی اپنے شہر کی بابت کہے انّہ آوی القریۃ۔ پھر جب چوہڑے مرنے لگے تو قریہ قرا سے ماخوذ ہونا مضمون الہام ٹھہرا، اور یہ بھی اسی کا مضمون تھا کہ کہیں باہر سے آنے والے مر نہ جائیں اور باعث اشتداد نہ ہوں اس لئے ان کو وہاں آنے سے روک دیا۔ پھر جب عموماً ہندو مسلمان مرنے لگے اوراس قریہ کی ویرانی کی صورت بندھی تو یہ ہوا کہ طاعون ماتحت الہام ہوکر اپنا کام کررہا ہے۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کا کوئی قصور نہیں کذب وافتراء وغیرہ قبائح اس زمانے میں ایسے عالمگیر ہورہے ہیں کہ خود مرزا قادیانی کو اس کی شکایت ہے۔ اگر ایسے زمانے میں کوئی فرضی نبی بھی آئے تو بحسب اقتضائے زمانہ ضرور ہے کہ وہ انہیں اوصاف سے متصف ہو۔ چنانچہ مستطرف میں لکھا ہے کہ معتصم باللہ کے زمانے میں کسی نے نبوت کا دعوی کیا جب گرفتار کیا گیا تو خلیفہ نے اس سے پوچھا کیا تو نبی ہے۔ کہا، ہاں۔ کہا، کس کی طرف تو بھیجا گیا ہے؟ کہا، آپ کی طرف۔ کہا، میں شہادت دیتا ہوں کہ تو سفیہ اور احمق ہے۔ کہا، درست ہے جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی نبی بھیجا جاتا ہے

(طاعونی پیش گوئی پر قادیانی اخبارات میں خبریں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ان میں ایک وہ واقعہ ہے جب مرزا نے چیلنج دیا کہ مجھے طاعون نہیں ہوگا اور کسی میں ہمت ہے تو وہ بھی پیشگوئی کرے کہ اسے طاعون نہ ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے یہ چیلنج قبول کیا۔اس واقعہ کی روئداد موقع کی مناسبت سے ذیل میں نقل کی جاتی ہے: بہا۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اعلان: من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بآیاته

افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالی کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افتراء ہے انہیں لوگوں پر حجت تمام کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے کب تک یہ لوگ ایسا کریں گے آخر ہر ایک فیصلہ کے لئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضا وقدر کے نزول کے لئے ایک رات ہے۔اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالی کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انّی احافظ کلّ من فی الدّار و احافظک خاصةً۔ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤنگا اور خاص کر تجھے۔ چنانچہ گیارہ برس سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہورہی ہے اور میں اس کلام کے من جانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا تعالی کی تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے ہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرکے کہ یہ انسان کا افتراء ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللّٰہ علی من کذب وحی اللّٰہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے۔اور یاد رہے کہ میری کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے کہ و الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون۔ پس کامل پیروی کرنیوالے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جسکا علم محض خدا کو ہے بچائے جائینگے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہوکر شہادت کا اجر پاوینگے اور طاعون ان کیلئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہریگی۔

اب میں دیکھونگا کہ میری اس تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا اور مجھے بھی خدا تعالی کی طرف سے یہ الہام ہوا تا دیکھ لے افتراء کی کیا جزا ہے والسلام علی من اتبع الھدی۔ الراقم خاکسار میرزا غلام احمد (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۷ء ص ۳ ؛ الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲۔۳)

معلوم ہوتا کہ ادھر مقابلے میں ڈاکٹر عبدالحکیم نے بھی پیشگوئی فرما دی۔ اس پر اڈیٹر بدر قادیان نے لکھا یہ بات افواہاً سنی گئی تھی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے حضرت اقدس کے متعلق کوئی پیش گوئی شائع کی ہے اس پر مولوی نور الدین نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو ایک خط لکھا تھا۔ اصل خط مع جواب درج ذیل ہے :

ڈاکٹر صاحب مجھے کسی نے اطلاع دی ہے کہ جناب کو من جانب اللہ آگہی ملی ہے کہ یکم جولائی ۱۹۰۷ء، ۱۴ ماہ تک مرزا ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور یہ بھی کہ آپ یقیناً طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ خاکسار آپ سے ان دونوں امور کی تصدیق چاہتا ہے آپ مختصراً آگاہ فرماویں۔ آپ گالیوں پر بہت جلد اتر آتے ہیں وہ تو مجھے پسند نہیں مگر دینی ہوں تو آپ تصنیف میں دیئے جائیں خط میں اصل مطلب کافی ہو گا۔ نورالدین۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے جواباً لکھا:

مولانا مخدومنا مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھ کو خداوند عالم کی طرف سے ذاتی حفاظت کی نسبت الہامات ہو چکے ہیں۔

۱۔ دنیا میں طاعون خواہ کیسی شدت سے پھیلے مگر تو طاعون سے ہلاک نہ ہوگا کیونکہ خداوند عالم تجھ کو ایک نشان بنانا چاہتا ہے۔....

مرزا کی نسبت ۲ جولائی کو الہام ہوا: آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

مولانا! گالیاں نکالنا تو ملعون کا کام ہے، نہ کہ خدا کے مسیح اور مرسل کا۔ خداوند عالم شاہد ہے کہ میں نے آج تک ایک بھی سخت لفظ مرزا یا مرزائیوں کی نسبت اپنی زبان یا قلم سے ظاہر نہیں کیا بلکہ وہی کہا اور وہی لکھا جو بار بار صفائی کے ساتھ خداوند تبارک وتعالی کی طرف سے مجھے معلوم ہوا۔ دجال کذاب مسرف، عیار، الطاغوت، شیطان، شریر، بدمعاش وغیرہ الفاظ جو میں نے مرزا کی نسبت استعمال کئے وہ بار بار خوابات صحیحہ میں معلوم ہونے کے بعد اور پھر واقعات وحالات مرزا سے تصدیق ہو جانے کے بعد استعمال کئے واللّٰہ علی ما اقول شہید تعجب ہے کہ آپ حق اور واقعی امور کو گالیوں میں شمار کرتے ہیں آج خواب میں مجھے مرزا کی حالت ایک شیشہ کی صورت میں دکھائی گئی جس کا بہت سا حصہ

سیاہ ہو گیا ہے اور تھوڑا سا شفاف ہے، اس تھوڑے سے حصہ پر کبھی سیاہی پھر جاتی ہے اور کبھی پھر شفاف ہو جاتا ہے۔، گویا کہ یہ ایک تصویری بیان ہے کہ مرزا کو فطری استعداد عمدہ ملی ہے مگر اس پر نفس پرستی کی سیاہی پھر گئی ہے۔ جب کبھی وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اضطراری دعائیں کرتا ہے تب کچھ حصہ صاف ہو جاتا ہے۔مگر پھر وہ حصہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ والسلام۔

عبدالحکیم خان از پٹیالہ۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

اس کے چند ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی اشتہار تبصرہ میں لکھتے ہیں:

میرا لڑکا مبارک احمد نابالغ تھا ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا جب وہ فوت ہو گیا...خدا کی قدرتوں کے قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا نے یہ الہام کیا انّا نبشّرك بغلام حلیم ینزل منزل المبارك یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا شبیہ ہوگا پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو، اس لئے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی تا یہ سمجھا جاوے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے....(خدا نے) آخر میں اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر بڑھا دونگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔

یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے اور میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا...

خاکسار میرزا غلام احمد ۵ نومبر ۱۹۰۷ء (الحکم نمبر ۴۰ جلد ۱۱۔نومبر ۱۰، ۱۹۰۷ء....ص ۴، ۶)

یعنی اے مرزا قادیانی! اگست ۱۹۰۸ء تک تم یقیناً نہیں مرو گے کیونکہ اگر تمہاری اجل مقدر اس درمیان میں لکھی ہوئی بھی ہو، تب بھی اسے ٹال دیا جائے گا اور تمہاری عمر بڑھا دی جائے گی۔اور یہ پیش گوئی نومبر ۱۹۰۷ء میں کی گئی جس کے ۶ ماہ بعد بیس دن بعد وہ چل بسے۔ اس پر مریدین سوالات کرنے لگے۔مثلاً سوال ہوا:

مانا کہ مرزا صاحب اپنی پیش گوئی میں سچے نکلے (کون سی پیش گوئی میں؟ بہاء) اور ان کے بالمقابل عبدالحکیم کی پیشگوئیاں بھی جھوٹی نکلیں مگر پھر بھی یہ تو ضرور چاہیے تھا کہ آپکا دشمن آپکے سامنے مرتا نہ یہ کہ

آپ اپنے دشمن کے سامنے۔ میرے خیال میں اس طرح مرنا مرزا صاحب کی کسر شان میں داخل ہے

جواب: آپ (مرزا) کی کسر شان اس سے نہیں ہوتی، بلکہ اس سے تو آپ کی عزت بڑھتی ہے۔ کیونکہ عبدالحکیم کے آپ کے بعد چند روز تک مہلت پانے میں دو حکمتیں تھیں، جو ہمارے حضرت اقدس کی عز و شان کا موجب ہوئیں اور عبدالحکیم کی ذلت و رسوائی کا۔

اول یہ کہ عبدالحکیم کو آپ کے بعد زندہ رہنے نے کوئی عزت نہیں بخشی بلکہ اور علاوہ اور خصوصیتوں کے اس خصوصیت نے اس کو مثیل مسیلمہ کذاب ثابت کیا ....... پھر علاوہ ان مشابہتوں کے ایک عددی مساوات کی مشابہت بھی مسیلمہ کی اس مسیلمہ ثانی (عبدالحکیم) میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح پر کہ جتنے اعداد مسیلمہ کے نام کے ہیں اتنے ہی عبدالحکیم کے۔ یعنی مسیلمہ کے اعداد بھی ۱۸۵ ہیں اور عبدالحکیم کے بھی ۱۸۵۔ اخبار بدر قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۱۲۔

قارئین غور فرمائیں کس طرح احمقوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جارہی ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی بہرحال اپنی زندگی میں سب پیش بندیاں فرما گئے تھے کیونکہ انہوں نے یہ بھی فرمارکھا تھا کہ خدا نے اپنی وحی میں میرا نام عبدالحکیم رکھا ہے۔ بہاء)

## ثناءاللہ کے قادیان نہ آنے کی پیش گوئی

اور ایک پیشینگوئی (الہامات مرزا۔ ص ۱۱۵ میں) یہ لکھی ہوئی ہے کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

واضح رہے مولوی ثناءاللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے ایک یہ ہے کہ وہ تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے پاس ہرگز نہ آئینگے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کیلئے موت ہوگی (اعجاز احمدی۔ ص ۳۷)

یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی چنانچہ صرف پیش گوئی کی پڑتال اور تحقیق کے لئے مولوی ثناءاللہ قادیان گئے اور وہاں پہنچ کر مرزا قادیانی کے نام رقعہ لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ

آپ نے اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ میں جو لکھا ہے کہ اگر مولوی ثناءاللہ سچے ہیں تو قادیان آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیئے جائیں گے۔ جس کے پندرہ ہزار روپے ہوتے ہیں اور ایک لاکھ روپیہ مریدوں سے دلوایا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم مدعو کرتے ہیں اور خدا

کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آئیں۔ اس لئے میں اس وقت حاضر ہوں اور جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ توقف نہ ہوتا.. مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ (الہامات مرزا۔ص ۱۱۶)

چونکہ مرزا قادیانی نے اس پیش گوئی کو اپنا معجزہ قرار دیا اور مولوی صاحب کے وہاں پہنچ جانے سے اس کا اور اس کی وجہ سے نبوت کا ابطال ہوگیا اس لئے مرزا قادیانی پر مولوی صاحب کی دعوت قبول کرنا نہایت شاق ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ ایک مہینے کے توقف کے باعث اس معجزے کے وقوع پر مبارک بادیاں بھی دی گئی تھیں چنانچہ رسالہ فتح قادیان میں لکھا ہے کہ مرزائی یہاں تک بڑھ گئے کہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے اخبار الحکم میں مولوی صاحب کے قادیان میں نہ پہنچنے کو معجزہ لکھ کر اپنے گروگھنٹال کو مبارک بادیں دیں۔ انصاف کی بات تو یہ تھی کہ اس وقت جیسے مبارک باد دی گئی تھی مولوی صاحب کے پہنچ جانے پر نبوت کو سلام اور خیر باد کہہ دیا جاتا مگر افسوس ہے اتنی بڑی نشانی پر بھی متنبہ نہ ہوا۔ الغرض مرزا قادیانی اس رقعے کو دیکھتے ہی برہم ہوئے اور جواب لکھا:

اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک اور شبہات پیش گوئیوں کی نسبت رفع کریں تو آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی مگر میں قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے مباحثات نہیں کرونگا۔ آپ کے رفع شکوک اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں اور آپ کی مجال نہ ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبان سے نکال سکیں صرف آپ مختصر ایک یا دوسطر حد تین سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے اور میں بآواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تین گھنٹے تک تقریر کرتا رہوں گا اور ہر ایک گھنٹے پر آپ کو متنبّی کیا جائے گا کہ اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کو منہ بالکل بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ اگر آپ شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا اور آپ کو بھی خدا تعالی کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں۔ اب ہم دونوں میں

ان دونوں قسموں سے جو انحراف کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے اور وہ لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین۔ سو اب میں دیکھونگا کہ آپ سنت نبوی کے موافق اس قسم کو پوری کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لئے جاتے ہیں

(الہامات مرزا۔ص ۱۱۷ تا ۱۱۹)

مرزا قادیانی اس موقع پر جو کچھ فرمائیں تھوڑا ہے اس لئے کہ مدعی نبوت جب کسی بات کو اپنا معجزہ قرار دیتا ہے اور اس کا وقوع نہیں ہوتا تو اہل حق کے نزدیک وہ کاذب اور مفتری مسلّم ہو جاتا ہے گو باطل پسند طبائع کو کوئی جنبش نہ ہو۔...بہر حال مرزا قادیانی کو اس موقع میں سخت ناکامی اور ذلت ہوئی پھر اگر اتنا بھی نہ کہیں تو نفس کو کیونکر تسکین ہو۔

مرزا قادیانی اگر انصاف سے کام لیتے تو مولوی صاحب کو نہایت خوشی سے مناظرے کا موقع دیتے کیونکہ پیش گوئیوں کا جب وقوع ہو چکا تھا تو ممکن نہیں کہ ان واقعات کی تکذیب کسی سے ہو سکے۔ مثلاً مرزا قادیانی نے کسی کی نسبت پیش گوئی کی کہ اتنی مدت میں فلاں شخص مر جائے گا اور فی الواقع وہ مر بھی تو کیا ممکن ہے کہ دلائل سے اس کی موت کا ابطال ہو سکے۔ ایک جماعت گواہی کے لئے کھڑی ہو جاتی کہ ہم لوگ اس کے دفن میں شریک تھے۔ اسی طرح ہر پیش گوئی کی تصدیق گواہوں سے ہو جاتی۔ مرزا قادیانی کا اس موقع میں پہلو تہی کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ جیسے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں وہی صحیح ہے۔

اب یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو دعوت کس غرض سے دی تھی۔ یہ نہیں لکھا تھا کہ قادیان تشریف لائیں اور صدق دل سے آمنا وصدقنا کہہ کر اپنے مریدوں میں داخل ہو جائیں جس کے صلے میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے دیئے جائیں گے۔ اگر یہی بات پیش نظر تھی تو یوں فرماتے کہ آپ قادیان آکر ہماری پیش گوئیوں کی تصدیق کر لیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے آپ کو انعام دیئے جائیں گے حالانکہ برخلاف اس کے تحریر مذکور بالا میں مصرح ہے کہ اگر آپ قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپے دیئے جائیں گے وغیرہ۔ مرزا قادیانی بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ روپیہ تصدیق کے صلے میں قرار دیا گیا تھا یا تکذیب کے صلے میں۔ پھر جب جھوٹ ثابت کرنے کے لئے دعوت دی گئی تھی تو معاملہ برابر کا ٹھہرا۔ اگر صدق ثابت کرنے کے لئے مرزا نے تین گھنٹے لئے تھے تو مولوی صاحب کو کذب ثابت کرنے کے لئے بھی اسی قدر مدت درکار تھی۔ پھر صم بکم بیٹھے رہنے سے کذب

خود ہی کیونکر ثابت ہوسکتا تھا ؟ مناسب تو یہ تھا کہ مرزا قادیانی صم بکم بیٹھ کر اپنا دعوی ثابت کرتے کیونکہ وہ مدعی نبوت تھے ،اس خرق عادات کا اظہار ان کے ذمہ ہونا چاہیے تھا ۔ مولوی صاحب تو مدعی نبوت تھے ہی نہیں، پھر یہ معجزہ ان سے کیوں طلب کیا گیا کہ حالت خاموشی میں اپنا دعوی ثابت کر دیں ۔ اگر چہ مرزا صاحب نے فیاضی کی کہ اپنا منصب ان کو دیا مگر ان پر تو ظلم ہو گیا۔ مرزا قادیانی اس قسم کے معاملات میں دل کھول کر فیاضی فرماتے ہیں ۔ چنانچہ قسم تو آپ نے کھائی اور لعنت میں مولوی صاحب کو بھی شریک کرنا چاہا۔انہوں نے کب قسم کھائی تھی جو پوری نہ کرتے تو قادیان سے نکلتے ہوئے لعنت کو ساتھ لے جاتے ۔انہوں نے اسی لحاظ سے قسم نہیں کھائی کہ کہیں وہ لعنت قادیان ے ان کے ساتھ نہ چلی جائے ۔ البتہ مرزا قادیانی کو لعنت کا کچھ خوف نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے خدا سے کہہ کر اپنے کو ملعون سمجھ لیا۔

مرزا قادیانی نے فقط صم بکم رہنے کا ہی بار مولوی صاحب پر نہیں ڈالا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں ۔ اب اس کج دار و چکر کو دیکھئے کہ زبان نہ ہلائیں اور جھوٹ ثابت کر دیں یا آمنا و صدقنا کہہ دیں ورنہ نہ مسلمان رہ سکتے ہیں نہ شریف۔

مرزا قادیانی نے خوش اعتقادی سے مولوی صاحب کو شاید اپنے معتقدوں میں سمجھ لیا جو فرماتے ہیں کہ آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور اپنے شکوک وشبہات رفع کریں ۔ حالانکہ وہ اس غرض سے آئے تھے کہ جو مرزا قادیانی کی تقریروں سے سے لوگ شک میں پڑ گئے تھے اس کو اس طور پر رفع کریں کہ واقعات بتلا کر یہ ثابت کر دیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں ۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی، مولوی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ کل پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں ۔اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو ان کے کذب کا یقین تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ کس بنیاد پر ان کی طرف شک منسوب کیا گیا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے قادیان میں جانے کی پیش گوئی جھوٹی ہونے کا ایک بدنما اثر یہ بھی ہوا کہ مرزا قادیانی نے قسمیں دے کر مولوی صاحب کو جس کام کے لئے دعوت دی تھی اس سے بھی انکار کر گئے اور ایسی شرطیں لگائیں کہ مولوی صاحب کا مطلب فوت ہو جائے ۔ اس پر بھی مولوی صاحب نے جواب لکھا کہ

آپکی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھونگا اور آپ بلا شک

تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سنا دونگا اور ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا کی تین گھنٹوں کی فصیح و بلیغ تقریر کا جواب مولوی صاحب دس پانچ منٹ میں کیوں کر دے سکتے اور اگر جواب دیتے بھی تو لوگ اس کو کیا سمجھ سکتے اور اس کا کیا اثر ہوتا؟ اس میں شک نہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب دس پانچ منٹ میں مرزا قادیانی کا جھوٹ ثابت کر دیتے تو بلا شبہ ان کی کرامت اس سے ثابت ہوتی۔ مرزا قادیانی کو اسی کا خوف ہوا کہ کہیں وہ کرامت معجزے پر غالب نہ ہو جائے اس لئے انہوں نے دس پانچ منٹ تقریر کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

اس خیال کرامت کا کس قدر اثر ہوا کہ مرزا کی حالت ہی متغیر ہوگئی اور لگے کانپنے۔ مگر اس رعب کی حالت کو غصے کی صورت بنا کر چھپا دیا چنانچہ حکیم محمد صدیق وغیرہ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب مرزا قادیانی کے پاس لے گئے تھے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے اور کتا، سور، کنجر وغیرہ خاص خاص اسماء بتا کر فرماتے کہ ہم اس کو کبھی بولنے نہ دیں گے، گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے۔ اس کو کہہ دو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے وغیرہ۔

مرزا کے قول و فعل کا اندازہ اس سے ہو گیا کہ خود ہی قسمیں دے کر ان کو دعوت دی اور جب وہ آ گئے تو عین موقع بحث پر اس شد و مد اور غیظ و غضب سے انکار کیا کہ حصول مقصود حیز امکان سے خارج ہو گیا۔ کیا کوئی منصف مزاج شخص انکی اس حرکت کو رضا مندی کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔

مرزا قادیانی نے دعوت دینے کے وقت یہ خیال کیا ہوگا کہ اتنی رقم کثیر کی شرط جب لگائی جائے گی تو مولوی صاحب پر رعب پڑ جائیگا کیونکہ عادت ہے کہ جس کو اپنے صدق اور قوت دلائل پر وثوق ہوتا ہے تو شرط میں بے دریغ روپیہ لگا دیتا ہے۔ اور رعب کی وجہ سے جب وہ نہ آئیں گے تو تمام پیش گوئیاں اس اشتہاری دعوت کی وجہ سے ناواقف لوگوں کے ذہنوں میں وقعت پیدا کر لیں گی۔ اور اسی خیال کے بھروسے انہوں نے یہ پیش گوئی کر ڈالی کہ وہ ہرگز ان پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہ آئیں گے اور یہ خیال اس قدر متمکن ہوا کہ یہ پیش گوئی بھی معجزہ قرار دی گئی۔ مگر چونکہ مولوی صاحب ان کی چالوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ کسی پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا

صرف سخن سازیوں سے کام لیا جا رہا ہے اس لئے اس تخویف کی کچھ پرواہ نہ کر کے قادیان پہنچ گئے ۔ پھر کیا تھا؟ مرزا قادیانی لگے منہ دیکھنے، اور بدحواسی کی حالت میں جیسے جیسے ان کی یاس بڑھتی گئی ویسے ویسے ان کی زبان دراز ہوتی جاتی تھی، کما قیل اذا یئس الانسان طال لسانہ اور کیوں نہ ہو، جب اتنی بڑی تخویف کا کچھ اثر نہ ہوتو صرف سخن سازیوں سے کیا کام نکل سکے ۔آخر مولوی صاحب کو بھی وہ جانتے تھے کہ فاضل ہیں، کہاں تک ان کے مقابلے میں زبان یاری دے گی اور واقعات مساعدت کریں گے، اور سوچا کہ اگر انکا دم مسیحائی نہ روکا جائے تو اپنی عیسویت کا خاتمہ ہے ۔اسلئے یہاں تک اس بات میں مبالغہ کیا کہ دو تین سطر جو اعتراض میں لکھی جائیں وہ بھی مولوی صاحب اپنی زبان سے نہ سنائیں ۔ چنانچہ لکھا کہ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے مگر چاہیے کہ دو تین سطروں سے زیادہ نہ ہو۔غرض مولوی صاحب کی کوئی درخواست قبول نہ ہوئی اور حوار یین سے یہ لکھنے کو کہہ دیا کہ چونکہ تمہارے مضامین تمہارے رقعے محض عناد اور تعصب آمیز تھے اور حضرت اقدس انجام آتھم میں قسم کھا چکے ہیں کہ مباحثے کی شان میں مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے اس لئے آپ کی درخواست ہرگز منظور نہیں ہے۔ والسلام ۔

جب اس قدر نازک دماغی تھی کہ دس پانچ منٹ کی تقریر کی درخواست محض عناد و تعصب آمیز سمجھی گئی تو معلوم نہیں کہ ابتدائی درخواست میں قادیان آنے اور پیش گوئیوں کی تحقیق کرنے کے کیا معنی رکھے گئے تھے۔

اب یہ بات بھی سن لیجئے کہ مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ رسالہ انجام آتھم میں مباحثہ نہ کرنے پر قسم کھا چکے ہیں، اس کی پابندی کہاں تک ہوئی ۔

الہامات مرزا کے صفحہ ۱۲۴ میں مولانا ثناء اللہ نے لکھا ہے کہ انجام آتھم سے چار سال بعد معیار الاخیار میں مرزا قادیانی نے یہ اشتہار شائع کیا کہ:

> آپ لوگ اے علمائے اسلام اب بھی اس قاعدے کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں ایک مجلس مقرر کریں اور نیز واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کر لیں ۔قرآن وحدیث کی رو سے عقل کی رو سے آسمانی تائیدات اور خوارق وکرامت کی رو سے ۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳۔ص ۲۷۰ ملخص)

اس میں تو مرزا خود علماء سے مباحثہ کی درخواست کر رہے ہیں پھر نہ یہ شرط ہے کہ سو

سطروں سے زیادہ نہ لکھیں نہ یہ کہ صم بکم بیٹھے رہیں، بلکہ صاف لفظوں میں بحث کی اجازت مل گئی تھی، تو مولوی صاحب کا بھی مباحثہ اسی اجازت میں شریک تھا کیونکہ اشتہار معیار الاخیار والی درخواست مباحثہ کے بعد مولوی صاحب مباحثہ کے لئے گئے تھے۔ رہا منصفانہ مباحثہ سو یہ علم قبل از وقوع کیوں کر ہوا کہ مولوی صاحب منصفانہ مناظرہ نہ کریں گے۔ اگر کشف سے معلوم ہو گیا تھا تو اتمام حجت کے لئے صرف دو تین گھنٹے ان کی تقریر ایک مجمع میں سن لی جاتی اور اس کے بعد ثابت کیا جاتا کہ وہ تقریر ظالمانہ تھی جس سے اہل مجمع خود انصاف کر لیتے کہ کون حق پر ہے۔

عبدالقادر شکار پور سندھ کے سوالوں کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کرشن ہونے کا دعوی خدا تعالی کی وحی سے ہے ہر ایک ملک میں نبی ہوتے رہے ہیں پس یہ شرارت ہے کہ بغیر علم یقینی کے کرشن کو برا کہا جائے۔

میں نے ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آؤ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین بلکہ خود ان آریہ سماج والوں کے مکان میں اترا جو ہمارے نبی ﷺ کو صدہا گالیاں نکالتے ہیں جن کے گندے رسالے اب تک موجود ہیں۔ ایک غیرت مند مومن کا کام نہیں کہ ایسے پلید گروہ دشمن اسلام کے گروہ میں اترے ( ثناء اللہ تو آپ کو بھی دشمن اسلام ہی سمجھتا تھا۔ پھر آپکے مکان پر کیوں آتا، پھر آپ نے اسے اپنے مکان پر آنے کی دعوت بھی نہیں دی تھی، مباحثے کیلئے بلایا تھا جو کسی مسجد میں یا کسی اور جگہ ہونا تھا، اور یہ بھی ابھی طے کرنا باقی تھا کہ کہاں ہو، ظاہر ہے کہ دونوں کی رضا مندی سے مقام کا تعین ہونا تھا۔ بہاء ) نہ میرے پاس وہ آیا، نہ آنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اس کو کب کہا کہ تم چوروں کی طرح میرے پاس آؤ۔ ( اس کے مقابل یہ بھی نہیں کہا کہ اعلان کر کے اور خط لکھ کر آؤ۔ خط لکھ کر اور اعلان کر کے آنے میں تو خطرہ بھی تھا کہ ۱۱۔۱۲ میل کے اجاڑ بیابان راستے میں کہیں بھی اس کا راستہ روکنے کی آپ کا کوئی مرید کوشش کرے اور یوں آپ کی پیش گوئی کو سچا کر دے کہ ثناء اللہ نہیں آئے گا۔ بہاء ) وہ ہرگز میرے پاس نہیں آیا ( یہ بات آپ نے ثناء اللہ کے نام خطوط میں نہیں لکھی کہ وہاں کیوں اترے، بلکہ یہاں اترنا چاہیے تھا، اب بھی چلے آؤ۔ اس وقت آپ نے کسی قسم کا نہ اعتراض کیا نہ گھر آنے اور چائے وغیرہ کی دعوت دی۔ بہاء ) .. وہ میرے دروازے پر نہیں آیا، تا میں اس کی خاطر داری کرتا۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۱)

مرزا قادیانی کا مقصود اس قسم کے اشتہار سے یہی ہوا کرتا ہے کہ بالائی تدابیر سے کام نکالیں جن سے ناواقف معتقد ہو جائیں اور اگر کوئی مقابل ہو جائے تو پہلو تہی کرنے میں کون چیز

مانع ہے جیسا کہ مولوی صاحب کو دعوت دے کر پہلو تہی کر گئے ۔ اسی طرح معیار الاخیار کے اشتہار کا بھی وہی حال ہوا۔ اب دیکھئے کہ اشتہار مذکور کے دیکھنے والوں کو کیونکر دھوکا نہ ہو۔ کس تصریح سے لکھتے ہیں کہ قرآن سے، حدیث سے، عقل سے، کرامتوں سے، ہر طرح سے اپنا مدعا ثابت کرنے کو موجود ہیں ایسے اعلان کے بعد ان کی حقانیت میں کس کو شبہ رہے گا ہر جاہل یہی کہے گا کہ مرزا قرآن وحدیث وکرامات سے اپنی عیسویت ثابت کرنے کو موجود ہیں، اور کوئی مولوی مقابل نہیں ہوسکتا۔ مگر جب موقع آیا اور علماء مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو وہ سب کالعدم اور نسیاً منسیاً ہوگیا چنانچہ الہامات مرزا ( ص ۱۲۵۔۱۲۶ ) میں لکھا ہے کہ اس اشتہار کے بعد جب ندوۃ العلماء کا جلسہ امرتسر میں ہوا تو علمائے موجودین جلسہ نے مرزا قادیانی کے نام خط لکھا کہ آپ کی تحریر کے مطابق ہم لوگ بحث کرنے کیلئے حاضر ہیں اور پہلے آپ کو اس کی اطلاع بھی ہوچکی ہے اس لئے قلت وقت کا عذر بھی نہیں رہا، اور آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے بہتر موقع نہ ملے گا۔ اور یہ خط مرزا قادیانی کو پہنچ بھی گیا...مگر مرزا قادیانی نے اس کا جواب نہ دیا۔ دوسری طرف مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کردیا کہ مجھے امرتسر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اور اپنے مرید مولوی محمد احسن امروہی ، جو آپ کے تنخواہ دار گشتی واعظ تھے، جلسے کی سن گن لینے کیلئے امرتسر روانہ کردیا۔ مولوی محمد احسن اپنے امرتسری دورہ کے متعلق بعدازاں فرماتے ہیں:

میں نے سوچ رکھا تھا ( امرتسر ندوہ کے اجلاس کے موقع پر ) کہ اگر مجھے کچھ کہنے کا موقع ملے تو یہ پیش کرونگا کہ حجاز ریلوے اب بڑی سرعت سے طیار ہورہی ہے اور روئے زمین کے مسلمان اس چندہ میں شریک ہوئے ہیں حضرت اقدس نے تو اس میں کوئی چندہ بھی نہیں دیا ( حالانکہ دینا چاہیے تھا کیونکہ مرزا کہتے ہیں کہ نشانات اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے لئے کوششیں کرنا چاہییں ۔ بہاء ) لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بھی اسی کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے یترکن القلاص فلا یسعی علیھا کسوف خسوف پہلے ہوچکا اور نشانات بھی پورے ہوگئے اب یہ بھی ہو ہی رہا ہے اس لئے مولویوں کو چاہیے کہ وہ سلطان ( ترکی ) کے آگے جاکر روئیں پیٹیں کہ یہ ریلوے نہ بنائی جائے فرمایا حقیقت میں یہ ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے و اذاالعشار عطلت۔ ( اس واقعہ کے جلد ہی بعد اللہ تعالی نے خود ہی ریلوے لائن کی تعمیر بند کروادی، بلکہ جو بن چکی تھی وہ بھی اکھڑوادی ۔ کیا یہ بات نشان نہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی جھوٹا تھا۔ بہاء )

مرزا صاحب نے ۱۵۔ اکتوبر کو صبح کی سیر کے موقع پر فرمایا، دین داری تو تقوی کے

ساتھ ہوتی ہے یہ لوگ غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یترکن القلاص میں ریل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر اس سے ریل مراد نہیں تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ حادثہ بتائیں جس سے اونٹ ترک کئے جائیں ۔ پہلی کتابوں میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت آمد و رفت سہل ہو جاوے گی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۴)۔

(بسیں کوچیں، ٹرک، کاریں۔جیپیں، ہیلی کاپٹر، ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ جو مرزا کے وقت میں موجود نہ تھے، وہ کس شمار میں آئیں گے۔مرزا صاحب کو دہلی جانے لئے کم از کم ڈیڑھ دن لگتا تھا جو اس دور میں تقریباً ۳۵۵ میل کا سفر تھا اور یکوں، رتھوں، پیدل اور ریل گاڑی پر طے کیا جاتا تھا۔آج کے دور میں قادیان سے دہلی کا سفر دو تین گھنٹوں سے زیادہ کا نہیں ہے۔ بہاء) مرزا صاحب کے دور میں دہلی سے لندن کے سفر میں کم از کم دو ہفتے لگتے تھے ،اب یہ سفر نصف روز سے بھی کم میں طے ہو سکتا ہے۔ جو آرام دہ بھی زیادہ ہے محفوظ بھی زیادہ اور تیز رفتار بھی زیادہ ۔ دہلی سے نیو یارک کا سفر مرزا صاحب کے دور میں ایک مہینے سے کم تو کیا ہوگا، آج یہ سفر ایک دن میں کیا جا سکتا ہے،۔اگر آمد و رفت کا سہل اور تیز ہونا مسیحیت کا نشان ہو تو مسیح کے آنیکا وقت ۱۹ ویں صدی عیسوی کے آخر یا بیسوی صدی کے شروع سے کی نسبت اکیسویں صدی زیادہ موزوں ہے اور بائیسویں صدی شائد موزوں تر ہو۔ بہا)

عقلاء سمجھ سکتے ہیں کہ اس شد و مد کے اشتہار کے بعد مرزا کا سکوت کیا کہہ رہا ہے۔ یہی کہہ رہا ہے کہ وہ لمبے چوڑے دعوے سب الفاظ ہی الفاظ تھے۔ نہ وہاں قرآن ہے، نہ حدیث، نہ عقل، نہ کرامت۔ اگر ان امور سے ایک بات بھی مرزا قادیانی کے پاس ہوتی تو اتنے علماء اور ایسے کثیر التعداد حاضرین جلسہ کے روبرو پیش کرنیکو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور اس موقع میں ایسا الزام اپنے ذمہ نہ لیتے جس سے غور کرنے والوں کے روبرو ایک مجموعہ بدعنوانیوں کا پیش ہو جاتا ہے۔

یوں تو مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں بہت ساری ہیں مگر یہ جو مذکور ہوئیں بطور دعوی اور تحدی اور معجزے کے رنگ میں تھیں جن پر مدار ان کی نبوت کا تھا اور الہاموں کی بنیاد پر یہاں تک زور دیا گیا تھا کہ اگر وہ صحیح نہ نکلیں تو مرزا قادیانی کاذب و دجال وملعون وغیرہ سمجھ لئے جائیں بلکہ سولی پر چڑھائے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان میں ایک بھی صحیح نہ نکلی بلکہ مرزا قادیانی نے صرف حیلوں اور سخن سازیوں سے کام لیا۔..

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ اور علمائے ندوہ کے مقابلے میں مناظرے سے گریز کیا اور عبدالمجید صاحب مالک مطبع انصاری دہلی بیان للناس میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں اشتہار دیا تھا کہ میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق اور

تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں ۔ اس پر مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کے نام نوٹس دیا کہ اگر آپ اپنے دعوی کو مجمع علماء میں ثابت کر دیں گے تو میں ایک ہزار روپیہ نقد آپ کی خدمت میں پیش کرونگا اور ایک سال ہر روز آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں ۔ یہ نوٹس ۱۳۰۹ھ میں دیا گیا مگر اس کا کچھ جواب نہ دیا حالانکہ یہ نوٹس انجام آتھم سے پہلے دی گئی تھی اس وقت تو مرزا نے مناظرہ نہ کرنے پر قسم بھی نہ کھائی تھی کیونکہ انجام آتھم کی تاریخ الہامات مرزا میں ۱۸۹۶ء لکھی ہے ۔

الحاصل کئی شہادتوں سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے علماء کے مقابلے میں آنے سے گریز کیا ..اب ہم مرزا صاحب کی چند تحقیقات بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے ان کی جرأت بے باکی خلاف بیانی کلام میں تعارض کسی قدر معلوم ہو جائے ۔

## باعث شرم قادیانی تحقیقات

مرزا غلام احمد قادیانی تحریر فرماتے ہیں :

ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانے سے کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیال ساتھ لائے ہونگے اسے بے جا عظمت دینے کے عادی ہو گئے ہونگے (ازالہ اوہام ۔ ص ۲۵۲)

مشرکانہ خیالات سے مراد عیسیٰؑ کی زندگی ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جن کی ابتداء صحابہ ہی کے زمانے سے ہو چکی ہے ۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں :

اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت ... ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو .. تو کچھ تعجب کی بات نہیں ۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۶۹۲)

° یہ الزام نبی ﷺ پر اس وجہ سے لگایا جا رہا ہے کہ احادیث نبویہ مسلمانوں کو مرزا قادیانی پر ایمان لانے سے روک رہی ہیں ۔

درازی ایام زمانہ دجال میں ہونا احادیث سے ثابت ہے اس کی نسبت لکھتے ہیں :

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسے امور جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے اور نہ ان کے جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے ۔

(ازالہ اوہام ۔ ص ۶۸۷)

مطلب یہ ہوا کہ افضل الانبیاء ﷺ نے (نعوذ باللہ) اس بات میں خطا کی ہے جس پر مرزا قادیانی مطلع ہوئے۔ اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

جب تک خدا تعالی نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیش گوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی شق خاص کا کبھی دعوی نہیں کیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۰۶)

دیکھئے دونوں بیانوں میں کس قدر تعارض ہے خود غرضی کی کچھ انتہاء بھی ہے۔ جہاں کسی پیش گوئی سے نفع اٹھانا مقصود ہوا تو تعریف کر دی اور صراحتاً مخالف ہوئی کہہ دیا کہ نبی ﷺ نے اس میں خطا کی۔ معاذ اللہ۔ لکھتے ہیں:

خدا نے مجھے بھیجا اور میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے

(ازالہ اوہام۔ص ۵۶۱)

مسیلمہ کذاب سے لے کر آج تک جتنے جھوٹے نبی گذرے ہیں سب کا یہی دعوی تھا کہ خدا نے ہم کو بھیجا مگر خاتم النبیین پر ایمان لانے والے ایسے نبیوں پر کب ایمان لا سکتے ہیں۔ مرزا کو تو الہام کا دعوی ہی دعوی ہے اسحاق اخرس نے تو اس کو مدلل بھی کر دکھایا۔

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ یہ شخص مغربی تھا، تمام آسمانی کتابیں پڑھ کر اصفہان کے مدرسے میں آیا اور دس برس تک خاموش رہا، یہاں تک کہ گونگا مشہور ہو گیا۔ ایک رات اٹھ کر اہل مدرسہ کو جمع کر کے کہا کہ آج دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ کو جگا کر میرے منہ میں ایک ایسی چیز ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد تھی، پھر مجھے نبوت دی۔ ہر چند میں کہتا رہا کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور معجزہ یہ دیا کہ باوجود گونگا ہونے کے میں فصیح ہو گیا۔ پھر مجھے انہوں نے قرآن تورات انجیل اور زبور پڑھنے کو کہا۔ میں نے فوراً تمام کتابیں ان کو سنا دیں اور وہ مجھے یاد ہو گئیں چنانچہ اب بھی پڑھ سکتا ہوں۔ اب جو شخص خدا پر اور محمد ﷺ پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو تو نجات ہے اور جو کوئی عذر کرے یاد رکھو کہ وہ محمد ﷺ پر بھی ایمان نہیں لایا۔

غرض یہ کہ یہ سن کر لاکھوں آدمی اس کے تابع ہو گئے اور اصفہان سے بصرہ اور عمان تک وہ قابض ہو گیا۔. غرض جھوٹوں کی عادت ہے کہ الہام کے ذریعے سے لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔

اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن سمجھ لو کہ عیسائی مذہب آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یقیناً سمجھ لو کہ

جب تک انکا خدا فوت نہ ہوان کا مذہب بھی فوت نہیں ہوسکتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۶۱)

ابلہ فریبیوں کی کچھ انتہاء ہے مرزا قادیانی یہ تدبیر اس غرض سے بتا رہے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کی زبانوں سے عیسی کی موت نکل آئے تو اسکے ساتھ ہی فرمائیں گے کہ لیجئے وہ تو مر گئے اور احادیث سے عیسیٰ کا آنا ثابت ہے اب مجھی کو عیسی سمجھ لو۔ مرزا قادیانی ایک عرصہ سے یہی کہہ رہے ہیں کہ عیسیٰ مر گیا مر گیا مر گیا اور ان کے ساتھ ان کے لاکھ آدمی یہی کہہ رہے ہیں، مگر اب تک عیسائیوں کا مذہب فوت ہونا تو کیا اس کو جنبش تک نہ ہوئی۔ بلکہ عیسائی ہنستے ہیں کہ یہ بے وقوف کیسے ہیں۔ ہمارے ردّ کے ضمن میں اپنے دین کو بھی رد کر رہے ہیں۔ انہیں کے اقرار سے ان کے دین کی کتابیں بے اعتبار ہو رہی ہیں۔ پھر جس دین کا مدار ایسی ساقط الاعتبار کتابوں پر ہو تو اسکے بے بنیاد ہونے میں کیا تامل ہے۔

عیسائی تو خود ہی قائل ہیں کہ عیسیٰ فوت ہو کر کفارہ ہو گئے جس کی تصدیق مرزا قادیانی بھی کر رہے ہیں اور ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں کہ بے شک وہ فوت ہو گئے اور سولی بھی چڑھائے گئے جس کی نفی خدا تعالی فرماتا ہے: و ما قتلوه و ما صلبوه (نساء: ۱۵۷)۔ پھر جب عیسائی خود ان کے فوت ہونے کے معترف ہیں تو ان کے دلوں میں نقش ہونے میں کیا تامل۔ رہا بعد موت کے ان کا زندہ ہونا سو وہ آیت شریفہ و لا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربّھم (آل عمران: ۱۶۹) سے استدلال کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں باوجود مخالفت قرآن وحدیث کے جس کے مرتکب مرزا قادیانی ہو رہے ہیں، اس طریقے سے عیسائیوں کا مقابلہ ہو نہیں سکتا۔ مرزا قادیانی کو عیسائیوں کے رد سے کوئی تعلق نہیں ان کو عیسی کی موت سے صرف اس قدر نفع حاصل کرنا ہے کہ خود عیسی بن جائیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے بھی دو کب تک اس کو حی لا یموت کہتے جاؤ گے کچھ انتہاء بھی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۶۹)

ان کو حی لا یموت تو کسی نے بھی نہیں کہا۔ صرف انتظار اسکا ہے کہ کہیں تیس دجالوں کا دور جلد ختم ہو جائے اور اصلی دجال نکل آئے اس کے بعد وہ تشریف لائیں گے اور اس کو قتل کر کے خود بھی انتقال کر جائیں گے۔ اگر ۱۹ سو سال ہی کی حیات پر مرزا قادیانی حیّ لا یموت کا اطلاق کرتے ہیں تو ملائکہ کے لئے کونسا لفظ تجویز کریں گے، وہ تو لاکھوں سال سے زندہ ہیں۔ بہرحال حیّ لا یموت کا لفظ جاہلوں کو دھوکہ دینے کیلئے اس مقام میں مرزا نے چسپاں کر دیا ہے

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ کا آسمانوں میں زندہ موجود ہونا اور قیامت کے قریب زمین پر اترنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، تو کہتے ہیں:

راویوں کا تزکیہ نفس اور طہارت ثابت نہیں اور ان کی راست بازی اور خدا ترسی اور دیانت... یا انکشاف تام ثابت نہیں ... کیوں جائز نہیں کہ انہوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۰)

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:

احادیث تو انسان کے دخل سے بھری ہوئی ہیں... حدیثوں میں ضعف کے وجوہات اس قدر ہیں کہ ایک آدمی ادھر نظر ڈال کر ہمیشہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ ان کو تقویت دینے کے لئے کم سے کم نص قرآنی کا کوئی اشارہ ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۲۹)

اور یہ بھی لکھتے ہیں: اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۵۴)

ماحصل ان تحریرات کا یہ ہوا کہ صحابہ اور راویوں نے عمداً یا سہواً احادیث حیات ونزول عیسیٰؑ میں غلطی کی ہے اور احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہوں گی جس سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوسکتی۔ پھر جب نیچریوں نے اسی قسم کی تقریروں سے نزول عیسیٰؑ کی حدیثوں کو غلط ٹھہرا کر مرزا کے دعووں کو فضول اور بے بنیاد ثابت کیا تو لکھتے ہیں:

گو اجمالی طور پر قرآن اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ.. کا احادیث ہی سے ہم نے لیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۵۶)

اور لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم کی پیشگوئی ایک اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے، انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیر دینا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بخرہ اور حصہ نہیں دیا، اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللّٰہ و قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو

محال اور ممتنعات میں داخل کرتے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۵۷)

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں: سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۷۵)

دیکھئے ابھی سب راوی بے اعتبار اور حدیثیں بے کار ہوگئی تھیں اور ابھی ان کی کایا پلٹ گئی اور انہیں پر دین کا مدار ٹھہر گیا۔ کیا اس قسم کی کاروائیوں سے عقلاء کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرزا کو قرآن وحدیث سے اسی قدر تعلق ہے کہ اپنا مطلب حاصل کریں اور جہاں مطلب براری میں رکاوٹ ہوا نہوں نے وار کر دیا۔

مسلم میں یہ حدیث مذکور ہے کہ عیسیٰؑ دمشق میں اتریں گے، اس کی نسبت لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰۰)

اور دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارے میں منارے کے پاس اتریں گے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۴۱)

اب دیکھئے کہ مسلم کی حدیث پر تو یہ جرح ہوگئی اور گلاب شاہ مجذوب کی حدیث پر وہ وثوق کہ معرکہ استدلال میں نہائت جرأت کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ اور رسالہ نشان آسمانی میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ماسوا اس (گلاب شاہ) کے ایک اور پیش گوئی ہے جو ایک مرد باخدا نعمت اللہ نے جو ہندوستان میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونے کا شہرہ رکھتا ہے اپنے ایک قصیدے میں لکھی ہے اور یہ بزرگ سات سو انچاس برس پہلے ہمارے زمانہ سے گذر چکے ہیں وہ پیش گوئی یہ ہے

اح م و دال می خوانم    نام آں نامدار می بینم

یہ قصیدہ نہ بخاری میں ہے، نہ اس کی کوئی ضعیف سے ضعیف سند مل سکتی ہے جو مصنف تک پہنچے، مگر اس پر اتنا وثوق ہے کہ مسلم شریف کی حدیث پر نہیں۔

اور فرماتے ہیں: حضرت یحیٰؑ کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے لم نجعل له من قبل سمیاً یعنی یحی سے پہلے ہم نے کوئی اس کا مثیل دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار

ان صفات کے یحی کہا جائے یہ آیت ہماری تصدیق کے بیان کے لئے اشارۃ النص ہے کیونکہ خدائے تعالی نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی، بعد کی نہیں لگائی۔ تا معلوم ہو کہ بعد میں بنی اسرائیل نبیوں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے جن کا نام خدا تعالی کے نزدیک وہی ہوگا جو ان نبیوں کا نام ہوگا جن کے وہ مثیل ہیں۔ یعنی جو مثیل موسیٰؑ ہے اس کا نام موسی ہوگا اور جو مثیل عیسیٰؑ ہے اس کا نام عیسی ہوگا۔ اور خدا تعالی نے اس آیت میں سمی کہا مثیل نہیں کہا تا معلوم ہو کہ اللہ تعالی کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص کسی بنی اسرائیلی نبی کا مثیل بن کر آئے گا وہ مثیل کے نام سے نہیں پکارا جائیگا بلکہ بوجہ انطباق کلی اسی نام سے پکارا جائے گا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۹)

مطلب اس کا یہ ہوا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو کوئی مثیل عیسی نہ پکارے، بلکہ عیسی پکارے کیونکہ خدا تعالی نے یحی کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کا کوئی ہم نام نہیں یعنی مثیل۔ پوری آیت کریمہ یوں ہے:

یا ذکر یا انّا نبشّرك بغلام اسمه یحی لم نجعل له من قبل سمیاً (مریم: ۷) جب ذکریا نے دعا کی کہ الہی مجھے ایک لڑکا عنایت فرما تو ارشاد ہوا کہ اے زکریا ہم تمھیں ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام ہم نے یحی رکھا اس کے پہلے ہم نے کسی کا نام یحی نہیں رکھا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس نام کا کوئی شخص پہلے نہیں گذرا کیونکہ اسمہ کے بعد لفظ سمیا صاف کہہ رہا ہے کہ ان کا ہم نام کوئی پیشتر نہ تھا اور اگر سمی کے معنی مثیل بھی لیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کے پہلے ان کا مثیل نہ تھا۔ اگر مفہوم مخالف بھی لیا جائے تو اس قدر معلوم ہوگا ان کے بعد ان کا ہم نام یا مثیل ہوگا۔ مرزا قادیانی نے اس سے یہ نکالا کہ عیسی کا مثیل بھی ہوگا لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ مفہوم مخالف سے اگر دروازہ کھلا تو یحی کے مثیل کا کھلا، عیسی کا مثیل اس سے کیسے نکل آیا۔ پھر اس حالت میں یحی کی نبوت کا ذکر ہی کب ہے جس سے خیال کیا جائے کہ ان سا کوئی نبی ان کے بعد ہوگا بلکہ عیسی کا مثیل بھی ہوگا۔

دیکھئے یہاں تو اس قدر توسیع ہو رہی ہے کہ سمی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں یعنی مثیل، اور یحی کا مثیل پیشتر نہ ہونے سے مطلب یہ کہ آئندہ ضرور ہوگا، اور اس کا مطلب یہ کہ عیسی کا بھی مثیل ہوگا، اور مثیل ہی نہیں بلکہ سمی بھی ہوگا، جس سے ثابت ہوگیا کہ خود عیسی ہیں

۔ یہ سب من قبل سمیا سے نکلا ۔ یہ سلسلہ ایسا ہوا جیسا کہ ایک نقل مشہور ہے کہ ایک صاحب نے کسی سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے حاجی کہتے ہیں ۔ کہا، تم کتے ہو، اس لئے کہ حاجی اور چاچی کی شکل ایک ہے، اور چاچی کمان ہوتی ہے، اور کمان اور گمان کی ایک شکل ہے، اور گمان شک کے معنی میں مستعمل ہے، اور شک اور سگ کی ایک شکل ہے، اور سگ کتے کو کہتے ہیں ۔غرض کہ چند وسائط سے اپنا مطلب ثابت کر دیا۔ الغرض من قبل سمیا میں اس قدر توسیع کی گئی کہ کئی واسطوں کے بعد مطلب نکل آیا اور آیت انّی متوفّیک و رافعک ( آل عمران: ۵۵ ) میں اس وجہ سے کہ مقصود فوت ہوتا ہے اس قدر تنگی اور تشدد کیا کہ گو توفی کے حقیقی معنی نیند کے ہوں جیسا کہ آیت شریفہ و ھو الّذی یتوفّاکم باللیل ( انعام: ٦٠ ) سے ظاہر ہے مگر مشہور معنی موت ہی لئے جائیں اور ترتیب لفظی جو وفات اور رفع میں ہے فوت نہ ہونے پائے گو قرآن سے ثابت ہے کہ واو ترتیب کے واسطے نہیں، جس کا حال معلوم ہوگا ۔اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر خودغرضی سے کام لیا جا رہا ہے۔

اب ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں کیا فرمایئے گا و ما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب و لا تخطّہ بیمینک ( عنکبوت: ۴۸ )(اے پیغمبر ﷺ قرآن سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے )۔ ...

## نبی اور محدث

مرزا قادیانی نے ایک جگہ محدث کو نبی من وجہ قرار دیا تھا چونکہ اس امت میں محدث بھی بہت سارے ہیں خاص کر حضرت عمرؓ کا محدث ہونا تو صراحتاً حدیث سے ثابت ہے، مگر انہوں نے کبھی نبوت کا دعوی نہیں کیا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے، اسلئے اس طریقے سے اعراض کر کے یہ طریقہ اختیار کیا کہ خدا تعالی نے مجھے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے، اور براہین میں یہ اعلان دے دیا کہ جو مرزا قادیانی کی اطاعت نہ کرے وہ دوزخی ہے۔ اب اگر مرزا قادیانی سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے بعد خلافت الٰہی اور نبوت کیسی ؟ تو صاف فرمائیں گے کہ جاؤ خدا سے پوچھ لو کہ ایسا کیوں کیا ؟ جیسا کہ فرمایا تھا کہ اگر میں عیسی موعود نہیں ہوں تو جاؤ عیسی کو آسمان سے اتار لاؤ ۔اب یہ کس سے ہو سکے کہ عیسیؑ کو آسمان سے اتارے، یا خدا سے پوچھے۔ اور یہ تو پہلے ہی کہہ دیا کہ عالم کو ضروری ہے کہ کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون و چرا سے باز آ جائے۔ یہی

وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پیرو دم بخود ہیں، نہ خدا سے پوچھ سکتے ہیں، نہ چون و چرا کر سکتے ہیں۔ مگر اتنا تو پوچھا ہوتا کہ کس قوم کے خدا نے براہین احمدیہ میں آپ کی بشارت دی کیونکہ آسمانی کتابوں میں تو اس کا نام سنا نہیں جاتا۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ مرزا قادیانی کا منکر کافر اور دوزخی کیوں ہے؟ محدثیت اور مجددیت وغیرہ تو ایسے امور نہیں کہ ان کے انکار سے آدمی کافر ہو جائے، کیونکہ ان امور کا نہ قرآن میں صراحتاً ذکر ہے نہ احادیث سے ثابت ہے کہ مدعی محدثیت وغیرہ کا منکر کافر ہے۔ پھر جن احادیث میں ان امور کا ذکر ہے وہ احاد ہیں جن کا منکر کافر نہیں ہوتا اور بقول مرزا قادیانی:

اگر احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً

(ازالہ اوہام۔ص ۶۵۴)

یعنی اعتبار کے قابل نہیں۔ اب رہا ان کی عیسویت کا انکار، سو وہ بھی باعث کفر نہیں، اس لئے کہ ان کا ثبوت نہ عقلاً ممکن ہے نہ نقلاً۔ کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ غلام احمد قادیانی کو خدا تعالیٰ عیسیٰ بنا کر بھیجے گا چنانچہ خود فرماتے ہیں:

یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کا جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۴۰)

جب اصل نزول عیسیٰ کا مسئلہ ضروری نہ ہوا تو مرزا کی فرضی عیسویت کا ایمان کیونکر ضروری ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ ان میں سے کوئی بات ایسی ضروری نہیں کہ اس پر ایمان نہ لانے سے آدمی کافر اور دوزخی بن جائے، اور مرزا قادیانی بھی اس کے مدعی نہیں جیسا کہ عقیدہ نزول مسیح میں اس کی تصریح کر دی۔ البتہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلّم ہے کہ جو شخص کسی نبی کا منکر ہو وہ کافر اور دوزخی ہے چنانچہ صفت ایمان سے ثابت ہے کہ رسل اور کتب الٰہی کا اقرار جزو ایمان ہے اور مرزا (الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۵ص ۱ میں) اپنی امت کو حکم دیتے ہیں کہ:

یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے تمہارے اوپر حرام اور قطعی حرام ہے کہ مکفر یا مکذب متردد کے پیچھے نماز پڑھی جائے کیونکہ زندہ مردے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا

اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ان کی نبوت میں شک کرے وہ مردہ ہے۔ یعنی کافر، اس لئے کہ نبی پر ایمان نہ لانے والوں کو حق تعالیٰ نے کئی جگہ قرآن میں مردہ فرمایا ہے، اور خود مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں:

قرآن نے کافر کا نام بھی مردہ رکھا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۴۰)

غرضیکہ ان تحریرات سے اور نیز تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں اسی بنا پر اپنے منکر اور متردد کو کافر اور دوزخی قرار دیتے ہیں۔ بہرحال احادیث میں جو نبوت عیسی کا ذکر تھا اور مرزا قادیانی کی عیسویت میں کمی رہ گئی تھی اس کی تکمیل انہوں نے یوں کر لی کہ خدا نے مجھے رسول اللہ اور نبی اللہ بنا کر بھیجا۔ اب رہ گیا ابن مریم اور روح اللہ، سو الہام کے ذریعہ سے خود مریم بن کر اپنے بیٹے کو ابن مریم بنا دیا اور خود نبی اللہ ہو گئے اور روح اللہ بننے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھی، سو اس کے لئے مثیل والے الہام موجود ہیں۔

غرضیکہ عیسی کی تعیین جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ عیسی، رسول اللہ، روح اللہ، ابن مریم اتریں گے، سب اپنے پر چسپاں کر کے عیسی موعود ہو گئے اور اس کے ضمن میں نبوت اور رسالت مستقلہ بھی ثابت کر لی۔ اب اس کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی ان کو عیسی کہے، اس لئے کہ نبوت سے بہتر عیسویت کا درجہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس امت میں عیسی بحیثیت نبی نہ آئیں گے، اسی وجہ سے اپنے منکر کو کافر کہہ دیا اور نزول عیسی کے منکر کو کافر نہیں کہا۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا، اور عیسی کا درجہ اپنے بیٹے کو دے دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی دعوی نبوت وغیرہ کر کے عوام کے ذہن میں عیسویت کے زینہ تک پہنچ گئے تھے مگر احادیث نبویہ نے اس سے علیحدہ کر کے فوراً ان کو مخالفین عیسی کے زمرے میں داخل کر دیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ صاف کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو کوئی نبوت کا دعوی کرے وہ دجال اور کذاب ہے۔

کیا اب بھی مسلمانوں کو اس باب میں شبہ ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ ان کو نہ ماننے والا کافر اور دوزخی ہے یہ بات صحیح اور مطابق واقع کے ہوسکتی ہے۔ اگر نبی ﷺ کی صحیح حدیثوں کا بھی دل پر کچھ اثر نہ ہو تو سوائے انا للّٰہ پڑھنے کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا ضرور کہیں گے کہ اپنے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو ہر وقت پیش نظر رکھیں ورنہ ہر زمانے میں بہکانے والے اقسام کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۵۹۴۔۵۹۵ میں) تحریر فرماتے ہیں:

آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہو کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم اور فتوے سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے وجہ کفر کی

نکال کران کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں۔

مقام غور ہے کہ مولویوں نے جہاں تک ممکن تھا تحقیق کی۔ جب دیکھا کہ صحیح صحیح حدیثیں مدعیان نبوت کی دجالیت اور کذابیت ثابت کر رہی ہیں تو بجبوری جو احکام اور ارشادات اپنے نبی ﷺ کے وارد ہیں بلاکم و کاست پیش کر دیئے۔ مگر مرزا قادیانی نے بلا تحقیق ایک ہی بات میں فیصلہ کر دیا کہ جو کوئی میری نبوت میں تردد کرے وہ کافر ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہے۔ پھر اس بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر سے ہزاروں کیا، جمیع وجوہ اسلام بھی کسی میں پائے جائیں تو بھی وہ اس دائرہ کفر سے خارج نہیں ہو سکتا۔ سوائے اپنی امت کے انہوں نے کل اہل اسلام کو کافر اور دوزخی قرار دیا اور اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ ان کی نماز صحیح ہو سکے۔ پھر اپنی ہی تکفیر پر کفایت نہیں کرتے بلکہ خدا کی طرف سے بھی پیام پہنچا رہے ہیں کہ جتنے مسلمان ہیں سب کافر ہیں چنانچہ یہ الہام ہے قل یا ایّھا الکفار انّی من الصّادقین فا نظروا آیا تی حتّی حین (ازالہ اوہام۔ص ۸۵۵)۔ یعنی خدا تعالی نے مرزا سے کہا تو کہہ اے کافرو! میں سچا ہوں میری نشانیوں کا ایک وقت تک انتظار کرو۔

اب مرزا قادیانی ہی انصاف فرمائیں کہ بدسرشتی میں نمبر کس کا بڑھا رہے گا۔ مرزا مخالفین کی تکفیر بھی کرتے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انکار بھی کر جاتے ہیں چنانچہ مولوی عبدالحق غزنوی نے جب مباہلے کی دعوت دی کہ اگر دعوی عیسویت ہے تو مرزا قادیانی میدان میں نکلیں اور ہم بھی نکلتے ہیں اور ہر فریق جھوٹے پر لعنت کرے۔ مرزا قادیانی نے ابتداء میں صاف یہ کہہ دیا تھا کہ میں اپنے مخالفین کو جھوٹا اور لعنتی ہرگز نہیں سمجھتا۔

اس قسم کی تحریرات مرزا قادیانی کی بہت ہیں اگر وہ سب لکھی جائیں اور ان میں بحث کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں چونکہ اس کتاب میں ہمیں صرف اہل انصاف کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ مرزا قادیانی کی کاروائیاں کس قسم کی ہوتی ہیں سو بفضلہٖ معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے کلام میں کس قدر تعارض اور نصوص کی مخالفت اور خود غرضیاں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ جنہوں نے مجھ کو مسیح موعود مان لیا ہے انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا، اور سب کو حسن ظن کی ہدایت کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کیلئے الہام الٰہی قرینہ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۰۹)

فی الحقیقت مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کی ضرورت ہے چنانچہ خود حق تعالی فرماتا ہے انّ بعض الظّنّ اثم (حجرات:۱۲).. اور مسیلمہ کذاب بھی حضرت ﷺ کو نبی ہی سمجھتا تھا جیسا کہ زاد المعاد میں ابن قیم نے لکھا ہے۔ پھر اگر بقول مرزا قادیانی ان تمام مدعیوں پر حسن ظن کیا جاتا تو اب تک دین کی حقیقت ہی کچھ اور ہوگئی ہوتی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان سے بدگمان اور دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ یکون فی آخر الزّمان دجّالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لا تسمعوا انتم و لا آباءکم فایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم (مسلم: باب النهی عن الرویة عن الضعفاء و الاحتیاط فی تحملها) یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ آخر زمانے میں دجال اور جھوٹے پیدا ہوں گے وہ لوگ ایسی باتیں کریں گے کہ نہ تم نے سنیں نہ تمہارے آباء واجداد۔ ان سے بچو اور ڈرتے رہو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

عقائد مرزا میں ان کا قول (اشتہار دافع البلاء ص ۶ سے) نقل کیا ہے کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبے کا ہوں، میرا الہام ہے کہ انت منّی بمنزلة اولادی۔ اس کے دیکھنے سے ابتداء تو بڑی پریشانی ہوئی کہ اللہ کی اولاد مرزا قادیانی نے کہاں سے ڈھونڈھ نکالی اور کس کتاب سے معلوم کیا ہوگا۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود قرآن میں اس کا ذکر ہے:

و قالت الیهود و النّصاری نحن ابناء اللّٰه و احبّاءه قل فلم یعذبکم بذنوبکم (مائدہ: ۱۸) یعنی یہود و نصاری کہتے ہیں ہم اللہ کی اولاد اور اس کے دوست ہیں۔ ان سے کہو جب ایسا ہے تو تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے۔

غرض کہ اولاد کا ذکر تو معلوم ہوا مگر اس میں تامل ہے کہ مرزا قادیانی کا رتبہ یہود و نصاری کے رتبے کے برابر کیونکر ہو سکے گا۔ اگر دنیوی حیثیت سے دیکھئے تو مرزا قادیانی نہ ان کے سے مالدار ہیں، نہ صاحب حکومت۔۔ یہاں یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جب اللہ تعالی کی اولاد ہی ممتنع الوجود ہے تو ان کا ہم رتبہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، یہ الہام لغو ہو جاتا تھا اس لئے کسی اولاد فرضی کے تصور کی ضرورت ہوئی۔ امام ابن حزمؒ نے کتاب ملل والنحل میں اور امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابو منصور عجلی جس کا لقب کسف تھا اس نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا اور

اس دعوی کو اس طرح مدلل کیا تھا کہ ایک بار مجھے معراج ہوئی۔ جب میں آسمان پر گیا تو حق تعالی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

یا بنیّ اذھب فبلّغ عنّی۔

یعنی اے میرے پیارے بیٹے! جا اور لوگوں کو میرا پیغام پہنچا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہر زمانے میں ہر قسم کی طبیعت کے لوگ ہوا کرتے ہیں بعضوں نے دیکھا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

قل ان کان للرّحمن ولد فانا اوّل العابدین (زخرف:۸۱) یعنی کہو اے محمد کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہو تو میں اس کی عبادت کرنے والوں میں پہلا شخص ہوں گا۔

ممکن ہے کہ وہ اس کی تلاش میں ہوں۔ پھر جب ابومنصور نے کہا کہ خدا نے مجھ کو یا بنیّ فرمایا تو انہوں نے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر یہ خیال کیا ہوگا کہ آخر ہم اپنے بھائی پر حسن ظن کرنے کے مامور بھی ہیں، اور ایک اعلی درجے کا شخص جو نبوت کا دعوی رکھتا ہے یہ کہہ رہا ہے، تو ضرور مطابق واقع کے ہوگا۔ اس لئے اس کو مان لیا اور اس کے برابر اپنا رتبہ تصور کرلیا۔

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ بیٹا کہنے میں جھگڑا پڑ جائے گا، مقصود محبت ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اولاد کی محبت سے زیادہ کسی کے ساتھ محبت نہیں ہوا کرتی، اس لئے بمنزلہ اولاد بننا بہتر ہوگا، اور پرستش جاری ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے، کیونکہ اگر خدائے تعالی کو نعوذ باللہ حقیقی اولاد ہوتی تو ضرور قابل پرستش ہوتی۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مرزا جو کہتے ہیں کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبے میں ہوں، اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو مستحق عبادت بھی قرار دے رہے ہیں کیونکہ ہر رتبے کے احکام معین ہوا کرتے ہیں، خدا کی اولاد کا یہی رتبہ ہے کہ مستحق عبادت ہو جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے، جب مرزا قادیانی، نعوذ باللہ، خدا تعالی کے متبنی ٹھہرے تو کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ امت ان کی عبادت کرتی ہوگی۔ افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کو اس الہام کے بنانے کے وقت ذرا بھی شرم نہ آئی۔ اب کس طرح سمجھا جائے کہ مرزا قادیانی کو خدا پر اور روز جزا و سزا پر ایمان بھی ہے۔ پھر یہ دعوی تو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اللہ تعالی سے بے تکلف بات چیت کرلیا کرتے ہیں چنانچہ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جو لوگ امام الزمان ہوں.. خدا تعالی ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی

وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسی صفائی اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے..خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے..اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔

اس کے بعد مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں اس وقت بلا دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزمان میں ہوں۔(ضرورۃ الامام۔ص۲۴)

غرض کہ ٹھٹھا اور مزاح کی انبساطی حالت میں درخواست کر کے الہام بھی اتروا لیا کہ انت منّی بمنزلة اولادی۔ (اربعین نمبر۴ ص ۱۹) جس سے معتقدین کا حسن اور دوبالا ہو گیا اور جب آیت موصوفہ یعنی قل ان کان للرّحمن ولد، قرآن شریف میں پڑھتے ہوں گے تو کیسی خوشی ہوتی ہوگی کہ ہمارے مرزا قادیانی کو بھی یہ رتبہ حاصل ہے۔ اور اسی خوشی میں معلوم نہیں کیسے کیسے خیالات پیدا ہوتے ہوں گے، جن کی تصریح کرنے پر زبان اٹھ نہیں سکتی۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے رتبے سے ان کا مرتبہ بلند تر سمجھتے ہوں گے، جس کا لازمہ یہ ہے کہ اس نص قطعی سے ان کو مستحق عبادت سمجھ لیا ہوگا، کیونکہ اگر اس رتبے میں تامل کیا تو الہام پر ایمان نہ ہوا، اور جب الہام صحیح مان لیا گیا ہے تو ان کی پرستش لازم ہوگئی۔ نعوذ باللّٰہ مگر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب رب العالمین نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس کے نہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قسم کی محبت بیان کی نہ آنحضرت ﷺ نے کبھی فرمایا۔

دیکھئے ابتداء کیا تھی اور انتہاء کہاں ہوئی؟ اس کے بعد صرف انا ربّکم الاعلیٰ کا دعویٰ باقی رہ گیا تھا۔ سو اس میں بھی یوں دخل دیا گیا کہ یہ الہام ہوا انّما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون، جس کو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے، جس کا مطلب صاف ہے کہ وہ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں صرف کن کہہ دینے سے وہ چیز پیدا ہو جائے گی۔ لیجئے خالقیت بھی مسلّم ہوگئی۔ پہلے نبوت کی وجہ سے عیسویت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اب تو نبوت کی بھی ضرورت نہ رہی۔

حق تعالیٰ، حضرت عیسیٰؑ کے معجزے احیائے موتی کی خبر قرآن شریف میں دیتا ہے

انّی اخلق لکم من الطّین کهیئة الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰہ و ابری الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰہ (آل عمران:۴۹)

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: وہ احیائے موتی نہ تھا بلکہ قریب الموت مردہ کومسمریزم کے عمل سے چندمنٹ کے لئے حرکت دے دیتے تھے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۱)

اورمرزا صاحب لکھتے ہیں:

یادرکھنا چاہیے کہ اگر یہ عاجز عمل مسمریزم کومکروہ اورقابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۹)

یہ قدردانی خدا تعالی کے اس کلام کی ہوئی جس پر ایمان لانا فرض ہے، اور بغیر اس کے آدمی مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔ اور اپنے ملہم پر اس قدر وثوق کہ اعلان اس مضمون کا دے دیا کہ میں بھی خالق ہوں کہ کن کہہ کرسب کچھ پیدا کرسکتا ہوں حالانکہ قولہ تعالی احی الموتی کے ابطال کی غرض سے لکھ چکے ہیں کہ:

خدا تعالی اپنی ہر صفت میں وحدہ لاشریک ہے۔ اپنی صفات الوہیت میں کسی کوشریک نہیں کرتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۲)

اور لکھتے ہیں: خدا تعالی اپنے اذن اور ارادے سے کسی شخص کوموت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں بناتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۵)

اورحق تعالی، حضرت عیسیٰؑ کے پرندے بنانے کا معجزہ جوآیت موصوفہ میں فرماتا ہے اس کی حقیقت مرزا قادیانی یوں بیان کرتے ہیں:

کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کوعقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی کہ مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہوجاتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۳)

غرض کہ بقول مرزا قادیانی معاذ اللہ حضرت عیسیٰؑ ایک بڑھئی کے لڑکے اور معمولی آدمی تھے اور اس فن میں بھی کامل نہ تھے کیونکہ لکھتے ہیں:

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے

ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔

وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو خالقیت کا بھی دعوی ہے کہ لفظ کن سے جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اس سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ ان کا روئے سخن صرف حضرت عیسیٰؑ کی طرف نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کی نسبت بھی حق تعالی نے کہیں نہیں فرمایا کہ یہ صفت خاصۃً آپ کو بھی دی گئی اور نہ وہ کسی حدیث میں حضرت نے فرمایا ہے اس سے ثابت ہے کہ گو مرزا قادیانی زبانی غلامی کا دعوی کرتے ہیں مگر درحقیقت معاذ اللہ افضلیت کا دعوی ہے۔

امام سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور میں متعدد روایات ذکر کئے ہیں کہ نصاری نے یہ الزام دینا چاہا کہ حضرت عیسیٰؑ جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ وہ خدا، یا خدا کے بیٹے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من ترابٍ ثمّ قال له کن فیکون۔ (آل عمران: ۵۹) یعنی اللہ تعالی کے ہاں جیسے آدم، ویسے عیسی مٹی سے پیدا کر کے کن فرمایا سو وہ پیدا ہو گئے۔

غرضیکہ بغیر باپ کے وہ پیدا کئے گئے مگر یہود ان پر یہی الزام لگاتے رہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا ممکن نہیں، اس آیت شریفہ میں حق تعالی نے ان کا بھی رد کر دیا کہ بغیر باپ کے پیدا کرنا قدرت الہی سے کچھ بعید نہیں اور اس کی نظیر بھی موجود ہے کہ آدمؑ اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔

باوجود اس تصریح کے مرزا قادیانی یہی کہے جاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے باپ بھی تھے اور دادا بھی۔ باپ کا ہونا تو ان کی تصریح سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ نجاری کا کام کرتے تھے اور دادا کا ہونا اس عبارت سے ظاہر ہے کہ:

مسیحؑ نے اپنے دادا سلیمانؑ کی طرح عقلی معجزہ دکھلایا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۴)

اس میں شک نہیں کہ نص قطعی کے مقابلے کے لحاظ سے مرزا قادیانی اپنے کلام میں کوئی تاویل کر لیں گے یا نص ہی کے معنی بدل دیں گے مگر قرآن کے مخالف ان الفاظ کا استعمال کرنا کس قدر بدنما اور خلاف شان ایمان ہے خصوصاً ایسے موقع میں کیا سمجھا جائے جب کہ وہ اقسام کی توہین حضرت عیسیٰؑ کی کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: میں امام حسینؑ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں ...اور حسینی الفطرۃ ہوں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۸)

نیز آپ لکھتے ہیں: مجھے خدا تعالی نے آدم صفی اللہ اور نوح اور یوسف اور موسی اور

ابراہیم کا مثیل قرار دیا...اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل محمد کا قرار دیا۔(ازالہ اوہام۔ص۲۵۳)

نیز آپ لکھتے ہیں: جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھہر جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے..مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا مثیل بن کر آئے گا۔(ازالہ اوہام۔ص۵۷۲)

# بروز

مولانا انوار اللہ خانؒ لکھتے ہیں کہ تقاریر بالا میں اگرچہ امام حسینؑ کی مشابہت سے ابتداء کی گئی جس سے یہی سمجھا گیا کہ عام طور پر مشابہت کا دعوی ہے مگر در باطن ایک بڑے دعوی کی تمہید تھی کہ آنحضرت ﷺ کے مثیل ہیں اور مثیل بھی وہ نہیں جس کو ہر شخص سمجھتا ہے بلکہ خود حضرت ہی ہیں جو بروزی طور پر ظہور فرمائے ہیں جیسا کہ الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۵ء میں جو قصیدہ انہوں نے مشتہر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس قصیدے کا عنوان بخط جلی لکھا ہے۔

پیام شوق بجناب رسالت حضرت خاتم الانبیاء سید الاصفیاء فداہ ابی وامی صلعم

از خاکسار ابو یوسف احمدی سیالکوٹی

دعوی ہمتائے جاناں ہو بھلا کس کی مجال
کس کو تاب ہمسری ہے سید لولاک سے
تو نے دکھلایا بروزی طور سے اپنا جمال
قادیان ہے جلوہ گر اب تیرے روئے پاک سے

غالباً مضمون بروز کسی مقام میں مرزا قادیانی لکھا ہے مگر چونکہ یہ اخبار مرزا قادیانی اپنی امت کی ہدایت کے واسطے جاری کرتے ہیں اسلئے استدلال کے لئے وہی کافی ہے چنانچہ اس شعر سے ظاہر ہے جو الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے:

احمدیت کا مسلّم آرگن ہے الحکم      اور انفاس مسیحا کا دہن ہے الحکم

مسئلہ بروز قدیم حکماء کا مسلک ہے جس کو فی زمانا ہر شخص نہیں جانتا چونکہ مرزا نے اپنے وسیع معلومات سے اس کی تجدید کی ہے اس لئے اولاً اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

شیخ بوعلی سینا نے شفا میں اور قطب الدین شیرازی نے شرح حکمۃ الاشراق میں لکھا ہے

کہ بعض حکماء بروز و کمون کے قائل تھے ان کا قول ہے کہ استحا لہ فی الکیف ممکن نہیں یعنی مثلاً پانی گرم کیا جائے تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس کی برودت جاتی رہی اور بجائے اس کے اس میں کیفیت حرارت آ گئی ۔ اس لئے کہ حرارت و برودت وغیرہ کیفیات اولیہ محسوسہ عناصر کی صور نوعیہ ہیں اور ممکن نہیں کہ صور نوعیہ فنا ہونے پر بھی حقائق نوعیہ باقی رہیں۔ پھر پانی جو گرم ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں حرارت بھی کامن یعنی پوشیدہ تھی جب حرکت جو باعث حرارت ہے اس کو لاحق ہو یا آگ اس سے متصل ہو تو وہ حرارت ظاہر ہو جاتی ہے جو اس میں کامن تھی ۔ اصل یہ ہے کہ جتنے عناصر ہیں اس طور پر مخلوق ہوئے ہیں کہ ہر ایک میں تمام عناصر موجود ہیں۔ مثلاً پانی میں آگ بھی ہے اور ہوا اور خاک بھی ۔ نہ خالص پانی کہیں پایا جائے گا نہ خالص آگ وغیرہ ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی میں پانی غالب ہے اور کسی میں ہوا وغیرہ ۔ مثلاً پانی میں پانی غالب ہے اور ہوا وغیرہ میں مغلوب ہیں ۔ پھر جب مغلوب عنصر کو قوت دینے والا عنصر اسکے ساتھ ملتا ہے تو مغلوب کو قوت ہو جاتی ہے اور سب پر وہی غالب ہو جاتا ہے اور محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض یہ کہ نہ پانی آگ ہوتا ہے، نہ آگ پانی، بلکہ آگ کی قربت سے پانی میں جو آگ چھپی ہوئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے، اور باقی دوسرے عناصر اس سے متفرق ہو جاتے ہیں ۔

اس مذہب کو شیخ بوعلی سینا نے شفاء میں اور شیخ الاشراق نے حکمۃ الاشراق میں متعدد دلائل سے باطل کیا ہے ۔ چونکہ ہماری غرض یہاں اس سے متعلق نہیں اس لئے ان دلائل کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، بلکہ یہاں یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ بروز کے قائل تھے وہ بھی بروز کو صرف عناصر ہی تک محدود رکھتے تھے، اور وہ ہرگز اس کے قائل نہ تھے کہ ایک آدمی کے جسم میں دوسرے آدمی کا جسم بروز کرتا ہے۔ اور غالباً مرزا قادیانی بھی یہاں بروز سے بروز جسمانی مراد نہ لیتے ہوں ۔ بلکہ اس بروز کا مطلب یہی فرماتے ہوں گے کہ روح مبارک آنحضرت ﷺ کی بروز کی ہے جس سے یہ صادق آ جائے کہ قادیان میں آنحضرت ﷺ کا بروز ہوا ہے جیسا کہ قصیدے میں مذکور ہے گو مرزا نے اس کو بروز خیال کیا ہو مگر درحقیقت یہ تناسخ ہے جس کا قائل فیثاغورث ہے ۔

تاریخ فلاسفہ یونان جس کو عبداللہ بن حسین نے لغت فرنساوی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حکیم فیثاغورث اس بات کا قائل تھا کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں بلکہ ہوا میں پھرتی رہتی ہیں اور جب کوئی جسم مردہ پاتی ہیں فوراً اس میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس میں یہ پابندی بھی نہیں کہ انسان کی روح انسان ہی کے جسم میں داخل ہو، بلکہ گدھے کتے وغیرہ کے جسم میں بھی داخل ہو

جاتی ہیں۔اسی طرح حیوانات کی روحیں انسانوں کے جسم میں بھی داخل ہو جاتی ہیں۔اسی وجہ سے وہ کسی حیوان کے قتل کو جائز نہیں رکھتا تھا۔

قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ان خرافات پر آمادہ کرنے والا صرف ایک خیال تھا کہ اپنا تفوق سب پر ثابت کرے اور تعلی کا موقع اچھی طرح حاصل ہو، چنانچہ لکھا ہے کہ اس کا دعوی تھا کہ میری روح پہلے ایثالیدس کے جسم میں تھی جو عطارد کا بیٹا تھا، جس کو اہل یونان اپنا معبود سمجھتے تھے اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز عطارد نے اپنے بیٹے ایثالیدس سے کہا کہ سوائے بقاء دوام کے جو جی چاہے مجھ سے مانگ لے۔اس نے یہ خواہش کی کہ میرا حافظہ ایسا قوی ہو جائے کہ جتنے واقعات زندگی میں اور موت کے بعد مجھ پر گذریں سب مجھ کو یاد رہیں۔ چنانچہ اس وقت سے یہ بات اس کو حاصل ہوگئی۔ پھر اس نے اس دعوی کی تصدیق پر چند واقعات بیان کئے کہ اثالیدس کی روح جب اسکے جسم سے نکلی تو اوقعہ ریدیہ کے جسم میں گئی اور شہر ترا دادہ کے محاصرے میں اس کو میتلاس نے زخمی کیا۔ پھر اس کے جسم سے جب نکلی تو برہمونیوس کے جسم میں داخل ہوئی۔ پھر ایک صیاد کے جسم میں گئی جس کا نام یوروس تھا۔اسکے بعد اس عاجز کے جسم میں بروز کی جس کو تم فیثا غورث کہتے ہو۔ اور چند درمیانی واقعات اور بھی بیان کئے۔غرض کہ خدا کی صاحبزادگی کا اعزاز حاصل کرنے کی وہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں اور حافظہ اور طبیعت خدا داد تو اس کو پہلے ہی سے حاصل تھی جس کے سبب سے شہرہ آفاق ہو چکا تھا۔سب نے حسن ظن کر کے اس کی تصدیق کی۔ چونکہ اس زمانے میں الہام کا رواج نہ تھا اس لئے اس کو تناسخ کا سلسلہ قائم کرنے اور ان خرافات کے تراشنے کی ضرورت ہوئی ورنہ الہام کا ہتھکنڈا، اگر اس کے ہاتھ آتا تو اس بکھیڑے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ عطارد کی قسم کھا کر کہہ دیتا کہ مجھے الہام ہوا۔ بلکہ عطارد نے اپنے روشن چہرے سے پردہ ہٹا کر رو برو سے کہہ دیا کہ تو میرا بیٹا ہے اور یہ نشانی ہے کہ میں جو سنتا ہوں یاد رکھ لیتا ہوں اور نئے نئے ہندسے وغیرہ کے مسائل ایجاد کرتا ہوں۔اگر اس کو نہیں مانتے تو مقابلہ کرلو۔

غرض کہ اس دعوی کے بعد اس کی تعظیم وتکریم اور بھی بڑھ گئی دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اس کی شاگردی پر فخر کرتے۔ یہاں تک کہ سعید وہ شخص سمجھا جاتا جو اس کے نزدیک بیٹھے۔ چونکہ تعلیم میں خدا کے بیٹے کا بروز داخل تھا اس لئے اس کے شاگردوں کے ذہن میں اس کی الوہیت متمکن تھی۔ اگرچہ اس نے عقل سے بہت سارے کام لئے چنانچہ شکل عروس جو فن ہندسہ میں ایک مشہور اور مشکل شکل ہے اس کو اسی نے مدلل کیا مگر معتقدوں کے اعتقاد کو بڑھانے کے لئے

اور تدابیر کی بھی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ایک اس نے ایک چھوٹا سا حجرہ زمین کے اندر تیار کر کے ایک سال اس میں اپنے تیئں محبوس کیا اور یہ مشہور کیا کہ دوزخ کی سیر کو جاتا ہوں، اور اپنی ماں سے کہہ دیا کہ جو کچھ نئے واقعات شہر میں ہوں ان کو تحقیق کر کے لکھ دیا کرے۔ ایک سال کے بعد جب اس حجرہ تنگ و تاریک سے نکلا جو فی الحقیقت اس کے حق میں دوزخ ہی تھا تو ایسی حالت اس کی ہوگئی تھی کہ بمشکل پہچانا جاتا تھا۔ اسی حالت میں سب کو جمع کر کے دوزخ کے واقعات بیان کئے کہ اس میں ہریودس شاعر کو دیکھا کہ زنجیروں میں مقید اور مصلوب ہے اور ہومیرس کی روح کو دیکھا کہ ایک درخت پر لٹکی ہوئی ہے جس کے اردگرد اژدہے احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کے اور واقعات بیان کر کے کہا کہ اس مدت میں میں تم لوگوں سے بھی غافل نہ تھا، چنانچہ شہر کے تاریخ وار پورے واقعات بیان کر دیئے جو ماں کی تحریر میں ایک بار دیکھ لیا تھا۔ اب اس کشف کے بیان سے تو اور بھی عزت دوبالا ہوگئی۔ ایک بار کہیں کھیل کود کا مجمع تھا، اس میں چلا گیا۔ جب اس کے پاس معتقدین کا مجمع ہوا تو ایک خاص طور کی سیٹی دی، ساتھ ہی ایک گدھ ہوا سے اتر آیا، لوگوں کو اس سے اور تعجب ہوا، جس سے اور زیادہ معتقد ہوگئے۔ اور دراصل اس گدھ کو اس نے تعلیم دے رکھی تھی جس سے کسی کو اطلاع نہ تھی۔ یہ سب تدابیر اسی غرض سے تھیں کہ مافوق العادت امور معجزے کے رنگ میں پیش کر کے احمقوں میں امتیاز حاصل کیا جائے ایسے ہی لوگوں کی شان میں حق تعالی فرماتا ہے:

فاستخف قومه فاطاعوه انهم کانوا قوماً فاسقین (زخرف:۵۴)

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عقلاء کیسی کیسی تدابیر اپنی کامیابیوں کی سوچتے ہیں جن کی تہ تک پہنچنا ہر کسی کا کام نہیں۔ دیکھ لیجئے یہ شخص کیسا مدبر اور مقرر ہوگا کہ یونان جیسے خطے کے عقلاء اور حکماء کو احمق بنا کر ان کے خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا بن بیٹھا۔ یہی مسئلہ تناسخ و بروز تھا جو اس کو ترقی کے اعلی درجے کے زینے تک پہنچا دیا تھا۔

مرزا قادیانی چونکہ اعلی درجے کے حاذق اور زمانے کے نبض شناش ہیں، تشخیص کے لئے وہی نسخہ استعمال کیا جو ایک حاذق کے تجربے سے مفید ثابت ہو چکا ہے۔ اگرچہ کہ اس زمانے کے عقلاء نے اعلی درجے کی طبیعتیں پائی تھیں مگر فیضان کا سلسلہ منقطع نہیں۔ اہل کمال کے مثیل ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو جو صنعتیں اس زمانے میں ظہور پا رہی ہیں اول زمانے سے بدرجہا بڑی ہوئی ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اذکیاء کے ذہنوں کو متوجہ کرنے والی متقدمین کی کارروائیاں بطور مادہ پیش نظر ہیں اور قاعدے کی بات ہے کہ تلاحق افکار

سے ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو موجد کو حاصل نہ تھی۔ دیکھئے فیثا غورث کو ایک سلسلہ گھڑنے کی ضرورت ہوئی کہ اس کی روح کئی جسموں میں ماری ماری پھری، اور مرزا قادیانی کو اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی، بلا واسطہ روح انہی میں بروز کر گئی۔ اس کو عطارد کا بیٹا بننے میں کس قدر دشواریاں اٹھانی پڑیں، اور مرزا قادیانی صرف ایک ہی الہام سے متبنی اپنے خدا کے بن گئے۔ اس کو دوزخ کی سیر کا فخر حاصل کرنے کے لئے ایک برس دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑا اور مرزا قادیانی آرام سے اپنی خواب گاہ میں بیٹھے ہوئے تمام افلاک کی سیر کر لیتے ہیں۔ بلکہ جب چاہتے ہیں خدا سے باتیں کر کے چلے آتے ہیں۔ اس کو معجزہ خارق العادت بتانے کے لئے گدھ کو تعلیم کی زحمت اٹھانی پڑی اور مرزا قادیانی نے دیکھا کہ نبوت کے دعوے میں مولوی پیچھا نہ چھوڑیں گے حسب احادیث صحیحہ دجال و کذاب کہا کریں گے، اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ خود نبی کریم ﷺ نے ان میں بروز کیا ہے تاکہ جہال حضرت کا نام سن کر دم نہ مار سکیں۔ اس لئے کہ دجال و کذاب تو وہ ہو جو حضرت کے سوا کوئی حضرت کے بعد نبوت کا دعوی کرے، جب خود حضرت ہی وہ دعوی کر رہے ہیں تو اس لفظ کا محل نہ رہا۔ مگر یاد رہے کہ جب تک اس دعوی کو قرآن و حدیث سے وہ ثابت نہ کریں کوئی مسلمان انکی ان ابلہ فریبیوں کو قابل توجہ نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ہمارے دین میں تناسخ بالکل باطل کر دیا گیا۔ مرزا سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ حضرت آپ نے حمامة البشری الی اهل مکه و الصلحاء ام القری میں تو یہ لکھ کر اہل مکہ وغیرھم کو اطمینان دلایا تھا کہ میں علماء سے جو مناظرہ کرتا ہوں وہ صرف نزول عیسیٰؑ کے مسئلہ میں ہے اس کے سوا کسی مسئلہ میں مجھے اختلاف نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

و اما ایمان قومنا و علمائنا بالملائکة و غیرها من العقائد فلسنا نجادلهم و نخطیهم فی ذلک و لیس فی هذه العقاید عندنا الا التسلیم و انما نحن متناظرون فی امر نزول المسیح من السماء۔

(حمامة البشری۔ ص ۲۴)

پھر یہ بروز و کمون اور دعوی نبوت وغیرہ کیسا؟ کیا یہ اعتقادی مسائل نہیں ہیں۔ مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک کے برابر فرما چکے ہیں اور اس موقع میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ جہاں دھوکہ دینا مقصود ہو وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔

یہ چند تحقیقات اور اجتہادات مرزا قادیانی کے اس غرض سے بیان کئے گئے ہیں کہ ان کی رفتار اور طبیعت کا اندازہ معلوم ہو جائے العاقل تکفیه الاشارہ۔

سنن دارمی صفحہ ۳۱ میں روایت ہے کہ صبیغ عراقی اکثر قرآن کی آیات میں پوچھا پاچھی کیا کرتا تھا، جب مصر کو گیا اور عمروؓ بن عاص کو اس کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو اپنی عرضی کے ساتھ حراست میں دے کر حضرت عمرؓ کے پاس روانہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرضی پڑھ کر چھڑیاں منگوائیں اور اس کو اتنا مارا کہ زندگی سے وہ مایوس ہوگیا۔ پھر بہت عجز والحاح پر چھوڑا تو گیا مگر احکام جاری ہو گئے کہ کوئی مسلمان اس کو نزدیک نہ بیٹھنے دے۔ آخر جب اس نے توبہ کی اور اس کا یقین بھی ہوا تو اس وقت مجالست کی اجازت دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے العاقل تکفیہ الاشارہ کے معنی عملی طور پر تمام مسلمانوں کو مشاہدہ کرا دیا کہ اس کی اس پوچھا پاچھی اشارۃً کہہ رہی ہے کہ کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ رنگ لانے والی ہے اس لئے پیش از پیش ایسا بندوبست کیا کہ اس کے ہم خیالوں کا بھی ناطقہ بند ہو جائے۔ پھر کس کی مجال تھی کہ قرآن کے معنی میں دم مار سکے۔ افسوس ہے کہ اسلام کا ایک زمانہ وہ تھا کہ اشارات وامارات پر اہل اسلام چونک کر حزم واحتیاط کو کام میں لاتے تھے اور ایک زمانہ یہ ہے کہ سر پر نقارے بج رہے ہیں مگر جنبش نہیں، اور حسن ظن کے خواب غفلت میں بے حس وحرکت ہیں۔ کیا حضرت عمرؓ کو حسن ظن کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ صبیغ عراقی نے تو نہ کوئی بات نئی ایجاد کی تھی۔ نہ نبوت وغیرہ کا دعوی کیا تھا۔ وہ تو صرف بعض آیات کے معانی پوچھا تھا جس میں حسن ظن کو بڑی گنجائش تھی کہ نیک نیتی سے خدا تعالی کی مراد پر مطلع ہونا چاہتا ہے جو ہر مسلمان کا مقصود دلی ہے۔ اب اہل بصیرت غور فرما سکتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی کی یہ تحریرات حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیش ہوتیں تو کیا کیا ہو جاتا۔ وہ زمانہ تو کچھ اور ہی تھا، مرزا قادیانی اس زمانے میں بھی اسلامی سلطنتوں سے نہایت خائف ہیں یہاں تک کہ باوجود اس قدر دولت وثروت کے حج فرض کو بھی نہیں جا سکتے۔

حضرت عمرؓ سے صاف طور پر یہ روایت ہے کہ جو کوئی ایسے کاموں کا مرتکب ہو جن سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ملے، تو بدگمانی کرنے والے قابل ملامت نہیں ہو سکتے جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن عمر قال من تعرض للتہمۃ فلا یلو من اساء بہ الظن ۔ اور یہ تو قرآن سے بھی ثابت ہے کہ بعض وقت نیک گمان بھی گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

یا ایّہا الّذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظّنّ اثم ۔

(حجرات: ۱۲)۔ اے مسلمانو! بہت گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں)

اس آیت شریفہ میں حق تعالی نے ظن سوء یعنی بدگمانی کی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً ظن فرمایا، جو ظن خیر اور ظن سوء دونوں پر شامل ہے جس سے ثابت ہے کہ جیسے باوجود آثار وعلامات

تدین کے بدگمانی درست نہیں ویسے ہی تخریب وفساد دین کے آثار و علامات کسی سے نمایاں ہونے پر حسن ظن جائز نہیں۔ اسی وجہ سے صبیغ عراقی پر حسن ظن نہیں کیا گیا اور حق تعالی فرماتا ہے

یا ایّھا الّذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبیّنوا (حجرات:۶) یعنی اے مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔

مفسرین نے اس آیت کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ حارث بن ضرار خزاعی، آنحضرت ﷺ سے وعدہ کر کے گئے کہ میں اپنے قبیلے کی زکوۃ جمع کر کے رکھتا ہوں حضرت کسی کو بھیج کر منگوالیں۔ حضرت ﷺ نے ولیدؓ بن عقبہ کو بھیجا۔ وہ راستے ہی سے واپس آ گئے اور شکایت کی کہ حارث نے بجائے اس کے کہ مجھے مال زکوۃ دے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا اس لئے میں جان بچا کر آ گیا ہوں۔ اس پر صحابہ نے غالباً ولیدؓ بن عقبہ پر حسن ظن اور اور اس کی خبر کی تصدیق کر کے حضرت ﷺ سے کچھ عرض کیا ہوگا جس پر حضرت ﷺ نے خالدؓ بن ولید کو مع لشکر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور فرمایا ان کے قتل میں جلدی نہ کرنا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید نے وہاں جا کر مخفی طور پر خوب تحقیق کی جس سے ثابت ہوگیا کہ ان لوگوں کو اسلام میں کوئی اشتباہ نہیں۔ خالدؓ بن ولید نے واپس آ کر حقیقت حال بیان کی اور حارث بھی مال زکوۃ لے کر حاضر ہو گئے اور یہ آیت ان کی برأت میں نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ احتیاطی امور میں حسن ظن سے کام نہ لیا جائے۔ دیکھئے باوجود یہ کہ ولید بن عقبہ صحابہ میں تھا اور معتمد علیہ سمجھا گیا چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کام کے لئے اسکا انتخاب فرمایا۔ پھر ایسے شخص پر صحابہ نے اگر حسن ظن کیا تو کیا برا کیا تھا؟ مگر حق تعالی نے اس کی بھی ممانعت کر دی کہ گو بعض قرائن حسن ظن کے موجود ہوں مگر جب تک پوری تحقیق نہ کر لی جائے اسباب ظاہری قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ ہر چند صحابہ کل عدول اور اعلی درجے کے متدین تھے مگر معصوم نہ تھے حکمت الہی اسی کی مقتضی تھی کہ ان سے بھی اتفاقی طور پر اقسام کے گناہ صادر ہوں تا کہ تمام امت کو جو قیامت تک باقی رہنے والی ہے ہر ایک گناہ کا حکم عملی طور پر معلوم ہو جائے۔

اب یہاں اہل اسلام غور فرمائیں کہ جب صحابہ کی نسبت یہ حکم ہو گیا کہ ان کی خبر مجرد احتیاطی امور میں قابل حسن ظن نہیں تو کسی دوسرے کی مجرد خبر وہ بھی کیسی کہ مجھے اللہ نے اپنا رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے وغیرہ کیونکر مانی جائے۔....

قرآن و حدیث و اجماع وغیرہ سے جو ثابت ہے کہ مدعی کچھ بھی دعوی کرے اس سے گواہ طلب کئے جائیں، یہ امر ہمارے دعوی پر گواہ صادق ہے کہ کسی مدعی پر حسن ظن نہ کیا جائے۔ پھر

جب خود دعوی اس قسم کا ہو کہ سرے سے دین ہی اس کو قبول نہیں کرتا، تو حسن ظن وہاں کیونکر درست ہوگا۔ اس قسم کے دعووں پر نہ گواہ طلب کرنے کی حاجت ہے، نہ ان کی گواہی مقبول ہوسکتی ہے۔ ان دعووں میں کیسی ہی ملمع سازیاں کی جائیں، بدگمانی واجب ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں الحزم سوء الظن جس کا مضمون سعدی نے لکھا ہے:

نگہدار وآں شوخ در کیسہ در — کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ایمان کیسا درّ بے بہا ہے۔ جب ایک پتھر کی حفاظت کے واسطے عقل عام بدظنی پر آمادہ کرتی ہے تو اس گوہر بے بہاء کی حفاظت کے لئے کس قدر بدگمانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ ایمان ایک پتھر کے برابر بھی نہیں سمجھا گیا...

...جس چیز کا انجام کفر ہو، وہ اگر کفر نہیں تو گناہ کبیرہ تو ضرور ہوگی۔ اسی وجہ سے یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ مقدمة الحرام حرام۔ ..بہت سے عقل مندوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا قادیانی کیا کررہے ہیں۔ اس کی کی نظیریں اسلامی دنیا میں بہت ہیں جو تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

کتاب المختار میں علامہ جوہریؒ نے لکھا ہے کہ سفاح کے زمانے میں ایک شخص (جس کا نام اسحاق تھا) نے اصفہان میں آکر سخت مفسدہ پردازیاں برپا کیں۔ یہ شخص مغرب کا رہنے والا تھا اسی طرف اس نے قرآن وتوریت وانجیل وزبور وغیرہ کتب آسمانی پڑھ کر جمیع علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ اور اکثر السنہ اور اقسام کے خطوط کی تکمیل کر کے اصفہان میں آیا اور دس برس تک ایک مدرسے میں مقیم رہا۔ اس مدت میں نہ کوئی کمال ظاہر کیا، نہ کسی سے بات کی، یہاں تک کہ اخرس یعنی گونگا مشہور ہوگیا۔ مگر معرفت سب سے پیدا کرلی۔ پھر اس نے ایک رات ایک خاص قسم کا روغن تیار کر کے اپنے منہ پر ملا، اور دو شمعیں خاص قسم کی روشن کیں جن کی روشنی میں چہرے کا روغن ایسا چمکنے لگا کہ جس سے نگاہ خیرہ ہوتی تھی۔ پھر تین چیخیں ایسی ماریں کہ مدرسے کے سب لوگ چونک پڑے اور آپ نماز میں مشغول ہوکر نہایت تجوید اور عمدہ لہجے سے بآواز بلند قرآن پڑھنے لگا۔ مدرسین اور اعلی درجے کے طلبا نے جب دیکھا کہ وہ گونگا نہایت فصیح ہوگیا ہے اور چہرہ ایسا پرنور ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہر سکتی، تو قدرت خدا کے اس مشاہدے سے صدر مدرس تو بیہوش ہوگئے اور دوسرے لوگ سکتے کے عالم میں تھے۔ جب افاقہ ہوا تو صدر مدرس نے خیال کیا کہ یہ قدرت خدا کا نیا تماشہ اگر عمائدشہر بھی دیکھیں تو اچھا ہوگا۔ مدرسے کے دروازے پر جب آئے تو وہ مقفل تھا اور کلید مفقود۔ کسی تدبیر سے باہر نکلے۔ وہ آگے اور تمام فقہاء ان کے پیچھے پیچھے قاضی شہر کے مکان پر آئے۔ وہ اس ہجوم اور چیخ

چاخ سے بدحواس ہو کر باہر نکل آئے اور اس عجیب وغریب واقعے کو سن کر وزیر کو اطلاع دی۔ غرض کہ تمام شہر میں اس رات ہنگامہ تھا۔ ہر طرف سے جوق در جوق لوگ چلے آ رہے تھے کہ چلو قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔ چنانچہ قاضی وزیر وغیرہ معززین شہر مدرسہ کے دروازہ پر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ کسی نے پکار کر کہا کہ حضرت آپ کو اسی خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو یہ درجہ عطا فرمایا، خدا کے لئے دروازہ کھولئے اور مشتاقان دیدار کو اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمائیے۔ اس نے کوئی تدبیر ایسی کی کہ قفل گر پڑے مگر بظاہر بآواز بلند کہا اے قفلو! کھل جاؤ۔ اس کی آواز کے ساتھ قفلوں کے گرنے کی آواز نے لوگوں کے دلوں پر عجیب اثر کیا کہ سب خائف وترساں ہو گئے اور دروازہ کھول کر کمال ادب سے روبرو جا بیٹھے۔ قاضی صاحب نے جرأت کر کے پوچھا کہ اس واقعہ حیرت انگیز سے تمام شہر گرداب اضطراب میں اگر اس کی حقیقت بیان فرمائی جائے تو سب پر منت ہوگی۔ کہا چالیس روز سے مجھے کچھ آثار نمایاں ہو رہے تھے آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسرار خلق مجھ پر اعلانیہ منکشف ہو گئے تھے مگر میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ آج رات ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے۔ مجھ کو جگا کر انہوں نے نہلایا۔ اس کے بعد مجھ پر نبوتی سلام اس طور سے کہا السّلام علیک یا نبیّ اللّٰہ۔ مجھے خوف ہوا کہ معلوم نہیں اس میں کیا ابتلاء ہے، اسلئے جواب سلام میں پس وپیش کر رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا افتح فاک باسم اللّٰہ الازلی۔ یعنی بسم اللہ کہہ کر منہ تو کھولو۔ میں نے منہ کھول دیا اور دل میں باسم اللّٰہ الازلی کو دہراتا رہا۔ انہوں نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھ دی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ برف سے زیادہ سرد اور شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھی۔ اس کے حلق سے نیچے اترتے ہی میری زبان گویا ہو گئی اور ابتداء میری زبان سے یہی نکلا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ یہ سن کر فرشتوں نے کہا تم بھی رسول اللہ برحق ہو۔ میں نے کہا اے بزرگوارو! یہ کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ نے تم کو نبی بنا کر اس قوم میں مبعوث کیا ہے۔ میں نے کہا یہ کیسی بات ہے، حق تعالیٰ نے تو ہمارے سید روحی فداہ محمد ﷺ کی نسبت خاتم النبیین فرما دیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ سچ ہے، مگر محمد ﷺ ان انبیاء کے خاتم تھے جن کی ملت اور شریعت دوسری تھی، تم اس ملت کے نبی ہو یعنی تمہاری نبوت ظلی ہے مستقل نہیں۔ میں نے کہا مجھ سے تو یہ دعویٰ کبھی نہ ہو سکے گا اور نہ میری کوئی تصدیق کرے گا کیونکہ میرے پاس کوئی معجزہ نہیں۔ انہوں نے کہا جس نے تمہیں گونگا پیدا کر کے ایک مدت کے بعد فصیح بنا دیا وہ خود تمہاری تصدیق لوگوں کے

دلوں میں ڈال دے گا، تمہیں اس سے کیا کام ۔اور معجزات بھی لیجئے جتنی آسمانی کتابیں تمام انبیاء پر نازل ہوئیں سب کا علم تمہیں دیا گیا اور کئی زبانیں اور کئی قسم کے خطوط تم کو عطا کئے گئے ۔ پھر انہوں نے کہا قرآن پڑھ ۔ میں نے جس طرح نازل ہوا پڑھ کر ان کو سنا دیا۔ پھر انجیل پڑھوائی وہ بھی سنا دی۔ پھر توریت وزبور وصحف پڑھنے کو کہا، وہ بھی سنا دیئے ۔اور ان کتابوں کا القاء جو میرے دل پر ہوا اس میں کوئی تصحیف تحریف اور اختلاف قرأت کی آمیزش نہ تھی بلکہ جس طرح منزل من اللّٰہ ہوئی ہیں بلاکم وبیش اسی طرح میرے دل میں ڈالی گئیں جس کی تصدیق فرشتوں نے بھی کی ۔ پھر ملائکہ نے کل کتب سماویہ مجھ سے سن کر کہا قم فانذر النّاس (اٹھ اور لوگوں کو ڈرا) ۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور میں نماز میں مشغول ہو گیا اس وقت انوار وتجلیات جو میرے دل پر نازل ہو رہے تھے ان کا یہ عالم تھا کہ کچھ بیان نہیں کرسکتا غالباً اس کے کسی قدر آثار چہرے پر بھی نمایاں ہو گئے ہوں گے اور اب تک بھی محسوس ہوتے ہوں گے ۔

یہ تو میری سرگذشت تھی اب میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جو شخص خدا پر اور محمد ﷺ پر پھر مجھ پر ایمان لایا اس کو تو نجات ملی اور جس نے میری تکذیب کی اس نے محمد ﷺ کی شریعت کو بھی معطل کر دیا اور وہ کافر ہے ۔

اگر چہ علماء اور سمجھ دار لوگوں نے اس کی تصدیق نہ کی ہوگی لیکن پھر بھی ظاہر پرست اتنے میں اس کے مرید ہو گئے کہ سلطنت کا مقابلہ کر کے بصرہ وعمان وغیرہ تک قبضہ کرلیا۔

اخرس کو دس بیس برس تو محنت کرنی پڑی مگر رائے بڑی پختہ تھی آخر باطل قیاسوں سے نتیجہ خاطر خواہ نکال ہی لیا کہ ایک ہی رات میں حسن ظن کی روح ایسی پھونک دی کہ بات بات پر آمنا وصدقنا کی آواز بلند ہونے لگی۔ بقول مرزا قادیانی یہ عقلی معجزہ تھا اور کس زور کا تھا کہ ایک ہی رات میں اس نے اپنا سکہ جما لیا۔ دس برس گونگا رہنے کی مشقت اس کو اس وجہ سے اٹھانی پڑی کہ اس زمانے میں خارق العادت معجزے قابل اعتبار سمجھے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے عقلی معجزے نکال کر اس مشقت کو بھی اٹھا دیا۔ اخرس نے الہام کی عزت ثابت کرنے کے لئے دس سال کی مشقت گوارا کی، مرزا قادیانی نے یہ مدت براہین احمدیہ کی تالیف اور اعتبار بڑھانے میں صرف کی، جس سے ان کے الہاموں کی عزت ہونے لگی۔

تاریخ دول اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص خوزستان سے سواد کوفہ میں آ کر ایک مدت تک ریاضت میں مشغول رہا یہاں تک کہ کثرت صوم وصلوٰۃ وعبادات سے اقران ومعاصرین پر اس

کی فوقیت مسلّم ہوگئی۔ اس کے زہد وتقوی کا یہ عالم تھا کہ صرف بوریا بن کر گذر اوقات کرتا اور کسی سے کچھ نہ لیتا۔ اور وعظ ونصائح کی پرزور تقریروں کی یہ کیفیت کہ سامعین کے دلوں کو ہلا دیتی۔ غرض کہ ہر طرح سے معتقدین کے دلوں پر جب پورا تسلط کرلیا اور حسن ظن کا اندازہ کر کے دیکھ لیا کہ اب ہر بات چل جائے گی تو پہلے تمہیداً تقلید کا مسئلہ چھیڑا کہ دین میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اس کی تسلیم کے بعد کہا کہ اجماع کوئی چیز نہیں پھر احادیث میں وہی کلام کیا جو آج کل ہو رہا ہے جب اس پر بھی سب نے آمنا وصدقنا کہہ دیا تو بطور امتحان چند مسائل معمولی نماز وروزہ کے ایسے بیان کئے جو مخالف اجماع واحادیث تھے معتقدین نے اسی پر عمل شروع کر دیا اس امتحان کے بعد بطور راز کہا کہ دیکھو حدیث من لم یعرف امام زمانہ کی رو سے امام زمان کو معلوم کرنا نہایت ضروری امر ہے مگر یاد رکھو کہ امام زمان کا خاندان نبوت اور اہل بیت سے ہونا ضروری ہے اور وہ قریب میں نکلنے والے ہیں۔

الحاصل ان کو امام زمان کا مشتاق بنا کر شام چلا گیا۔ وہاں بھی اسی تدبیر سے لوگوں کو امام زمان کا مشتاق اور منتظر بنا دیا۔ جب ایک وسیع ملک امام زمان کا مشتاق اور منتظر ہوگیا تو اس کے قرابت داروں سے ایک شخص جس کا نام ذکرویہ یحی تھا، اس نے اپنے آپ کو محمد بن عبد اللہ بن اسماعیل بن جعفر صادق مشہور کر کے مہدویت کا دعوی کیا۔ لوگ تو منتظر ہی تھے اور دیکھا کہ نام بھی وہی ہے جو احادیث میں وارد ہے ان کو مہدی موعود مل جانا ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ غرض کہ حسن ظن والوں کا ایک لشکر عظیم جمع ہوگیا اور مہدی موعود نے اپنے معتقدین کو لوٹ گھسوٹ پر لگا دیا اور مکہ معظّمہ میں اس قدر خون ریزی کی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ وہی فرقہ قرامطہ ہے۔

دیکھ لیجئے اس فتنے کی بنیاد حسن ظن پر تھی جو خوزستانی کے تقدس پر کیا گیا۔ مرزا قادیانی کے تقدس کا اثر بھی کچھ کم نہیں۔ آپ کے جراحات جو التیام پذیر نہیں قرامطہ کے جراحات سنان سے کم نہیں اگر وہاں جسمانی قتل تھا تو یہاں روحانی ہے۔

لعن المومن کقتلہ (طبرانی حدیث نمبر ۱۳۳۰۔ کنز العمال حدیث نمبر ۸۱۸۳)

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی کا لشکر لعن مسلمانوں کو برابر قتل کر رہا ہے یا نہیں۔ چونکہ امام مہدی کا قیامت کے قریب تشریف فرما ہونا تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسلام کے مسلمہ مسائل سے ہے جس کی وجہ سے ہر زمانے میں لوگ مہدویت کا دعوی کرتے رہے جس کا حال کتب تواریخ سے ظاہر ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ وہ اہل بیت سے ہوں گے اور ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا اس لئے

جن لوگوں نے مہدویت کا دعوی کیا ان کو اس کی بھی ضرورت ہوئی کہ اس نام ونسبت کے ساتھ متصف ہوں ۔ اسی وجہ سے خوزستانی مذکور نے ذکرویہ کا نام محمد بن عبداللہ بتلایا اور امام جعفر صادق کی اولاد میں اس کا ہونا بیان کیا ۔ اگر مہدویت کے لئے اس نام ونسبت کی ضرورت نہ سمجھی جاتی تو اس کو جھوٹ کہنے اور نسب سیادت میں داخل کر کے اس کو ملعون بنانے کی ضرورت نہ تھی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مہدی کے لئے یہ نام ونسب لازم ہے ۔

خوزستانی کو ذکرویہ کا نام ونسبت بدلنے کا موقع مل گیا تھا اسلئے کہ جن لوگوں کے روبرو اس کا حال بیان کیا تھا وہ اس کو جانتے نہ تھے صرف حسن ظن سے اس کے بیان کی تصدیق کر لی تھی کہ واقع میں اس کا نام ونسب وہی ہوگا جو وہ کہہ رہا ہے ۔ مرزا قادیانی کو نام ونسب بدلنے کا موقع نہ ملا ۔ اس لئے کہ قادیان کے لوگ ان کو جانتے تھے اس وجہ سے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ احادیث میں جو نام ونسب امام مہدی کا وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ نام غلام احمد ہو اور مرزا ہو مگر مہدی ضرور ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۲ میں لکھتے ہیں :

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ہو جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے ۔ واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد بن عبداللہ آئے گا یا عیسی بن مریم آئے گا دراصل اپنی مراد ومطلب میں ہم شکل ہیں ۔ محمد ابن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت میں ہو جائے گی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اس وقت کوئی شخص مثیل محمد ہو کر ظاہر ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت نام محمد بن عبداللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا کیونکہ محمد ﷺ کا مثیل بن کر آئے گا ۔

یہ بھی غنیمت ہے کہ مرزا قادیانی تسلیم کرتے ہیں کہ جن حدیثوں میں مہدی کا وعدہ ہے ان میں ان کا نام محمد بن عبداللہ ہے ۔ اب ان حدیثوں کو دیکھئے جن میں مہدی کے آنے کا وعدہ ہے ۔ کنز العمال ج ۱۴ ص ۵۸۴ ۔ ۵۸۹ کی کتاب القیامت میں بکثرت روایات موجود ہیں جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں :

.....المهدی رجل من قریش من عترتی یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه مولده بالمدینة اکهل العینین . براق الثنایا فی وجه خال

مہدی ایک شخص قبیلہ قریش سے میری عترت اور اہل بیت میں ہوں گے ان کا نام

میرے نام کے مطابق اور ان کے باپ کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا۔ان کی آنکھیں سرمگیں اور دانت چمکتے ہوئے ہوں گے اور چہرے پر ان کے ایک خال ہوگا۔

اور اس کے سوا اور بہت سی علامات احادیث میں مذکور ہیں۔اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نہ قریشی ہیں، نہ سید، نہ ان کا نام محمد بن عبداللہ، نہ اور علامتیں ان میں پائی جاتی ہیں، باوجود اس کے کہے جاتے ہیں کہ میں مہدی موعود بھی ہوں، اور ان سب علامات کو بالائے طاق رکھ کر کہتے ہیں کہ کسی بات کی ضرورت نہیں مطلب ان احادیث کا یہی ہے کہ مہدی وہ شخص ہوگا جس کا نام غلام احمد قادیانی ہوگا اور مغلوں کی نسل سے ہوگا۔

مرزا قادیانی نے ناموں میں تصرف کرنے کا طریقہ ابو منصور سے سیکھا ہے جس نے صلوۃ وصوم وحج وزکوۃ اور نیز میتہ اور خنزیر وغیرہ کو چند آدمیوں کے نام قرار دیئے تھے اور اس سے مقصود اس کا یہ تھا کہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ جو مشہور ہیں ان کی کوئی اصل نہیں اور خمر وخنزیر وغیرہ حرام ہیں۔الحاصل مرزا قادیانی کی کاروائیوں کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔

الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں علامہ ابوالریحان خوارزمی نے لکھا ہے کہ دولت عباسیہ میں ایک شخص جس کا نام بہافرید بن ماہ فروزین تھا نیشاپور کی طرف نکلا اسکا ابتدائی حال یہ ہے کہ وہ سات برس تک غائب رہا۔چین وغیرہ میں اوقات بسر کر کے واپسی کے وقت چین سے نہایت مہین اور نرم قمیص لایا جو مٹھی میں آسکتی تھی اور رات کے وقت مجوس کے گورستان میں کسی بلند مقام پر چڑھ کر بیٹھ رہا جہاں اس کے علاقے کی زمین تھی۔صبح ایسے وقت اس مقام سے اترا کہ کسان جو اسی کا علاقہ دار تھا وہاں موجود تھا، وہ دیکھتے ہی متعجب ہوگیا کہ یہ بات کیا ہے سات سال سے غائب رہ کر قبرستان سے لباس فاخرہ پہنے ہوئے نکلنا کیسا؟ اس نے اس کو تسکین دیکھ کر کہا کہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس مدت میں میں آسمان پر گیا ہوا تھا اور اب وہیں سے آرہا ہوں۔اس عرصے میں مجھے جنت دوزخ کی سیر بھی کرائی گئی اور خلعت بھی عنائت ہوا جو زیب بدن ہے۔خوب دیکھ ایسا کپڑا بھی دنیا میں کہیں بن سکتا ہے۔کسان نے اسکی تصدیق کر لی اور اپنا چشم دید واقعہ لوگوں سے بیان کرنے لگا یہاں تک کہ اور مجوسی اس کے معتقد ہوگئے اس کے بعد اس نے نبوت کا دعوی کر کے کہا کہ مجھ پر وحی بھی اترا کرتی ہے اور نئے نئے احکام جاری کئے جس سے فتنہ عظیم برپا ہوا اور آخر ابو مسلم نے اس کو قتل کر دیا۔

دیکھئے حالت ظاہری اور مافوق العادت قمیص پر حسن ظن کرنے کا کیسا اثر ہوا کہ نبوت

اور وحی سب مسلّم ہوگئیں اب مرزا قادیانی جو اپنی بعض عقلی کاروائیاں پیش کر کے فرماتے ہیں کہ وہ مافوق العادت معجزات ہیں، کس طرح ایمان لانے کے قابل ہوں۔

مرزا قادیانی نے عقلی معجزات کو جو اپنے اجتہاد سے اصلی معجزات کی ایک قسم قرار دی ہے غالباً اس کا منشاء اسی قسم کے معجزے ہیں۔ جو بہا فریز جیسے لوگوں سے صادر ہوئے اور لوگوں میں ان کی بات بھی چل گئی، مگر ادنی فہم والا سمجھ سکتا ہے کہ جیسے ان لوگوں کے معجزے عقلی تھے ویسے ہی وحی اور الہام بھی عقلی تھے اسلیئے کہ خرق عادت ایک ایسی چیز ہے کہ ساحروں سے بھی صادر ہوا کرتی ہے۔ گو معجزے اور سحر میں زمین و آسمان کا فرق ہے باوجود اسکے ممکن نہیں کہ کسی ساحر کو الہام ہو۔ پھر جب عقلی معجزے دکھانیوالوں سے خوارق عادات بھی کھلے طور پر صادر نہیں ہو سکتے جنکا درجہ الہام سے بہت پست ہے تو انکو اعلی درجے کی خصوصیت وحی اور الہام سے کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔

اب غور کیا جائے کہ جس نے کئی سال کی مشقت گوارا کر کے مکر و فریب سے قمیص کو معجزہ قرار دیا ہو اس کی وحی کا کیا حال ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں اس سے باتیں کرتا ہوں اس نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا، وغیرہ۔ کیونکہ ان باتوں کے بیان کرنے میں جھوٹوں کو کون سی چیز روکنے والی ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا کمانے کے لئے الہام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ نہ اس قدر مال ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے لاکھوں روپئے حاصل کر سکیں، نہ ایسی عقل ہے کہ کلیں ایجاد کریں۔ وہ چند سادہ لوگوں پر یہ افسون پڑھ دیتے ہیں کہ خدا کے پاس ہمارے ایسے ایسے مدارج ہیں اور یہ لوگ اس غرض سے کہ ہمارے بھی کچھ کام نکل آئیں ان کے دام میں آجاتے ہیں جس سے خسر الدنیا و الآخرۃ کا پورا پورا مضمون ان پر صادق آجاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ جب کسی پر وحی کا اترنا یا الہام کا ہونا تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ حق نہیں رہتا کہ اس کے کسی الہام و وحی سے انکار کیا جائے۔ اس لئے مسلمانوں کو ضرور ہے کہ ہرکس و ناکس کے دعوی الہام و وحی کو تسلیم نہ کریں اور مدعیان الہام ہزار کہیں کہ ہمارا الہام حجت ہے، ایک نہ مانیں اور صاف کہہ دیں کہ ہمارے دین میں الہام غیر پر حجت نہیں قرار دیا گیا۔ ہمارا دین ہمارے نبی ﷺ کے وقت ہی میں مکمل ہوگیا ہے ہمارے لئے قرآن و حدیث اور وہ اقوال آئمہ جو مسائل اجتہادیہ ہیں اور جن کو انہوں نے قرآن و حدیث سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے وہ بہت کافی ہیں

فتوحات اسلامیہ میں شیخ دحلان نے تاریخ کامل وغیرہ سے لکھا ہے کہ پانچویں صدی کے اوائل میں محمد ابن تومرت جس کا مولد و منشاء جبل سوس تھا اس نے دعوی کیا کہ میں سادات حسینیہ

سے ہوں اور مہدی موعود بھی ہوں ۔ اور مافوق العادت امر دکھلا کر کامیاب ہوگیا۔ لکھا ہے کہ یہ شخص امام غزالیؒ وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کر کے رمل ونجوم میں بھی دست گاہ حاصل کر کے تدریس و تعلیم میں مشغول ہوا، اس کا علم و زہد اور تقوی دیکھ کر شاگردوں اور مریدوں کا مجمع بڑھ گیا۔ ان میں بحسب مناسبت معنوی وطبعی عبد المومن وعبد اللہ ونشریسی وغیرہ اور چند اشخاص معتمد علیہ قرار پائے۔ عبد اللہ ونشریسی سے جو بڑا فاضل شخص تھا ابن تومرت نے کہا کہ تم اپنے علوم کو چھپا کر رکھو۔ ایک روز ان سے معجزے کا کام لیا جائے گا۔ اس نے پیر کا منشاء معلوم کر کے اپنے آپ کو گونگا اور دیوانہ بنا لیا۔ میلے کچیلے کپڑے پہن لئے اور ان پر تھوک بہتا ہوا کچھ ایسی حالت بنائی کہ کوئی نزدیک نہ آنے دے۔ چند رز کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے وہ سب مراکش پہنچے۔ دیکھا کہ عورتوں کی ایک جماعت خچروں پر سوار چلی جارہی ہے۔ ان پر ایسا بلوہ کیا اور خچروں کو مارا کہ ایک عورت جو امیر المومنین کی بہن تھی، گر پڑی۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی اور وہ سب بلائے گئے۔ پھر علماء سے مناظرہ ٹھہرا، لیکن انہوں نے ان سب کو قائل کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر ایسی موثر اور پر جوش تقریر کی کہ بے اختیار بادشاہ کے آنسو ٹپک پڑے۔ اس مجلس میں مالک بن وہب بھی موجود تھے، انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ آثار وقرائن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو امر بالمعروف سے کچھ تعلق نہیں۔ مقصود تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے، بہتر تو یہ ہے کہ اس کو قتل ہی کر ڈالا جائے۔ ورنہ دائم الحبس تو ضرور کر دیا جائے۔ چونکہ امیر المومنین کو اس تقریر سے حسن ظن ہو چکا تھا اور حاضرین مجلس نے بھی کہا کہ بے چارہ فقیر کیا کر سکتا ہے، اور جس نے بادشاہ کو اپنی تقریر سے رلا دیا اس کے ساتھ اسی مجلس میں اس قسم کا سلوک کرنا بالکل بے موقع ہے، اس لئے بادشاہ نے وزیر کی رائے کو بدظنی پر محمول کر کے اس کو کمال اعزاز سے رخصت کیا، اور یہ بھی کہا کہ میرے لئے آپ دعائے خیر کیجئے۔ ابن تومرت نے اپنی فرودگاہ پر آ کر اپنے مصاحبین سے کہا کہ جب تک مالک بن وہب ہے یہاں ہماری کچھ نہ چلے گی، اب یہاں رہنا ہمارے مفید نہیں۔ چنانچہ وہ سوس کی طرف چلا گیا، وہاں پر اس کی پر جوش تقریروں نے وہ اثر دکھایا کہ ہر طرف سے جوق جوق معتقدین کے آنے لگے۔ جب دیکھا کہ ایک معتد بہ اور کافی مجمع ہوگیا تو اثنائے تقریر میں کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی ایک ایسا شخص ہوگا کہ زمین کو عدل سے بھر دیگا اور اس کا مقام جہاں سے وہ نکلے گا مغرب اقصی ہے۔ یہ سنتے ہی عبد المومن وغیرہ دس شخص اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ سب صفات مہدی آپ میں موجود ہیں، اور ملک بھی مغرب اقصی ہی ہے، اب آپ کے سوا اور کون مہدی ہوسکتا ہے۔ یہ کہہ

کر جھٹ سے بیعت کر لی ۔ پھر کیا تھا حسن ظن والے جوق جوق آتے اور بیعت کو نجات و فلاح دارین کا وسیلہ بنا کر جاں بازی پر پروانہ وار مستعد ہو جاتے ۔ غرض کہ ایک لشکر کثیر لڑنے مرنے والا تیار ہو گیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس وقت اس کی آنکھ کھلی اور اس وزیر با تدبیر کی پیش بینی کے نظر انداز کرنے کا بہت کچھ پچھتایا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بہر حال اس کے مقابلہ پر فوج کثیر روانہ کی گئی ۔ مہدی چونکہ رمل و نجوم میں ماہر تھا پیش گوئی کی کہ فتح ہم ہی کو ہو گی ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بادشاہی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی اور بہت سی غنیمت ان کے ہاتھ آئی ۔ پھر تو حسن ظن اور مریدوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے ۔ ہمیشہ وہ کم عمر نوجوان لڑکوں کو جنگ پر ابھارتا مگر معمر اور تجربے کار لوگ اپنے اپنے متعلقین کو روکتے رہتے تھے جس کی خبر وقتاً فوقتاً اس کو پہنچتی تھی ۔ وہ سوچتا کہ کبھی نہ کبھی ان روکنے والوں سے ضرور ضرر پہنچے گا اور تعجب نہیں کہ یہ دشمن کے ہاتھ گرفتار کرا دیں۔ قرائن سے ان لوگوں کی فہرست مرتب کر کے صرف عبداللہ ونشریسی کو اس سے مطلع کیا جس کو گونگا اور دیوانہ بنا رکھا تھا۔ ایک روز اس سے کہا کہ اب تمہارے اظہار کمال کا وقت آ گیا اور اس کو تدبیر بتا دی ۔ چنانچہ جب صبح کی نماز کیلئے مہدی مسجد میں آیا، دیکھا کہ ایک شخص نہایت فاخرہ لباس پہنے محراب کے بازو میں کھڑا ہے، جس کی خوشبو سے مسجد مہک رہی ہے۔ پوچھا یہ کون ہے کہا ونشریسی ہے۔ کہا یہ حالت کیسی، تم تو گونگے اور دیوانے تھے ۔ کہا درست ہے، لیکن آج رات عجیب اتفاق ہوا، ایک فرشتہ آسمان سے میرے پاس اتر آیا، اور میرا دل اولاً شق کیا، پھر دھو کر قرآن مجید اور موطا وغیرہ کتب احادیث و علوم سے بھر دیا۔ یہ سنتے ہی مہدی موعود رونے لگے کہ خدا کا شکر کس منہ اور کس زبان سے بیان کروں، اوروں کو تو دعائیں مانگنے پر کچھ ملتا ہے مگر اس عاجز کی سب خواہشیں بغیر دعا کے وہ پوری کرتا ہے ۔ اس عاجز کی جماعت میں خدا نے ایسے لوگوں کو بھی شریک کیا ہے جن پر فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور جس طرح ہمارے مولی ہمارے سید روحی فداہ ﷺ کا سینہ مبارک شق کیا گیا تھا اسی طرح اس عاجز کی جماعت میں ایک ذلیل سے ذلیل شخص کا دل فرشتوں نے شق کر کے قرآن و حدیث اور تمام علوم لدنیہ سے بھر دیا۔ غرض کہ گریہ کو پر اثر بنانے والی تقریریں کر کے اس فاضل حکیم الامۃ کی طرف توجہ کی اور کہا بھائی یہ باتیں ایسی نہیں جو بغیر تحقیق کے مان لی جائیں، امتحان کی ضرورت ہے، چنانچہ مختلف مقامات سے قرآن پڑھنے کو کہا، اس نے نہایت تجوید اور ترتیل سے سب سنائے ، اسی طرح موطا وغیرہ کتب کا امتحان لیا گیا، سب میں کامیاب نکلا۔ لوگوں کو اس واقعہ سے یقین ہو گیا کہ یہ مافوق العادت بات بے شک معجزہ ہے۔ غرض اس کاروائی سے حسن ظن

والوں کے اعتقاد اور بھی ضرورت سے زیادہ بڑھ گئے۔ اس کے بعد اس فاضل ونشریسی نے کہا کہ حضور کے طفیل سے حق تعالی نے مجھے ایک بات اور عطا کی ہے۔ پوچھا وہ کیا۔ عرض کیا ایک نور فدوی کے دل میں ایسا رکھ دیا ہے کہ جنتی اور دوزخی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہوں اور اس نور کے عنایت کرتے وقت حق تعالی نے یہ بھی فرمایا کہ اس متبرک جماعت میں دوزخیوں کا شریک رہنا نہایت بے موقع ہے۔ اب تم پہچان کر ایک ایک دوزخی کو قتل کر ڈالو، اور چونکہ آدمی کے قتل کا معاملہ قابل احتیاط تھا اس لئے حق تعالی نے تین فرشتے میری تصدیق کے لئے اتارے ہیں جو فلاں کنویں میں اس وقت موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی مہدی موعود اس کنویں کی طرف چلے جو ایک وسیع میدان میں تھا اور مریدوں کا مجمع بھی ساتھ تھا۔ اور ایسی حالت میں چلے جا رہے تھے کہ چہروں کا رنگ فق مردنی چھائی ہوئی ہے کہ دیکھئے آج کون دوزخ کے ابدی عذاب میں جھونکا جاتا ہے اور دنیا میں ذلت سے قتل ہو کر ہمیشہ کے لئے ننگ خاندان ٹھہرتا ہے۔ ہر ایک کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں، زبان سے بات نہیں نکل سکتی۔ دل کا یہ عالم کہ یاس و ہراس سے گلا جاتا ہے۔ وہ میدان اس وقت عرصہ قیامت بنا ہوا تھا، نہ باپ کو بیٹے کی خبر، نہ بھائی کو بھائی کی، ہر ایک نفسی نفسی کہہ رہا تھا اور اردگرد تمام قبیلوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ دیکھئے کوئی مرد گھر کی آبادی کے لئے واپس بھی آتا ہے یا سب دوزخ ہی کو آباد کریں گے۔ غرض کہ مہدی موعود اس کنویں پر پہنچے اور ایک دوگانہ ادا کر کے ان ملائکہ سے جو کنویں کی تہہ میں عالم کو تہ و بالا کرنے کی غرض سے اترے ہوئے تھے با آواز بلند پوچھا کہ عبداللہ ونشریسی کہتا ہے کہ خدا تعالی نے اس کو دوزخی اور جنتی کی شناخت دے کر حکم دیا ہے کہ دوزخی چن چن کر قتل کئے جائیں، کیا یہ بات سچ ہے؟ وہ تینوں مصنوعی فرشتے تو مہدی صاحب کے راز دار تھے جن کو پہلے سے وہ پٹی پڑھائی جا چکی تھی، فوراً پکار کر کہہ دیا کہ سچ ہے سچ ہے سچ ہے۔ مہدی صاحب نے دیکھا کہ اگر یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آ جائیں تو افشائے راز کا اندیشہ ہے اس لئے ان کو عالم بالا ہی میں بھیج دینا مناسب ہوگا۔ ونشریسی وغیرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ کنواں مطہر ملائکہ کے نزول سے متبرک ہوگیا ہے، اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو مبادا کوئی نجاست اس میں گرے یا کسی قسم کی بے ادبی ہو جس سے قہر الہی کا اندیشہ ہے، اس لئے اس کو پاٹ دینا مناسب ہے۔ چنانچہ سب کی رائے سے وہ فوراً پاٹ دیا گیا، جو چاہ بابل کی طرح ان بے گناہ مصنوعی فرشتوں کا ہمیشہ کے لئے محبس ٹھہرا۔ اس کے بعد دوزخیوں کے قتل کی کاروائی شروع ہوئی، ونشریسی جو فہرست مذکور سے واقف تھا، میدان میں کھڑا ہوگیا مشتبہین کو چن چن کر بائیں طرف اور موافقین کو دہنی طرف کر دیا تھا

اور اصحاب الشمال فوراً قتل کیئے جاتے تھے۔لکھا ہے کہ کئی روز تک یہ کاروائی جاری رہی ۔ ہر روز قبیلے قبیلے کےلوگ لائے جاتے اوران میں سے دوزخی دوزخ میں پہنچادیئے جاتے۔ چنانچہ ستر ہزار آدمی اس طرح مارے گئے جب مشتبہ لوگوں سے میدان خالی ہوگیا تو خالص معتقدوں کو لے کرفتنہ و فساداور ملک گیری میں مشغول ہوا،اور دعوی مہدویت چوبیس برس تک کرتا رہا۔ پھر مرنے کے وقت عبدالمومن کواپنا جانشین قراردیا۔

اہل بصیرت کواس واقعے سے کئی امور کا ثبوت مل سکتا ہے:

ا۔ اس قسم کے مدبرلوگ جن کومہدویت وغیرہ کا دعوی ہوتا ہے پہلے سے اپنے قابو کے مولویوں کو ہم راز وہم خیال بنا رکھتے ہیں جوسب سے پہلے آمنا وصدقنا کہہ کراپنا مال نثار کر کے خوش اعتقادی کا ثبوت دیتے ہیں جن کے تدین اور تقدس ظاہری کے اعتماد پر غافل اور بھولے لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں جیسا کہ فاضل عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ علماء کی جماعت جوامر بالمعروف کے لئے نکلی تھی اس کی شاہد حال ہے ۔ ہم حسن ظن سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی جماعت میں مولوی نورالدین صاحب جن کا لقب حکیم الامۃ ہے اور مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ افراد علم و فضل وخوش اعتقادی وغیرہ میں ونشریسی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

۲۔جھوٹوں پر بھی حسن ظن یہاں تک ہوسکتا ہے کہ ان کی تقریر خدا ورسول کے کلام سے بھی زیادہ موثر ہوتی ہے دیکھیئے ان لوگوں نے اپنے اپنے کنبے کے مسلمانوں کو یہودیوں کی طرح اپنے ہاتھوں سے قتل کرڈالا حالانکہ جعلی مہدی کو نہ ماننے والا کسی مذہب میں مرتد واجب القتل نہیں قرار پا سکتا۔مرزا قادیانی بھی ایسا ہی اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ابن تومرت کوتو فقط مہدویت کا دعوی تھا مرزا تو مہدی بھی ہیں،عیسی بھی ہیں، حارث بھی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ پیش گوئیاں کرنے والے پہلے سے نجوم ورمل سیکھ رکھتے ہیں جیسا کہ اس مہدی کے حال میں معلوم ہوا، تاکہ ان فنون کے ذریعہ سے موقع موقع پرپیش گوئیاں کردی جائیں اگرکوئی خبرصحیح نکلی تو معجزہ ہوگیا ورنہ تاویل کرنا کون سی بڑی بات ہے جیسا کہ انجام آتھم وغیرہ سے متعلق پیش گوئیوں میں مرزا قادیانی نے کی۔

۴۔مرزا قادیانی کا بڑا استدلال جس کو بار بار لکھتے ہیں یہ ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو اس قدر مہلت نہ ملتی۔اس واقعے سے اس کا جواب بھی ہوگیا کہ مہدی مذکورکو۲۴ برس تک مہلت ملی اورمرزا قادیانی کے خروج کواب تک ۲۴ سال نہیں گذرے۔

۵۔ مہدی مذکور نے مشتبہ لوگوں کے دوزخی ہونے پر آسمانی حکم پہنچایا تھا اور اس کی تصدیق فرشتوں سے کرائی۔ مگر مرزا قادیانی نے دیکھا کہ اس تکلف کی بھی کیا ضرورت ہے۔ فقط الہام ہی پر کام چل سکتا ہے کیونکہ اس زمانے میں حسن ظن کا مادہ پختہ ہے اس لئے اس قسم کے تصنع کی ان کو ضرورت نہ ہوئی قل یا ایھا الکفار والے الہام سے خدا کا حکم پہنچا دیا کہ سب مسلمان کافر ہوگئے۔

۶۔ اس مسیح موعود نے مشتبہ لوگوں کو قتل کر کے اپنی جماعت کو ممتاز کر لیا تھا، مرزا قادیانی نے اپنی امت کے معابد مسلمانوں سے علیحدہ کر کے ان کو ممتاز کر لیا۔ اس مہدی نے مسلمانوں کو مار ڈالا تھا مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک مردے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست نہیں، مطلب یہ کہ اگر قتل نہیں کر سکتے تو کم سے کم وہ لوگ مردے تو سمجھ لئے جائیں۔ غرض کہ مرزا قادیانی نے حتی المقدور متقدمین کے طریقے سے انحراف نہ کیا۔

۷۔ بے ایمان جعل سازیوں کو معجزے قرار دیا کرتے ہیں جیسے ابن تومرت نے ونشریسی سے کہا کہ تمہارے علم سے معجزے کا کام لیا جائے گا۔ مرزا قادیانی نے یہی سے عقلی معجزہ نکالا کہ ایسے بڑے مہدی نے ان کاروائیوں کا نام معجزہ رکھا۔

فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ۱۰۷۲ھ میں ایک یہودی نے مسیح ہونے کا دعوی کیا اور ایک مسلمان نے مہدویت کا دعوی کیا تھا۔ چونکہ یہود کی کتابوں میں ہے کہ موسی نے خبر دی ہے کہ ایک نبی پیدا ہوں گے جو خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے اسلاف نے عیسیؑ اور ہمارے نبی ﷺ کو نہ مانا اس لئے وہ اس نبی کے منتظر ہیں۔ اس یہودی کو دعوی مسیحیت میں یہ پیش نظر تھا کہ یہودی نبی معہود سمجھ جائیں اور مسلمان مسیح موعود۔ چنانچہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ آنے والے عیسی آخر بنی اسرائیلی ہیں اور میں بھی بنی اسرائیلی ہوں اور اب تک کسی کا دعوی عیسویت ثابت نہ ہوا اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ میں عیسی موعود ہوں اس لئے میرا دعوی قابل تسلیم ہے۔ اور یہود سے کہا کہ آخر ایک نبی کا آنا مسلّم اور ضروری ہے جس کی خبر موسیؑ نے دی ہے اور مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور معجزات بھی مجھے دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ بعض امور مافوق العادت از قسم طلسمات وغیرہ خوارق عادت ظاہر کرتا تھا اور نہایت وجیہہ اور فصیح ہونے کی وجہ سے دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اسکی پرزور تقریریں ان پر جادو کا کام کرتیں۔ چنانچہ ایک مجمع کثیر معتقدوں کا اس کے ساتھ ہو گیا جب اس نے قسطنطنیہ جانا چاہا تو فتنہ کے خوف سے صدر اعظم نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ جہاز ہی میں گرفتار کیا گیا مگر معتقدین کی یہ حالت تھی کہ جوق جوق آتے اور نذرانے دے دے کر قید خانے میں

اس کی پا بوسی کے لئے جانے کی اجازت حاصل کرتے ۔خلیفۃ المسلمین سلطان محمد نے اپنے روبرو اس کو بلوا کر کچھ پوچھا۔جس کا جواب ٹوٹی پھوٹی ترکی میں دیا۔ بادشاہ وقت نے کہا مسیح وقت کو اتنا تو چاہیے کہ ہر زبان میں فصیح گفتگو کرے۔ پھر پوچھا بھلا کچھ عجائب اور خوارق عادات بھی تجھ سے صادر ہوتے ہیں۔ کہا کبھی کبھی ۔ کہا تیری مسیحائی میں آزمانا چاہتا ہوں ۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارلو، دیکھیں بندوق اس پر کام کرتی ہے یا نہیں ۔اگر سچا مسیح ہے تو اس کو کچھ نہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی جھک گیا اور کمال عجز سے عرض کی کہ میرے خوارق عادات میں یہ اس سے بچاؤ کی قوت نہیں ۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔جب دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں اور مسیحائی نے جواب دے دیا تو بادشاہ کے قدموں پر گر گیا توبہ کی اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر کے صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔ چنانچہ اس بزرگوار کے اسلام کا یہ اثر ہوا کہ صدہا یہود اس کی مدلل تقریروں سے مشرف باسلام ہوئے

اب مہدی صاحب کا حال سنیئے وہ بھی قسمت کے مارے گرفتار ہو کر اسی بادشاہ کے پاس آئے ۔ بادشاہ نے اسی قسم کے سوالات کیئے۔ جواب سے عاجز ہوا مگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی ۔ سعادت و شقاوت خدا کے ہاتھ ہے۔ یہودی کے حق میں تو دعوی عیسویت باعث نجات ہو اور مسلمان کے لئے دعوے مہدویت باعث ہلاک ،خدا کی قدرت ہے۔

اس واقعہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بڑا ہوشیار شخص تھا اس نے یہ سوچا کہ بتواتر ثابت ہے کہ امام مہدی صاحب حکومت وفوج ہوں گے اور عیسی صرف قتل دجال کے واسطے آئیں گے اور چونکہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں اس مناسبت سے یہودی کا مسیح ہونا موزوں ہے ۔اگر داؤ چل گیا تو سلطنت اپنی ہے، یہودی کو اس وقت نکال دینا کون سی بڑی بات ہے۔غرض کہ احادیث کے لحاظ سے اس مہدی کو جعلی مسیح کی تلاش کی ضرورت ہوئی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ اگر آپ مہدی ہیں تو مسیح کہاں ؟ مرزا صاحب قادیانی نے یہ جھگڑا ہی مٹا دیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود بھی میں ہوں اور مہدی موعود بھی میں ہی ہوں اور جو احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے ثابت ہے کہ مسیح اور ہیں اور مہدی اور، سو وہ قابل اعتبار نہیں۔

ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ ابن سعید عجلی جسکی نبوت کا قائل فرقہ مغیریہ ہے اس کا دعوی تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اور اس سے مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں اور اقسام نے نیرنجات وطلسمات دکھا کر لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا۔ کنایتاً اسکا دعوی تھا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ پہلے اس نے یہ دعوی کیا کہ میں امام زمان ہوں اس کے بعد نبوت کا دعوی کیا اور منجملہ اور تعلیمات کے مریدوں کو اس کی یہ تعلیم بھی تھی کہ اللہ جو فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السماوات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جھولاً (احزاب: ۷۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت خدا تعالی کی یہ تھی کہ علی بن ابی طالب کو امام نہ ہونے دینا۔ یہ بات آسمان وزمین نے وجبال نے قبول نہ کی پھر وہ امانت انسان پر عرض کی گئی تو عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ تم ان کو امام نہ ہونے دینا اور میں تمہاری تائید میں موجود ہوں اس شرط پر کہ مجھے اپنا خلیفہ بنانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ چنانچہ ان دونوں نے اس امانت کو اٹھا لیا سو وہ بھی بات ہے جو اللہ تعالی فرماتا ہے وحملہا الانسان انّہ کان ظلوماً جھولاً یعنی وہ دونوں ظلوم وجہول ہیں۔

یہ اس کے معارف قرآنیہ تھے جس پر اس کو اور اس کے مریدوں کو ناز تھا کہ کل تفاسیر اس قسم کے معارف سے خالی ہیں جیسا کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۲ میں لکھتے ہیں:

ابتدائے خلقت سے جس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام سورہ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے۔ یعنی چار ہزار سات سو چالیس برس۔ اب بتلاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ اور یہ معارف حقہ کس تفسیر میں لکھے ہیں۔

اس کا یہ بھی قول تھا کہ

حق تعالی اک نور کا پتلا آدمی کی صورت پر ہے جس کے سر پر تاج چمک رہا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہیں اس کے معتقدین کا حسن ظن اس کی نسبت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ خلافت بنی امیہ میں مارا گیا تو ان کو یقین تھا کہ وہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر آئے گا۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باوجود ان تمام خرافات کی تصریح کے صرف خدا کو دیکھنے کے باب میں کنائے سے کیوں کام لیا ہوگا۔ ہمارے مرزا قادیانی تو صاف فرماتے ہیں کہ خدا منہ سے پردہ ہٹا کر دیر تک ان سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آخری زمانے کے جدت پسند مسلمانوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ کوئی خدا سے باتیں کرے یا اس کا بیٹا جنے، دل لگی کے لئے کوئی بات ہونی چاہیے کل جدید لذیذ

منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابومنصور جو فرقہ منصوریہ کا بانی ہے اس کی تعلیم میں یہ بات

داخل تھی کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوسکتی، رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے رہیں گے، قرآن وحدیث میں جو جنت اور نار کا ذکر ہے وہ دو شخصوں کے نام ہیں، اور اسی طرح میتۃ، دم، لحم خنزیر اور میسر حرام نہیں۔ ان چیزوں سے تو ہمارے نفوس کی تقویت ہے حق تعالی فرماتا ہے لیس علی الّذین آمنوا و عملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا (مائدہ:۹۳) ایسی چیزوں کو خدا کیوں حرام کرنے لگا۔ دراصل یہ چند اشخاص کے نام ہیں جنکی محبت حرام کی گئی ہے حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ: ۳) اور کل فرائض کو اس نے ساقط کر کے کہا کہ صلوۃ صوم زکوۃ اور حج چند شخصوں کے نام تھے جنکی محبت واجب ہے۔ غرض کہ کل تکلیفات شرعیہ کو ساقط کر دیا تھا یہاں تک کہ جسکی عورت کو چاہتے وہ لوگ پکڑ لیتے اور کوئی منع نہیں کر سکتا تھا۔

اسلام میں رخنہ اندازیاں کرنے والے قرآن کو ضرور مان لیتے ہیں تاکہ مسلمان لوگ سمجھ لیں کہ یہ مسلمان ہیں پھر اس حسن ظن کے بعد آہستہ آہستہ تفاسیر و احادیث کی بیخ کنی شروع کرتے ہیں تاکہ قرآن میں تاویلات کر کے معنی بگاڑنے میں کوئی چیز مانع اور سدراہ نہ ہو۔ دیکھئے اس شخص نے تو آیات موصوفہ کے ماننے میں کچھ بھی تامل کیا؟ مگر اس ماننے سے نہ ماننا اس کا ہزار درجے اچھا تھا، کیونکہ انہی نصوص قطعیہ سے اس نے استدلال کیا کہ نہ عبادت کوئی چیز ہے، نہ مسلمان کسی بات کے مکلّف ہیں۔ سب کو سرے سے مرفوع القلم بنا دیا، حسن ظن والوں کا کیا کہنا مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر نبی کی وہ بات جس کو کروڑھا مسلمانوں نے مان لیا، اس کے ماننے میں اقسام کے حیلے اور ایک ایسے شخص کی بات جس کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں اس کو آمنا وصدقنا کہہ کر فوراً مان لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی ہم لوگوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ لکیر کے فقیر ہیں۔ بے شک جو لکیر ہمارے نبی کریم ﷺ نے کھینچ کر حق و باطل میں فرق کر دیا ہے ہم اسی لکیر پر اڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا ایمان اس سے بڑھنے نہیں دیتا، مگر حیرت تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی بھی ایک لکیر کو پیٹ رہے ہیں جو ابومنصور وغیرہ رہزنان دین نے کھینچ دی تھی کہ حدیث وتفسیر کوئی چیز نہیں۔ ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ سید احمد خانصاحب نے بھی بڑی شد و مد سے لکھا تھا کہ حدیث وتفسیر قابل اعتبار نہیں البتہ مرزا قادیانی نے، ہر کہ آمد برآن مزید کرد، کے لحاظ سے کچھ دلائل اور بڑھا دیئے ہوں گے مگر لکیر کے فقیر ہونے کے دائرہ سے وہ بھی خارج نہیں ہو سکتے۔ غرض اس الزام میں جیسے ہم، ویسے مرزا قادیانی۔ ہر ایک اپنی اپنی روحانی مناسبت سے مقلد ضرور ہے۔ ابومنصور نے تکالیف شرعیہ کے ساقط کرنے کی جو تدبیر نکالی تھی کہ صوم وصلوۃ اور میتۃ خنزیر وغیرہ اشخاص کے نام تھے اس سے فقط

فرقہ منصوریہ ہی متنفع نہیں ہوا بلکہ بعد والوں کو بھی اس سے بہت کچھ مدد ملی۔ چنانچہ سید احمد خان اپنی تفسیر وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جبریل اس ملکہ اور قوت کا نام ہے جو انبیاء میں ہوتی ہیں ملائکہ اور ابلس و شیاطین آدمی کی اچھی بری قوتوں کے نام ہیں۔ آدم ابوالبشر جن کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے کوئی خاص شخص نہ تھے بلکہ اس سے مراد بنی نوع انسان ہے۔ نبی، دیوانوں کی ایک قسم کا نام ہے جو تنہائی میں اپنے کانوں سے آواز سنتے ہیں کسی کو اپنے پاس کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ہدہد، جس کو سلیمانؑ نے بلقیس کے پاس بھیجا تھا وہ آدمی جس کا نام ہدہد تھا۔ اسی طرح موقع موقع پر بحسب ضرورت الفاظ کے مصداق بدل دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے جب اقسام کے چندے اپنے معتقدین پر مقرر کئے مثلاً طبع کتب، خط و کتابت، اشاعت علوم، میناروں کی بنا، مسجد کی تعمیر وغیرہ اور ماہوار اور ایک مشت چندے برابر وصول ہونے لگے .. اسلام کا نام غریب ویتیم رکھ کر اپنے مریدوں کی ایک معتد بہ رقم پر استحقاق جما دیا کہ زکوۃ کے روپے سے ان کی تصنیفات خرید کر مفت تقسیم کی جائیں۔ اگر مرزا قادیانی کا قول صحیح ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ ان کے مرید ہیں تو یہ رقم سالانہ ایک چھوٹے سے ملک کا محاصل ہے ۔مرزا قادیانی کو ناموں کی بدولت جس قدر نفع ہوا وہ نہ ابومنصور کو نصیب ہوا، نہ سید احمد خان کو۔ مرزا قادیانی کو ابو منصور کی تدبیر نے سب سے فائدہ دیا اس لئے کہ ان کا مقصود اصلی صرف عیسی موعود بننا ہے جس کے ضمن میں سب منصوبے بن سکتے ہیں اور قرآن وحدیث سے عیسی بن مریم روح اللہ کا آنا ثابت ہے جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۴ میں لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم کے آخری زمانے میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے،۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷ میں لکھتے ہیں مسیح ابن مریم کی پیش گوئی اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے اور کتب صحاح میں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو نہیں تواتر کا درجہ اس کو حاصل ہے انجیل اسکی مصدق ہے ۔

غرض کہ عیسیٰؑ کے آنے پر خوب زور دیا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ انجیل سے ثابت ہے۔ ساری امت نے قبول کر لیا ہے، تواتر اس کا اس درجے کا ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی کے نام والا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے وہ ابومنصور کا مجرب نسخہ عمل میں لائے اور جتنے نام آنے والے عیسی کے احادیث میں وارد ہیں سب اپنے پر رکھ لئے۔ پھر اسی پر اکتفاء نہیں، آدم نوح ابراہیم موسی اور مہدی موعود حارث حراث

محدث مجدد امام زمان خلیفۃ اللہ وغیرہ دس بیس نام داشتہ آید بکار کے لحاظ سے رکھ لئے اور قادیان کا نام دمشق اور علماء کا نام دابۃ الارض اور پادریوں کا نام دجال رکھ دیا اور ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہیں۔

الحاصل یہ نام کا کارخانہ کچھ ایسا جمایا کہ ابو منصور بھی زندہ ہوتا تو داد دیتا بلکہ رشک کرتا۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ حمقاء کو دام میں پھانسنے کے واسطے سوائے اور تدابیر کے کسی امر کی ترغیب بھی مفید سمجھی جاتی ہے جیسے مغیر عجلی اور ابو منصور کو اسم اعظم کے تراشنے کی ضرورت ہوئی جس سے ان کو بہت کامیابیاں ہوئیں۔ مرزا قادیانی نے اسم اعظم کا تو نام نہیں لیا مگر استجابت دعا کا ایسا نسخہ تجویز کیا کہ اس سے بھی زیادہ تر قوی الاثر ہے۔ اس لئے کہ اسم اعظم کی خاصیتیں محدود ہوں گی اور استجابت دعا کی کوئی حد ہی نہیں۔ جب جی چاہا خدا سے تخلیہ کر کے رو برو سے حکم جاری کرا لیا۔ اگر سلطنت چاہیں تو فوراً مل جائے کیونکہ خدا سب کچھ دے سکتا ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۸ حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> جو اس عاجز کو دی گئی وہ استجابت دعا بھی ہے ...لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف ان لوگوں پر اثر ڈالتی ہیں جو غایت درجے کے دوست یا غایت درجہ دشمن ہوں۔ جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے یعنی ایسے اخلاص سے جس میں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہیں ... وہ بے شک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے اور ان سے حصہ پا سکتا ہے اور وہ بلا شبہ اس چشمے کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کر لیگا مگر جو خلوص کے ساتھ نہیں ڈھونڈے گا وہ اپنے قصور کی وجہ سے محروم رہیگا۔

دنیا میں تو ہر شخص کو احتیاجیں لگی ہوئی ہیں اور یہی احتیاج آدمی کو کرسٹان اور بے ایمان بنا دیتی ہے۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی نے خیال کیا کہ استجابت دعا کے دام میں پھنسنے والے بہت سے لوگ نکل آئیں گے۔ یہ بھی ان کا ایک عقلی معجزہ ہے اور ابو منصور کے معجزے سے کم نہیں۔ مگر یاد رہے کہ مرزا جی دعا تو کر دیں گے لیکن جب قبول نہ ہوگی تو صاف اپنی برائت کر کے فرما دیں گے کہ میں کیا کروں اس میں تمہاری استعداد اور اخلاص کا قصور ہے، میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ ایسے پورے اخلاص سے آئیں کہ جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہ ہو، اگر اس وقت تمہارا اخلاص کامل بھی ہے تو انجام اس کا بدظنی اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے۔ پہلے اس سے توبہ کر لو اور اخلاص کو خوب مستحکم کرو اور اس کا ثبوت عملی طور پر دو۔ یعنی پانچ قسم کا چندہ جو کھولا گیا ہے، ا۔ شاخ تالیف و

تصنیف ۔۲۔شاخ اشاعت اشتہارات ،۳۔صادرین و واردین کی مہمان داری ،۴۔خط و کتابت ۔ ۵۔ بیعت کرنے والوں کا سلسلہ،جس کا حال رسالہ فتح اسلام میں لکھا گیا ہے اوراس کے سوا بنائے مدرسہ وخریداری اخبارات وغیرہ میں رقم نقد داخل کروتو ممکن ہے کہ دعا بھی قبول ہو جائے ۔

(مرزا صاحب لینے والوں میں سے تھے، دینے کا نام نہیں لیتے تھے جیسا کہ ۲۰ مئی ۱۹۰۱ء کا ایک واقعہ اخبار الحکم کے اڈیٹر نے بایں الفاظ بیان ہے: کہیں سے خط آیا کہ ہم ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں اور تبرکاً آپ سے بھی چندہ چاہتے ہیں ۔مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم تو دے سکتے ہیں اور یہ کچھ بڑی بات نہیں مگر جب کہ خود ہمارے ہاں بڑے بڑے اہم اور ضروری سلسلے خرچ کے موجود ہیں جن کے مقابل میں اس قسم کے خرچوں میں شامل ہونا اسراف معلوم ہوتا ہے تو ہم کس طرح سے شامل ہوں ۔ یہاں جو مسجد خدا بنا رہا ہے اور وہی مسجد اقصی ہے وہ سب سے مقدم ہے اب لوگوں کو چاہیے کہ اس کے واسطے روپیہ بھیج کر ثواب میں شامل ہوں ۔ ہمارا دوست وہ ہے جو ہماری بات کو مانے نہ وہ کہ جو اپنی بات کو مقدم رکھے۔اخبار الحکم قادیان ۔۲۴ مئی ۱۹۰۱ء ص ۴۔ بہاء )

مرزا قادیانی نے جو تخویف کی ہے کہ غایت درجے کے دشمن کے حق میں بھی بدعا قبول ہوتی ہے بے شک یہ تدبیر عقلاً ضروری تھی تاکہ کم ہمت مخالفت نہ کرسکیں مگر اس پر بالطبع یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالویؒ اور مولوی ابوالوفا ( ثناء اللہؒ ) صاحب اور بعض اہل اخبار ایک مدت سے مرزا قادیانی کے سخت دشمن ہیں، باوجود اس کے ان کی حالت اچھی ہے ۔اس قسم کا شبہ مسٹر آتھم کی پیش گوئی کے وقت بھی ہوا تھا ،جس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ مرزا نے پیش گوئی کی تھی کہ ۱۵ مہینے میں آتھم حق کی طرف رجوع نہ کرے گا تو مرجائے گا۔ پھر جب مدت منقضی ہوگئی اور وہ صحیح سالم ( امرتسر لاہور وغیرہ میں ) موجود ہو گیا اور ہر طرف سے شورش ہوئی کہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اس وقت مرزا قادیانی نے اس کا جواب دیا تھا کہ آتھم جھوٹ کہتا ہے کہ رجوع الی الحق اس نے نہیں کی ۔ ضرور اس نے رجوع الی الحق کی جب ہی تو بچ گیا ۔ اسی قسم کا جواب یہاں بھی دیں کہ مولوی محمد حسینؒ وغیرہ غایت درجے کے دشمن نہیں بلکہ دوست اور خیر خواہ ہیں ورنہ اتنی کتابیں کیوں لکھتے ۔ان کی دانست میں تو ہدایت کرنا ہی مقصود ہے جو مقتضاء دوستی کا ہے ۔ ہر چند جواب تو ہو جائے گا مگر اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نہ مرزا قادیانی کا کوئی دشمن ہے نہ کسی کے حق میں بدعا ان کی قبول ہوسکتی ہے ۔ صرف ڈرانے کے لئے وہ الہام بنایا گیا ہے جو عقلی معجزہ ہے ۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس قسم کی ترغیب نہیں دی بلکہ صاف فرمادیا کہ امت کی سفارش کی دعا آخرت پر رکھی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

عن انس عن النبی ﷺ قال لکلّ نبی سأ ل سؤلا، اوقال لکل نبی دعوۃ قد دعا بھا فا ستجیب، فجعلت دعوتی شفا عۃ لامّتی یوم القیا مۃ (بخاری۔ باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی نے جو مانگا وہ ان کو دیا گیا اور میرے لئے ایک دعا خاص کی گئی ہے کہ شفاعت امت میں قبول ہے میں نے اس کو قیامت کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کا ایمان کسی دنیوی غرض پر مبنی نہ تھا، ان کا یہ خیال نہ تھا کہ ایمان لا کر حضرت ﷺ سے ترقی دنیوی کی دعائیں کرائیں گے۔ ان کا مقصود ایمان سے صرف نفع اخروی تھا جس کے لئے اس عظیم الشان دعا کو حضرت ﷺ نے رکھ چھوڑا ہے۔ اہل بصیرت مرزا کی ان کاروائیوں کو گہری نظر سے اگر دیکھیں تو حقیقت حال منکشف ہوسکتی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ بنان ابن سمعان تمیمی نے دعوی کیا تھا کہ میں اس اعظم جانتا ہوں جس کے ذریعہ سے زہرہ کو بلا لیا کرتا ہوں اس دعوی پر حسن ظن کر کے ایک جماعت کثیرہ اس کی تابع ہوگئی فرقہ بنانیہ اسکی طرف منسوب ہے یہ لوگ اس کی نبوت کے قائل تھے

ملل ونحل جلد اصفحہ ۱۵۲ میں عبد الکریم شہرستانیؒ نے لکھا ہے کہ بنان کا قول ہے کہ حضرت علیؓ میں ایک جزو الٰہی حلول کر کے ان کے جسد کے ساتھ متحد ہو گیا تھا۔ اسی قوت سے انہوں نے باب خیبر اکھاڑا تھا۔ اس نے حضرت امام باقر کو خط لکھا اسلم تسلم و یرتقی من سلم فانک لا تدری حیث یجعل رسا لتہ یعنی تم میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبی بناتا ہے۔ یہ خط عمر ابن عفیف، امام کی خدمت میں لایا۔ آپ نے پڑھ کر اسے فرمایا کہ اسے نگل جا۔ چنانچہ وہ نگلا اور فوراً مر گیا۔ اس کے بعد بنان کو بھی خالد بن عبد اللہ قسری نے قتل کیا۔ دیکھئے اس کی پرزور تقریریں اور اسم اعظم کی طمع نے ایک فرقے کو حسن ظن پر مجبور کر کے تباہ کیا۔ مدعیان نبوت کے کل دعوی ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ مجھے اسم اعظم یاد ہے، میں زہرہ کو بلا لیا کرتا ہوں اور چنیں ہوں اور چناں ہوں مگر ظہور ایک بھی نہیں۔ اگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہوتا تو اسم اعظم سے کسی مردے کو زندہ کر کے یا زہرہ کو لوگوں کے روبرو بلا کر دکھا دیتا۔ اسی طرح اگر مرزا قادیانی کو اجابت دے دی گئی تھی تو دعا کر کے کسی اندھے کو بینا کرتے یا کوئی اور خارق دکھاتے۔ مگر یہ کہاں ہوسکتا ہے یہ تو عقلی معجزے یعنی عقلی تدابیر ہیں۔ اگر چل گئیں تو کامیابی ورنہ خیر۔ عقلاء ان کے کل الہاموں کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل والنحل جلد اصفحہ ۱۵۴ میں لکھا ہے کہ مقنع نام ایک شخص تھا۔ اس نے چند مافوق العادت چیزوں کو دکھلا کر الوہیت کا دعوی کیا تھا۔ جب لوگوں کا حسن ظن اس کے ساتھ پختہ ہوگیا تو کل فرائض کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ حسن ظن تو ہو ہی چکا تھا سب نے آمنا وصدقنا کہہ کر مان لیا۔ اس کے گروہ کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ دین فقط امام زمان کی معرفت کا نام ہے۔

مرزا قادیانی کی توجہ جو حدیث من لم یعرف امام زمانہ کی طرف متوجہ ہوئی غالباً اس کا منشاء اسی فرقے کے اقوال ہوں گے کیونکہ وہ بھی اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر کرتا ہے۔

ملل والنحل جلد اصفحہ ۱۷۹۔۱۸۱ میں عبدالکریم شہرستانیؒ نے لکھا ہے کہ ابوالخطاب اسدی نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق کے منتسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا، اور یہ بات ذہنوں میں جمائی کہ امام زمان پہلے انبیاء ہوتے ہیں پھر الہ ہو جاتے ہیں اور آلہیت نبوت میں نور ہے، اور نبوت امامت میں نور ہے۔ اور تعلیم میں یہ بات بھی داخل تھی کہ امام جعفر صادقؒ اس زمانے کے الہ ہیں، یہ نہ سمجھو کہ جس صورت کو تم دیکھتے ہو وہی جعفر ہیں۔ وہ تو ایک لباس ہے جو اس عالم میں اترنے کے وقت خدا نے پہن لیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کو جب اس کے خرافات اور کفریات پر اطلاع ہوئی تو اس کو نکال دیا، اور اس پر لعنت کر کے ان تمام اقوال سے اپنی برائت ظاہر کی۔

مگر اس کو امام سے تعلق ہی کیا تھا اس کو تو ایک فرقہ اپنا نام زدہ کر کے ان کا مقتدا بننا منظور تھا۔ امام کی برائت کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور اپنی کاروائیوں میں مشغول رہا یہاں تک کہ منصور کے زمانے میں مارا گیا۔ اس کا قول تھا کہ میرے اصحاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جبریل و میکائیل سے افضل ہیں اور و اوحی ربک الی النّحل سے یہ بات ثابت کرتا تھا کہ ہر مسلمان پر وحی ہوتی ہے، مرزا قادیانی نے بھی امام زمان ہونے پر پہلے زور دے کر نبوت اور خالقیت تک ترقی کی پھر وحی بھی اپنے لئے اتار لی۔

اس کے بعد فرقہ خطابیہ کئی فرقوں پر منقسم ہوا۔ ایک معمریہ جس نے ابوالخطاب کے بعد معمر کو امام زمان تسلیم کیا۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کو فنا نہیں اور جنت دوزخ کوئی چیز نہیں۔ اسی آسائش ومصیبت دنیوی کے وہ نام ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور زنا وغیرہ منہیات اور نماز وغیرہ عبادات کوئی چیز نہیں۔ اور ایک فرقہ ان میں بزیغیہ ہے جس نے ابوالخطاب کے بعد بزیغ کو امام زمان تسلیم کیا تھا اس پورے فرقے کا دعوی یہ تھا کہ ہم اپنے اپنے اموات کو ہر صبح وشام برابر

معائنہ کیا کرتے ہیں۔اسی طرح خطابیہ کی اور بھی شاخیں ہیں۔

اب دیکھئے ابوالخطاب پر اوائل میں حسن ظن کیا گیا تھا کہ ایک جلیل القدر امام کا معتقد و منتسب ہے اس نے ان لوگوں کو کہاں پہنچا دیا۔امام کو خدا کہنے لگے، دوزخ جنت کا انکار کر دیا، تکلیفات شرعیہ اٹھا دی گئیں۔پھر طرفہ یہ کہ خود امامؒ ساری عمر اس سے برأت ظاہر کرتے رہے، مگر کسی نے نہ مانا۔فرق باطلہ کی یہی علامت ہے کہ اپنے معتقد علیہ کے کلام کے مقابلہ میں اہل حق کی بلکہ خدا اور رسول کی بات بھی نہیں مانتے اور تاویل بلکہ رد کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی جو اپنے پر وحی اترنے کے قائل ہیں، تعجب نہیں کہ اسی فرقہ کے اعتقاد نے انہیں اس پر جرأت دلائی ہو کیونکہ صحابہ بھی و اوحی الی النّحل جانتے تھے مگر کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ ہم پر وحی آتی ہے۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ فرقہ بزیغیہ جو ایک کثیر جماعت تھی سب کی سب اپنے مرے ہوئے قرابتداروں کو ہر روز صبح و شام کیونکر دیکھ لیتی تھی۔قرون ثلاثہ میں کسی نے یہ دعوی نہیں کیا اور نہ اب تک کسی فرقے کا ایسا دعوی سنا گیا۔اہل بصیرت پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو قوم اپنی ترقی اور اپنے ہم مشربوں کی کثرت چاہتی ہے خصوصاً جو فرقہ نیا نکلتا ہے اس کو تو ترقی کی اشد ضرورت ہے ورنہ ان کی بقا محال ہو جائے۔اسی وجہ سے ہر فرد ان میں جس قسم کا مذہبی کام کر سکتا ہے دل سے اس کی انجام دہی میں ساعی رہتا ہے، اور جب اہل رائے ان میں سے کوئی نافع تدبیر سوچتے ہیں تو ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس پر عمل کرے جیسا کہ مشاہدے سے ثابت ہے۔ان لوگوں نے دیکھا کہ کوئی بات ایسی بنائی جائے کہ لوگوں کو بالطبع اس کی رغبت ہو پھر سادہ لوحوں نے دیکھا کہ اتنی جماعت کثیرہ پر کیونکر بدظنی کی جائے اس لئے بہت سے لوگ اس میں داخل ہو گئے۔

غور کیجئے کہ جب دوسری تیسری صدی ہجری جس میں بہ نسبت چودھویں صدی کے تدین بدرجہا بڑھا ہوا تھا، اس کی ایسی نظائر پیش ہو جائیں تو اس زمانے کی کاروائیوں پر کس قدر بدظنی کی ضرورت ہے۔اب غور کیا جائے کہ الحکم میں مرزا قادیانی کے مریدوں کے خواب خصوصاً امیر علی شاہ صاحب کے خواب جو چھپا کرتے ہیں چنانچہ الحکم ۲۳ مارچ ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے:

شاہ صاحب نبی ﷺ کو ہر روز خواب میں دیکھتے ہیں اور حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی مامور من اللہ مسیح موعود صادق اور خلیفۃ اللہ ہیں ان کی تقلید فرض ہے،۔

چنانچہ ان کے الہامات کی کتاب چھپنے والی ہے، کیونکر قابل وثوق ہوں۔مرزا قادیانی

کے تو چند ہی مریدوں نے خواب دیکھے ہوں گے، فرقہ بزیغیہ کے سبھی لوگ ہر روز صبح و شام اپنے اموات کا معائنہ کرلیا کرتے تھے۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل و النحل جلد اصفحہ ۱۸۱۔ تا ۱۸۴ میں لکھا ہے کہ احمد کیال نام ایک شخص تھا۔ ابتداء میں اہل بیت کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اسکے بعد یہ دعوی کیا کہ میں ہی امام زمان ہوں۔ اس کے بعد ترقی کر کے کہا کہ میں قائم ہوں۔ اوران الفاظ کی تشریح یوں کی کہ جو شخص اس بات پر قادر ہو کہ عالم آفاق یعنی عالم علوی اور عالم انفس یعنی عالم سفلی کے مناہج بیان کرے اور انفس پر آفاق کی تطبیق کر سکے وہ امام ہے، اور قائم وہ شخص ہے جو کل کو اپنی ذات میں ثابت کرے اور ہر ایک کلی کو اپنے معین جزئی شخص میں بیان کر سکے۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ اس قسم کا مقرر سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔ اس کی بہت سی تصانیف عربی فارسی زبان میں موجود ہیں۔

ایک تقریر اس کی یہ ہے کہ کل تین عالم ہیں اعلی ادنی انسانی۔ عالم اعلی میں پانچ مکان ہیں۔ مکان الاماکن یعنی عرش محیط جو بالکل خالی ہے، نہ اس میں کوئی موجود رہتا ہے نہ اس کی کوئی روحانی تدبیر کرتا ہے۔ اس کے نیچے مکان نفس اعلی اور اس کے نیچے مکان نفس ناطقہ اور اس کے نیچے مکان نفس حیوانیہ ہے۔ سب کے نیچے نفس انسانی کا مکان ہے۔ نفس انسانی نے چاہا کہ عالم نفس اعلی تک چڑھے، چنانچہ حیوانیت اور ناطقیت کو اس نے قطع بھی کیا، مگر جب مکان نفس اعلی کے قریب پہنچا تو تھک کر متحیر ہو گیا اور متعفن ہو کر اس کے اجزاء مستحیل ہو گئے جس سے عالم سفلی میں گر پڑا۔ پھر اس عفونت اور استحالہ میں ایک مدت تک پڑا رہا۔ اس کے بعد نفس اعلی نے اپنے انوار کا ایک جزو اس پر ڈالا جس سے اس عالم کی تراکتب حادث ہوئیں، اور آسمان و زمین و مرکبات معادن نبات حیوان اور انسان پیدا ہوئے، اوران تراکیب میں کبھی خوشی کبھی غم کبھی سلامتی کبھی محنت واقع ہوئیں یہاں تک کہ قائم ظاہر ہوا جو اس کو کمال تک پہنچا دے اور تراکیب منحل ہو جائیں اور متضادات باطل اور روحانی جسمانی پر غالب ہو جائے۔ جانتے ہو وہ قائم کون ہے یہی عاجز احمد کیال ہے۔ دیکھو اسم احمد ان چاروں عالموں کے مطابق ہے الف مقابلے میں نفس اعلی کے ہے۔ اور حا نفس ناطقہ کے مقابل۔ میم نفس حیوانیہ کے مقابل اور دال نفس انسانیہ کے مقابل ہے۔ پھر غور کرو کہ احمد کے چار حرف جیسے عوالم علویہ، روحانیہ کے مقابلے میں تھے اسی طرح سفلی، جسمانی عالم کے مقابلے میں بھی وہ ہیں۔ الف انسان پر دلالت کرتا ہے اور حا حیوان پر اور میم طائر پر اور دال مچھلیوں پر اور حق تعالی نے انسان کو احمد کی شکل پر پیدا کیا۔ قد الف، دونوں ہاتھ حا، اور پیٹ میم اور پاؤں دال کی

شکل پر ہیں۔ انبیاء اگر چہ پیشوا ہیں مگر اہل تقلید کے پیشوا ہیں۔ جو مثل اندھوں کے ہیں اور قائم اہل بصیرت اور عقل مندوں کا پیش رو ہے۔

اس کے سوا اور بہت معارف وحقائق لکھے ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے اب دیکھئے جدت پسند طبائع خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان معارف کے فہم وتصدیق سے اہل بصیرت میں لکھا جائے کس قدر اس کی جانب مائل ہوں گے اور کثرت تصانیف اور پر زور تقریروں نے ان کو کس درجے کے حسن ظن پر آمادہ کیا ہوگا کہ مقصود آفرینش اور تمام انبیاء سے افضل ہونا اس کا مان لیا۔ اگرچہ مرزا قادیانی بھی انا و لا خیری کے مقام میں ہیں اس لئے کوئی شخص سوائے ان کے آدمیت، موسویت، عیسویت، مہدویت، محمدیت، مجددیت، محدثیت، امامت، خلافت کا جامع کسی زمانے میں نہیں پایا گیا جیسا کہ احمد کیال نے دعوی کیا تھا کہ کل کو اپنی ذات میں ثابت کرنے والا سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔ مگر پھر بھی ضرورت کے وقت مثلیت اور ظلیت کی پناہ میں آجاتے ہیں لیکن احمد کیال کبھی ہمت نہیں ہارا۔ اگر اس کے اور حالات سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بڑا ہی مقرر اور بلند ہمت دکھائی دے گا۔ اس نے دیکھا کہ امام مہدی عیسی مجدد محدث وغیرہ کا وجود تو دین میں ثابت ہی ہے انکے مدعی بہت پیدا ہوئے اور ہوتے جائینگے طبیعت آزمائی اگر کرنا ہی ہے تو ایسی انوکھی بات میں کی جائے جس کا جواب نہ ہو چنانچہ ایک بے اصل بنیاد قائم کی ایسی ڈالی کہ کسی نے سنا ہی نہیں۔ پھر اپنی پر زور تقریروں اور با وقعت تصنیفوں سے آمنا و صدقنا بہتوں سے کہلوا ہی لیا۔

اگر چہ احمد کیال کو معارف دانی کا بڑا دعوی تھا مگر مرزا غلام احمد قادیانی بھی معارف کے ایجاد واختراع میں کم نہیں مرزا قادیانی کی ایک تقریر یہاں لکھی جاتی ہے جس سے موازنہ دونوں کی تقریروں کا ہو جائے گا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۱ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر ہمارے نبی ﷺ کو دی گئی اس کا دامن حضرت کے زمانے سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ انسانوں کے دلی اور دماغی قوی کی جنبش حضرت کے زمانے سے آج تک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیرات ہیں.. اور جس زمانے میں حضرت ﷺ کا نائب کوئی پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں بلکہ اس زمانے سے کہ وہ نائب رحم مادر میں آئے پوشیدہ طور پر انسانی قوی کچھ کچھ جنبش شروع کرتی ہیں ...اور

اختیار ملے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے اور اس نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ اس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے ...اس لیلۃ القدر کی بڑی شان ہے جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت ہے فیھا یفرق کلّ امر حکیم یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دی جائیں گی اور انواع واقسام کے علوم غریبہ وفنون نادرہ وصناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے وہ انسانی قوی میں ان کی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکانوں بسطت علم اور عقل میں جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں سب کو بمنصہ ظہور لایا جائے گا لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پرزور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب رسول دنیا میں پیدا ہو گا ..اور لیلۃ القدر میں بھی فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعے سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ظلالت کی پر ظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں ۔

یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالی نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشدّ مناسبۃ بعیسی ابن مریم و اشبہ الناس بہ خلقا و خلقاً و زماناً ۔...

یہ طویل تقریر ہے ۔ پھر لکھتے ہیں کہ: اب فرمایئے کہ یہ معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں ۔

تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے مرزا کا نائب رسول ہونا ثابت ہے اور جتنی کلیں امریکہ وغیرہ میں اس زمانہ میں نکلی ہیں سب مرزا کی وجہ سے نکلی ہیں ۔

مرزا قادیانی کے معارف کسی تفسیر میں نہ ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہو گا کہ وہ فی الواقع درج تفاسیر ہونے کے قابل بھی تھے احمد کیال کے معارف تو مرزا قادیانی کی تصانیف میں بھی نہیں پائے جاتے تو کیا اس سے اس کی مجذوبانہ باتیں اس قابل سمجھی جائیں گی کہ وہ کسی تفسیر میں لکھی جانے کے قابل تھی ۔ پھر مرزا قادیانی کے معارف کسی تفسیر میں ہونے کی کیا ضرورت ۔

ملل والنحل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ فرقہ باطنیہ کا عقیدہ ہے کہ ہر ظاہر کیلئے باطن اور ہر تنزیل کیلئے تاویل ہے، اسلئے وہ آیت کے ظاہری معانی کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ایک معنی گھڑ لیتے ہیں ان کا قول ہے کہ نفس اور عقل اور طبائع کی تحریک سے افلاک متحرک ہوئیں اسی طرح

ہر زمانے میں نبی اور وصی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع کے ساتھ متحرک ہوتے رہتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اس مضمون کو دوسرا لباس پہنا کر لیلۃ القدر اور نائب رسول کے پیرائے میں ظاہر کیا۔ بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا مادہ اذکیاء کے ہاتھ آجاتا ہے تو مختلف صورتیں اس سے بنا لینا ان پر دشوار نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے متقدمین کو متاخرین پر فضیلت ہوتی ہے کہ انہوں نے ہر قسم کا مادہ متاخرین کے لئے مہیا کر دیا ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ کلمات اور آیات کے اعداد سے باطنیہ بہت کام لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ سنت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ تعالیٰ بعض اسرار اعداد حروف بھی میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔،

اور اسی ازالہ کے صفحہ ۳۱۱۔۳۱۲ میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں انکا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ مثلاً جو اس عاجز پر کھلا کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورہ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس۔ اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن مجید کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔،

اہل انصاف غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی کے معارف جن کی بنیاد اختراعات باطنیہ پر ہے اہل سنت و جماعت کی تفاسیر میں کیوں کر ملیں گے۔ یہاں تو یہ التزام ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ظاہری معنی سے تجاوز نہ ہو چنانچہ مرزا قادیانی بھی اپنی ضرورت کے وقت لکھتے ہیں النّصوص یحمل علی ظواھرھا کما ھی (ازالہ اوہام۔ ص ۴۰۹)۔

اس قسم کے معارف کا ذخیرہ باطنیہ کی کتابوں میں تلاش کرنا چاہیے چونکہ اس فرقہ نے جدت پسند طبائع کی تحسین وقدردانی کی وجہ سے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کے بہت سے نام اور شاخیں ہوگئیں چنانچہ ملل ونحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ کے القاب بہت ہیں ہر ایک قوم میں اس کا جدا نام ہے۔ مثلاً عراق میں باطنیہ کو قرامطہ اور مزدکیہ کہتے ہیں اور خراسان میں تعلیمیہ اور ملحدہ اس وجہ سے ان کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ تعجب نہیں کہ ذخیرہ احمد کیال کا مرزا قادیانی کے ہاتھ آیا ہو جب ہی تو ایسے انوکھے معارف لکھتے ہیں کیونکہ من جدّ وجد۔

الملل والنحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ موقع موقع پر فلاسفہ کے کلام سے بہت تائید لیا کرتے ہیں اسی وجہ سے یہ فرقہ بہتر فرق اسلامیہ سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

الملل والنحل جلد اول میں عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ ومعاویہؓ نے اپنی اپنی طرف سے حکم مقرر کئے تو عبداللہ بن وہب راسبی وغیرہ چند اشخاص نے کمال تقوی کی راہ سے کہا کہ حق تعالی تو ان الحکم الا للّٰہ فرماتا ہے اور تم لوگ آدمیوں کو حکم بناتے ہو اور یہ نکتہ چینیاں شروع کیں کہ علیؓ نے فلاں لڑائی میں لوگوں کو قتل کیا اور ان کا مال بھی غنیمت بنایا اور ان کے عیال واطفال کو قید بھی کر لیا اور فلاں جنگ میں صرف مال لوٹا اور فلاں جنگ میں غنیمت بھی نہ لی۔ بہر حال وہ اس قابل نہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے۔ دین میں امام کی کوئی ضرورت نہیں، عمل کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں اور اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو مسلمان کسی اچھے متقی شخص کو دیکھ کر اپنا حاکم بنالیں وہی امام کہلائے گا جس کی تائید مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ اور اگر وہ بھی عدل سے عدول کرے اور اس کی سیرت میں تغیر پیدا ہو تو وہ بھی معزول بلکہ قتل کر دیا جائے۔ الغرض ان کی دین داری اور دیانتداری کی باتوں نے دلوں پر ایسا اثر ڈالا کہ کمال حسن ظن سے جوق جوق ان کے ہم خیال ہونے لگے اور سب نے اتفاق کیا کہ عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کی جائے چونکہ یہ شخص بڑا ہی عاقل تھا، جانتا تھا کہ آخر یہ دولت اپنے ہی گھر آنے والی ہے اظہار تقدس وتدین کی غرض سے انکار کر کے یہ کہا کہ فلاں شخص اس کام کا اہل ہے ہم سب کو چاہیے کہ اس کا اتباع کریں لیکن لوگوں کا حسن ظن تو اسی پر تھا اس انکار سے اور بھی اعتقاد زیادہ ہوا اور جب خوب خوش آمد اور الحاح کرالیا تو نہایت مجبوری ظاہر کر کے سب سے بیعت لی اور فرقہ باغیہ کا سرگروہ بن بیٹھا۔ حضرت علیؓ کو جب اطلاع ہوئی کہ ان لوگوں کا استدلال آیت شریفہ ان الحکم الا للّٰہ پر ہے تو فرمایا کلمۃ حق ارید بھا الباطل یعنی بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے۔ پھر ان کی سرکوبی کے لئے خود نہروان چلے گئے، جہاں وہ لوگ جمع تھے اس وقت ان کی بارہ ہزار کی جمعیت ہوگئی تھی۔ لکھا ہے کہ سب کے سب ایسے متقی اور نمازی اور روزہ دار تھے کہ ان کی حالت دیکھ کر صحابہ رشک کرتے تھے۔ غرض اس روز وہ سب مارے گئے جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو دی تھی، لیکن ان میں سے نو دس آدمی بچ گئے جو متفرق ہو کر عمان کرمان سجستان جزیرہ اور یمن کی طرف بھاگ گئے۔ اس قوم کا تقوی تو پہلے ہی مشہور تھا کہ وہ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے اس لئے کہ ان کے عقائد یہ بات داخل تھی کہ جھوٹ وغیرہ کبائر کا مرتکب کافر مخلد فی النار ہے اور بعض تو

اس کے بھی قائل تھے کہ مرتکب صغیرہ بھی مشرک ہے۔غرض کہ حسن ظن نے پھر از سر نو جوش کیا اور لوگ ان کی ظاہری حالت پر اپنا ایمان فدا کر کے معتقد اور مرید ہونے لگے۔ ہر وقت یہی ذکر کہ علیؓ، عثمانؓ اصحاب صفین اور اصحاب جمل چناں وچنیں تھے۔ان کی سخن چینیوں سے صحابہ کبار کے مطاعن ہر ایک کے زبان زد ہوئے اور یہ عادت ہے کہ کوئی متقی شخص کسی بڑے درجے کے بزرگ پر اعتراض اور طعن کرتا ہے تو جاہلوں کے نزدیک اس طعن کی وقعت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس وجہ سے ان بھگوڑوں پر حسن ظن خوب ہی جما، جس سے ترقی اس شجرہ خبیثہ کی یہاں تک ہوئی کہ کئی شاخیں اس کی نکلیں ،اور اب تک شاخ و برگ اور ٹہنیاں نکلتی جاتی ہیں۔چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں نافع ابن ارزق کے ساتھ مجمع کثیر ہو گیا اور تیس ہزار سے زیادہ سوار ہمراہ لے کر وہ بصرے سے اہواز تک قابض ہو گیا۔اس فرقے کا اعتقاد تھا کہ و من النّاس من یّشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه (بقرہ: ۲۰۷) عبدالرحمٰن بن ملجم کی شان میں نازل ہوئی۔اس فرقے نے علاوہ حضرت علیؓ کی تکفیر کے حضرت عائشہؓ اور عثمانؓ وطلحہؓ و زبیرؓ و عبداللہ بن عباسؓ کی بھی تکفیر زیادہ کر دی تھی۔

الحاصل خوارج نے تقوی میں موشگافیاں اس قدر کیں کہ ادنی جھوٹ اور اس پر اصرار بھی ان کے نزدیک شرک تھا اور بعضوں کا اعتقاد تھا کہ سورہ یوسف کلام الٰہی نہیں اس لئے کہ عشق کا قصہ بیان کرنا خدا کی شان سے بعید ہے۔..دراصل جھوٹ کو شرک کہنا بھی ایک دھوکے کی ٹٹی تھی ورنہ ابن ملجم قاتل علیؓ کجا اور آیت و من النّاس من یّشری نفسه کی فضیلت کجا، نہ ان میں کوئی صحابی تھا جس کو اس آیت شریفہ کی شان نزول پر کوئی اطلاع ہو، نہ کسی روایت میں وارد ہے کہ ابن ملجم اس کا مصداق تھا، باوجود اس کے وہ صاف کہتے تھے کہ آیت موصوفہ ابن ملجم کی شان میں اتری ہے۔کس درجے کا جھوٹ اور خدا پر بہتان ہے۔ پھر جھوٹ کو شرک قرار دینا دھوکا دہی نہیں تو کیا ہے، جیسے مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک قرار دیتے ہیں اور خود اسکے مرتکب ہیں۔اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کل کاروائیاں ان کی اسی قسم کی تھیں۔ یہاں یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب صحابہ کے مجمع میں جعلی تقدس ظاہر کر کے انہوں نے اپنا کام نکال لیا تو ۱۳ سو برس کے بعد چند اشخاص اتفاق کر کے اپنا کام نکالنا چاہیں تو کیا مشکل ہے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۰ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں دجال کا پانی برسانا اور مردے کو زندہ کرنا وغیرہ مذکور ہے، نقل کر کے لکھتے ہیں:

ایسے پر شرک اعتقادات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا

تخت و تاج سپرد کر رکھا ہے اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اتنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدا تعالی کے برابر سمجھ لیا ہے۔،

مطلب اس کا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امام مسلم جن کے تدین پر اجماع امت ہے انہوں نے یہ حدیث نقل کر کے تمام مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس سے خود صرف مشرک ہی نہ بنے بلکہ مشرک بنانے اور نبی ﷺ پر نعوذ باللہ شرک کا الزام لگانے والے ٹھہرے کیونکہ اگر اس حدیث کے کوئی دوسرے معنی تھے تو ضرور تھا کہ اس معنی کی تصریح کر دیتے تا کہ مسلمان اس حدیث کو دیکھ کر مشرک نہ بنیں ۔ پھر یہ روایت امام مسلمؒ ہی نے نہیں بلکہ اور بھی محدثین نے اس کو نقل کیا ہے۔غرض کہ یہ محدثین اور ان کے بعد کے کل مسلمان لوگ تو مرزا قادیانی کے نزدیک قطعی مشرک ہیں اور چونکہ باتفاق محدثین امام مسلمؒ کی اسنادیں کل صحیح ہیں اس لحاظ سے اس شرک کا سلسلہ بقول مرزا قادیانی صدر تک پہنچے گا۔اس مسلک میں مرزا کے مقتداء خوارج ہیں جنہوں نے حضرت علی اور دیگر اکابر صحابہ کی تکفیر میں کوتاہی نہ کہ اور یہ الزام لگایا کہ آدمیوں کو انہوں نے خدا تعالی کے برابر کر دیا جو صراحیاً شرک ہے اور طرفہ یہ کہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۹ میں لکھتے ہیں:

غرض جیسا کہ خدا تعالی کی یہ شان ہے انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح یہی کن فیکون سے بقول ان کے دجال سب کچھ کر دکھائیگا۔

مطلب یہ کہ کن فیکون اس کے لئے جائز رکھنا شرک ہے اور خود اس کا رتبہ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں کہ مجھے بھی کن فیکون دیا گیا ہے۔

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ معتز باللہ کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام فارس بن یحی تھا۔مصر کے علاقے میں نبوت کا دعوی کر کے عیسی کا مسلک اختیار کیا تھا اسکا دعوی تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں اور ابرص اور جذامی اور اندھوں کو شفا دے سکتا ہے چنانچہ طلسم وغیرہ تدابیر سے ایک مردے کو ظاہراً زندہ بھی کر دکھایا۔اسی طرح برص وغیرہ میں بھی تدابیر سے کام لے کر بظاہر کامیاب ہوگیا چنانچہ کتاب المختار میں اس کے نسخے اور تدابیر بھی لکھی ہیں۔

مثیل اس کو کہنا چاہیے جس نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ظاہراً ان کی نقل بھی پوری کر بتائی چنانچہ اسی وجہ سے بہت لوگ اس کے معتقد ہوئے اور اس کے لئے ایک عبادت خانہ بنا دیا..
مرزا قادیانی ایک زمانے سے مثیل مسیح بلکہ خود مسیح ہیں مگر ایسا بھی کوئی معجزہ نہ دکھایا لیکن اگر غور کیا جائے تو کام مرزا کر رہے ہیں اس سے بھی زیادہ نادر ہے کہ باتوں ہی باتوں میں مسیح بن گئے۔

یہ چند واقعات حسن ظن کی خرابی کے جو مذکور ہوئے مشتے نمونہ ازخروارے ہیں اگر تواریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس کے نظائر بہت مل سکتے ہیں اور یہ تو اجمالی نظر سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ بہتر اسلامی فرق باطلہ کا وجود احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ہر ایک فرقے کے جزئی اختلاف اگر دیکھے جائیں تو صدہا کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور ادیان باطلہ کے فرقے تو بے انتہاء ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر مسئلہ باطلہ کا موجد ایک ہی ہوتا ہے اگر ان موجدوں پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو اتنے فرقے ہی کیوں ہوتے۔ ایک شخص کی بات نقارخانے میں طوطی کی آواز تھی اگر حسن ظن والے ہاں میں ہاں نہ ملاتے تو اسے سنتا ہی کون تھا۔ اگر موجد کو اس پر بہت اسرار ہوتا تو اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا۔ غرض کہ اس حسن ظن ہی نے جھوٹی نبوت اور امامت کو اس قابل بنایا کہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی چنانچہ جہلاء جن کو معنوی مناسبت ان جعلی انبیاء اور اماموں کے ساتھ تھی آمنا وصدقنا کہہ کر ان کو مقتداء بنالیا حق تعالی فرماتا ہے کذالک قال الّذین لا یعلمون مثل قولھم تشابھت قلوبھم (بقرہ: ۱۱۸) اس سے ظاہر ہے کہ اہل باطل کے دل باہم متشابہ ہوتے ہیں مرزا قادیانی کی کاروائیوں کو دیکھنے کے بعد کبھی شبہ نہیں رہ سکتا کہ وہ مدعیان نبوت کے قدم بقدم راہ طے کررہے ہیں جس کا منشاء وہی تشابہ قلبی ہے جن لوگوں نے جھوٹے دعوے کئے تھے وہ جہلاء نہ تھے قرآن وحدیث کو خوب جانتے تھے مناظروں میں مستعد تھے آیات واحادیث وغیرہ سے اپنے بچاؤ کے پہلو نکال لیتے تھے غرض کہ ان کا علم ہی اس تفرقہ اندازی کا باعث ہوا تھا ان کی حالت اس گروہ کی سی ہے جسکی خبر حق تعالی دیتا ہے وما تفرّقوا الا من بعد ما جاء ھم العلم (شوری: ۱۴) یعنی علم آنے کے بعد جدا جدا فرقے ہوگئے۔ مرزا قادیانی کے تبحر میں کوئی کلام نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ علم ہمیشہ سیدھی راہ پر لے چلے۔ اسی وجہ سے مدعیان نبوت باوجود علم کے گمراہ ہوئے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے واضلّہ اللّٰہ علی علم (جاثیہ: ۲۳) یعنی باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کیا۔ ان لوگوں کے مخالف مسلک کوئی آیت یا حدیث پیش کی جائے تو مثل یہود کے اس کی تاویل کر لیتے ہیں جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یحرّفون الکلم عن مواضعہ (مائدہ: ۱۳) یعنی کلمات کو اصلی معنی سے پھیر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی آیتوں اور حدیثوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں جن کو تحریف کہنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا۔ اصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی نے ان لوگوں کو یہود کا مقلد بنادیا تھا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اصلی معنی کسی آیت کے بیان کئے جائیں تو قہقہے اڑاتے تھے واذا علم من آیاتنا شیئاً اتخذوھا ھزواً (جاثیہ: ۹) یعنی

جب جان لیتا ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کو تو ان کی ہنسی بناتا ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ بھی کیا جیسا کہ عیسیٰؑ کے زندہ اٹھائے جانے پر استہزاء کرتے ہیں کہ آسمانوں پر ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوگا اور مطبخ اور پاخانہ بھی وہاں ہوگا وغیرہ اگرچہ دعوی ان لوگوں کو کمال ایمان کا تھا کیونکہ نبی سے بڑھ کر کس کا ایمان ہوسکتا ہے مگر وہ سب نمائش ہی نمائش تھی ممکن نہیں کہ خدا اور رسول پر ایمان لانیکے بعد کوئی امتی خلاف قرآن وحدیث نبوت کا دعوی کرے اس سے ظاہر ہے کہ منشاء اس قسم کے دعووں کا صرف ہوائے نفسانی ہے۔ اللہ فرماتا ہے افرأیت من اتخذ الھہ ھواہ (جاثیہ:۲۳) یعنی کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرا لیا۔ اگر مرزا قادیانی خدا کو معبود سمجھتے تو جس طرح اس کے کلام قدیم میں و خاتم النّبیین مذکور ہے اس کی تصدیق کرکے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی ہرگز نہ کرتے۔ طرفہ یہ کہ اس نص قطعی کے مقابلے میں بعضوں نے وہ اشعار پیش کئے جن کا مضمون ہوتا ہے کہ شیخ اپنے مریدوں میں نبی ہوتا ہے۔ مقام غور ہے کہ مضامین شعریہ جن کی بنیاد مبالغوں اور استعارات پر ہے قطعیات کے مقابلے میں پیش کئے جاتے ہیں۔ شعراء اپنے ممدوح کو مسیح دوران ارسطوئے زمان، بایزید وقت وغیرہ لکھا کرتے ہیں، اس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ فی الواقع مسیح اور بایزید ہیں۔ اسی طرح شیخ کو بھی کسی نے نبی نہیں سمجھا۔ ان لوگوں کی عادت ہے کہ باطل کو حق کے ساتھ ملتبس کردیا کرتے ہیں جس سے حق تعالی منع فرماتا ہے و لا تلبسوا الحقّ با لبا طل و تکتموا الحقّ و انتم تعلمو ن (بقرہ:۴۲) یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ اس کے نظائر مرزا قادیانی کے اقوال میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں۔

یہ لوگ قرآن وحدیث کے مقابل اپنے الہام اور وحی پیش کرتے ہیں چنانچہ بہت سے اقوال مرزا قادیانی کے اس قسم کے نقل کئے گئے حق تعالی فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذ باً او قال اوحی الیّ و لم یوحی الیہ شیء (انعام: ۹۳) یعنی اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعوی کرے کہ میری طرف وحی آتی ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی صراحتاً دعوی کیا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

یہ لوگ بحسب ضرورت باتیں بنا کر لکھ دیتے ہیں کہ یہ الہام اور وحی ہے جو اللہ نے بھیجی جیسا کہ یہود وغیرہ کیا کرتے تھے جن کی نسبت حق تعالی فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتا ب با ید یھم ثمّ یقولو ن ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم ممّا کتبت ا ید یھم و ویل لھم ممّا یکسبون ( بقرہ: ۷۹ )( خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پھر لوگوں سے کہیں کہ یہ خدا کے ہاں سے اتری ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے تھوڑے سے دام حاصل کریں ۔ پس افسوس ہے کہ ان پر جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ،افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں )۔

ظاہر ہے کہ مقصود ان لوگوں کا بھی وحی والہام آسمانی پیش کرنے سے یہی ہے کہ لوگ معتقد ہوکر چندہ یک مشت یا ماہواری دیں جیسا کہ مرزا قادیانی وحی کو ذریعہ بنا کر اقسام کے چندے وصول کررہے ہیں ۔

حق تعالی فرماتا ہے: و اذا قیل لھم آمنوا بما انزل اللّٰہ قا لوا نؤمن بما انزل علینا ( بقرہ:۹۱ ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے اتارا ہے اس پر ایمان لے آ ؤ تو جواب دیتے ہیں جو ہم پر اتارا گیا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں ۔

دیکھ لیجئے حشر اجساد وغیرہ میں نصوص قطعیہ موجود ہیں مگر اپنے الہام اور وحی کے مقابلہ مین ان کو کچھ نہیں سمجھتے ان کی بھی یہی حالت ہے جو اس سے ظاہر کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنی وحی پیش کرتے تھے ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالی فرماتا ہے:

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزا ء من یفعل ذلک منکم ا لّا خز ی فی الحیوۃ الدّ نیا و یوم القیا مۃ یردون الی اشدّ العذاب و ما اللّٰہ بغافلٍ عمّا تعملون اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدّ نیا با لآ خرۃ فلا یخفف عنھم العذا ب و لا ھم ینصرون ( بقرہ: ۸۵۔۸۶ ) یعنی تم کیا کلام الہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کونہیں مانتے ۔تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں ان کا یہی بدلہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کی رسوائی ہو اور قیامت کے دن بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں ۔ یہی ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی، سوان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے ۔

یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، محمد ﷺ کی نبوت کو مانتے ہیں ،اور احادیث پر ہمارا ایمان ہے ۔مگر مقصود اس سے کچھ اور ہی ہے ۔ اللہ فرماتا ہے یحلفون

باللّٰہ انّھم منکم و ما ھم منکم (توبہ: ۵۶) یعنی وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں یعنی مسلمان، حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسی زمرے کے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

مرزا قادیانی کی قسموں کا حال بھی اوپر معلوم ہوا۔ اس قسم کھانے سے ان کی یہ غرض ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں جو ان سے عام ناراضی پھیلتی ہے وہ کم ہو جائے۔ اس قسم کی کاروائیاں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے یحلفون باللّٰہ لکم لیرضوکم (توبہ: ۶۲) یعنی تمہارے سامنے وہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں۔ قسمیں کھا کر ان کا یہ کہنا کہ ہم بھی تمہیں میں سے ہیں یعنی مسلمان، فضول ہے۔ اس لئے کہ اگر انکا ایمان پورے قرآن وحدیث پر ہوتا تو جھگڑا ہی کیا تھا اور نیا فرقہ بننے کی ضرورت ہی کیا تھی حق تعالی فرماتا ہے فان آمنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا (بقرہ: ۱۳۷) یعنی اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی انہیں چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آ گئے۔ اگر قرآن و حدیث پر مرزا کا ایمان ہوتا تو تمام امت کی مخالفت کیوں کرتے اور سب کو مشرک کیوں بناتے۔

کبھی یہ لوگ دھمکیاں دیتے ہیں کہ دیکھو ہم انبیاء ہیں ہماری سب باتیں خدا مان لیتا ہے ہمارے معاملے میں دخل نہ دو، ورنہ چناں ہوگا اور چنیں ہوگا۔ جیسے مرزا قادیانی کی تقریروں میں ہوا ہے۔ اسی قسم کی دھمکیاں اگلے لوگ بھی دیا کرتے تھے مگر حق تعالی فرماتا ہے ان سے ہرگز مت ڈرو: انّما ذلکم الشیطان یخوف اولیائہ فلا تخافوھم و خافون ان کنتم مومنین (آل عمران: ۱۷۵) یعنی وہ شیطان ہے جو مسلمانوں کو ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے، سو تم ان سے ہرگز مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اب مسلمانوں کو چاہیے کہ مرزا قادیانی کی دھمکیوں کا کچھ خوف نہ کریں۔

اور کبھی جھگڑے اور مناظرے کر کے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے: الّذین یجادلون فی آیات اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم کبر مقتاً عند اللّٰہ و عند الّذین آمنوا کذالک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار (مومن :۳۵) یعنی جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر ایسی سند کے جو ان کو پہنچی ہو، ان کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمان داروں کے ہاں، اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر بھی۔ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی بلا دلیل کیسے کیسے جھگڑے پیدا کر رہے ہیں۔

یہ لوگ اقسام کے وسوسے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ کس طرح آدمی متزلزل ہو جائے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے الّذی یوسوس فی صدور النّاس من الجنّة و النّاس (الناس: ۵۔۶) مرزا قادیانی کے وسوسوں کا کس قدر اثر ہوا کہ جو لوگ قادیانی نہیں ہوئے وہ بھی عیسیٰؑ کی زندگی میں کلام کرنے لگے۔..

اگر ان سے کہا جائے کہ نبوت وغیرہ دعاوی کا ذبہ کو چھوڑ دو، اس لئے کہ اس سے فساد اور مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے مامور ہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح کریں۔یہی حالت سابق کے لوگوں کی تھی جن کی خبر اللہ تعالی دیتا ہے:

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انّما نحن مصلحون۔ الا انّھم ھم المفسدون و لا کن لا یشعرو ن (بقرہ:۱۱۔۱۲)

یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے۔

مرزا قادیانی سے کتنا ہی کہا جائے کہ حضرت آپ کی عیسویت نے مسلمانوں میں فساد عظیم برپا کر رکھا ہے کہ مناظروں سے جدال وقتال تک پہنچ گئی ہے وہ کام کیجئے کہ مسلمانوں کی جس سے ترقی ہو اور کل مسلمان اتفاق کر کے مخالفین کے حملوں سے اپنے دین کو بچائیں۔مگر وہ سمجھتے ہی نہیں اور یہی فرماتے ہیں کہ میں اصلاح کے لئے آیا ہوں۔کیا مسلمانوں کی اصلاح یہی ہے کہ ان میں قتال وجدال رہے اور کفار بے فکری سے ان کی بیخ کنی کریں۔

اگر ان لوگوں کو خوف خدا اور آخرت پر ایمان ہوتا تو کبھی اس قسم کے دعاوی باطلہ نہ کرتے۔حق تعالی فرماتا ہے:

و من النّاس من یقول آ منّا با للّه و بالیوم ا لآخر و ما ھم بمو منین یخادعو ن اللّه و الّذین آ منوا (بقرہ: ۹۸) بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔یہ لوگ (اپنے نزدیک) اللہ تعالی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں دھوکا دیتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ ان کا خدا پر کیسا ایمان تھا؟ کیا یہ نہ جانتے ہوں گے کہ خدا تعالی عالم الغیب ہے اور تمام خیالات فاسدہ پر مطلع ہے چنانچہ ارشاد ہے: یعلم خائنة الا عین و ما تخفی الصدو ر (مومن:۱۹) یعنی خدا آنکھوں کی خیانت جانتا ہے اور ان بھیدوں کو بھی جانتا ہے

جوسینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اور فرماتا ہے: و لا تحسب اللّٰہ غا فلاً عما یعمل الظا لمون (ابراہیم: ۴۲) یعنی اور ایسا نہ سمجھنا کہ خدا ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ اور ارشاد ہے و نملی لھم انّ کیدی متین (قلم: ۴۵) یعنی ہم ان کومہلت دیتے ہیں اور میرا کید مستحکم ہے۔

مرزا قادیانی جس وقت براہین احمدیہ لکھ رہے تھے گو مسلمانوں کے پیش نظر یہ ہو گیا تھا کہ وہ ہمہ تن دین کی تائید میں مشغول ہیں مگر خدا ان کے ارادے کو خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے، اور اب بھی جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس سے بھی غافل نہیں۔ مگر مرزا قادیانی اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ اگر یہ کام خلاف مرضی الٰہی ہوتا تو اس سے روک دیئے جاتے اور اس قدر مہلت نہ ملتی۔ یہی دھوکہ ابن تومرت وغیرہ کا ہوا تھا اس لئے کہ مرزا سے زیادہ ان کو مہلت ملی تھی اور اس مدت میں برابر مسلمانوں میں فتنہ وفساد کرتے رہے مگر آخر کار طعمہ اجل ہوکر اپنے ٹھکانے کو پہنچ گئے

بات یہ ہے کہ جب شیطان کا غلبہ پورے طور سے ہو جاتا ہے تو آدمی خدا کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے استحوذ علیھم الشّیطان فا نسا ھم ذکر اللّٰہ (مجادلہ: ۱۹) یعنی شیطان ان پر غالب آ گیا اور اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب کامیابی ہو جاتی ہے اور لوگ بکثرت ان کے پیرو ہوتے جاتے ہیں تو گمراہی اور زیادہ ہو جاتی ہے حق تعالی فرماتا ہے و اخوا نھم یمدّونھم فی الغیّ ثمّ لا یقصرون (اعراف: ۲۰۲) یعنی ان کے بھائی ان کو گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے۔

اگر مرزا قادیانی کو ان کے ہم خیال لوگ تائید نہ دیتے تو یہاں تک نوبت ہی نہ آتی۔ مگر یاد رہے کہ یہ تائید باعث زیادتی جرم ہے جس سے سزا میں بھی سختی ہو گی انما نملی لھم لیزدا دوا اثماً و لھم عذا ب مھین (آل عمران: ۱۷۸) ہم ان لوگوں کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور آخر کار ان کو ذلت کا عذاب ہے۔

تشابہ قلبی یا حسن ظن وغیرہ سے جو لوگ ان لوگوں کے دباؤ میں آ گئے ان پر یہ بات صادق آتی ہے جو اللہ فرماتا ہے: فا ستخفّ قو مہ فاطا عوہ، انّھم کا نوا قو ماً فاسقین (زخرف: ۵۴) بے وقوف بنا لیا اپنی قوم کو، پھر اسی کا کہا مانا ان لوگوں نے، بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔

ان لوگوں کے روبرو ان کے مخالف مدعی کوئی آیت قرآنی پڑھی جائے تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اپنے الہامات اور وحی پر نازاں وخوش رہتے ہیں ان کی وہی حالت ہے جو حق تعالی فرماتا ہے فلمّا جاء تھم با لبیّنا ت فرحوا بما عند ھم من العلم (مومن: ۸۳) یعنی

جب رسول کھلی نشانیاں اس کے پاس لے آئے تو وہ اپنے علم ہی پر خوش رہے۔ کتنے ہی آیات و احادیث اس قوم پر پیش کئے جائیں وہ ایک نہیں مانتے اور اپنے ہی الہام پر نازاں ہیں کہ مرزا کا الہام ہی ٹھیک ہے۔

فائدہ: آیات قرآنیہ کا نزول اگرچہ خاص خاص مواقع میں ہوا ہے مگر علماء جانتے ہیں کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المعنی یعنی جو مواقع خاصہ نزول کے داعی ہوا کرتے تھے یا جن کے باب میں آیتیں نازل ہوئیں قرآن انہیں کے لئے خاص نہیں بلکہ جہاں جہاں منطبق ہوسکتا ہے وہ سب اس میں داخل ہیں۔ اس لحاظ سے مدعیان نبوت وغیرہ بھی ان آیات کے عموم سے خارج نہیں ہوسکتے۔

اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالی نے ایک مخفی راز پر مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کو خدا تعالی نے اسی واسطے پیدا کیا کہ اس قسم کے کام کیا کریں اور انجام کار رسوا ہوں چنانچہ فرماتا ہے:

وکذلک جعلنا فی کلّ قریۃٍ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا وما یمکرون الا بانفسھم وما یشعرون (انعام: ۱۲۳) یعنی اور ایسا ہی ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے فساق پیدا کئے تاکہ ان میں فتنہ انگیزیاں اور مکر کریں اور جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔

اگر یہ آیت شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے لوگوں کو ترقی سے یہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ ہوں، جن کو اس قسم کی تائید ہو رہی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی ترقیوں سے مسلمانوں کو یہ خیال چاہیے کہ ہماری ابتلاء اور آزمائش کے لئے حق تعالی نے ان کو پیدا کیا ہے اور یہ تائید ان کی حقانیت پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے کلا نمد ھؤلاء و ھؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظوراً (بنی اسرائیل: ۲۰) یعنی طالب دنیا اور طالب آخرت ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں پروردگار کی بخشش بند نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی ابتداء ولادت بابرکت سے آثار نبوت اور ارہاصات شروع تھے۔ اہل عرب عمر بھر حضرت ﷺ کی صداقت وصدق دیکھا کئے۔ یہود ونصاری اور کاہنوں کے اخبار سے حضرت ﷺ کی نبوت کا حال سنا کئے، اور وقتاً فوقتاً معجزات کا مشاہدہ کیا کئے۔ باوجود اس کے حضرت

کی وفات کے وقت کل ایک لاکھ اشخاص مسلمان ہوئے اور مسیلمہ کذاب پر دو چار سال ہی میں لاکھ تک آدمی ایمان لائے۔ پھر کیا اس فوری ترقی سے مسیلمہ کی نبوت یا حقانیت ثابت ہوسکتی ہے؟ بات یہ ہے کہ باطل کا شیوع بہت جلد ہوتا ہے خصوصاً اس آخری زمانے میں جو گویا فتنوں ہی کے واسطے موضوع ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: من کان یرید حرث الدّنیا نؤته منها و ما له فی الآخرة من نصیب (شوریٰ: ۲۰) جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسبت اس کو دنیا دیں گے مگر پھر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ الدنیا زور لا یحصل الا بالزور کو اپنا مقتداء بنا کر اقسام کے حیلے اور مکاریاں عمل میں لائے جن سے دنیا کا پورا پورا حصہ حاصل کرلیا، مگر افسوس ہے ان پر جنہوں نے دوسروں کی دنیا کے واسطے اپنا دین برباد کیا کیونکہ ہر ایک کے ہم خیال ہونے کے لئے کوئی کئی آیتوں اور احادیث کا ان کو انکار کرنا ضرور پڑا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے انّما المؤمنون الّذین آمنوا باللّٰه و رسوله ثمّ لم یرتابوا (حجرات: ۱۵) یعنی اہل ایمان وہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ، اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے دلوں میں من جانب اللہ ایک قسم کی ایسی تسکین ہوتی ہے کہ مخالفین کی باتیں ان کو مشوش نہیں کرتیں هو الّذی انزل السّکینة فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایماناً مع ایمانهم (فتح: ۴) یعنی خدا نے مسلمانوں کے دل میں اطمینان اور تسکین اتاری تاکہ پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

اہل ایمان اس بات کے مامور ہیں کہ اگر جعلی انبیاء وغیرہم انہیں کو بہکاویں تو بمقتضائے الدین النصیحة ان کی خرابیوں پر تنبہ کریں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رحمۃ للعالمین کفار کے ایمان نہ لانے پر باقتضائے رحمت طبعی بہت غم کھاتے تھے جس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لعلّک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین (شعرا: ۳۰) شائد کہ تم اے پیغمبر اپنے آپ کو ہلاک کرلو گے اس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

نیز ارشاد ہے و لا یحزنک الّذین یسارعون فی الکفر من الّذین قالوا آمنّا بافواههم و لم تؤمن قلوبهم (آل عمران) اے رسول غم نہ کھاؤ ان پر جو کفر میں سعی کرتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اپنے منہ سے کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں۔

اور مسلمانوں کو ارشاد ہے یا یّھا الّذین آ منوا علیکم انفسکم لا یضرّ کم من ضل اذا ھتد یتم ( مائدہ: ۱۰۵) مسلمانوں تم اپنی خبر رکھو، جب تم راست گوئی پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے، اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔..

مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں مسلمانوں کی بہت شکایت فرماتے ہیں کہ خدا تعالی نے ایک لخت ان سے عجز و فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ اٹھالیا اور اسی کے (براہین ص ۱۰۶ حاشیہ) میں لکھتے ہیں:

نیک نیتی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے مثلاً یہ نیک نیتی ہی کی برکت ہے کہ چھوٹے بچے بہ آسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں اگر بدظنی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ شاید ان سکھانے والوں کی کچھ اپنی غرض ہوگی اور آخر میں اس بدظنی سے گنگے رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک کرتے۔ فی الحقیقت حسن ظن اصلاح تمدن کیلئے ایک بڑی دولت تھی مگر افسوس ہے کہ اس کو زمانے کی رفتار اور مکاروں کی خودغرضیوں نے خاک میں ملادیا ہر زمانے کے بدمعاشوں کی کاروائیاں اور حسن ظن کرنے والوں کو تباہیوں نے مسلمانوں کو عبرت کا سبق پڑھایا جس سے وہ الحزم سوء الظن پر عمل کرنے لگے۔

اور اس کی تو مرزا قادیانی بھی اجازت دیتے ہیں چنانچہ اسی کے (براہین ص ۱۰۶ حاشیہ) میں لکھا ہے: نیک ظنی انسان میں فطرتی قوت ہے اور جب تک کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا نہ ہو اس قوت کو استعمال میں لانا انسان کا طبعی خاصہ ہے۔،

اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا ہو جائے تو پھر نیک نیتی استعمال میں نہ لانا چاہیے۔ اب دیکھئے مرزا نے مسلمانوں کو بدگمانی کے کیسے کیسے موقع دیئے ہیں۔

جس طرح اور لوگوں نے نبوت مہدویت قائمیت شاہدیت کشفیت اور ولایت وغیرہ کے جھوٹے دعوے کر کے دنیوی وجاہت حاصل کی اور اپنے اغراض پورے کئے مرزا قادیانی بھی کر رہے ہیں انہوں نے تو ایک ہی دعوی کیا تھا مرزا قادیانی ایک دعوی پر قانع نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ میں مجدد ہوں، محدث ہوں، امام زمان ہوں، مہدی موعود ہوں، عیسی موعود ہوں، خلیفۃ اللہ ہوں، حارث حراث ہوں، نبی ہوں، رسول اللہ ہوں، خدا تعالی کی اولاد کے برابر ہوں، تمام انبیاء کا مثیل و ہمسر ہوں بلکہ افضل ہوں، کن فیکون کا اقتدار رکھتا ہوں، مجھ پر سچی وحی آتی ہے، خدا تعالی

اپنے چہرے سے پردہ اٹھا کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے، میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، میری رسالت اور نبوت کا منکر اور میرے قول وفعل پر اعتراض کرنے والا کافر ہے وغیرہ۔ پھر ان دعووں سے اس قدر دنیوی وجاہت حاصل کی کی اقسام کے چندے کر کے لاکھوں روپئے حاصل کئے اور کر رہے ہیں۔

اب اور سنئیے تفسیر وحدیث کی توہین کر کے ان کو ساقط الاعتبار کر دیا قرآن میں اقسام کی تحریفات وتصرفات والحاد کئے انبیاء کے الہامات کو جھوٹے کہے اور انبیاء اولوالعزم جیسے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو ساحر بتایا۔ سید المرسلین ﷺ کے فضائل خاصہ میں جو آیتیں نازل ہوئیں ان کو الہام کے ذریعہ سے اپنے پر چسپاں کر لیا جیسے:

انّا اعطینا ک الکو ثر ؛ انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تا خر؛ و ما ار سلنا ک ا لا ر حمة للعا لمین؛ سبحا ن الذی اسری بعبدہ ؛ د نی فتد لی فکا ن قا ب قو سین او اد نی ؛ یریدون لیطفؤوا نور اللہ ؛ الم نشر ح لک صدر ک ؛ لا تخف انک انت ا لا علی؛ کنتم خیر امةٍ ا خر جت للنّاس؛ انّی فضلتک علی العا لمین؛ ر فعنا لک ذکر ک ؛انّی علی صرا ط مستقیم ؛ و جیھاً فی الدنیا و الآ خرة و من المقر بین ؛ الیس اللّٰہ بکا ف عبدہ ؛محمد رسول اللہ و الذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم ؛ و ما کا ن اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم ؛ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون ؛ جئنا بک علی ھؤ لا ء شھیداً ؛ فا تخذوا من مقا م ابراھیم مصلّی ؛ قل یا ایّھا الکا فرو ن لا اعبد ما تعبدو ن؛ قل اعو ذ برب الفلق؛ قل ان کنتم تحبّو ن اللّٰہ فا تبعو نی یحببکم اللہ و اللہ متم نورہ ۔ تمت کلمة ر بک

جو براہین احمدیہ میں مذکور ہیں۔ اور جو آیات واحادیث ان کے مقصود کے مضر ہیں ان پر سخت حملے گئے۔ اہل اسلام اپنے اپنے ایمان کے مدارج کے موافق خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا اب بھی مرزا قادیانی کے ساتھ حسن ظن کیا جائے۔ (افادۃ الافہام حصہ اول مختصراً ملخصاً)

## اخبار اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ

# عبدالعزیز کو موی اور تکفیر مرزا

قادیانی اخبار الحکم میں شیخ بٹالوی کے کفرنامہ کی پردہ دری کے عنوان سے ایک طویل مضمون ہے جس میں زمین وآسمان کے قلابے ملا کر فتوی تکفیر، پر مولانا عبدالعزیز محدثؒ پٹیالہ سے کرم الٰہی نامی مرزائی کی ایک مراسلت درج ہے۔ کرم الٰہی (جو پٹیالہ میں ملازم تھا) نے بتایا ہے، مولانا عبدالعزیز صاحب کو ۱۵ جون ۱۸۹۸ء کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں نے دھوکہ دے کر آپ سے فتوی پر دستخط کرائے ہیں۔ جواب میں محدث کا طویل خط ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ، تین چار ماہ تک میری نظر بند رہی.. انہی ایام میں ایک روز مولوی محمد اسحاق مجمع کے ساتھ میرے مکان پر آئے اور بیان کیا کہ مرزا صاحب کی تکفیر کے لئے مصالح جمع کیا ہے ... اور علماء نے تو مہریں کر دی ہیں۔ تم بھی اپنی مہر کر دو۔ میں نے عذر پیش کئے ... اگر میں نظر سے مجبور نہ ہوتا تو ان تحریروں کو جن میں یہ کلمات لکھے ہیں غور سے دیکھتا، سیاق و سباق پر غور کرتا۔ تب ان کلمات کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتا، بدون دیکھے اور پڑھے میں کیا کہہ سکتا ہو ں.... بہت بحث شروع ہوئی اور مجھ کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ تب مجبور ہو کر کہ اجازت دی کہ، (یہ کلمات اپنے ظاہری معنوں سے خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں) اس کے نیچے مہر کر دو۔

(الحکم قادیان ۲۰۔۲۷۔اگست ۱۸۹۸ء ص ۷۔۹)

یہ خط و کتابت فتوی تکفیر کی اشاعت سے ۶ سال بعد کی بات ہے۔ اگر واقعتاً ایسا ہوا ہوتا تو مولانا عبدالعزیز کو از خود بہت پہلے سے اس کی وضاحت کر دینا چاہیے تھی۔ کسی مرزائی کو استفسار کی کیا ضرورت تھی؟ محدث کا یہ کہنا کہ ان دنوں تین ماہ تک میری نظر بند رہی۔ اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ کیا تھا، کہاں لکھا، کیا لکھا، کس پر مہر لگی۔ سوال یہ ہے کہ ان تین ماہ کے بعد جب ان کی نظر ٹھیک ہو گئی تو ۶ سال کے عرصہ میں انہوں نے پھر اس فتوے کو کیوں نہیں دیکھا۔ اور دھوکے کو آشکار کیوں نہیں کیا؟

اس وضاحت کے بعد اس خط و کتابت کی حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا عبدالعزیز تو

اہل حدیث کے ایک نامور فرزند تھے۔آپ سید نذیر حسین محدث ؒ دہلوی کے شاگرد اور قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کے استاد تھے۔ مخدوم محمد اسحاق بھٹی نے جناب ندیم کوموی از ٹوبہ ٹیک سنگھ کی روایت سے مولانا عبدالعزیز کومویؒ کے متعلق لکھا ہے:

ضلع جہلم میں ڈھڈیاں راجپوت برادری کا گاؤں ہے۔..وہاں کی واحد مسجد بے آباد جب کہ خانقاہ مرجع خلائق تھی۔صرف دوتین ایسے گھر تھے جو کچھ صحیح العقائداور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے انہی میں ایک مرد ارجمند نے اپنے ایک بیٹے کو جوخود بھی دینی تعلیم حاصل کرنے کا خواہاں تھا، نزدیک کے کسی گاؤں کی مسجد میں داخل کرادیا۔اس بچے نے وہاں ابتدائی حاصل کی اور اپنے والد سے مزید تعلیم کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا۔اس دوران گاؤں میں ایک نوجوان آیا جس کا تعلق حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد سے تھا۔اس نے نوجوان کا شوق علم دیکھ کراس کے والد کو اسے دہلی لے جانے کا مشورہ دیا،وہ پنجاب میں سکھ گردی کا دور تھا اور مسلمان ان کے مظالم کے خاص طور سے ہدف تھے۔باپ بیٹا بچتے بچاتے اور سفر کی کٹھنائیاں برداشت کرتے ہوئے دہلی پہنچے،جہاں والد نے اپنے لخت جگر کو حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ کے مدرسے میں داخل کرا کے اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔اس نوجوان نے انتہائی نامساعد حالات میں علوم شریعت کی تکمیل کی۔پھر اپنے گاؤں آنے کی بجائے عارضی طور پر اپنے ایک ہم مکتب کے ساتھ اس کے گاؤں ملیسیاں (ضلع جالندھر) چلا گیا جہاں اس کے حسن کردار اور تبحر علمی سے متاثر ہو کر اس کے دوست کے والد نے اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی۔اس وقت کوم کلاں (ضلع لدھیانہ) کی راجپوت برادری کو اپنی مسجد کے لئے ایک خطیب کی ضرورت تھی۔اس تلاش میں اس گاؤں کے کچھ لوگ ملیسیاں پہنچے اور اپنی ہی برادری کے اس نوجوان کے اعلی کردار اور حسن بیان سے متاثر ہو کر اسے اپنے گاؤں میں لے آئے۔ نوجوان نے اہل دیہہ سے کوئی مشاہرہ قبول کرنے سے انکار کر دیا،اپنی گذر اوقات کے لئے اپنے آبائی گاؤں جا کر اپنا رقبہ فروخت کر کے اس رقم سے کچھ زمین خریدی اور اسے اپنا ذریعہ معاش بنایا۔مسجد کی خطابت وامامت کے علاوہ نسل نو کی دینی تعلیم وتدریس کے لئے اس نے ایک مدرسہ قائم کیا۔اس گاؤں کی اکثریت غیر دینی رسوم ورواج اور کئی قسم کی بدعات میں مبتلا تھی لیکن اس نوجوان کے حسن بیان،حسن استدلال اور اعلائے کلمۃ الحق سے لوگوں میں جلد ہی دینی انقلاب آ گیا اور گھر گھر توحید وسنت کی اتباع ہونے لگی۔یہ نوجوان عارف باللہ مولانا علاء الدین تھے جن کا شمار تاریخ اہل حدیث کے اکابر شیوخ میں ہوتا ہے اور جن کی مجاہدانہ تبلیغی مساعی سے نہ

صرف کوم کلاں بلکہ درجنوں ملحقہ دیہات میں مشرکانہ عقاید اور بدعات کا قلع قمع ہوا اور توحید وسنت کا چرچا ہونے لگا چراغ سے چراغ جلنے لگا ان کے مدرسہ میں درجنوں ایسے نوجوانوں نے تعلیم حاصل کی جنہوں نے اپنے اپنے دیہات میں توحید وسنت کا سلسلہ جاری کیا اور اس راستے میں ہر قسم کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

مولانا علاء الدین، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد سے عملی طور پر وابستہ تھے..مرکز کو چندہ اور ہر قسم کا ضروری سامان بھی مسلسل بھجواتے رہتے تھے..ان دنوں انگریزی گورنمنٹ کی سرپرستی میں پادریوں کے ذریعہ مسیحیت کی منظم طریق سے تبلیغ کی جارہی تھی..کوم کلاں میں بھی عیسائیوں کا مرکز قائم تھا اور مولانا علاء الدین کا وجود ان کے مشن کیلئے بڑی رکاوٹ تھا۔اسی دوران حکومت کو ان کی جہادی سرگرمیوں کا علم ہوگیا جس پر انکی گرفتاری عمل میں آئی۔ان کی رہائی اس پادری کی سفارش پر ہوئی جو موضع کوم کلاں میں عیسائی مشن کا سربراہ تھا جس سے مولانا کے مناظرے ہوتے رہتے تھے اور وہ مولانا کے تبحر علمی کا معترف اور ان کا مداح تھا۔

مولانا علاء الدینؒ کے تین نامور بیٹے تھے۔مولانا حاجی عبدالرحیمؒ، مولانا عبدالعزیزؒ اور عبداللہؒ، جن کو انہوں نے اعلی شرعی تعلیم دلائی۔ان میں سے حاجی عبدالرحیم ان کی مسند دعوت و تدریس کے جانشین ہوئے۔مولانا یہ فرائض ان کے سپرد کر کے حج بیت اللہ کے لئے عازم حجاز ہوئے اور وہیں مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلی کی خاک پاک میں دفن ہوئے۔

مولانا احمد الدین (جو سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید تھے انہوں نے سید صاحب کے ایماء پر امام نووی کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ بنام ریاحین العابدین کیا اس کی جلد اول اسلامیہ پریس یکی دروازہ لاہور سے اور جلد ثانی مطبع القرآن والسنہ کٹڑہ غزنویہ امرتسر سے باہتمام مولانا عبدالاول غزنوی مالک مطبع ۱۳۲۳ھ میں چھپی تھی)، مولانا سعداللہ جن کا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خباثت بھری کتب میں اکثر مخالفانہ تذکرہ کیا ہے، مولانا محمد نذیر عرشی (شارح مثنوی مولانا روم) اسی کوموی خاندان سے وابستہ تھے۔حاجی عبدالرحیم صاحب کے دور حیات میں کوم کلاں کا مدرسہ علوم قرآن و حدیث اور احیاء اقامت دین کا عظیم مرکز تھا۔

مولانا عبدالعزیز کوموی، مولانا علاء الدینؒ کے منجھلے بیٹے تھے۔انہیں ابتدائی دینی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل ہوئی۔مزید تعلیم کے لئے حضرت میاں صاحب نذیر حسین محدثؒ کے مدرسے میں داخل کرا دیئے گئے۔حاجی عبدالرحیمؒ نے والدگرامی کے سفرحج کے بعد کوم کلاں میں

واپس آ کر اپنے والد کے دارالعلوم کی نظامت سنبھالی مگر مولانا عبدالعزیز دہلی میں رہے۔ان کا غالب رجحان کتب ادب کی طرف تھا اور دہلی کو علم وادب کے عظیم مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔انہوں نے مختلف مدارس سے علم وادب اور شعروسخن کا فیضان حاصل کیا۔عربی وفارسی ادب میں زیادہ سے زیادہ دسترس ان کے شوق فراواں کی اصل جولان گاہ تھی جس کے لئے انہوں نے دیوبند سہارن پور فرنگی محل لکھنو کے مدارس میں کئی برس گذارے اور پھر پٹیالہ میں اقامت اختیار کی جو کہ سکھ ریاست کا دارالحکومت تھا، اس زمانے کے مہاراجہ پٹیالہ کا ایک وزیر شیعہ تھا جو موضع سمانہ سے تعلق رکھتا وہ سید تھا اور عربی وفارسی علم وادب کا خاص طور سے شائق تھا۔وزیر، مولانا عبدالعزیزؒ کے تبحر علمی اور انکے اعلیٰ ذوقِ ادب کی بنا پر ان سے بے حد متاثر تھا۔آہستہ آہستہ مولانا ممدوح کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ قائم ہوگیا وزیر بنفس نفیس ان کی محفل علمی میں شریک ہوتے۔قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے پٹیالہ میں باقاعدہ مولانا سے شرف تلمذ حاصل کیا۔مہاراجہ پٹیالہ ان کے علمی وادبی محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے ان کی رہائش کیلئے اپنا ایک مکان انہیں دے دیا۔انکے خاندان کے لئے نہایت ارزاں نرخ پر...ایک وسیع قطعہ اراضی دیا گیا..جس میں ایک گاؤں آباد ہوا، جسے مولانا عبدالعزیزؒ کے نام کی مناسبت سے عزیز آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔مولانا خود اس گاؤں میں آباد نہیں ہوئے وہ عمر بھر پٹیالہ میں ہی رہے۔ وہ ایک باعمل اور زہد وتقویٰ کے حامل شب بیدار عالم تھے۔مسجد ان کے مکان ہی میں تھی جس میں مختلف مسالک وعقائد کے حامل لوگ انکی امامت میں نماز ادا کرتے تھے وہ اپنے مسلک اہل حدیث کے مبلغ تھے اور دوسرے مسالک کے نہایت محتاط ناقد بھی۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ص ۷۸۔۸۳ملخصاً)

# ایک غلطی کا ازالہ

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوی اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے، وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے، اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔حق یہ ہے کہ خدا تعالی کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ هو الّذی ارسل رسوله بالهدى و دين الحقّ ليظهره على الدين كله ۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جرى اللّه فى حلل الانبياء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں، دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴۔ پھر اسی کتاب میں اسی مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ محمد رسول اللّه و الّذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ،اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے، دنیا میں ایک نذیر آیا، ۔اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے، اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح آپ لوگ عیسی علیہ السلام کو آخری زمانہ

میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین ، اور حدیث لا نبیّ بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین اور اس آیت میں ایک پیش گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احدٍ مّن رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین اسکے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احدٍ من رجال الدنیا و لکن ھو اب لرجال الآخرۃ لانّہ خاتم النبیین و لا سبیل الی فیوض اللّٰہ من غیر توسطہ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّی کی خبر اس کو نہیں مل سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لا یظھر علی غیبہ احداً الّا من ارتضی من رسول۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ من جانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لا یظھر علی غیبہ

کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالی کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسول حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے و من ادعی فقد کفر۔ اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعوی نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسی بغیر مہر توڑنے کے آنہیں سکتا کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصّراط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیھم (یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائیگی جو پہلے نبی اور صدیق پاچکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رو سے انبیاء نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ لا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ منہ) سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں خدا سے خبر پاکر پیش گوئی کرنا اور

نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کرسکتا ہوں۔ اور جب کہ خود خدا تعالی نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اسی طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر پیش گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں۔ اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول ہے کہ،

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانیکے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ

کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی ۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی ( یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیش گوئی کی مہر ٹوٹی اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لا یظھر علی غیبہ کے مطابق ہے، محروم رہے مگر حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ اتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پا چکی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ و سیعلم الّذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔شعراء: ۲۲۸۔منہ ) یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے ایسا ہی میرے مخالف حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنخضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب و آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنخضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنخضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد ﷺ ہی نبی رہا، نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنخضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خلق اور خلق میں ہم رنگ آنخضرت ﷺ ہوگا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور اس کے اہل بیت میں سے

ہوگا (یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت ﷺ نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منّا اهل البيت على مشرب الحسن۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دوسِلم۔ اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں۔ یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوں گی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شحناء کو دور کرے گی دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عداوت کے وجوہ پامال کر کے اور اسلام کی عظمت دکھا کر غیر مذہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس سے بھی میں مراد ہوں ورنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیش گوئی صادق نہیں آتی۔ اور میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ منہ) اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا اور اسی کی روح کا روپ ہوگا اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے تعلق بیان کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا یشوعا بروز تھا اور بروز کیلئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ سو یہ خیال آنحضرت ﷺ کی شان معرفت کے سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑ دیں جو اظہار مفہوم بروز کے لئے ضروری ہے اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کر دیں کہ وہ میرا نواسہ ہوگا۔ بھلا نواسہ ہونے سے بروز کو کیا تعلق۔ اور اگر بروز کے لئے یہ تعلق ضروری تھا تو فقط نواسہ ہونے کی ایک ناقص نسبت کیوں اختیار کی گئی بیٹا ہونا چاہیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت ﷺ کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت و آخرین منهم میں اس موعود کے رفیق آنحضرت ﷺ کے صحابہ کیوں ٹھہرتے اور نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسنؓ کی اولاد بنایا اور کبھی حسینؓ کی اور کبھی عباسؓ کی لیکن آنحضرت ﷺ کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا، اسکے نام کا وارث، اسکے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث،

اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھلائے گا، اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا، اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھائے گا۔ پس جیسا کہ ظلی طور پر اس کا نام لیگا، اس کا خلق لے گا، اس کا علم لے گا ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اسلئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد ﷺ تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد زیں من دیگرم تو دیگری

لیکن اگر حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مہر توڑنے کے کیونکر دنیا میں آسکتے ہیں۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ، بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں، اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے دیکھو حضرت موسیٰ نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ان کے مقام سے آگے نکل گئے تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی۔ تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے کل برخلاف عیسیٰ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت ﷺ کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔ غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے

آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی اس میں سخت اہانت ہے کہ عظیم الشان کام دجال کشی کا عیسیٰؑ سے ہوا، نہ آنحضرت ﷺ سے۔ اور آیت کریمہ و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اور اس آیت میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں، اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ہے وہ ختمیت کی مہر کو توڑتا ہے اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ آیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت وآخرین منھم سے ظاہر ہے اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت ﷺ سمجھے گئے۔ اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ پس آیت میں اس کو ایک وجود منفی کی طرح رہنے دیا اور اس کے عوض میں آنحضرت ﷺ کو پیش کر دیا اور اسی طرح آیت انّا اعطینا ك الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظر تحقیر سے دیکھا اور بروزی اولاد کی پیش گوئی کی گئی۔ اور گو خدا تعالیٰ نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی، اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے۔ اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں

اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں ۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے ۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعوی نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے ۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں ۔ میرا نفس درمیان نہیں بلکہ محمد مصطفیٰ ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا ۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی ۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۹۰۱ء (الحکم قادیان ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء ص ۵ تا ۹)

## قادیانی کا نسب

اس اشتہار کا جواب بقلم قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اوپر نقل کیا جا چکا ہے ۔ یہاں صرف ایک دو باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ پہلی تو یہ کہ مرزا صاحب کبھی تو فرماتے ہیں کہ ان کی ایک دادی سیدہ تھیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ ان کی دو دادیاں سیدہ تھیں ۔ لیکن وہ کسی کا نام نہیں بتاتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ ان کے کس دادا، یا دادوں کی بیویاں تھیں ۔

سوال یہ بھی ہے کہ اس سیدانی کے بعد مرزا صاحب کے اجداد نے خود کو سید کیوں نہیں کہلوایا ۔ کیا مغل ہونا سید ہونے سے بہتر تھا، وہ خود کو مرزا غلام مرتضی شاہ، سید غلام احمد بیگ، سید غلام قادر مرزا، وغیرہ بھی کہلوا سکتے تھے،

اور جب بقول تمہارے خدا تعالی کہہ رہا ہے کہ تم سادات بنی فاطمہ سے ہو تو پھر تم خود کو مرزا کیوں کہلواتے ہو، یہ تو صریح نافرمانی ہے ۔

## قادیانی تصانیف کی ضخامت

دوسری بات یہ کہ ایک غلطی کا ازالہ نامی اشتہار جو مرزا صاحب کی تصنیفات میں شامل کیا جاتا ہے اس کی ضخامت صرف اسی قدر ہے کہ ہماری اس کتاب کے سوا آٹھ صفحوں میں سما گیا ہے ۔ اور مرزا صاحب تصانیف جن کی تعداد اکانوے (91) بیان کر کے ان کے سلطان القلم اور زود اور بسیار نویس اور معجز رقم ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے، ان میں سے اکثر اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے رسائل ہی پر مشتمل ہیں ۔ مثال کے طور مرزا صاحب کی چند تصانیف کے نام جو

ان کے روحانی خزائن میں شامل ہیں، یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ، لیکچر لدھیانہ، رسالہ وصیت، ذکر حقیقۃ الوحی و ذرائع حصولہ، علامات المقربین، سیرۃ الابدال، احمدی و غیر احمدی میں فرق، قادیان کے آریہ اور ہم، تجلیات الٰہیہ، دافع البلاء، گناہوں سے نجات کیونکر مل سکتی ہے، فتح اسلام، توضیح مرام، نشان آسمانی، تحفہ ندوہ، سناتن دھرم، ایک غلطی کا ازالہ، ضرورۃ الامام، سبز اشتہار، منشی گردیال کے استفسار کا جواب

یہ ۲۱ کتابیں ہیں، اور قادیانی حضرات کے روحانی خزائن کے تازہ اڈیشن میں کمپوٹر پر کمپوز شدہ ان ۲۱ کتابوں کے کل صفحات تقریباً ۶۲۰ ہیں اور فی صفحہ ۲۱ سطور کے حساب سے تقریباً ۱۳۰۰۰ سطور ہوتی ہیں۔ ہماری زیر کتاب کا صفحہ عموماً ۲۵ سطور پر مشتمل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی درج بالا اکیس کتب ہماری اس کتاب میں سما جاتی ہیں۔

## مباحثہ جہلم مابین ابراہیم سیالکوٹی و مبارک علی قادیانی

مرزا قادیانی کی زندگی میں جہلم میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اور مبارک علی قادیانی کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا۔ جس میں قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ اس مباحثے کا ذکر مولانا ابراہیم میر نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے دیباچے میں کیا ہے۔ مباحثے کے بعد اس کی کاروائی سراج الاخبار جہلم اور پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوئی تھی جس میں واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ شکست قادیانیوں کے حصہ میں آئی تھی۔ مولوی کرم الدین جہلمی اور مرزا قادیانی کے باہمی مقدمات میں بھی اس مناظرے کا ذکر آیا تھا اور مجسٹریٹ جہلم نے اپنا فیصلہ لکھتے ہوئے ضمناً اس مباحثے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اس مباحثے میں قادیانیوں کو شکست ہوئی ہے۔

دوسری طرف قادیانیوں کا یہ حال رہا ہے کہ ان کے بقول انہیں کبھی کسی مناظرے مباحثے میں شکست نہیں ہوئی، اور جہاں دبی زبان میں شکست تسلیم کرنا پڑ جائے وہاں ان کا دعوی ہوتا ہے کہ ہمیں بہرحال اخلاقی فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور شکست کی روداد پر لیپا پوتی کر کے سلطان القلم کی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے زور قلم سے شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کوشش کی جاتی ہے۔ مباحثہ جہلم بھی ان کے ایسے طرز عمل کی ایک مثال ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اڈیٹر الحکم قادیان شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

سراج الاخبار نے جہلم کے مباحثہ کے متعلق جو غلط واقعات شائع کیے ہیں اس پر ہم

مفصل ریمارک بعد میں انشاء اللہ کریں گے اور سراج الاخبار ہی کی تحریر سے دکھائیں گے کہ دروغگو را حافظہ نہ باشد کا مصداق ہو کر اڈیٹر سراج الاخبار نے کہاں تک اپنی تحریر کو بے وقعت کر دیا ہے چونکہ سراج الاخبار کے اڈیٹر نے اپنی تحریر کی کثرت اشاعت کی خواہش کی وجہ سے پیسہ اخبار میں بھی اسے چھپوایا ہے جس کو احمدیوں سے بغض اور عداوت ہے اسلئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل واقعات کے سلسلہ کو بھی شروع کر دیا جائے۔ اگر چہ کشتی نوح کا مضمون اس سارے نمبر میں درج ہونا ہمارا مقصود تھا لیکن اس کا حد سے زیادہ بڑھ جانا اور ایک ہی اخبار کا اس کے اندراج کے لئے متحمل نہ ہونا اور سراج الاخبار کی خلاف بیانی کے زہریلے اثر کا بہت جلد رفع کرنا ایک ضروری امر ہونا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس مباحثہ کے اصل حالات کے سلسلے کو شروع کر دیں جو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اس مباحثہ کی بنا اس وقت سے پڑنی شروع ہوئی جیسے کہ میاں ابراہیم نے مولوی برہان الدین سے اس بہانہ سے بحث کرنے سے انکار کیا کہ وہ میرے استاذ الاستاذ ہیں اور پھر ان کے برخلاف جہلم میں جا کر اکھاڑا جمایا اور بہت سے لوگوں کو مرزا صاحب کی جماعت کے برخلاف جہلم میں برافروختہ کر دیا اور کئی دن تک وعظ کے جلسے کرتے رہے اور عوام کالانعام کو جوش دلاتے رہے۔

ان دنوں جہلم کی جماعت کی طرف سے ایک خط قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا کہ مولوی ابو یوسف محمد مبارک العلی صاحب کو مناظرہ کیلئے بھیجا جائے مگر مولوی صاحب موصوف چونکہ قادیان کے ہائی سکول میں عربی مدرس ہیں اس لئے بوجہ ملازمت نہ آسکے اور مرزا صاحب نے ان کو بھیجنا ضروری نہ سمجھا۔

موسم گرما کی تعطیلات کی تقریب پر مولوی مبارک علی اپنی ننہال میں جاتے ہوئے جو جہلم سے آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر جانب شمال دریائے جہلم سے پار علاقہ ریاست جموں میں ہے جہلم میں آگئے اور مسافرانہ طریق پر مولوی برہان الدین کے مکان پر اترے۔ جماعت احمدیہ کو ان کے آنے کی خبر ملی، اکثر احباب ملاقات کے لئے ان کے فرودگاہ پر پہنچے۔ مولوی صاحب سے ملاقات کی اور آپ کی تشریف آوری کی خوشی ظاہر کی، اور آپ سے استدعا کی کہ ایک دو روز جہلم میں ٹھہر کر اپنے وعظ وکلام سے احباب کو مستفید فرماویں۔

مولوی مبارک علی نے دو ایک روز کا رہنا بخوشی قبول کیا اور ۲۴۔ اگست ۱۹۰۲ء کو بوقت عشاء قاری صاحب کی مسجد میں وعظ فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے تمام ممبر اور اکثر دوسرے فرقے کے مسلمان بھی آپ کے وعظ میں جمع ہوئے۔ آپ کا بیان علم قرآن اور اس کے حصول کے ذرائع کے

متعلق تھا۔ قرآن کریم سے نہایت لطافت بیانی سے یہ ثابت کیا کہ علم قرآن سوائے مطہر اور مزکی نفوس کے دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا، اور علم قرآن کے حصول کے ذرائع میں سے بڑا ذریعہ تقویٰ وطہارت یعنی تزکیہ نفس اور تطہیر قلب اور اہل اللہ کی صحبت ہے، اور یہ باتیں اس زمانہ میں سوائے امام الزمان مرزا صاحب کی صحبت پاک کے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ ازیں دیگر ضروری مسائل پر بھی اپنے وعظ میں بحث کی جس سے حاضرین نہایت محظوظ اور مطمئن ہوئے۔

اختتام وعظ پر ایک صاحب صوفیانہ صورت بنائے ہوئے محمد الدین نامی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہمارے نزدیک آپ کی جماعت کے برخلاف مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی قرآن کو بہت اچھا سمجھنے والے ہیں، اور ہمارا اس پر کلی یقین ہے کہ وہ بہت بڑے عالم اور بہمہ صفت موصوف ہیں۔ اس لئے یہ استدعا ہے کہ آپ حضرت مسیح کی حیات و وفات کے مسئلہ میں ان سے مباحثہ کریں، اور اس مسئلہ کو طے کردیں۔ ہم لوگ سبک نہیں ہیں اور ہمارا مدعا صرف تحقیق حق ہے۔ اگر آپ کی بات حق ہے تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مولوی مبارک علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگوں کو اپنے امام کی طرف سے بحث مباحثہ کی اجازت نہیں ہے اور نہ موجودہ زمانہ میں بحث مباحثہ کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا

(پھر جماعت جہلم نے مرزا صاحب کو کیوں درخواست بھیجی تھی کہ مبارک علی کو بھیجا جائے۔ کیا اس جماعت کو مرزا کے حکم امتناعی کا علم نہیں تھا؟ پھر مبارک علی کے نہ آنے کی وجہ ان کی تدریسی مصروفیات بتائی گئیں، یہ نہیں کہا گیا کہ حکم امتناعی موجود ہے۔ اور مرزا نے بھی یہ نہیں کہا کہ حکم امتناعی جاری ہوچکا ہے اسلئے مباحثہ نہیں ہوگا، بلکہ انہوں نے کسی اور وجہ مبارک علی کو بھیجنا مناسب خیال نہ کیا۔ جو شئے دیگر ہے۔ بہاء)

صرف مرغ بازی یا بٹیر بازی اور تو تو اور میں میں ہوتی ہے اس لئے اس طریق مباحثہ کو میں پسند نہیں کرتا۔

(پھر حکیم نورالدین نے رام پور کے مباحثے کے لئے مولوی محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ کو کیوں بھیجا تھا۔ بہاء)

اس پر صوفی صاحب مذکور نے فرمایا کہ نہیں یہ ہمارا بھی منشاء نہیں کہ ایسا ہو اور ایک تماشا گاہ قائم کی جائے بلکہ امن اور عافیت اور صلح کاری اور اچھے لوگوں کی ذمہ داری سے یہ معاملہ طے کیا جائے گا۔ اس پر مولوی مبارک علی نے باتفاق رائے احباب اس امر کو قبول کیا

(مرزا صاحب کے حکم امتناعی کی پرواہ نہیں۔ نہ قادیان خط لکھ کر حکم امتناعی کے خلاف اجازت حاصل کرنے

کی ضرورت سمجھی۔ مرزا کے حکم کا منکر کون ہوا؟

دراصل قادیانیوں کو جب مناظرہ نہ کرنا ہوتو کہہ دیا جاتا کہ ہمیں مناظرہ نہ کرنے کا حکم ہے۔ اور جب کسی بھی طرح راہ فرار نظر نہ آتی، تو بغیر مرکز سے رابطہ کئے مشکل شرائط پیش کر کے مناظرہ پر تیار ہو جاتے، یہ جانتے ہوئے کہ شرائط ایسی ہیں جو کسی نہ کسی طرح ٹوٹ جائینگی اور ہمیں شرائط ٹوٹنے کے بہانے مناظرہ سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ بہاء)

اور صوفی صاحب مذکور کو اجازت دی کہ وہ مولوی ابراہیم صاحب کو بلالیں۔صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا ایسا نہ ہو کہ آپ انکے آنے سے پہلے ہی تشریف لے جاویں، مولوی مبارک علی نے بحلف اس عہد کو مستحکم کیا کہ میں انشاء اللہ آپ کے مولوی صاحب کے آنے سے پہلے جہلم سے باہر ہرگز نہیں جاؤنگا، مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ جمعہ تک انتظار کی جاوے گی، اگر اس عرصہ میں وہ نہ آئے تو پھر میرا حق ہوگا کہ میں چلا جاؤں کیونکہ میں مسافرانہ طریق سے آیا ہوں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ پس صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا کہ ہم مولوی ابراہیم کو ابھی تار دیتے ہیں وہ انشاء اللہ فوراً چلے آویں گے۔

اس کے بعد جلسہ وعظ برخواست ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح کے وقت مولوی مبارک علی اسی مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے رہے اور اکثر احباب جمع ہو گئے مختلف مسائل پر بطور خود گفتگو ہوتی رہی۔ جب قریباً آٹھ بجے تو مستری عبدالکریم صاحب تشریف لائے اور اکثر تماشائی لوگ بھی جمع ہو گئے۔ مستری صاحب موصوف نے مولوی مبارک علی سے حضرت مسیح کی حیات و ممات کے متعلق گفتگو شروع کی اور پر جوش الفاظ میں بولنے لگے اور ساتھ ہی یہ عذر بھی کیا کہ میں ایسا ہی بولا کرتا ہوں آپ مجھے معذور رکھیں گے۔ مولوی مبارک علی نے بڑی حسن اخلاقی اور دل جوئی سے مستری صاحب کو بولنے کی اجازت دی اور کہا کہ آپ جس طرح چاہیں گفتگو کریں میں برا نہ مانوں گا۔ اس پر مستری صاحب اپنی لیاقت کے مطابق آزادی سے کلام کرتے رہے اور مولوی مبارک علی بڑی متانت اور حلم سے جواب دیتے رہے۔ اتنے میں مولوی کرم الدین ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم اور آپ کے ہمراہ میاں ملک صاحب بھی تشریف لائے اور ایک طرف آکر بیٹھ کر گئے۔

مستری صاحب سوال پر سوال کرتے جاتے اور جواب باصواب پاتے جاتے۔ جب مستری صاحب نے عربیت کے کسی مسئلہ میں غلطی کھائی، تو مبارک علی نے فرمایا کہ آپ عربی زبان

نہیں جانتے اور نہ اسکے قواعد سے آپ واقفیت رکھتے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے کسی مولوی صاحب کو بطور وکیل پیش کریں۔ تب انہوں نے کرم الدین کو اس مسئلہ کے تصفیہ کیلئے پیش کیا۔

مولوی کرم الدین نے قبل اس کے کہ گفتگو کریں یہ بات پیش کی کہ میں کسی خاص گروہ کا آدمی نہیں۔ میں مرزا صاحب سے حسن ظنی رکھتا ہوں اور دوسرے فریق سے بھی ابھی تک مجھے تعلق ہے اور میں نے کسی جانب ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔ کرم الدین کی اس دورنگی گفتگو سے حاضرین کو ایک عجیب حیرت حاصل ہوئی اور جماعت احمدیہ کو تو ان کی نسبت اسی وقت سے سوء ظنی پیدا ہوگئی کہ یہ شخص لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء کا مصداق ہے، اس کی گفتگو سے کوئی نیک نتیجہ پیدا ہونے کی امید نہیں ہوسکتی۔

(یعنی کرم الدین غیر جانبدار تھا، اور اسے مستری کی طرف سے وکیل کیا گیا تھا، اس سے اچھا آدمی مرزائیوں کے حق میں کون ہوسکتا تھا۔ اگر کسی کا واضح خیال مسلمانوں کی جانب اور مرزائیوں کے خلاف ہوتو وہ مرزائیوں کے لئے مضر ہوگا۔ اسلئے مولوی کرم دین کو بطور وکیل پیش کیا جانا تو قادیانیوں کے دل کی مرادیں پوری ہونے کے مترادف تھا۔

ادھر مرزا صاحب نے، پیر مہر علی کے ساتھ مقابلے میں محمد حسین وغیرہ کو ثالث مان لیا تھا، یعنی مخالف کو ثالث مان لینا بھی سنت مرزا تھی، اور یہاں غیر جانبدار کو مخالف کا وکیل بننے پر بھی ناک بھوں چڑھائی جاتی ہے۔ یہ کہاں کی اتباع سنت مرزا ہے۔ بہاء)۔

الغرض مولوی کرم الدین نے مستری کی وکالت اختیار کر کے مولوی مبارک علی سے گفتگو شروع کی اور اپنے استدلالی طریق میں ایسا الٹا مسلک اختیار کیا کہ بات بات میں ملزم ہونے لگے اور قرآن کریم سے دو ایک ایسے استدلال پیش کئے جس سے حاضرین کو معلوم ہوگیا کہ مولوی کرم الدین قرآن کریم میں قطعاً دسترس نہیں رکھتے اور علم قرآن سے بے بہرہ ہیں۔

آخر کار ایک ایسی غلط رائے پر اڑے کہ مستری صاحب نے سیٹھ احمد دین کے کان میں وہیں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا کہ مولوی کرم الدین غلطی پر ہیں اور نہایت غلط راہ چل رہے ہیں۔ آخر مولوی مبارک علی نے مولوی کرم الدین کو ایسا ساکت اور لاجواب کیا کہ مولوی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور تیور بدل گئے اور آپ کی طبیعت میں ایک غیر طبعی جوش پیدا ہوگیا اور کچھ نفسانیت کا رنگ آگیا، مگر مارے شرم کے کچھ بول نہ سکتے تھے اور خجالت سے عرق عرق ہوگئے اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے لئے پیغام آیا اور جلسہ برخواست ہوا (دن کے گیارہ

بجے کون سا کھانا ہوتا ہے؟ یہ پیغام تو فرار کا بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ بہاء) لیکن فریق ثانی کی طرف مولوی کرم الدین کے زک اٹھانے پر بے طرح جوش دیکھا جاتا تھا۔

اسی اثنا میں مشہور ہو گیا تھا کہ مولوی ابراہیم صاحب بذریعہ تار بلائے گئے تھے مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ آخر مجبور ہو کر اسی روز فریق ثانی نے صوفی صاحب کو ایک بجے کی ٹرین پر مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے سیالکوٹ روانہ کیا۔

ادھر مولوی کرم الدین نے بخلاف اپنے اس اظہار حسن ظنی کے جو مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے گفتگو سے پہلے عام جلسے میں کیا تھا بالاعلان مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور عوام کو خوب بھڑکایا اور ہنگامہ گرم رکھا۔

(اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مبارک علی کے دلائل سے ایک ایسا شخص کا مخالف ہو گیا جو قبل ازیں مرزا سے حسن ظن رکھتا تھا۔ یعنی وہ دلائل بے معنی تھے اور ایک حسن ظن رکھنے والے کو مرزا کی طرف مائل نہیں کر سکے بلکہ ان کا مخالف بنا دیا۔ بہاء)

ادھر مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے بعد پیش از نماز ظہر نہایت شدت کے ساتھ تپ ہو گیا (اور ۲۵۔ اگست کا دن تھا) (۲۵ اگست ۱۹۰۲ء، یعنی ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ۔ بہاء) تمام شب تپ رہا، صبح کو تپ اترا، اور نماز صبح میں شامل ہوئے۔ (یعنی ۲۶۔ اگست کی صبح کو تپ اتر گیا۔ بہاء)

(یعنی مولوی کرم الدین مرزا سے حسن ظن رکھتے تھے اور وفات مسیح کے بھی قائل تھے۔ گویا وہ چھپے ہوئے مرزائی تھی، ایسے شخص کا یہ کہنا کہ میں غیر جانبدار ہوں، کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کو مستری صاحب نے اپنا وکیل بنا کر بیوقوفی تو کی ہی تھی لیکن مبارک علی کے دلائل کا اثر ہوا کہ وہ مرزا صاحب کے مخالف ہوئے۔ بہاء)

اتنے میں کچھ اور احباب بھی آ گئے اور وہ صوفی صاحب بھی آ پہنچے جو مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے گئے تھے۔ اور یہ سب لوگ آ کر مولوی مبارک علی کے پاس بیٹھ گئے۔ تب باستدعا مولوی برہان الدین، میاں نظام الدین احمدی نے مرزا صاحب کی نظم درثمین سے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور ان کے بعد خود مولوی مبارک علی نے بھی درثمین میں سے ایک نظم پڑھی۔ اس کے ختم ہونے پر صوفی صاحب نے فرمایا کہ مولوی ابراہیم تشریف لے آئے ہیں آپ لوگ جلسہ مباحثہ کے لئے مکان تجویز کریں اور وقت مقرر کریں اور اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار بھی ہوں۔ ادھر سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور آپ کثرت سے ہیں اور آپ کا شہر

میں رسوخ بھی بہت ہے اور حکام تک راہ و رسم ہے اس لئے ان سب امور کا انتظام آپ کے ذمہ ہے۔ ہم اس میں سے کوئی بات بھی اپنے ذمہ نہیں لے سکتے، بلکہ اپنی جماعت کا بھی ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ لوگوں کا اختیار ہوگا اگر ہماری جماعت میں سے کوئی شخص بے اعتدالی کرے تو آپ اس کو جلسہ مباحثہ سے نکال دیں۔

(جب مرزا کو اپنی عزت و مرتبت اور عوام وخواص میں اپنی مقبولیت ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے، تو بتاتے ہیں سٹیشنوں پر اتنے لوگ استقبال، بلکہ ایک جھلک دیکھنے کو آئے کہ پلیٹ فارم کے ٹکٹ ختم ہو گئے، انگریز افسر منہ اٹھا اٹھا کر دیکھتے کہ یہ کون ہستی ہے جس کی زیارت و استقبال کے لئے خلقت یوں ٹوٹی پڑی ہے، جہلم مرزا صاحب آتے ہیں تو بتایا جاتا ہے کہ ہزاروں افراد نے وہاں ان کی بیعت کی اور تیس پینتس ہزار آدمی استقبال کو آئے۔ سیالکوٹ تشریف لے جاتے ہیں تو بتایا جاتا کہ شہریوں نے آمد کی خوشی میں رات کو چراغاں کیا اور چالیس پچاس ہزار افرار استقبال کو آئے جن میں بڑے بڑے افسران بیرسٹر وغیرہ بھی تھے۔ اور جب راہ فرار اختیار کرنا منظور ہوتا ہے تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ لاہور میں اسلئے پیر مہر علی کے مقابلے کے لئے نہیں آئے کہ وہاں میرے مرید چند ایک ہیں جماعت بہت کمزور ہے، میری حفاظت نہیں ہوسکتی، ۱۸۹۱ء میں دہلی میں میاں نذیر حسین محدثؒ کی مسجد میں مرزا صاحب اسلئے نہیں جاتے کہ میں راندہ قوم ہوں اور ہزاروں بدمعاش میری جان کے درپئے ہیں۔ چیلنج دینا مقصود ہوتا تو فرماتے ہیں کہ یہ علماء میرے نزدیک مرے ہوئے کیڑوں کی حیثیت نہیں رکھتے، اور میری جماعت میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، تجار، اشراف، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی، جج، پلیڈر، بیرسٹر، تحصیلدار شامل ہیں، اور جب چیلنج قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ ہماری حکام تک کوئی رسائی نہیں ہم حقیر اقلیت ہیں، ہماری کوئی نہیں سنتا، تم خود یہ سارے انتظامات کرو۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمان لوگ حاکم وقت کے پاس اجازت لینے جائیں گے، تو حاکم وقت، ہمارے کہنے پر، یا پہلے سے معلومات ہونے کے باعث، اندیشہ نقض امن کے بہانہ سے اجازت دینے سے انکار کر دے گا۔ جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب نے کھیل کھیلا تھا کیونکہ وہاں اس وقت وہی ڈپٹی کمشنر تھا جو مباحثہ لدھیانہ کے وقت لدھیانہ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ جہلم میں کہا جارہا ہے کہ ہم تو اپنے لوگوں کی طرف سے بھی قیام امن کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ جوں ہی شکست نظر آئیگی اپنے آدمی شور ڈال دیں گے، اور جب منتظمین ان کو بقائے امن کی خاطر نکالیں گے تو یہ کہہ کر مباحثہ ختم کر دیا جائیگا کہ ہمیں بیٹھنے ہی نہیں دیا جاتا، اور اگر نکل بھی جائیں تو یہ طے ہو کہ فریقین کے اتنے اتنے آدمی حاضرین میں ہوں، تو یہ کہا جائیگا کہ چونکہ ہمارے پانچ آدمی نکال دیئے گئے ہیں اب ہم تعداد میں کم ہیں، دریں حالات

مناظرہ کو جاری رکھنا خلاف قواعد و معاہدہ ہے۔اس لئے بس ہو چکی نما مصلی اٹھائیے۔اگر فریق مخالف کہے کہ تم ان پانچ کی جگہ پانچ اور افراد لا کر بٹھا دو تو کہہ دیا جائے گا کہ ہماری تعداد کم ہے اور کوئی ہے ہی نہیں، یا فارغ نہیں، یا کچھ اور۔ بہاء)۔

خیر اس پر بہت بحث اور حجت ہوتی رہی اور فریق ثانی حفظ امن کا ذمہ نہ ہوا۔آخر دونوں طرف کے لوگ شہر کے ایک معزز رئیس بہاول بخش ذیلدار کے پاس گئے انہوں نے اس بات کا ذمہ اٹھا لیا کہ ہم حفظ امن کا انتظام کر دیں گے بلکہ تحصیل دار اور تھانہ دار صاحب کو بھی عین جلسہ مباحثہ میں لے آویں گے۔تب ذیلدار حسب قرار داد خود تحصیلدار کے پاس گئے اور حفظ امن اور مکان جلسہ کا کل فیصلہ کر کے آ گئے اور فریقین کے معتبر اشخاص کو علیحدہ علیحدہ مطلع کر دیا کہ عید گاہ شہر میں ٹھیک چار بجے سب کو جمع ہو جانا چاہیے اور دونوں فریق کے علماء اپنے اپنے ساز و سامان سے تیار ہو ویں اور عند الطلب بلا عذر و حیلہ موقع پر حاضر ہو جائیں۔پس بموجب ارشاد ذیلدار دونوں فریق طیار ہو گئے اور ٹھیک چار بجے بابو غلام حیدر تحصیلدار و دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر مکان مباحثہ پر تشریف لے آئے اور فریقین کو طلب کیا۔

فریقین کے علماء آپہنچے اور باہم آمنے سامنے بیٹھ گئے اور باقی مخلوقات میدان عید گاہ میں مولوی صاحبان کے ارد گرد بیٹھ گئی۔تحصیل دار صاحب نے بالاعلان فرمایا کہ کسی شخص کو سوائے مناظرین کے بولنے کی اجازت نہیں، اور نہ اشارہ کنایہ سے کوئی شخص کسی جانب سے کسی قسم کی شرارت کرے۔جو شخص ایسا کرے گا اس سے قانونی سلوک کیا جائے گا۔اور چاروں طرف پولیس کے سپاہی تعینات کئے گئے۔

تب باجازت تحصیل دار مولوی مبارک علی اٹھے انہوں نے مولوی ابراہیم کو مخاطب کر کے عربی زبان میں بصورت سوال ایک مختصر سی عبارت پڑھی۔جو اسی وقت لکھی گئی تھی۔

(مجمع عام میں جہاں اردو جاننے والے بھی زیادہ تعداد میں نہ ہوں اور خالص پنجابیوں کا مجمع ہو، عربی میں باتیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ایسا کرنا ہو تو کسی نجی محفل علماء میں کیا جانا چاہیے۔مجمع عام میں ایسی باتیں اپنی علمیت کا دھاک بٹھانے، یا گرفت سے بچنے کیلئے کی جاتی ہے، کہ بے چارے عوام کو کیا پتہ کہ عربی میں کیا کہا ہے۔ بہاء)

جس کا ماحصل یہ تھا کہ آپ حضرت مسیح کی حیات جسمانی اور آسمان پر بجسد عنصری مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور اس باب میں ہم سے آپ تنازعہ کرتے ہیں اور یہ امر ہمارے

نزدیک خدا کی سنت مستمرہ کے بر خلاف اور محالات عادیہ سے ہے۔ اسلئے آپ ایک امر محدث اور منکر کے دعویدار ہیں نہ کہ ہم، لہذا آپ پر واجب ہے کہ آپ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے اپنے مدعا کو ثابت کریں، اور اس سوال کا جواب بھی عربی میں دیں، اور حاضرین کو ترجمہ کر کے سنا بھی دیں، جیسا کہ میں نے سنا دیا ہے۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی بیٹھ گئے اور مولوی ابراہیم نے نقل پرچہ سوال طلب کیا۔ اس پر مولوی کرم الدین اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ژولیدہ لفظ عربی زبان میں ایک پرچہ پر لکھ کر آپ نے پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اہل جلسہ عربی دان نہیں ہیں اس لئے عربی زبان میں تکلم فائدہ مند نہیں ۔.. پھر مولوی مبارک علی نے کہا کہ آپ ہمارے مخاطب نہیں۔ آپ نے یہ کیوں دخل در معقولات کیا ہے۔ آپ بولنے کے قطعاً مجاز نہیں ۔ ہاں اگر آپ مولوی ابراہیم صاحب کی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو صرف ان سے آہستگی کے ساتھ کلام کریں۔ تب میر مجلس کی رائے سے یہ بات قرار پائی کہ سوائے مولوی ابراہیم صاحب کے اور دوسری جانب سوائے مولوی مبارک علی کے دوسرے شخص کو بولنے کی اجازت نہیں اور باتفاق رائے یہ بھی قرار پایا کہ مضمون مباحثہ اردو زبان میں ہی لکھا جاوے تا کہ عام لوگ فائدہ اٹھائیں۔

اب مولوی کرم دین خاموش ہوئے اور مولوی ابراہیم جواب دینے کیلئے اٹھے اور کتاب کی صورت میں ایک بڑی لمبی لکھی ہوئی تحریر پڑھنی شروع کی۔ اس پر مولوی مبارک علی نے کہا کہ ہم اس کو کہاں تک لکھتے جائیں گے، انہوں نے تو بجائے تقریر کے ایک کتاب پڑھنی شروع کر دی ہے ۔تب بحکم میر مجلس، مولوی ابراہیم نے وعدہ کیا کہ میں جو کچھ سناؤنگا جواب کیلئے اس کی حرف بحرف نقل دے دونگا۔ اور کل دس بجے سے پہلے نقل مولوی مبارک علی کے پاس پہنچ جائے گی۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے اپنی تقریر کے لئے کم از کم چھ گھنٹے ملنے چاہییں ۔تب میر مجلس نے فرمایا کہ شام تک جو قریباً تین چار گھنٹے ہوتے ہیں آپ تقریر کر سکتے ہیں۔ تب آپ نے اپنا وہ سارا اندوختہ اور آموختہ جو آپ کی کئی سال کی جانفشانی کا نتیجہ تھا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ کر سنا دیا اور بجائے چھ گھنٹے کے ایک ہی گھنٹے میں ختم کر دیا۔ آپ کے سارے مضمون کا لب لباب یہ تھا کہ سنت اللہ کا لفظ قرآن کریم میں صرف عذاب پر بولا گیا ہے اور انہیں معنوں میں مقید ہے۔ انسان جب ایک وقت وزنی پتھر اٹھا کر اوپر پھینکتا ہے اور وہ اوپر چلا جاتا ہے تو کیا خدا تعالی مسیح کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں تو کیا مسیح اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ مسیح کی حیات جسمانی کا بیان وجدانی

ہے بیان میں نہیں آ سکتا، توفی کے معنی پورا بھر لینا ہے یعنی معہ جسم کے اٹھا لینا۔ اس پر بعض تفاسیر کے متناقض اقوال کو بطور ثبوت وشہادت کے پیش کیا اور بعض تراجم اردو کا بھی حوالہ دیا۔ مسیح کو آیۃ اللہ قرار دے کر اور متکلم فی المہد مان کر اس کے خواص کو اور نبیوں سے الگ ماننا اور اس وجہ سے اس کو انسانی ضوابط اور خواص سے مستثنیٰ قرار دیا۔ آپ کی تقریر اول سے آخر تک مختلط الترتیب تھی۔ اور آپ کے استدلات ایسے کمزور اور غریبہ تھے جن میں آپ دیگر مفسرین سے متفرد پائے جاتے تھے ...اور آپ کا طرز بیان نہایت کرخت اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔ با ایں ہمہ ایک گھبراہٹ دامن گیر تھی جس نے آپ کو حواس باختہ بنایا ہوا تھا۔ غرض جوں توں کر کے آپ کا مضمون ختم ہوا، تو میر مجلس نے فرمایا کہ ابھی آپ کا بہت سا وقت باقی ہے کچھ تو اور کہیے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔ تب میر مجلس نے مولوی مبارک علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا آپ اس تقریر کا آج اور اسی وقت جواب دینا چاہتے ہیں کیونکہ ابھی کافی وقت ہے۔

مولوی مبارک علی نے کہا کہ میں تحریر کا جواب تحریر سے ہی دینا چاہتا ہوں۔ میری پاس اس وقت کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود نہیں جس میں سے سنا دوں اور اس طرح پر میری تقریر محفوظ بھی نہیں رہ سکتی مجھے مولوی ابراہیم کے مضمون کی کاپی مل جاوے تو میں انشاءاللہ کل جواب دوں گا ( نوٹ از اڈیٹر الحکم: اگرچہ مولوی ابراہیم نے اپنے مضمون کی کاپی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر مولوی مبارک علی و ماسٹر فقیر اللہ نے ساتھ ہی ساتھ مولوی ابراہیم کی تقریر میں سے چند ضروری نوٹ کر لئے تھے دوران تقریر میں مولوی ابراہیم نے اعتراض بھی کیا تھا کہ جب میں نے تحریر دینے کا وعدہ کیا ہے تو میری تقریر کے نوٹ کیوں کئے جاتے ہیں۔ اس پر مولوی مبارک علی نے فرمایا کہ نوٹ کرنا ہمارا حق ہے۔ ہم نے جواب دینا ہے، آپ ہم کو اس سے روک نہیں سکتے۔ اور میر مجلس نے بھی فرمایا کہ نوٹ کرنا مبارک علی کا حق ہے، آپ بھی ان کی تقریر کے نوٹ کر سکتے ہیں ) اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ یہ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کا دن تھا۔

اب صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۲ء کو مولوی مبارک علی نے صبح ۶ بجے ہی سے اپنا جواب لکھنا شروع کر دیا اور اپنی یادداشت اور نوٹوں کی بنا پر بارہ بجے تک جواب لکھ کر تیار کر لیا۔ جب مضمون پورا ہو چکا تو مولوی ابراہیم صاحب کا پرچہ بھی پہنچا اور ساتھ ہی مولوی مبارک علی کے عربی پرچہ کا مطالبہ تھا۔ مولوی مبارک علی نے اپنا عربی پرچہ اس شخص کے ہاتھ بھیج دیا جو مولوی ابراہیم کا پرچہ لایا تھا مگر ادھر سے بھی مولوی کرم الدین کے عربی پرچہ کا بالمقابل مطالبہ کیا گیا کہ مولوی کرم الدین کو اپنی عربی کی صحت کی نسبت کچھ تو دھڑکا تھا کہ بار بار کے مطالبہ پر بھی پرچہ نہ دیا اور خلاف معاہدہ کیا

کیونکہ بالمقابل تحریروں کے دینے کا معاہدہ ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اپنا عربی پرچہ دینے سے انکار کیا اور شدت تقاضا پر بھی نہ بھیجا۔ اس سے مولوی کرم الدین کی عربی دانی کا ایک منصف طبع انسان کو پتہ لگ سکتا ہے۔

مولوی مبارک علی کو اپنا جواب مکمل کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مولوی ابراہیم کے پرچے کو اول سے آخر تک پڑھ لینا چاہیے اور جواب کو اس سے منطبق کر لینا چاہیے۔ جب مضمون مرسلہ مولوی ابراہیم حرف بحرف پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اکثر حصہ ان مضامین کا نہیں جو آپ نے اپنی تقریر میں بیان کئے تھے اور نہ وہ نوٹ بھی درج ہیں جو ان کی تقریر سے لئے گئے تھے اور وہ نوٹ اور مضامین جو مضمون سے عمداً خارج کئے گئے ایسے اہم اور ضروری تھے جس سے مولوی ابراہیم صاحب کی ساری قلعی کھل جاتی تھی اور آپ کے علم کی پوری پردہ دری ہوتی تھی۔ اس مضمون کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ زائد مضامین اور سوال بھی اس پرچہ میں درج کئے گئے ہیں تب فوراً تحصیل دار کی طرف ایک خط لکھا گیا اور مولوی صاحب کی دیانت داری کا سارا حال منکشف کیا گیا لیکن تحصیل دار صاحب کی طرف سے اس خط کا کوئی تسلی بخش جواب نہ آیا۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی کو تپ کے آثار شروع ہو گئے اور ظہر کی نماز سے پہلے تپ کی شدت ہو گئی اور بکثرت استفراغ ہونے لگے اور تپ کا اس قدر زور ہوا کہ ٹمپریچر ۱۰۷ درجے پر ہو گیا اور ڈاکٹر شیخ عبداللہ آپ کی تیمارداری کرنے لگے۔ ڈاکٹر موصوف بڑی دلجوئی اور جانفشانی سے علاج کرتے رہے اور دم بدم بخار کا جائزہ لیتے رہے یہاں تک کہ کثرت پسینہ کے سبب سے بخار دھیمہ ہو کر ۱۰۲ درجے پر پہنچا۔ اس وقت ڈاکٹر موصوف نے ۱۶ گرین کونین اور فناسٹین کا مکسچر بنا کر مولوی صاحب کو پلایا۔ ۶ بجے کے قریب بخار اس قدر ہلکا ہو گیا کہ مولوی مبارک علی نے چارپائی پر بیٹھ کر ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے گذاری۔

یہ ۲۷۔ اگست کا دن تھا اور وہی دن تھا جس میں مبارک علی کو جواب سنانا تھا۔ ادھر عید گاہ میں چار بجے سے پہلے ہی ایک طوفان عظیم برپا ہوا تھا۔ قاصد پر قاصد اور بلاوے پر بلاوا چلا آتا تھا برہان الدین نے یہ کہا کہ پہلے مولوی صاحبان سے کمی بیشی مضمون کی نسبت فیصلہ کر لینا چاہیے۔

(جب فیصلہ یہ تھا کہ کوئی مناظر کی مدد نہیں رہے گا نہ اشارے کنائے سے، بلکہ وہ خود ہی جو کچھ کر سکتا ہو کہے گا، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ مولوی محمد ابراہیم نے جو کچھ کہا، خواہ پہلے ہی لکھا ہوا ہی پڑھا وہ انہوں نے بغیر کسی کی مدد کے سب کے سامنے پڑھا، اب مبارک علی کا یہ کہنا کہ میں اس کا جواب کل کو لکھ کر دونگا، تب

ہی درست ہوسکتا تھا کہ اس وقت سے صبح جوابی پرچے کی تکمیل تک وہ تنہاء رہیں، کوئی ان کے اردگرد آس پاس نہ ہو، اگر ہوتو وہاں منصف ثالث میر مجلس اور مخالف مناظر یا اس کا نمائندہ بھی موجود ہو، تا کہ یہ یقینی بنا یا جاسکے کہ مبارک علی کو جوابی پرچہ لکھتے ہوئے کسی نے کوئی مدد نہ دی۔ بہاء)

اور ہماری جماعت کے لوگ مولوی صاحبان کی اس حرکت بے جا کا عام طور پر اعلان کر دیں شاید اگر اس امر کے فیصلہ تک مولوی مبارک علی کو کچھ صحت ہوگئی تو وہ خود جا کر مضمون سنا دیں گے

(اور مولوی صاحب نے اپنا سارا لکھا ہوا نہیں پڑھا تھا بلکہ جستہ جستہ پڑھا تھا۔ اور ایک گھنٹے میں ختم کر دیا جب کہ ابھی مزید دو تین گھنٹے باقی تھے، انہوں نے یہ تلخیص اسی لئے تو کی تھی کہ مولوی مبارک علی اسی مجلس میں بغیر کسی کی مدد کے جواب دیں اور اگلے دن کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اور جہاں مضامین میں کمی بیشی کا تعلق ہے قادیانیوں کو کیا پتہ، کیونکہ انہوں نے تقریر کو ٹیپ ریکارڈ تو نہیں کیا، نہ ہی انہوں نے تقریر کو لفظ بلفظ نوٹ کیا، بلکہ تقریر میں سے بعض نوٹ لئے تھے جیسا کہ خود انہیں اقرار ہے۔ اور اس بات کا بھی کیا ثبوت کہ جو نوٹ انہوں نے لئے تھے وہ واقعی تھے، اور انہوں نے سمجھ کر صحیح باتیں نقل کی تھیں یا غیر واقعی تھے اور انہوں نے مولوی ابراہیم کی باتوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہو اور یوں نوٹ ہی غلط ہوں۔ اسی لئے تو ابراہیم صاحب نے کہا تھا کہ تمہیں لکھنے کی کیا ضرورت ہے، میں خود تمہیں حسب وعدہ تقریر کی کاپی دے دونگا۔ اور پھر مرزائیوں نے یہ نوٹ اختتام تقریر پر مولوی ابراہیم کو نہیں دکھائے اور نہ ہی میر مجلس وغیرہ کو، تا کہ ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے وہی کچھ نقل کیا ہے جو مولانا نے فرمایا ہے۔ بہاء)

ورنہ کسی شخص کو سنانے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا (یہ کام اس سے پہلے کیوں نہیں ہوسکتا، اگر جواب تیار ہے، تو سامعین کو مولوی مبارک علی کی خرابی صحت کا حال بتا کر اسی وقت کسی اور سے سنوایا جا سکتا ہے ۔بہاء) مگر پہلے اس خیانت کا تصفیہ ہونا چاہیے اور تحصیل دار صاحب کو بھی دوبارہ اس پر مطلع کیا گیا تحصیل دار نے مولوی ابراہیم سے ان کی اس تبدیل وتحریف کے بارے میں باز پرس کی تو آپ نے طوعاً وکرہاً مان لیا کہ ہاں ضرور کچھ مضمون جلدی کے سبب سے درج نہیں ہوسکا تب تحصیل دار نے آپ کو بہت کچھ نادم کیا اور آپ کی اس حرکت ناشائستہ پر آپ کو ملزم ٹھہرایا مگر عوام تک ابھی یہ بات نہ پہنچی تھی، اس لئے جماعت احمدیہ کے چند تعلیم یافتہ لوگوں کو عین جلسہ میں بھیجا گیا اور مولوی ابراہیم سے عام لوگوں میں بہت کچھ ردوبدل کے بعد تسلیم کرایا گیا کہ آپ نے کل کے سنائے ہوئے مضمون میں سے اس قدر مضامین خیانت کے طور پر چھپالئے ہیں اور ان تمام نوٹوں پر جو آپ کی تقریر سے لئے گئے تھے اور آپ کے مرسلہ مضمون سے خارج تھے تحصیل دار کی فہمائش سے اور

عام لوگوں کے سامنے تسلیم کرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ یہ آپ کی خیانت ہے تب تو مولوی ابراہیم کو مارے خجالت کے موت کا سامنا ہو گیا اور اس قدر آپ عرق شرم میں ڈوبے کہ پانی پانی ہو گئے۔ مگر اس خجالت کا آپ پر ایک فوری اثر تھا بعد میں پھر آپ نے اپنا سر جھاڑ کر صافہ باندھ لیا

(حالانکہ یہ وہی مضمون ہے جس پر مولانا ابراہیم نے ۶ سال بعد لاہور میں مرزا صاحب کو آخری چیلنج دیا تھا، اور جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور محمد احسن امروہی کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم سے گفتگو کریں۔ مرزا صاحب تو اگلے روز چل بسے لیکن قادیانیوں کے احسن المناظرین، مرزا صاحب کے حکم کے باوجود زندگی بھر مولانا ابراہیم کے سامنے اس مسئلے پر گفتگو کے لئے نہ آسکے۔ اور یہی مسئلہ ہے جس پر قادیانیوں کے اعیان اور مبارک علی کے بڑے مثل محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری حسب الحکم حکیم نورالدین خلیفہ قادیان، نواب رامپور کے مواجہہ میں مولانا ثناءاللہ کے سامنے آئے تھے اور بڑے بے آبرو ہو کر مناظرہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ اس پس منظر میں مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مولانا میر پانی پانی ہو گئے، کیا حقیقت رکھتا ہے۔ یہ مناظرہ شروع اگست کی بات ہے جو پنجاب میں شدید گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ اتنی گرمی اور پسینے میں مولانا نے شائد کسی موقع پر پسینہ صاف کرنے کیلئے عمامہ وغیرہ اتارا ہو گا جس کا مطلب قادیانیوں نے شرم سے پانی پانی ہونا، بتا دیا۔ بہاء)۔

اور اس خیانت کے اظہار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس چھپائے مضمون کا جواب مولوی مبارک علی لکھ چکے تھے پس اس کا اظہار اگر اس وقت نہ کیا جاتا تو مولوی ابراہیم کو اس عذر کی گنائش ہو جاتی کہ یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے اور نہ یہ باتیں میرے تحریری مضمون میں درج ہیں

(یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ مبارک علی کے پاس پہلے سے لکھا ہوا کچھ سامان موجود تھا جو وہ گذشتہ روز احباب کے ساتھ گفتگو میں بھی بیان کر چکے تھے اور اسی طرح چند دیگر نوٹ جو قادیانی مناظرین کے پاس عموماً موجود ہوتے تھے، اس روز محمد ابراہیم کا پرچہ آنے سے پہلے مرتب کر رکھے تھے۔ لیکن جب پرچہ آیا تو معلوم ہوا کہ ان کے نوٹ تو بیکار ہیں، پرچے میں تو ایسی چیزیں ہیں جن کا مرزائیوں کے پاس جواب ہی نہیں، تو بخار بھی چڑھ آیا، اور بھاگ دوڑ بھی شروع ہو گئی کہ تقریر میں یہ نہیں تھا اور وہ نہیں تھا۔ اور پرچہ میں یہ کچھ ہے جو تقریر میں نہیں تھا۔ مبارک علی جواب دینے کے قابل ہوتے تو کہتے کہ ٹھیک ہے کہ یہ باتیں تقریر میں نہیں تھیں لیکن چونکہ اب یہ تحریر میں آچکا ہے اس لئے اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔ اگر اس کے برخلاف وہ نکات جن پر اعتراض ہے کہ تقریر میں نہیں تھے، کسی اور موقع پر کوئی اور مسلمان مناظر مرزائیوں کے سامنے رکھ دیتا تو ان کا کیا جواب ہوتا۔ کیونکہ جو ایک اعتراض ایک دفعہ سامنے آگیا، وہ آج نہیں کل دوبارہ سامنے آجائے گا۔ بہاء)

مگر اس کاروائی کے اثنا میں ابھی تک مولوی مبارک علی کی طبیعت نڈھال تھی اور بخار میں کوئی بھی خفت پیدا نہ ہوئی تھی اس لئے پہلے مہر بہاول بخش ذیلدار کو مولوی صاحب کا معائنہ کرایا گیا تب انہوں نے تحصیل دار کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی مبارک علی بعارضہ تپ شدید بیمار ہیں اور مضمون سنانے کے لئے نہیں آسکتے لیکن مضمون تیار ہے۔ اس پر تحصیل دار نے میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر اور چودھری غلام قادر سب رجسٹرار اور راجہ خان بہادر خان کو مولوی مبارک علی کی بیماری کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ اول الذکر نے تو مولوی صاحب کی حالت دیکھ کر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ واقعی اس وقت مولوی صاحب کی حالت شدت تپ کی وجہ سے دگرگوں ہے، اور ضعف و ناتوانی حد سے زائد ہے، مگر آخر الذکر ہر دو صاحبان نے بہت تیز زبانی کی اور راجہ خان بہادر خان صاحب نے مولوی مبارک علی سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو اور بیماری تو کوئی نہیں آپ صرف جواب نہیں دے سکتے اس لئے بیمار بن بیٹھے۔

اس وقت مولوی (مبارک علی) صاحب کے تمام کپڑے پسینہ میں تر تھے، اور لحاف کے سہارے سے چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ راجہ خان بہادر خان صاحب کی بات کا آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں آپ کی زبان کو نہیں تھام سکتا، اور میرا حال میرا خدا ہی جانتا ہے۔ تب راجہ صاحب نے کہا کہ ایک معمولی تپ ہے، اس میں آپ اس قدر نڈھال کیوں ہو گئے ہیں؟ چل کر مضمون سنا دیجئے۔ اس کے جواب میں شیخ معراج دین نے راجہ صاحب سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر گھوڑے پر چڑھنے سے دو دو گھنٹہ تک اپنے نوکروں سے دبواتے اور چاپی کرایا کرتے ہیں، یہ تو تپ شدید ہے اس کی کیفیت اسے ہی معلوم ہوتی ہے جسے چڑھتا ہے۔ اس پر چودھری غلام قادر نے کہا کہ مولوی صاحب کو اس وقت بخار نہیں، آپ کا بدن سرد ہے ہاں پسینہ آیا ہوا ہے، میں ڈاکٹر صاحب کو لاتا ہوں اور دس روپیہ فیس بھی دونگا، اگر مولوی صاحب کو بخار ہوا تو سو روپیہ ہرجانہ بھی دوں گا۔ تب ڈاکٹر شیخ عبداللہ نے فرمایا کہ آپ ضرور ڈاکٹر کو لائیں اور مولوی صاحب کا ملاحظہ کرائیں اور کچھ جیب سے بھی نکالیں اور جس طرح پر چاہیں بیماری کی تصدیق کرائیں۔ اس ردو بدل کے بعد دوبارہ میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو ضرور بخار ہے اور ان کی حالت کہہ رہی ہے کہ وہ اس وقت سخت ناتواں ہیں، مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

تب یہ لوگ جلسہ میں واپس گئے اور سب سے پہلے جیسا کہ سراج الاخبار بیان کرتا ہے چودھری غلام قادر نے خلاف بیانی کا ثواب لیا اور پھر شاید راجہ خان بہادر خان نے بھی ان کی تائید

کر کے اپنی عقبی کو سنوارا۔ ہاں میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے جو کچھ دیکھا تھا صاف صاف بیان کر دیا، اسی لئے سراج الاخبار نے ان کی شہادت کو اپنے حق میں غیر مفید سمجھ کر اپنے بیان میں درج نہیں کیا (جب تین میں سے دو کی شہادت ایک طرف ہو جائے تو تیسرے کو پوچھتا ہی کون ہے۔ فیصلہ تو کثرت تعداد سے ہو جاتا ہے۔ بہاء) اور چودھری غلام قادر صاحب معہ ڈاکٹر و ایک سو روپیہ ہرجانہ کے ابھی تک تشریف لا رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی فضول گوئی کا نتیجہ کیا ہوا۔

(یعنی وہاں یہ کہا گیا کہ مبارک علی نہیں آسکتے، یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ان کے تشریف نہ لا سکنے کے سبب ہم برہان الدین اور کسی اور کی زبانی وہ پرچہ سنا دیتے ہیں جو مبارک علی نے لکھ رکھا ہے۔ یعنی مناظرہ ختم۔ اب مخالف علماء چاہے تو چلے جائیں چاہے تو کسی اور تقریب کا انعقاد کرلیں۔ بہاء)

اس کے بعد ہر دو مولوی صاحبان یعنی ابراہیم سیالکوٹی و کرم الدین نوبت بہ نوبت ممبر پر چڑھے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ ہفوات اور ہزلیات اور الزامات اور خرافات منہ سے نکالے کہ الامان الامان۔ ان کی بکواس کے سبب سے کوئی جماعت احمدیہ کا ممبر وہاں نہ بیٹھ سکا۔

(یعنی سب بھاگ گئے۔ کسی نے یہ نہ کہا کہ ٹھہرو ہم جواب لے آتے ہیں اور سنا دیتے ہیں۔ بہاء)

کیونکہ مرزا صاحب اور ان کی پاک جماعت کی نسبت اہانت و تحقیر کا کوئی دقیقہ اس وقت مولوی صاحبان نے اٹھا نہ رکھا تھا۔

(تو کیا ان کے قصیدے پڑھتے۔ یہی کہا ہوگا کہ مرزائی شکست کھا گئے ہیں۔ بہاء)

اور یہ بھی شرم نہ کی کہ تعلیم یافتہ لوگ اور خصوصاً حکام انتظام ہماری نسبت کیا رائے لگائیں گے اور ہماری تہذیب اور شائستگی پر کس قدر نفرین کریں گے۔ غرض مولوی صاحبان ایک ہی دھن میں لگے اور ممبر پر چڑھ کر جہاں قال اللّٰہ و قال الرّسول کا ذکر ہونا چاہیے تھا ہجو قبیح اور کذب صریح کے گیت گاتے اور قصیدے پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے اس یک طرفہ کاروائی پر اپنی ظفر کا ڈنکہ بجایا....(اخبار الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۵؛ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۴)

اس کے بعد اڈیٹر الحکم نے بتایا کہ مولوی مبارک علی وہاں پہنچ گئے، اور انہوں نے مضمون سنایا ،اور انہوں نے مسلمانوں کے دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں وغیرہ وغیرہ.....

معاہدہ تو یہ تھا کہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھا جائے، کوئی کسی کو اشارہ وغیرہ نہیں کرے گا۔ یہاں سامنے بیٹھ کر تقریر کرنے کی ، یا لکھنے ، کی بجائے ، رات بھر کی مہلت لی گئی (حالانکہ نوٹس ان کے پاس موجود تھے ، پھر اگلا دن گھر میں رہے، نہ معلوم کس کس کی مدد شامل حال رہی، مضمون مکمل نہ ہوا، تپ شدید

ہو گیا، مزید مہلت مل گئی، پھر ثالث آ گئے، دونے رپورٹ دی کہ مبارک علی جلسے میں آ سکتے ہیں اور تقریر پڑھ سکتے ہیں۔لیکن آپ نہ آئے، اور نہ کہا کہ کوئی اور پڑھ دے، یوں مناظرہ ختم ہوا۔ مخالفوں نے فتح کے ڈنگے بجا دیئے۔ ماحول ہی ختم ہو گیا، کہ اس دوران مولوی مبارک علی نہ معلوم کس کس کی مدد لے کر ایک مضمون تیار کرنے کامیاب ہو گئے اور افتاں خیزاں مشتے بعداز جنگ کا نظارہ دکھاتے ہوئے میدان عید گاہ میں آ وارد ہوئے۔مرنے کے بعد دوائی کا کام؟ مناظرہ تو ختم ہو چکا، اب انہوں نے سنانا شروع کر دیا، اور کہا جاتا ہے کہ لوگ حیران ہو کر مولوی مبارک علی کا چہرہ تکتے جا رہے تھے کہ اتنا بڑا افاضل اور اتنی عمدہ باتیں۔لیکن کسی ایک نے بھی اٹھ کر نہیں کہا آپ سچے ہیں اور میں مرزا پر ایمان لاتا ہوں۔ جو کچھ پڑھا وہ وہی باتیں تھیں اور آج تک مرزا صاحب اور ان کے مرید کہتے اور لکھتے چلے آ رہے تھے کہ یہ ہے اور وہ ہے، اور جن کے دندان شکن جوابات اہل اسلام کی طرف سے بار بار دیئے جا چکے تھے۔ حیات مسیح کی بحث، اور توفی بحث کی وہی تو ہے جس کو دلائل ختم ہونے پر مرزا صاحب دہلی کی بحث نامکمل چھوڑ کر چلے آئے تھے، توفی کی بحث پر انعامی چیلنج وہی ہے تو ہے جس کا جواب مولانا بٹالویؒ، پیر مہر علیؒ اور کئی دیگر حضرات دے چکے تھے اور بعد میں بھی علماء دیتے رہے ہیں اور ابراہیم صاحب نے بھی شہادۃ القرآن میں دیا ہے اور مولانا ثناءاللہ نے مباحثہ مونگ میں بھی مرزائیوں سے کہا تھا کہ لاؤ! رکھو ہزار روپئہ اور ثالث مقرر کر کے مناظرہ کرو، اور جس کے جواب میں مرزائی؛ اس طرح سوئے کہ گویا مر گئے ..اور حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی نے بھی جواب دیا تھا اور اس موضوع پر کتاب بھی لکھ دی تھی۔ابھی حال ہی میں مولانا رفیق سلفی آف راہوالی نے بھی دیا اور مرزائیوں سے ہزار روپئہ بھی وصول کیا ہے جس نوٹ کی تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ یہ داستان ہم کسی اور جگہ انشاءاللہ بیان کریں گے۔ بہاء)

# مرزا قادیانی کا حج البیت

مرزا صاحب بقول خود رئیس قادیان تھے، وسیع زرعی و سکنی جائیداد کے مالک تھے۔ہزاروں روپئے کے زیورات کے مالک تھے۔ ہزاروں روپئہ ماہوار چندوں سے ان کی آمدنی تھی، کتب فروش تھے اور انکی اپنی تصانیف بار بار شائع ہو کر ان کی جماعت میں ہاتھوں ہاتھ خرید لی جاتی تھیں، باغ اور زمین سے مستقل سالانہ آمدنی تھی، اس لئے اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد سے اپنی موت تک مالی طور پر ان کی یہ حیثیت تھی کہ وہ فریضہ حج ادا کریں۔لوگ ان پر اعتراض

کرتے تھے کہ وہ حج کیوں نہیں کرتے؟ تو اگر چہ وہ دوسرے عذر پیش کرتے تھے کہ راستہ کا امن نہیں ، جان محفوظ نہیں ، دیگر ضروری کاموں میں مصروف ہوں ، لیکن کبھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں مالی طور پر تہی دست ہوں ۔ حج پر جانے کی دوسری وجوہات کا جہاں تک تعلق ہے ، ان میں کبھی تو ان کی صحت کی خرابی بیان کی جاتی ہے ، کبھی قتل خنزیر وغیرہ دیگر ضروری کاموں میں مصروفیت ، کبھی راستے میں امن کا فقدان اور خطرہ جان و آبرو کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ جہاں تک خطرہ جان و آبرو کا تعلق ہے مرزا محمود نے حکیم نورالدین کے عہد خلافت میں باامن حج کرنے اس وجہ کا بخیہ ادھیڑ دیا ۔ اگر مرزا محمود باامن وہاں جا سکتا ہے ، اور صحیح سالم واپس آ سکتا ہے جب کہ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کے جذبات دنیا بھر میں نسبتاً زیادہ برانگیختہ تھے اور کفر کے فتوے بھی زیادہ لگ چکے تھے اور ان کی اشاعت بھی زیادہ وسیع پیمانے پر ہو چکی تھی ، تو قادیانیت کے ابتدائی دور میں جب فتوے بھی اتنے زیادہ نہیں تھے ، بلکہ ۱۸۹۱ء سے پہلے تو کوئی ایسی بات ہی نہ تھی ، تو اس دور میں مرزا صاحب کو جان و مال کا کیا خطرہ ہو سکتا تھا کہ حج جیسا فریضہ ترک کر دیا جاتا ۔ جہاں تک صحت کا تعلق ہے تو مرزا صاحب ہمیشہ سفر کرتے رہے ، لاہور ، گورداسپور ، سیالکوٹ ، ملتان ، جہلم ، دہلی ، علی گڈھ ، لدھیانہ ، ہوشیارپور ، پٹیالہ وغیرہ ان کا عام آنا جانا رہا ۔ کسی بیماری نے ان کا راستہ نہیں روکا ۔ وہ تشریف لے جاتے اور بعض مقامات پر ہفتوں اور مہینوں کے حساب سے قیام کرتے ، حج کا سفر بھی اگر ان کی نیت ہوتی تو اپنی بیماریوں کے باوجود کر سکتے تھے ۔

جہاں تک دیگر ضروری کام مثل خنزیروں کے قتل کا تعلق ہے ، یہ ایسا مبہم بہانہ ہے کہ کبھی اس کی صحیح وضاحت ہو ہی نہیں سکتی ۔ خنزیروں کے قتل سے ان کی کیا مراد تھی ؟ اگر پادریوں کا خاتمہ تھا ، تو انہوں نے کتنے پادری ختم کئے ۔ دنیا میں اس وقت لاکھوں پادری تھے ، اور جو اپنی موت سے مرتے تھے ان کی جگہ نئے آ جاتے تھے ۔ کیا مرزا صاحب کا مطلب ان ہزاروں لاکھوں پادریوں کی جڑ مارنا تھا ؟ اگر ایسا تھا اور انہیں یقین تھا کہ آخرکار وہ ایسا کر لیں گے ، تو یہ دیوانے کی بڑ تھی ، نہ ان کی زندگی میں پوری ہوئی اور نہ ہی آج تک پوری ہوئی ، اگر ان کی مراد خنزیروں سے اپنے عام دشمنوں یعنی مسلمانوں عیسائیوں ہندوؤں سکھوں کے علماء پنڈتوں گیانیوں پادریوں کا خاتمہ تھا جو ان کے خلاف آواز اٹھاتے تھے ، تو یہ بھی ایک دیوانے کا خواب تھا ، جو نہ ان کی زندگی میں پورا ہوا ، نہ آج تک کبھی پورا ہوا ۔ اگر یہ نہیں ، تو معلوم نہیں وہ خنزیروں کے قتل سے کیا مراد رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے کوئی سور بھی کبھی نہیں مارا حالانکہ وہ فرماتے تھے کہ لوگ مسیح موعود کو سور مار سمجھتے ہیں ۔

غرض حج نہ کرنے کے جو عذرات مرزا صاحب بیان کیا کرتے تھے ان کی حیثیت من حرامی حجتاں ڈھیر والی مثال تھی ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح عمرہ یا حج کریگا، مدینہ بھی آئے گا۔ اگر مرزا صاحب مسیح ہوتے تھے تو اللہ تعالی ان تمام عذرات کو ختم کرا دیتا جو بقول ان کے حجاز جانے کی راہ میں حائل تھے ۔ان کا حجاز نہ جا سکنا اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ آپ وہ مسیح نہیں ہیں جن کی آمد کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔ شائد اسی لئے علماء اسلام مرزا صاحب بار بار چیلنج کرتے تھے کہ حج کر کے دکھاؤ۔ انہیں دعوت دیتے تھے کہ چلو ہمارے ساتھ چلو، ہم خرچ بھی دے دیں گے، اور دعوی سے کہتے تھے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح نہیں ہیں اس لئے وہ حج نہیں کرسکیں گے ۔مرزا صاحب یہ باتیں سنتے ،اور مسکرا کر خاموش ہو جاتے ،خود ان کے مرید بھی ان سے درخواست کرتے کہ حضور حج کر ہی لیں تا کہ لوگوں کا اعتراض تو ختم ہو اور ہمیں قادیانیت کی دعوت و تبلیغ میں آسانی ہو جائے ،لیکن مرزا صاحب ایسے لوگوں کو بھی ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا کر خاموش کر دیتے ۔ الحکم اور بدر کے فائلوں میں ایسے کئی واقعات اور بیانات پڑھنے کو ملے ہیں جو ہماری اس بات کی وضاحت کرتے ہیں اور ان میں سے چند اقتباس ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں

- اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو صبح کی سیر کے دوران ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو حج کرنے کو گئے ہوئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے۔ حج بھی خدا تعالی کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اس کے دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود اکٹھے طواف کر رہے ہیں۔ اصل میں طواف کے معنی ہیں پھرنا تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو رات کو چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے۔ مگر ان میں فرق یہ ہے کہ چور تو گھروں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اور چوکیدار ان گھروں کی حفاظت اور بچاؤ اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں۔ یہی حال مسیح اور دجال کے طواف کا ہے۔ دجال تو دنیا میں اس واسطے پھرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تا دنیا کو خدا کی طرف سے پھیر دے اور ان کے ایمان کو لوٹ لا جاوے مگر مسیح موعود اس کوشش میں ہے کہ تا اسے

پکڑے اور مارے اور اس کے ہاتھ سے لوگوں کے دین و ایمان کی متاع کو بچاوے غرض یہ ایک جنگ ہے جو ہمارا دجال سے ہو رہا ہے

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء ۔۱۰ ذی الحج ۱۳۲۰ھ ۔ص ۱۲ ۔۱۳)

شحنہ ہند کے ضمیمہ میں کیئے گئے چند اعتراضات کے جوابات لکھتے ہوئے کہا ہے کہ البدر میں ایک قادیانی مضمون نگار لکھتا ہے:

(شحنہ ہند کا مضمون نگار) حضرت مرزا صاحب کی نسبت لکھتا ہے کہ روح اللہ و کلمۃ اللہ کا خطاب کیوں نہیں اختیار کرتے؟ اسے شائد معلوم نہیں کہ یہ خطاب مسیح کو صرف یہودیوں کے اعتراض کے دفع کیلئے خدا تعالی نے مرحمت فرمایا کہ وہ باپ کے نہ ہونے کے سبب عیسیٰؑ کو (عیاذاً باللہ) شیطانی روح بتاتے تھے، اللہ تعالی نے روح اللہ کا خطاب دے کر وعدہ مطھّرك کو پورا کیا۔ آیا خیال شریف میں؟

حج کے لئے بار بار اعتراض کرنا شرافت سے بعید ہے جب من استطاع الیہ سبیلاً پر آپ کا بھی ایمان ہے، کئی قسم کے موانعات ہیں جن کو تم لوگ نہیں سمجھ سکتے تو نہ سمجھو۔ یہ عبادت تو محض اللہ تعالی کی ہے انسان کا اس میں کیا دخل، اور اعتراض کرنے کا کیا حق۔

(نماز کوئی نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، تو کسی انسان کو اعتراض کا کیا حق کہ یہ عبادتیں تو خدا کے لئے ہیں۔ کوئی نیک اور پاک اور متقی ولی اللہ وغیرہ ہونے کا خیال رکھتا ہو اور نماز روزہ کا پابند نہ ہو تو کسی کو کیا اعتراض؟ یہ عجیب قادیانی منطق ہے۔ اعتراض تو یہ تھا کہ مرزا صاحب مسیح ہونے کے مدعی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح حجاز آئے گا حج یا عمرہ کرے گا، اس لئے مرزا صاحب کو حدیث کے مطابق اپنے آپ کو مسیح ثابت کرنے کے حج یا عمرہ کرنا چاہیے، اور اگر کوئی رکاوٹیں ہیں تو مرزا صاحب کے ارسال کنندہ کو وہ رکاوٹیں دور کر کے مرزا کو حجاز پہنچانا چاہیے، یہ رکاوٹیں خواہ مالی ہوں یا بدنی، یا کچھ اور۔ بہاء)

فج روحاء سے مراد پنجاب اور حج سے مراد قومی اصلاح و کسر صلیب سے مقصود ہے جو مسیح موعود کا سب سے اہم فرض ہے پہلے اس سے فراغت ضروری ہے۔ (مدینہ میں) قبر کا اعتراض جب تک حضور (مرزا) زندہ ہیں فضول ہے۔

(لیکن اب تو یہ اعتراض فضول نہیں رہا کیونکہ مرزا صاحب دنیا سے رخصت ہو کر قادیان میں

دفن ہو چکے ہیں۔ بہاء)

(حاشیہ میں بدر نے لکھا ہے کہ: آج تک خود بھی احمد حسن شوکت نے حج نہیں کیا نہ ان کے والد متوفی کو نصیب ہوا۔ پھر خدا جانے مرزا صاحب پر کیوں اعتراض ہے کبر مقتاً عند اللہ۔ اڈیٹر بدر کو شائد معلوم نہیں تھا کہ نہ احمد حسن شوکت کا مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا نہ ان کے باپ کا۔ بہاء) (اخبار بدر قادیان یکم دسمبر ۱۹۰۳ء)

حکیم نور الدین صاحب سے مرزا صاحب کے حین حیات سوال ہوا:

مرزا صاحب حج بیت اللہ کیوں نہیں کرتے؟

جواب میں حکیم نور الدین نے فرمایا:

حج بیت اللہ میں امن شرط ہے۔ آج کل تو عام حاجیوں کے لئے بھی امن نہیں، اور امن میں مال اور جان دونوں داخل ہیں۔ آپ نے شائد سنا ہوگا کہ اس سال کتنے لاکھ روپئہ لے کر حاجیوں کو کس قدر دکھ دیا گیا ہے اور صدہا قتل بھی ہو گئے۔ اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسائیوں کی ایک جماعت (مسلمان ہوکر) بیت اللہ کا طواف کرے گی اور مسیح بھی ان کے ساتھ طواف کرے گا کیونکہ طواف بدون اسلام لانے کے عیسائیوں سے ناممکن ہے (اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ ۱۱)

(کتنے عیسائی مرزا صاحب پر ایمان لائے؟ پروپیگنڈہ تو یہ ہے کہ مرزا صاحب عیسائیت کی کمر توڑ دی، یورپ اور امریکہ میں احمدیت کے جھنڈے گاڑ دیئے، یورپ میں احمدی لٹریچر کے دریا بہا دیئے وغیرہ وغیرہ، کیا ان چند نو احمدی عیسائیوں کو ساتھ لے مرزا صاحب حج کے لئے نہیں جا سکتے تھے۔ بہاء)

جہاں تک بدامنی کے خوف، جان کے خوف، حرم کے مولویوں کے فتووں سے خوف کی بنا پر مرزا صاحب کے حج نہ کرنے کی معذرتیں کی جاتی ہیں، ان بہانوں کے غبارے سے اس وقت ہوا نکل گئی جب مرزا غلام احمد نے فرزند مرزا محمود احمد نے ۱۹۱۲ء میں حج کیا۔ مرزا محمود کے سفر حج کے حالات اخبار قادیان میں درج ہیں، اور: ابن مسیح داخل بیت الحرم ہوا کے مطلع کے ساتھ کسی قادیانی کی ایک نظم بھی درج ہے جس کا پہلا شعر یوں ہے

یہ مژدہ روح بخش خدا کی قسم ہوا ابن مسیح داخل بیت الحرم ہوا

از ڈاکٹر شیخ محمد حسین امرتسر (بدر ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۸)

اور مرزا محمود کا خط اسی اخبار میں درج ہے جس میں مرزا محمود نے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۷ نومبر کو میر صاحب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا کیا... تبلیغ کے متعلق بھی بڑی کامیابی معلوم ہوئی ہے۔ لوگ بڑے شوق سے باتیں سنتے ہیں۔ عام ضروریات اسلام اور سلسلہ کے متعلق میں لوگوں کو سناتا رہتا ہوں۔ کئی لوگوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ غور کریں گے اور مجھ سے خط و کتابت کریں گے۔ اگر کوئی ان بلاد میں آکر رہے تو انشاء اللہ بہت کامیابی ہوگی کیونکہ تعصب اور حسد سے خالی ہیں۔

.... والسلام خاکسار مرزا محمود احمد (اخبار بدر قادیان ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۳)

اور مرزا محمود کا ایک خط حکیم نور الدین کے نام یوں ہے:

سیدی و امامی و استادی۔ السلام علیکم

..کل بتاریخ... مکہ مکرمہ پہنچ گئے... مجھے مدت سے حج کی خواہش تھی اور اس کیلئے دعائیں بھی کی تھیں لیکن بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی کیونکہ وہاں راستہ کی مشکلات سے طبیعت گھبراتی تھی اور یہ بھی خیال تھا کہ مخالفین کوئی شرارت نہ کریں.... کل عمرہ ہوگیا.. غلام چونکہ اب کم آتے ہیں اور بہت رکاوٹ ہے اس لئے بہت گراں ہیں اس لئے کم سے کم پانچ سو روپیہ کو ایک غلام آتا ہے ورنہ سات آٹھ سو کو آتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ بچوں کو عربی سکھانے کے لئے ایک عورت اگر ہو سکے تو ملازم رکھ لاؤں۔ نجد کی عورتیں جن کی زبان نسبتاً بہت سلیس ہے آج کل بکثرت مکہ میں آئی ہوئی ہیں کیونکہ ابن رشید نے ان کے دیار کو لوٹ لیا ہے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود۔ (بدر ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۲)

اور حج سے واپسی میں قادیان میں مرزا محمود کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حکیم نور الدین نے بھی شرکت فرمائی۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مرزا محمود نے فرمایا:

(دوران سفر حج) ایک دہریہ نے سوال کیا کہ پیر جماعت علی شاہ نے میرے سامنے کہا کہ مرزا صاحب فلاں تاریخ کو مر جائیں گے اور وہ اسی تاریخ کو مر گئے۔ پھر تم لوگ مرزا صاحب کو چھوڑ کر جماعت علی شاہ کو کیوں نہیں مانتے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ مرزا صاحب کی نسبت بیس سال سے لوگ برابر پیش گوئیاں کرتے چلے آتے تھے اور ان کے لئے ایک نہ ایک دن مرنا بھی مقدر تھا۔ اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ جب وہ مریں تو اس وقت بھی کسی نہ کسی کی پیش گوئی ضرور ہو (بدر ۳۰ جنوری ۱۹۱۳ء ص ۱۸)

مرزا صاحب تو ۴۰ سال سے کہہ رہے تھے کہ ان کی عمر ۸۰ سال کے گرد و پیش ہوگی، جیسا کہ بتایا جاتا ہے:

حضرت مرزا.. باوجود بیماری وضعف ونقاہت کے اپنے منصبی کام میں برابر مصروف ہیں .. باوجود کہ آپ کو مدام دوران سر و کثرت پیشاب ...کی سخت بیماریاں شامل حال رہتی ہیں ...گھر میں بھی آپ مدام کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے لکھتے ہیں اور قریباً آپ نے اپنی تمام تصنیفات اس طرح کھڑے ہو کر لکھی ہیں آپ کو یہ بیماریاں سن شباب سے لاحق ہیں جب آپ نے چالیس سال کی عمر میں بحکم ایز دی دعوی تجدید اسلام کا کیا تو آپ کو غم ہوا کہ مجھے خطرناک بیماریاں لاحق ہیں مبادا میں جس کام کے لئے بھیجا گیا ہوں وہ کامل نہ ہو اور میری موت پہلے آ جائے تو آپ نے دعا کی جس پر آپ کو اللہ تعالی نے اطمینان دلایا کہ تجھے اسّی (۸۰) برس کے قریب عمر دی جائے یا کچھ زیادہ اور تیرا وقت ضائع نہ ہوگا اور تو اپنے کام کو پورا کر کے دنیا سے رخصت ہوگا۔

(الحکم ص ا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)۔

یعنی ۱۹۰۷ء میں عمر کے اسّی (۸۰) برس یا اس سے زیادہ کا وعدہ موجود تھا۔ اور یہ کہ کام کی تکمیل کے بغیر موت نہیں آئے گی۔ اور جولائی ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ خدا نے انکی عمر میں اضافہ کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر کیا ہوا؟

یہ پیش گوئی کیوں نہ پوری ہوئی؟ مسلمانوں نے ان کے مرنے کی پیش گوئیاں ۲۰ سال پہلے سے نہیں کرنا شروع کی تھیں بلکہ یہ تو ۱۹۰۷ء کے لگ بھگ شروع ہوا جب ڈاکٹر عبدالحکیم نے جولائی ۱۹۰۷ء ۱۴ ماہ والی پیش گوئی کی۔ اور پیر جماعت علی والی پیش گوئی تو مرزا کی زندگی کے آخری ہفتے کی بتائی جاتی ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے مرزا محمود احمد مدینہ شریف نہیں گئے، انہیں وہاں جا کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کا موقع نہیں ملا ورنہ مرزائی حضرات کہہ دیتے مسیح تو نہیں اس کے بیٹے نے سلام کہہ دیا۔ اور باپ کے متعلق پیش گوئیاں بعض اوقات بیٹوں کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں۔

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب حج کو کیوں نہیں جاتے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے

ہیں ۔آنخضرت ﷺ دس سال مدینہ میں رہے ۔صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے ۔لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو وہاں تک پہو نچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتوی لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خیال نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے ۔کیا اگر ہم حج کرینگے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے ۔

اچھا یہ تمام مسلمان علماء اول ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو یہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں اور ہمارے مرید ہو جائیں گے ۔

اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں اللہ تعالی ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے ۔ یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنخضرت ﷺ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنخضرت ﷺ نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا

(اخبار الحکم ۱۷۔اگست ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

مرزا صاحب کی زندگی کا بھی یہ آخری سال تھا کیونکہ اس بیان کے ۹ ماہ بعد آپ چل بسے تھے۔لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کے وقت مرزا صاحب کو پختہ یقین تھا کہ موت ان کیلئے ہنوز دلی دور است والہ معاملہ ہے۔ابھی تو انہیں تیس پینتیس سال اور زندہ رہنا ہے، ابھی تو محمدی بیگم سے ان کی شادی ہونا ہے، ابھی تو محمدی بیگم سے ان کی اولاد پیدا ہونا ہے، ابھی تو مزید چند خواتین مبارکہ سے ان کے نکاح ہونا ہیں اور ان سے اولادیں ہونا ہیں، ابھی حج کا کیا موقع ؟

اور مرزا صاحب نے یہ تو فرمادیا کہ حج آنخضرت ﷺ نے زندگی کے آخری سال میں کیا، لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ مسلمانوں پر حج فرض کب ہوا تھا۔ کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ حج کی فرضیت آنخضرت ﷺ کی مدنی زندگی کے آخری برسوں ہی میں ہوئی ہے اس سے پہلے تو حج فرض ہی نہیں تھا۔

اور مولوی حضرات جب مرزا صاحب سے حج کرنے کا مطالبہ کرتے تھے تو ان کا مقصد یہ تھا

مرزا کے وہاں جانے سے مسیح موعود کی بہت سی نشانیوں میں سے ایک پوری ہوسکتی تھی ۔

مرزا صاحب کی اس تحریر کا یہ مطلب بھی ہے کہ ان کے پاس حج کیلئے مالی وسائل بھی موجود تھے اور جسمانی طور پر بھی وہ یہ سفر کرنے کے قابل تھے۔

ایک قادیانی نے مرزا صاحب کی وفات پر لکھا ہے کہ

مرزا صاحب کی وفات آنخضرت ﷺ کے فرمودہ کے مطابق ہوئی (جیسا کہ)...

بخاری میں ابن عمرؓ سے روائت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حالت خواب میں طواف کر رہا ہوں کعبۃ اللہ کا۔ پس یکا یک ایک آدمی گندمی رنگت اور سیدھے بال والا ہے کہ گویا سر سے پانی ٹپکتا رہا ہے۔ قلت من ھذا؟ قالوا ابن مریم

اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں جن سے حضرت مرزا کا مسیح موعود ہونا ثابت ہے۔اول تو ظاہر ہے کہ حضور کا رنگ گندمی تھا اور بال سیدھے۔

دوم دلیل ان حروف کے اعداد ہیں چنانچہ قلت من ھذا۔ ۱۳۲۶ھ میں حضرت مرزا کا سال وفات بتایا گیا۔آنخضرت ﷺ نے پیش گوئی کے رنگ میں اس مشاہدہ کو بیان فرمایا کہ ۱۳۲۶ھ میں جب فرشتے اس شخص کو لے کر آسمان میں میری ملاقات کریں گے تو میں فرشتوں سے پوچھونگا کہ یہ کون ہے جیسا کہ معراج کی رات کو مشاہدہ انبیاء پر آپ ﷺ نے جبریلؑ سے استفسار فرمایا تب وہ جواب دینگے کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔

اور اگر اس سارے جملے یعنی قلت من ھذا؟ قالوا ابن مریم کے اعداد جمع کریں تو ۱۸۰۶ء ہوتے ہیں جس میں ان لوگوں کو جو الفاظ پرست نہیں بلکہ معنوں اور حقیقت پر نگاہ رکھتے ہیں سمجھایا گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو طواف کعبہ میں دیکھا وہ مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود (۱۸۰۶ء) ہے کیونکہ اس جملہ کے اعداد بھی ۱۸۰۶ء ہیں۔ پس ہمارے مخالفین کو چاہیے کہ وہ اپنی موت کو یاد کر کے احادیث مندرجہ بالا کے مطالب و معانی پر غور کریں. کرم داد احمدی از دولمیال

(اخبار بدر قادیان ۱۳۔اگست ۱۹۰۸ء ص ۸)

آنخضرت ﷺ نے تو خواب میں ابن مریم کو طواف کرتے دیکھا ہے۔ مرزا غلام احمد کو تو حجاز جانا ہی نصیب نہیں ہوا۔

قلت من ھذا کے اعداد اگر ۱۳۲۶ ہیں تو قالوا ابن مریم کے اعداد ۴۸۰ ہونگے

جب کہ ایسا فقرہ ہونا چاہیے تھا کہ جس کے اعداد ۱۳۰۰ ہوتے ۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر ہوتے ۔ویسے اعداد کا یہ کھیل قادیانیوں کو طفل تسلیاں دینے کا اچھا طریقہ ہے۔

## مرزا قادیانی کا ارادہ حج

مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ (نصرت بیگم) نے کہ ایک دفعہ آخری ایام میں حضرت مسیح موعود نے میرے سامنے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج کروادیا۔ (سیرۃ المہدی جلد اول، روایت نمبر ۵۵)

یہاں سوال حج بدل کا نہیں، بلکہ اس حج کا ہے جو احادیث کی روشنی میں مسیح کی ایک نشانی ہے۔اور بیگم مرزا نے جس سے حج بدل کروایا وہ تو مسیح یا مثیل مسیح نہیں تھا ،حتی کہ وہ ابن المسیح بھی نہیں تھا۔

نیز اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر مرزا صاحب نے حج کا ارادہ کرلیا تھا۔ اور یہ کن فیکون والا الہام بھی موجود تھا، اور مرزا صاحب کا یہ بھی کہنا تھا کہ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی تمام مرادیں پوری کرے گا۔

اس خانگی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا ارادہ عملی جامہ پہن نہ سکا،یعنی ان کی مراد پوری نہ ہوئی ،اور کن فیکون والا الہام بھی سچا ثابت نہ ہوا۔

نیز یہ کہ جب مرزا صاحب نے ارادہ کرلیا تھا تو دعا کی بھی ہوگی کہ اے اللہ حج کروادے۔لیکن خدا تعالی کو یہی منظور تھا کہ محمد حسین بٹالویؒ، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، اور پیر مہر علی گولڑویؒ کی پیش گوئیاں پوری ہوں کہ مرزا صاحب کو حج نصیب نہیں ہوگا اس لئے مرزا کی دعا قبول نہ ہوئی۔

## مرزا قادیانی کا لیکچر سیالکوٹ میں

مرزا غلام احمد قادیانی اکتوبر۔نومبر ۱۹۰۴ء میں اپنے مریدوں کی دعوت پر سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے جہاں انہوں نے ایک لیکچر بھی دیا جس میں کرشن ہونے کا دعوی فرمایا جیسا کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم قادیانی مسیح تو سنتے رہے مگر قادیانی کرشن جی نہیں سنا۔ یہ وہی حضرت قادیانی مسیح ہیں۔ بقول استاد

قیامت کے مفتن ہو غضب کے دلر باتم ہو
خدا جانے پری ہو، حور ہو، انسان ہو، کیا تم ہو

آپ کا نزول اجلال سیالکوٹ میں ۲۷۔ اکتوبر بوقت ۶ بجے شام کے ہوا۔ چونکہ تشریف آوری کے پہلے چندروز علمائے کرام نے آپ کی تشریف آوری کی خبرعوام کے کانوں تک پہنچادی تھی ، گردونواح سیالکوٹ کے علماء اپنا فرض منصبی پورا کرنے کو چند روز پہلے ہی رونق افروز تھے اور خوب زور شور سے آپ کی آؤ بھگت مناسب الفاظ میں کررہے تھےاورچشم براہ تھے کہ ناگاہ گاڑی قریب سٹیشن سیالکوٹ پہنچی ۔ پھر کیا تھا

انگلیاں سر واٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دیکھتے ہی نعرہ لعنت بلند ہوا۔تمام ریلوے سٹیشن اور باہر کا میدان جس میں تقریباً دو اڑھائی ہزار آدمی ہوں گے، پر تھا۔ جدھرکوحضور (مرزا قادیانی ) کی گاڑی جاتی تھی لعنت کے چیرز اورنعرے بلند ہوتے تھے۔خاک اڑائی جاتی تھی۔خیر بصد شکرانہ آپ فرودگاہ تک تشریف لے گئے ۔اس واقعہ کومرزاجی کے لیکچر کے سرورق کے صفحہ۲ پر یوں لکھا گیا ہے کہ: تقریباً پینتیس چالیس ہزار ہندومسلمان استقبال کوآئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس خوشی میں روشنی کی تھی ۔

حالانکہ تمام شہر سیالکوٹ کی مردم شماری تقریباً ۴۰ ہزار ہے جن میں ہندو، مسلمان ، چوہڑے، چمار، زن ومرد، بوڑھے،جوان، بالغ ،نابالغ سب شامل ہیں ۔ روشنی کا یہ عالم تھا کہ خاک اور دھول کے اڑنے سے ایک اندھیرے کی صورت پیدا ہورہی تھی ۔ کاش اس روز بادل ہی چمکا ہوتا تو ہم سمجھتے کہ مرزاجی کی خاطرآسمان پر روشنی ہوئی ہے جیسا کہ خود ان کا خیال ہے ۔ چنانچہ ۱۱مئی ۱۹۰۳ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

آج جو میں بیماری سے اٹھ کر باہر آیا ہوں اور بادل چمک رہا ہےاور بارش بھی کسی قدر ہورہی ہے ۔ یہ اسی طریق سے ہے جو بادشاہوں کے آنے پر سڑکوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اورآتش بازی چھوڑی جاتی ہے اسی طرح ہماری باہرتشریف آوری کی وجہ سے آسمان پرچھڑکاؤ ہوا ہےاورآتش بازی چھٹی ہے۔ ( حاضرین ) سبحان اللہ جل جلالہ امام الزمان کی برکت ہے مگر شقی ازلی ایسے صریح معجزات بھی دیکھ کر بدنصیب رہے۔

خیر خدا کر کے حضرت ( مرزا ) فرودگاہ تک پہنچے اورلیکچر لکھنے میں مشغول

ہوئے۔ ۲ نومبر کی تاریخ لیکچر کے لئے تھی۔ لیکچر کیا تھی وہی معمولی شاعروں کی طرح بطور تشبیب چند لفظوں میں اسلام کی تعریف، پھر آریوں سے دو چار ہو کر اپنی تعریف کہ میں ایسا ہوں، یہ ہوں، میں وہ ہوں۔

ہاں ایک نئی بات لیکچر میں کہی گئی جو اس سے پہلے نہ سنی گئی تھی۔ جس کا خود حضرت کو بھی اقرار ہے کہ آج سے پہلے میں نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی یعنی آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے تو مسیح موعود ہو کر آیا ہوں مگر ہندوؤں اور آریوں کے لئے خدا نے مجھے کرشن جی بنا کر بھیجا ہے۔

اس دعویٰ کو سن کر مجسٹریٹ کیمپ سیالکوٹ نے مسلمانوں سے کہا کہ اب تم جاؤ، مرزا صاحب جانیں اور ہندو جانیں۔ مگر مسلمانوں کو اپنے پیدائشی مسلمان کی جدائی کہاں گوارا تھی؟ جس حال میں کہ وہ بابو عبدالغفور نو آریہ کی جدائی کو ابھی تک نہیں بھولے تھے، حالانکہ بابو مذکور ایک کمسن بائیس تئیس سالہ عمر کا لڑکا اور مرزا جی ایک معمر تجربہ کار مسن۔ پھر بھلا ایسے گرگ کہن کی جدائی مسلمانوں کو کہاں گوارا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ جہاں تک ہو سکا مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا، اس سے بڑھ کر استدبار کیا، بلکہ مزید بات یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہما میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پرّہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنوں میں ننگے ہو کر ناچتے رہے۔ مگر ان کا بیان ہے کہ اس کی وجہ بھی مرزا صاحب کی مستورات ہوئی ہیں جنہوں نے ریل گاڑی پر بیٹھ کر اپنی مبارک پاپوش (جوتی) پر تھوک کو مسلمانوں کو دکھائی۔ پس پھر تو مجنونوں نے سمجھا کہ ہم پر کمال عنایت مبذول ہے۔ لیکن اسلامی غیرت ہمیں اس کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ گو مستورات مرزائیہ نے چھیڑ کی ہو، تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر نومبر ۱۹۰۴ء منقول از شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

مولانا امرتسریؒ نے مضمون بالا میں بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے لیکچر سیالکوٹ میں کرشن ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ بنا بریں مولانا کا خیال تھا کہ قادیانی حضرات اپنے آپ کو کرشن پنتھی

کہا کریں گے۔ قادیانیوں کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور لکھا کہ حضرت مرزا صاحب کے:

اس دعوی پر کہ آپ ہندؤوں کے لئے بمنزلہ کرشن اوتار ہیں ہندو مسلمان اخبارات میں معقولیت اور متانت سے گذر کر بے ہودگی اور تمسخر سے کام لیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کے استہزا اور سبّ وشتم کا کیا جواب ہوسکتا ہے بجز اس کے کہ میں انہیں خدا تعالی کی مجید کتاب کی یہ آیت سنادوں یا حسرةً علی العباد ما یاتیھم من رسولٍ الّا کانوا یستھزؤن۔

اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر گو قرآن کریم کی اصطلاح کے خلاف اپنا نام اہل حدیث رکھتا ہے مگر پھر بھی مرزا صاحب کے اس دعوی کرشن اوتار پر احمدیوں کا نام کرشن پنتھی تجویز کرتا ہے۔ میں نہایت ادب سے اپنے مولوی فاضل کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ حضرت عیسی کی نبوت اور صداقت کے قائل ہیں لیکن پھر بھی آپ عیسائی کہلانا غالبًا پسند نہیں کریں گے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ موسیٰؑ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لاتے ہیں مگر بایں ہمہ آپ پسند نہ کریں گے کہ آپ کا نام یہودی رکھا جاوے۔ اگر آپ ان دونوں ناموں کو اپنے لئے قبول کرنے کو تیار ہیں تو اسی حیثیت سے اگر آپ کسی احمدی مسلمان کو کرشن پنتھی کہتے ہیں کہ وہ حضرت کرشن کی رسالت کا اسی طرح قائل ہے جس طرح دوسرے نبیوں کی رسالت کا، تو برا منانے کی کوئی بات نہیں، کیونکہ میں تو حضرت کرشن کو سچا مسلمان یقین کرتا ہوں اور منعم علیہ گروہ میں کا ایک فرد، پھر جماعت منعمین سے ہونا تو عیب کی بات نہیں۔ (یعنی قادیانیوں کے نزدیک کرشن جی، سچے مسلمان تھے اور رسول۔ بہاء) (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۹)

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے نزدیک لیکچر کی تعریف یہ تھی کہ لوگ آئیں، صم بکم ہو کر بیٹھیں، اور مرزا صاحب کو سنیں، کوئی سوال نہ کریں، کوئی شبہ دور نہ کروائیں، کوئی اشکال حل نہ کرائیں، بس خاموشی سے مرزا صاحب کی لن ترانیاں سنیں اور چلے جائیں۔ جیسا کہ لیکچر سیالکوٹ کی اطلاع عام کے لئے شائع ہونے والے درج ذیل اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا لیکچر اسلام پر

یہ لیکچر ۳ نومبر ۱۹۰۴ء بدھ کے دن صبح سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں وکشمیر سنایا جائے گا۔ مولوی عبدالکریم اس لیکچر کو سنائیں گے

اور حضرت میرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہوں گے۔ حضرات سامعین کو چاہیے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں۔ کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا۔

المشتہران: حکیم میر حسام الدین۔ چودھری محمد سلطان میونسپل کمشنر۔ آغا محمد باقر خان آنریری مجسٹریٹ۔ چودھری نصر اللہ خان پلیڈر چوہدری محمد امین پلیڈر

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔۱۷۔ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۱۰)

اس لیکچر میں مرزا صاحب کے ارشادات پر تبصرہ کسی جگہ ہو چکا ہے اور شائد آئندہ بھی کسی جگہ ہو، اس مقام پر تاہم مرزا صاحب کی ایک غلطی یا غلط حساب دانی آپ کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ مرزا صاحب نے لیکچر میں فرمایا تھا:

میں وہی شخص ہوں جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے تخمیناً سات آٹھ سال پہلے اسی شہر میں قریباً سات برس رہ چکا تھا۔ اور کسی کو مجھ سے تعلق نہ تھا اور نہ کوئی میرے حال سے واقف تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ ص ۳۹۷۔ نمبر ۱۱ ج ۳)

براہین احمدیہ ۱۸۸۲ء، ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۲ء سے آٹھ سال پہلے ۱۸۷۴ء بنتا ہے۔ اور اگر مرزا صاحب سات سال سیالکوٹ میں رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۴ء تک آپ سیالکوٹ میں مقیم رہے ہیں۔ اور دوسری طرف انکے سوانحی حالات، سیرۃ المہدی وغیرہ میں دیکھے جائیں، اور خود ان کے اپنے جابجا کے بیانات کو دیکھا جائے تو یہ دونوں باتیں یعنی مدت قیام سیالکوٹ، اور وقت قیام سیالکوٹ، غلط ہیں۔ دراصل مرزا صاحب ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک چار سال سیالکوٹ میں مقیم رہے ہیں جب کہ وہ کچہری میں منشی لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ واپس قادیان چلے آئے، جہاں ان کے والد نے انہیں زمین داری اور عدالتی مقدمات میں الجھا دیا، جس کے متعلق خود مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرا وہ وقت ضائع ہوا۔ پھر آپ مولوی محمد حسین بٹالوی کے مشورہ سے ان کے پاس لاہور تشریف لے آئے تاکہ وہاں بیٹھ کر کچھ علمی کام کریں۔ ان کے والد ۱۸۷۵ء میں فوت ہوئے، اور ان کی آخری بیماری کے وقت مرزا صاحب لاہور میں ہی تھے، جہاں سے باپ کی بیماری کی اطلاع پا کر قادیان تشریف لائے تھے۔ آپ کی آمد کے کچھ ہی وقت بعد والد صاحب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کا مستقل قیام کم و بیش قادیان ہی میں رہا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی نے بھی اپنے والد کا قیام سیالکوٹ کا عرصہ ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء بتایا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے:

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہ آئے۔ اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آ جاؤ۔ جس پر حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے....

والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب فرماتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر پھر مرزا امام الدین ادھر ادھر پھرتا رہا۔ آخر اس نے چائے کے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالی نے ہماری وجہ سے ہی اسے قید سے بچا لیا ورنہ خواہ وہ خود کیسا ہی آدمی تھا، ہمارے مخالف یہی کہتے کہ ان کا چچا زاد بھائی جیل خانہ میں رہ چکا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی سیالکوٹ کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۴۹)۔

(جب یہی مرزا امام الدین چوڑھوں کا پیر بنا، تو پھر مرزا غلام احمد کی وجہ سے خدا نے اسے ایسا کرنے سے کیوں نہ روکا؟ کیونکہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا چچا زاد بھائی چوہڑوں کا پیر تھا۔ بہاء)

قارئین یہ تو ہے صحیح صورت حال مرزا صاحب کی زندگی کے اس سیالکوٹی دور کی، لیکن آپ سیالکوٹیوں کے سامنے غلط بیانی کر کے بتا رہے ہیں کہ میں ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۴ء تک سات سال سیالکوٹ میں مقیم رہا ہوں۔ یہ غلط بیانی اگر سوئے حفظ کا نتیجہ ہے تو ان کی ایسی باتوں سے اعتبار اٹھ جاتا ہے جن میں آپ نے کسی گذشتہ واقعہ کا بیان فرمایا ہو، اور اگر یہ غلط بیانی جان بوجھ کر کی گئی ہے تو یہ کذب کے زمرے میں آتی ہے۔

قادیانیوں کا کہنا کہ سیالکوٹ میں مرزا صاحب کا جلسہ بہت کامیاب رہا اور لاتعداد لوگ ان کے ارشادات سے مستفید ہوئے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

(لیکچر کے بعد) ہمیں سیالکوٹ کے ایک مشہور و معروف کارخانہ سپورٹس ورکس کے مالک سردار گنڈہ سنگھ اوبیرائے سے ملنے کا موقع ملا۔ وہ بھی لیکچر گاہ میں موجود تھے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپکے خیال میں لیکچر گاہ میں سیالکوٹ کی معزز اور ذی علم سوسائٹی کس حد تک موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری اپنی رائے یہ ہے کہ قریباً کل معزز اور تعلیم یافتہ سوسائٹی ہندو مسلمان اور سکھوں کی وہاں موجود تھی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میری رائے میں اتنا بڑا مجمع کسی لیکچر کے سننے کے واسطے کبھی نہیں ہوا، ہاں مقلدوں اور غیر مقلدوں کا جب باہم مباحثہ یا جھگڑا ہوا تھا اس وقت تو ایک بہت بڑا مجمع تھا اس کے بعد شائد میں نے اتنا بڑا مجمع سیالکوٹ میں نہیں دیکھا۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴)

مقلدوں اور غیر مقلدوں کے جس مباحثے کا اس بیان میں ذکر ہے، اس کا کچھ حال ہم تاریخ اہلحدیث کی کسی جلد میں بیان کر چکے ہیں، اور یہ وہی مباحثہ ہے جس کے بعد سیالکوٹ میں مسلک عمل بالحدیث کی اشاعت میں نمایاں اضافہ ہوا تھا؟

مرزا صاحب کے اس دورہ سیالکوٹ کے موقع پر تحریک ختم نبوت کے کارکنوں نے بھی ان کے استقبال اور ان کے دعاوی کی تردید کی تیاریاں کر رکھی تھیں، اور چونکہ مرزا کے جلسہ میں تو انہیں کسی سوال و جواب کی اجازت نہیں تھی اس لئے انہوں نے مرزا کے دعاوی پر اپنے اعتراضات پیش کرنے کیلئے الگ سے انتظامات کر رکھے تھے۔ جسے قادیانیوں نے یوں بیان کیا ہے:

(لیکچر سیالکوٹ کے موقع پر) جس راستہ سے مرزا صاحب کا گذر تھا اور جو جو راستہ مخلوق کے آنے کے تھے، ان تمام راستوں کو روکا گیا، جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے جو ہم یہاں دیتے ہیں:

اعلان: جمیع اہل اسلام کو واضح ہو کہ کل بروز بدھ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء بوقت صبح ۶ بجے علمائے کرام حنفیہ کا مقامات ذیل پر وعظ شروع ہوگا سب اہل اسلام تشریف لا کر ثواب دارین حاصل کریں

تقسیم مجالس وعظ مولوی صاحبان حنفیہ بروز بدھ موخہ ۲ نومبر بوقت ۶ بجے

| نام مقام | نام علمائے کرام |
|---|---|

۱۔ مسجد کلاں دو دروازہ　　　　مولوی غلام مصطفیٰ امرتسری، مولوی نور محمد
واعظ بمبئی حال وارد سیالکوٹ

۲۔ اڈہ آغا محمد شہباز خان۔　　　مولوی نور اللہ۔ ملاں محمد بخش لاہوری۔ مولوی خیر شاہ

۳۳۔ متصل دروازہ سرائے۔　　سید جماعت علی شاہ۔ حافظ ظفر علی

۴۔ مکان مستری عبداللہ ترکھان متصل سرائے۔ مولوی نور الحسن۔

مولوی غلام اللہ قصوری

المعلن: ماسٹر کرم الٰہی بی اے مختار وغیرہ　　(اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

قادیانی روایات سے محسوس ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس دورہ سیالکوٹ کے موقع پر پیر جماعت علی شاہ صاحب نے ان کے ردّ و تکذیب کی مہم چلائی تھی، اور مذکورہ جلسوں وغیرہ کے انتظام و انصرام میں بھی ان کا عمل دخل نمایاں تھا۔ اس لئے قادیانی حضرات ان سے بہت ناراض ہوئے، جیسا کہ اڈیٹر الحکم قادیانی نے لکھا ہے:

سیالکوٹ میں جب مرزا صاحب تشریف لے گئے ہیں اور سید جماعت علی شاہ اینڈ کو نے جس قدر مخالفت میں شور و شر مچایا وہ ناظرین الحکم معلوم کر چکے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ جو ہمیشہ واقعات کو غائر نظر سے دیکھا کرتے ہیں سید جماعت علی شاہ کی کاروائی کو تعجب سے دیکھتے تھے، چنانچہ آپ نے دارالامان سے سید صاحب کو یکم جنوری ۱۹۰۵ء کو مندرجہ ذیل خط لکھا جس کی ایک نقل حسن اتفاق سے مجھے بھی مل گئی ہے میں اسے فائدہ عام کے لئے شائع کر دیتا ہوں۔ یاد رہے یہ خط سید جماعت علی شاہ صاحب کو ان کے مرید منشی احمد دین کی معرفت بذریعہ ڈاک پہنچ گیا ہے۔

مکرم معظم سید صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے مشائخ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقش بندی مہاجر مدینہ علیہ الرحمۃ تھے۔ میں ان کے اخلاق عادات اور اطوار بڑی عظمت و وقعت سے اب تک دیکھتا ہوں۔ اور میں اس کو جب معیار بناتا ہوں تو بہت سے کاملین کو کامل یقین کرنے کا مجھے موقع مل جاتا ہے۔ جناب نقش بندی سلسلہ کے ایک بزرگ ہیں اور چونکہ میں بھی اسی سلسلہ کا مستفیض انسان ہوں اس لئے مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اپنے سلسلہ کے لوگوں کی نسبت کوئی عیب دیکھوں تو ظاہر کر دوں۔

میں نے سیالکوٹ میں دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو عورتوں کے سامنے بڑے فحش کا اظہار کر سکتے ہیں اور پھر زنگی جیسے، جو اپنے آپ کو خود زنگی کہتے ہیں، آپ کے مقرب بنے ہوئے تھے۔

اور مرزا کا مقابلہ ایسی طرح سے کیا جاتا تھا کہ جو آپ کے قومی فضل اور آپ کے شیخ نقشبندیہ اور روحانی تربیت کی طرف متوجہ ہونے پر بالکل خلاف نظر آتے تھے۔ میں مانتا ہوں کہ مرزا کا کوئی دعوی آپ کو ناگوار ہو یا ناگوار ہوا ہے مگر اہل اللہ کا مقابلہ اس طرح نہیں چاہیے تھا جس طرح آپ نے کیا ہے۔ سب دل اللہ تعالی کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں۔ والسلام۔ نور الدین (اخبار الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۴)

اس میں شک نہیں کہ حکیم صاحب نے، مدینہ منورہ میں شاہ عبد الغنی مجددیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، اور ان سے بیعت بھی ہوں گے اور اس بیعت کے واسطے سے نقش بندی بھی ہو گئے ہوں گے۔ لیکن یہ ۱۸۶۰ء کے عشرے کے آخر کی بات ہے جب قادیانیت ابھی نمودار نہیں ہوئی تھی، اور حکیم صاحب بھی صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ ۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط میں جب انہوں نے مرزا غلام احمد کا دامن تھام لیا، اور کچھ عرصہ بعد لدھیانہ میں مرزا صاحب کی بیعت کر کے قادیانی رجسٹر بیعت میں پہلے نمبر پر اپنا نام لکھوا کر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر اول القادیانیین ہو گئے، تو ان کی بیعت جو سلسلہ نقشبندیہ میں تھی وہ منسوخ ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد سلسلہ نقشبندیہ اور اس کے بزرگوں کے لئے ان کی حیثیت مرتد عن سلسلۃ النقشبندیہ کی ہو گئی، ان حالات میں حکیم صاحب کا، پیر جماعت علی شاہ نقشبندی کو خطاب بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ کسی دوسرے کی بیعت کرنے پر پہلی بیعت فسخ ہونے کا فتوی مرزا صاحب نے بھی دیا ہوا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

مولوی جان محمد مدرس ڈسکہ نے ۱۲ ستمبر ۱۹۰۱ء کو سوال کیا کہ حضور آپ کی بیعت کرنے کے بعد پہلی بیعت اگر کسی سے کی ہو وہ قائم رہتی ہو یا نہیں؟ مرزا صاحب نے فرمایا جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اگست ۱۹۰۲ء ص ۷۔

اور جہاں اس بات کا تعلق کہ پیر صاحب کو اہل اللہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا، یہ اعتراض تو اس وقت وارد ہوتا ہے جب جماعت علی شاہ، مرزا صاحب کو اہل اللہ میں سے شمار کرتے ہوں۔ وہ تو مرزا صاحب کو مفتری علی اللہ سمجھتے تھے۔

سیالکوٹ میں کیئے گئے کرشن اوتار ہونے کے قادیانی دعوی کی حمایت میں اڈیٹر البدر قادیان نے لکھا ہے:

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی کرشن اوتار ہونے کا بادی النظر میں ہر ایک کو اچنبا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور وفکر سے دیکھا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گا کہ اس زمانہ میں ان تمام راست بازوں کے اوتار کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ اقوام کے کسی زمانہ میں میں عظیم الشان مصلح گذرے ہیں.. (مہاتما گوتم بدھ، اورسری رام کے اوتار مرزا صاحب نہ ہوئے۔ عیسائیوں کے پال اور پیٹر کے اوتار نہ ہوئے۔ مارٹن لوتھر مصلح ریفارمر کے اوتار نہ ہوئے۔ چینیوں کے کنفوشش وغیرہ کے اوتار نہ ہوئے۔ مجوسیوں کے زرتشت کے اوتار نہ ہوئے؟ بہاء)...مہدی جیسے مصلح کے لئے جو جو خلاف شان کاروائیاں تسلیم کی گئی تھیں ان کے پاک وجود کو ان تمام آلائشوں سے (خود مہدی بن کر) پاک ثابت کر رہے ہیں ایسے ہی کرشن ہو کر۔ یہ بھی انہی کا کام تھا کہ حضرت کرشن کی ذات پاک پر جو اتہامات اور الزامات عائد کئے گئے ہیں اس سے ان کو بری کرتے۔

اہل ہنود کی روایات پر اگر ہم غور کریں اور ان قصوں کو جو وہ حضرت کرشن کی نسبت بیان کرتے ہیں سچ باور کریں، تو سوائے اس کے کہ کرشن جیسے پاک آدمی کو ایک فاسق آدمی قرار دیا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پس ہندوؤں کے لئے یہ ایک عجیب نعمت ہے اور خدا کا فضل ہے کہ ایک شخص جو کہ کیا اپنے ذاتی حسب نسب کے لحاظ سے، کیا وجاہت کے لحاظ سے، کیا اپنی پاک زندگی کے لحاظ سے، کیا اپنے خدا سے تائید یافتہ ہونے کے لحاظ سے، کیا اپنے دعوی الہام و وحی کے لحاظ سے ایک عظیم الشان انسان ہے، وہ خود کرشن بن کر حضرت کرشن کی عظمت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ کرشن تو ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ میں ہوں، نہ کہ ویسے جیسے تم بتاتے ہو۔ یہ ایک آسمانی مائدہ ہے جو کہ اہل ہنود کے سامنے پیش کیا گیا ہے اب دیکھیں کہ کون سی سعید روحیں قبول اور شقی رد کرتے ہیں۔ (اخبار البدر یکم جنوری ۱۹۰۵ء ص ۲)

مرزا صاحب اپنی اس کتاب میں جو ان کی موت کے بعد شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں:

یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں پائی جاتی ہے ....اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا

اور خدا اس سے ہم کلام ہوتا تھا۔ (پیغام صلح۔ص ۱۰۔۱۱)

نیز مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کیلئے نبی آئے ہیں اور کروڑ ہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑ ہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور کوئی کاذب ان کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے (یہ بات مرزا اپنی زندگی کے آخری دو تین دنوں میں لکھ رہے ہیں، جلد تبا ہی اور کیا ہوگی۔ بہاء)

اسی بنا پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکی اور نہ بنا سکتی تھی اور جو لوگ اس ملک میں بت پرست یا آتش پرست یا آفتاب پرست یا گنگا کی پوجا کرنے والے یا ہزار ہا دیوتاؤں کے پجاری یا جین مت یا شاکت مت والے پائے جاتے ہیں وہ تمام لوگ اپنے مذاہب کو وید ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکال لیتے ہیں تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افتراء نہیں۔ انسان کے افتراء میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑ ہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ایک دائمی سلسلہ قائم کر دے۔

(ایام صلح۔ص ۲۳)

## قادیانی تضاد بیانی

لیکن ان تحریروں سے ۲۵ برس پہلے مرزا صاحب قادیانی لکھ چکے ہیں:

مکتوب مرزا بنام میر عباس علی ...جن باتوں سے وید بھرا ہوا ہے وہ آتش پرستی شمس پرستی اور اندر پرستی وغیرہ ہیں اور مدار الہام تمام دنیا کا انہیں چیزوں کو وید نے سمجھا ہے اور انہیں کی پرستش کے لئے وید نے ترغیب دی ہے اور کئی دفعہ اس عاجز کو نہایت صراحت سے الہام ہوا ہے کہ وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے ..وید کی یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی پرانے زمانے کے شاعروں کے شعر ہیں جو کہ مخلوق چیزوں کی تعریف میں بنائے ہیں...

۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۰۰ھ (اخبار الحکم قادیان ۱۲ مئی ۱۸۹۹ء ص ۳)

یعنی مرزا صاحب کو ۱۸۸۳ء سے پہلے کئی بار الہام ہوا تھا کہ وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے، اور ایام صلح میں لکھتے ہیں کہ وید انسان کا افتراء نہیں، اور اسلام کی ساری تعلیم وید میں موجود ہے۔ دونوں دعوے ایک ہی شخص یعنی مرزا صاحب قادیانی کے ہیں، اور دونوں دعوی الہامی ہیں، جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی۔

# قادیانی خطاب بہ ثناء اللہ امرتسری

## اصلاح حسب منشا کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب

چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گذارہ کرتے ہیں اس لئے ہمیں ان کی ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہوگا یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں اب جب کہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور در حقیقت ہماری غرض اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمے لیتے ہیں ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

المشتھر مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)

جنوری ۱۹۰۳ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مرزا صاحب کی دعوت کے جواب میں ان کی پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان پہنچ گئے۔ اڈیٹر اخبار الحکم قادیان نے لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے ایک قدیم دوست کے ہمراہ ہفتہ زیر اشاعت میں پولیس کے دو تین آدمی ساتھ لے کر قادیان آئے اور آریہ مندر میں فرو کش ہوئے اور ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء کو واپس چلے گئے۔ ان کے آنے اور جانے کی کیفیت

بھی ہم کسی اگلی اشاعت میں مفصل تحریر کریں گے جس میں ہم دکھائیں گے کہ ان کے آنے کی کیا غرض تھی اور قادیان میں آکر انہوں نے کیا کیا اور کیا لے کر گئے۔ اس ضمن میں وہ خط وکتابت بھی ہم درج کریں گے جو حضرت اقدس (مرزا) سے ہوئی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

ثنائی وردو قادیان کے موقع پر جانبین کی طرف سے لکھے جانے والے خطوط درج ذیل ہیں: مولانا امرتسری نے مرزا صاحب کو لکھا:

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔

الراقم۔ ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔

مرزا صاحب نے جواباً لکھا:

از طرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ

میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے:

اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔

تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے۔ اور ہم ان دنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں، میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں با آواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔

۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں

گا' سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا' اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں' لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔ مرزا غلام احمد..

بالآخر اس غرض کے لیے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ انجام آتھم میں خدا سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہ کروں گا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر لکھ کر پیش کریں۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن دوسری پیش گوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالی کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ وفساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین! سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ ؐ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور چاہیے کہ اول آپ اس عہد مؤکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور

آپ کو بتلا دیا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاویں گے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کا جواب حسب ذیل ہے:

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

''امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔ اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کیلیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہو گی کہ میں دو تین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہو گئی ہو گی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔ کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔ میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔ باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

اس خط کا جواب مرزا صاحب نے نہیں لکھا بلکہ انکے حکم سے ان کے حواری خاص مولوی محمد احسن امروہی نے لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب!

آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان' ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء (الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۴۔۱۶)

اور اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے:

بابو شاہ دین صاحب نے ثناء اللہ کے آنے کا ذکر کیا تو (مرزا نے) فرمایا کہ لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھڑ کے لایا تھا اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے اب جہلم سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔ (البدر جلد ۲' نمبر ۵' صفحہ ۳۴' مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

مندرجہ بالا خط و کتابت اگر چہ ناظرین کو خود ایک عجیب موقع اصل نتیجہ پر پہنچنے کا دیتی ہے مگر ہم اپنی جگہ امور تنقیح طلب پر انشاء اللہ بحث کر کے دکھائیں گے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس معاملہ میں کہاں تک تقویٰ اور خدا ترسی سے کام لیا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

۱۸۹۶ء میں انجام آتھم والے عہد کی بات یوں غلط ہے کہ خود مرزا صاحب نے اس کے بعد

یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں علماء کو مباحثہ کی دعوت دی ہے ۔ اس میں سے ایک اقتباس پڑھ لیجئے ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں :

آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف کے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو علم اور برداشت اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کر لیں ۔ ۱۔ قرآن اور حدیث کی رو سے ۔ ۲۔ عقل کی رو سے ۔ ۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامت کی رو سے ۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں ماموریں کے پرکھنے کیلئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں ۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا یا اگر ان تینوں میں سے ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا ۔

۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والے اس اشتہار میں مرزا اپنے مخالف علماء کو بحث کی دعوت دے کر خود یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی گرفت سے جان چھڑانے کے لئے خواہ مخواہ کہہ دیا تھا کہ میں انجام آتھم طبع ۱۸۹۶ء میں مباحثے ترک کر چکا ہوں ۔ نیز اس موضوع پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک مضمون عنقریب نقل کیا جا رہا ہے ۔

اڈیٹر الحکم ، اہل حدیث اور احمدی ، کے عنوان سے لکھتا ہے :

مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر اپنے طرز تحریر میں وہ رنگ اختیار کرتا جاتا ہے جو اس کے دعوی اور شان نمائی ؟ ہی کے خلاف نہیں بلکہ ایک مومن متقی کبھی بھی اس کو پسند نہیں کر سکتا ... یہی وجہ ہے کہ میں بہت ہی کم مولوی فاضل کی ان تحریروں پر نوٹس لیا کرتا ہوں جو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف لکھنے کے عادی ہیں کیونکہ ان میں معقولیت اور متانت کے خلاف زیادہ تر استہزاء اور تمسخر ہوتا ہے ۔ تاہم میں نے الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ان کی کسی ایسی تحریر کا نوٹس لیا تھا جو انہوں نے احمدیوں کو کرشن پینتھی کہنے کے متعلق لکھی تھی ہر چند مجھے توقع نہ تھی کہ چونکہ میں نے نہایت سلامت روی متانت شعاری اور معقولیت سے انکے اعتراضوں کو رفع

کیا ہے اسلیئے وہ نیک دلی اور انصاف پسندی سے اپنے غلط اور بیہودہ اعتراض کو واپس لے لیں گے۔

مولوی فاضل صاحب اس پر اور بھی جو ہر طبع دکھانے پر آمادہ ہوئے ہیں اور ۲۷ جنوری (۱۹۰۵ء) کے اہل حدیث میں اسی مضمون پر لیڈر لکھا ہے۔ میں نے اس آرٹیکل کو نہایت غور سے خالی الذہن ہو کر پڑھا ہے لیکن اس میں بجز سبّ وشتم ایک بھی معقول بات مولوی فاضل نے پیش نہیں کی۔ میں نے لکھا تھا کہ، اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر گو قرآن کریم کی اصطلاح کیخلاف اپنا نام اہل حدیث رکھتا ہے،۔ اس کے جواب میں مولوی فاضل صاحب جو مفسر قرآن بھی ہیں (بقول خود) رقم طراز ہیں کہ اہل حدیث نام رکھنے کے خلاف کوئی آیت قرآنی ہم نے نہیں دیکھی۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ مفسر اور مولوی فاضل اڈیٹر صاحب کو اس مقام پر چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کریم کی وہ آیات پیش کرتے جہاں لکھا تھا، ہم نے تمہارا نام اہل حدیث رکھا ہے، یا اپنی ایجاد پسند طبیعت سے ہو سمّا کم المسلمین ہی کا یہ ترجمہ کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کر سکے یہ عجیب طرز استدلال ہے کہ چونکہ قرآن کریم میں اس کے برخلاف کوئی آیت نہیں ہے اس لئے یہ نام نامناسب اور غیر موزوں نہیں میں حیران ہوں اور مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ ایسی جدت طبع کل کو یہ کہدے گی کہ میں تو کتا ضرور کھاؤں گا کیونکہ قرآن مجید میں اس کے خلاف کوئی حکم نہیں تو کون دانش مندان کے اس طرز استدلال کو تسلیم کرلے گا۔

مولوی صاحب! آپ کو تو مناظرہ کا بہت شوق ہے مگر آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ میں نے آپ سے اہل حدیث لفظ کی ترکیب پوچھی نہ تھی جو آپ یہ بحث لے بیٹھے تاہم میں آگے چل کر آپ کی اس ترکیب سے انشاء اللہ فائدہ اٹھاؤنگا۔

حضرہ حکیم الامت (نورالدین) کا جو قول آپ نے نقل کیا ہے (گو میں نے وہ کتاب نہیں دیکھی) لیکن میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور نہایت ہی عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں یہ کلام حضرت حکیم الامۃ کا اسی طرز اور نہج کا ہے جیسے آنحضرت ﷺ کے کلمات طیبات میں پایا جاتا ہے مثلاً آپ کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے بہترین نیکی پوچھی تو آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت۔ پھر دوسرے وقت کسی نے ایسا ہی سوال کیا تو حضور ﷺ نے کوئی اور کام فرما دیا۔ کوتاہ نظروں نے اس کو تخالف سمجھ لیا حالانکہ بات یہ تھی کہ جس قسم کا مریض روحانی آپ کے پاس آتا اس کے موافق نسخہ تجویز فرماتے اسی طرح پر حضرت حکیم الامۃ کا کلام حکمت سے لبریز ہے مگر مولوی فاضل صاحب: نہ ہر کہ سر بتاشد قلندری داند۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ اس گوہر حکمت کو پا سکے جس مسئلہ میں وہ کتاب

لکھی گئی ہے اس وقت آنحضرت ﷺ کی سنت صحیحہ پر عمل میں کمزوری پائی جاتی تھی اور مسلمان حدیث کے نام سے قریباً نا آشنا تھے حضرت حکیم الامت، آنحضرت ﷺ کے عاشق زار اور آپ کی سنت صحیحہ کے سچے عامل تھے آپ نے وہ دعا کی اور خدا نے قبول فرمائی یہی قبولیت دعا تھی جو انہیں احمد مدنی ﷺ کے بروز احمد قادیانی کے حضور لے آئی اور اپنی آنکھوں سے انہوں نے آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ اور نمونہ کاملہ دیکھ لیا اور جس مسئلہ پر زور دیا تھا مہدی نے بھی قائم رکھا

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اہل حدیث سے وہی مراد ہے جو آپ نے پیش کی ہے تو اس کے صحیح اور سچے مصداق ہم ہیں نہ آپ۔

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلا سکتا ہے جو صحیح بخاری کی حدیث صحیحہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم کے مصداق صحیح کا انکار کرتا ہے؟

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کی اس رؤیت صحیحہ کی (معاذ اللہ) تکذیب کرتا ہے کہ انہوں نے مسیح کو مردوں میں دیکھا؟ اور وہ باوجود اس کے مصر ہے کہ وہ زندہ ہے۔

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کی وحی قرآن کے نصوص صریحہ بینہ انّی متو فّیک اور فلمّا تو فیتنی کے برخلاف مسیح کو آسمان پر زندہ تسلیم کرتا ہے؟

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات پر فیصل شدہ قضیہ کو جو ما محمّد الا رسول قد خلت من قبله الرسل کی آیت پڑھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کیا غلط تسلیم کر کے کہتا ہے کہ نہیں اس میں مسیح کی موت کو مستثنیٰ کیا گیا تھا؟

مولوی فاضل صاحب! خدا سے ڈرو۔ آپ اہل حدیث کہلانے کا کیا حق رکھ سکتے ہیں اگر اہل حدیث کا مفہوم وہی ہے جو آپ نے لیا ہے اور جو میرے نزدیک صحیح ہے اسی وجہ سے میں نے کہا تھا کہ آپ قرآن کریم کی اصطلاح کے خلاف ہیں اس مفہوم کے موافق پکے اہل حدیث ہم ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاک قول کی تصدیق کی اور آپ کے مفہوم و منشاء صحیح کے موافق آنے والے ابن مریم کو اور ہاں خود حضور ﷺ کے مظہر و بروز کو تسلیم کیا اور حضور ﷺ کا سلام کہا۔

اب میں آپ کو یہ مژدہ بھی سناتا ہوں کہ حضرت حکیم الامۃ (نور الدین) کی دعا کا وہ آخری جزو بھی پورا ہو گیا کہ اہل حدیث کو برا کہنا بدعتیوں کی نشانی ہے۔ مولوی فاضل صاحب! گھر کی خبر لو اور گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو یہ مجھے ہی سزاوار ہے کہ آپ کو مخاطب کر کے کہو امّا

الذین اسودت و جو ھھم اکفر تم بعد ایما نکم تمہاری رو سیا ہی کی یہی وجہ ہے جو بعد ایمان کے تم نے انکار کیا۔تم قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے مدعی تھے اس لئے تمہیں چاہیے تھا کہ خدا کے جری اور مسیح موعود کے منکر نہ ہوتے اور اسی لئے قرآن مجید میں تہدید کی گئی تھی لا تکو نوا اول کا فر بہ مگر آپ نے نہ قرآن کریم کی پرواہ کی اور نہ آنحضرت ﷺ کے پاک ارشادات کی ،اسی تکفیر نے آپ کو اسودت و جو ھھم کا مصداق قرار دیا ہے۔

مجھے آپ کی اس حالت پر سخت افسوس آیا اور میں خدا تعالیٰ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت حکیم الامۃ کی اس دعا کو پڑھ کر میرے دل میں حضرت حکیم الامۃ کی عظمت بہت بڑھ گئی ہے اور میرا ایمان عرفان کے رنگ میں تبدیل ہو گیا کیونکہ یہ شخص خدا کا برگزیدہ اور ولی ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔غرض اہل حدیث کی ترکیب اور حکیم الامۃ کی دعا کے استدلال نے آپ کو تو کوئی فائدہ نہ پہنچایا وہ تو ہمارے ہی مفید ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء ص ۶)

مرزا صاحب کی تو اہل حدیث حضرات سے جان جاتی تھی ، وہ ان کا نام تک سننا پسند نہیں کرتے تھے، اور انہیں مسلمانوں کے آریہ کہا کرتے تھے۔اڈیٹر الحکم اپنے اس مضمون میں اپنے لئے اہل حدیث کا لقب پسند کر کے مرزا صاحب کو دکھ دے رہے ہیں۔اور جہاں تک فلما توفّیتنی ،کیف انتم ،اور خلت وغیرہ سے متعلق قادیانی دعووں کا تعلق ہے ان کا جواب علماء اسلام نے بار بار دیا ہے، ہمارے اس سلسلہ کتب میں بھی نقل ہوا ہے۔

ایک قادیانی صاحب ،مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

آپ اپنے پرچہ اہل حدیث میں ہمارے فارسی اشتہار امام مہدی پر نکتہ چینی فرماتے ہیں ۔قبل اس کے کہ ہم اختصار کے ساتھ جواب عرض کریں نہایت افسوس کے ساتھ اظہار کرتے ہیں کہ آپ نے مشتہر سے تجاہل کر کے ہمارے نبی موعود احمد قادیانی کو مخاطب قرار دے کر خوب گالیاں دی ہیں۔میرے نزدیک اس طرح کا سب وشتم آپ جیسے مولوی فاضل کی شان کے مناسب نہ تھا یہ شیوہ تو کسی گستاخ دریدہ دہن کا ہونا چاہیے تھا بہر حال ہم ...اس ناشائستہ حرکت سے اعراض کر کے اصل مطلب پر حسب ذیل عرض پرداز ہیں:

آپ فرماتے ہیں کہ اشتہار مذکور میں کیوں یہ دعوی شائع نہیں ہوا کہ مرزا صاحب کرشن بھی ہیں۔اس کا جواب دو طرح پر گذارش ہے۔اول: یہ اشتہار خاکسار نے اس وقت شائع کیا تھا جب کہ ابھی سیالکوٹ کی تقریر شائع نہ ہوئی تھی ۔دوم: مرزا صاحب حضرت کرشن علیہ الصلوۃ و

السلام کی حیثیت لے کر اہل ہنود کی اصلاح کے لئے آئے ہیں، جیسا کہ مہدی ہو کر مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کے لئے تشریف لائے ہیں (بدھوں کی اصلاح کے لئے کیا ہو کر آئے؟ دہریوں کی اصلاح کے لئے کیا ہو کر آئے ہیں؟ بہاء) سو جب کہ بلاد اسلامیہ میں ہمارے مخاطب اہل ہنود نہیں تو اس دعوی کا شائع کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

پھر آپ اور اعتراض کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گویا ہم نے اپنے اشتہار میں غلام دستگیر کا جھوٹا واقعہ لکھا ہے مولوی غلام دستگیر نے نہ اپنے لئے بد دعا کی ہے اور نہ مقابلہ میں دونوں میں جھوٹے کی موت مانگی ہے اور نہ مرزا جی کے سچے ہونے کا ذکر ہے وہ اپنی کتاب فتح رحمانی میں یوں لکھتا ہے:

دعا و التجاء اس فقیر قصوری کی جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔ اگر یہ توبہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الّذین ظلموا و الحمد للّٰہ ربّ العالمین انّک علی کلّ شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر مولوی غلام دستگیر نے مباہلہ کیا تو سخت غلطی کی اور مولوی غلام دستگیر کا فعل دوسروں کے لئے حجت نہیں اور نہ اس سے مرزا جی کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

اما الجواب: گذارش یہ ہے کہ یہ تو آپ نے بہت صحیح اور درست فرمایا کہ مولوی مذکور نے غلطی کی۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی اس نے غلطی کی اگر وہ غلطی نہ کرتا تو ایسی موت کیوں مرتا۔ رہی آپ کی یہ بات کہ اس کا فعل حجت نہیں اور نہ اس سے مرزا جی کی صداقت ثابت ہو سکتی ہے، سو یہ بات آپ کی رد کرنے کے قابل ہے کیونکہ ایسے قاعدہ کی بنا پر آپ فرما سکتے ہیں کہ بدر کے دن جو ابوجہل نے جو دعا کی، اس میں اس نے غلطی کی اور مولوی ابوجہل (جس کو لیکھ رام ابوالحکم کہتا ہے) کا فعل دوسروں کے لئے کوئی حجت نہیں اور نہ اس سے معاذ اللہ سید الکائنات خاتم النبیین کی صداقت ثابت ہو سکتی، تو آپ کی اس منطق پر کوئی مسلمان صاد نہیں کرے گا۔ علاوہ براں ہماری حجت اور دلیل خدا تعالی کا فعل ہے۔ مولوی غلام دستگیر کا فعل اس کی بد دعا تھی جو اس نے کی مگر اس کو موت دینا اور ہمارے مرزا جی کا صدق ظاہر کرنا، ہمارے مولی کریم کا فعل تھا جس پر ہم کو ناز ہے اور جو ہماری حجت و برہان ہے۔ تمہاری مولویت تو تب ثابت ہو کہ کوا صل جدید وضع کرو کہ جناب الہی کا فعل بھی حجت نہیں اور نہ اس سے مرزا کی صداقت ثابت ہو سکتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ غلام دستگیر نے بد دعا نہیں کی، نہ جھوٹے کی موت مانگی نہ مباہلہ کیا، اتنی بات کے لئے آپ ہی کی منقولہ عبارت کافی ہے ذرہ عقل سے کام لیں کہ ہمیں فارسی اشتہار میں غلام دستگیر کے مباہلہ کا خلاصہ پیش کرنا مقصود تھا کوئی اردو کا فارسی میں لفظی ترجمہ کرنا ضرور نہ تھا۔ اب اگر ہمارے اشتہار کا مطلب تمہاری ہی عبارت مندرجہ پرچہ اہل حدیث سے ثابت نہ ہو تو ہم تحریری وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کو ہرگز غبی الطبع اور کم فہم قرار نہیں دیں گے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ فقطع دابر القوم الذین ظلموا اگر بد دعا نہیں تو کیا ہے اگر ہے تو کس کے لئے۔ اس میں اگر وہ ظالم کی موت مانگتا ہے تو اس کی نظر میں وہ کون ہے۔ اپنے آپ کو حامی دین متین ظاہر کرتا ہے مرزا کو جھوٹا جانتا ہے پھر فقطع دابر القوم الذین ظلموا کی بد دعا کرتا ہے۔ اوراب بھی آپ کہتے ہیں کہ اس نے بد دعا نہیں کی جھوٹے کی موت نہیں مانگی، تو کیا اس نے راست باز کی موت مانگی ہے۔ تعجب ہے ایسی موٹی باتوں کو اگر آپ نہیں سمجھ سکتے تو واقعی ہم آپ کے مقابلہ میں دلائل پیش کرنے سے عاجز ہے

و لیس یصح فی الا فھام شئی　　　اذا احتاج النھار الی دلیل

پھر آپ قبولیت دعا وغیرہ کے متعلق وہی لایعنی باتیں کرتے ہیں جو مدت سے آپ کا طریق ہے سو اس کا جواب ہم کیا دیں بجز اس کے

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی　　　اینست جوابش کہ جوابش ندہی

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں قادیان میں آیا اور برسر میدان نکلا اور یہ کیا اور وہ کیا۔

سو گذارش یہ ہے کہ اس میں ہمیں کیا کلام ہے آپ کا قادیان میں آنا کوئی مشکل بات نہیں۔ بے شک آپ قادیان میں تشریف لاکر آریوں کے مہمان ہو سکتے ہیں، پھر واپس امرتسر جا سکتے ہیں پبلک کو مغالطہ دے سکتے ہیں۔ سو اس طرح پر یہاں آنا کوئی بہادری نہیں۔ یکہ والے ہر روز آتے ہیں کئی قسم کے بیمار مولوی نورالدین کے پاس علاج کے لئے آتے ہیں۔ آپ کے آنے میں کوئی خصوصیت نہیں ہاں جس طریق فیصلہ کی بنا پر بلایا گیا تھا اور دعوت دی گئی تھی اسے آپ نے کہاں تک اختیار کیا؟ یہ امر پبلک کو معلوم ہو چکا ہے۔ راقم عبداللہ کشمیری

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

فقطع دابر القوم ..والے الفاظ تو مرزا صاحب نے خود اپنے بیشمار مخالفین کے خطاب میں لکھ رکھے تھے۔ اگر ان الفاظ کے لکھنے کا مطلب مباہلہ ہے تو مرزا صاحب نے بے شمار مخالفوں

سے مباہلے کرر کھے تھے، اور مرزا صاحب ایسے بے شمار مخالفوں کی زندگی میں مر گئے تھے۔

جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء رؤیا میں مولوی محمد حسین صاحب کو دیکھا کہ کہتے ہیں قطع دابر القوم۔ دل میں خیال گذرا کہ یہ تو دشمن ہے کس قوم کے متعلق یہ الفاظ بولتا ہے تب الہام ہوا قطع دابر القوم الذین لا یومنون۔ ترجمہ اس قوم کی جڑ کاٹی گئی جو ایمان نہیں لاتے۔ (اخبار بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء ص ۲) یعنی مرزا صاحب کے مخالفین کی جڑ کاٹی گئی۔

اور جہاں تک مولانا امرتسریؒ کا یہ کہنا کہ غلام دستگیر کا عمل کسی اور پر حجت نہیں ہوسکتا، یہ بات اس لئے درست ہے کہ مولوی غلام دستگیر کی شکست، غلام دستگیر ہی کی شکست ہوگی، اسلام کی نہیں، جب کہ دوسری طرف مرزا صاحب کی شکست اگر انفرادی بھی سمجھی جائے تب بھی یہ ثابت کر دے گی کہ مرزا صاحب کے دعاوی جھوٹے ہیں۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب سے مباہلہ نہیں کیا اور اس بات کا مرزا کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ لکھا ہے:

۱۱۔ اپریل۔ ۱۹۰۷ء کو بوقت سیر، غلام دستگیر قصوری کے بارے میں ذکر تھا کہ بعض مخالفین کہتے ہیں اس نے کب مباہلہ کیا؟۔ حضور (مرزا) نے فرمایا کہ یہ جو اس نے لکھا قطع دابر القوم الذین ظلموا کا مصداق بنا، اس فقرے کے اس کے سوا اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ ظالم کی ہلاکت کا خدا تعالی سے خواستگار ہے۔ اب اللہ تعالی کے فعل نے بتا دیا کہ ظالم کون ہے۔ (جن لوگوں کی ہلاکت کے مرزا صاحب خواستگار تھے مثل مولانا ثناء اللہ، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، پیر مہر علی شاہ وغیرھم، اور ان کی زندگی میں خود مرزا ہی چل بسے، تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ بہاء)... پھر بطریق تنزل ہم مان لیتے ہیں کہ اس نے صرف ہمارے لئے بددعا کی (یعنی مباہلہ نہیں ہوا۔ بہاء) مگر اب بتاؤ کہ اس کی دعا کا اثر کیا ہوا؟ کیا وہ الفاظ جو میرے حق میں کہے اور وہ دعا جو میرے برخلاف کی، الٹی اس پر ہی نہیں پڑی۔

اب بتاؤ کہ کیا مقبولان الہی کا یہی نشان ہے کہ جو دعا وہ نہایت تضرع اور ابتہال سے کریں اسکا الٹا اثر ہو، اور اثر بھی یہ کہ خود ہی ہلاک ہوکر اپنے کاذب ہونے پر مہر لگا دیں خصوصاً ایسے شخص کے مقابل میں جسے وہ مفتری اور کیا کیا سمجھتا ہے (مولانا ثناء اللہ اور مولانا محمد حسین وغیرہ کے خلاف جو دعائیں مرزا صاحب نے کیں، ان کا کیا اثر ہوا؟ وہی الٹا اثر جو وہ قصوری صاحب کی دعا کا قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا یہ مرزا کے مقبول بارگاہ الہی ہونے کا نشان ہے؟ بہاء) (اخبار بدر قادیان ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۸)

قادیانی حضرات ابتدا ہی سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ کے ورود قادیان کے موقع پر مرزا صاحب کو مولانا کے مقابلے میں شکست نہیں ہوئی اور وہ اس واقعہ کی من مانی توجیہات بیان کرتے رہے ہیں جیسا کہ الفضل کے یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا تو مولانا امرتسریؒ نے دفعہ مرزائیوں کی منطق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا:

۱۔ جن شرائط پر مرزا نے مولوی ثناء اللہؒ کو بلایا تھا' مولوی صاحب نے ان کو پورا نہیں کیا۔

۲۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ فریقین کی گفتگو منہاج نبوت کے ماتحت ہوگی۔

۳۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی صاحب بغرض تحقیق آئیں۔ مباحثہ کے لیے نہ آئیں' اس کے باوجود مولوی صاحب مجلس عام میں مباحثہ کرنا چاہتے تھے جس کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔ کتاب ''انجام آتھم'' میں مرزا صاحب نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اب میں مولویوں سے مباحثہ نہیں کروں گا اس لیے مولوی ثناء اللہؒ کو کورا جواب دیا۔

اس خلاصے کے بعد مولانا امرتسریؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

پہلے نمبر کا جواب یہ ہے کہ میں نے کسی ایسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا جو مرزا صاحب نے مجھے قادیان پہنچنے کی دعوت کے ساتھ لگائی ہو۔

دوسرے نمبر کے جواب میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے منہاج نبوت کی تسلیم سے انکار نہیں کیا اور نہ انکار کرنا میں جائز سمجھتا ہوں۔ یہ بھی مجھ پر افتراء ہے۔

تیسرے نمبر کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مجلس میں گفتگو کرنا میرا مقصود تھا۔ اس سے مرزا نے بھی انکار نہیں کیا' ہاں اتنا کہا تھا کہ مجلس میں لمبی گفتگو نہیں کرنی ہوگی۔ مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔

انجام آتھم کے حوالے سے کیے گئے دعوے کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے، چاہے مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا الفضل کے قلم سے۔ اگر الفضل اپنے اس منقولہ فقرہ کو جو بقول اس کے مرزا صاحب کا مرقومہ ہے کتاب ''انجام آتھم'' سے ثابت کر دے تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو روپے میں سے ایک سو روپیہ اس کو بطور انعام دیں گے۔ یاد رہے کہ کتاب ''انجام آتھم'' ہمارے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر مرزا صاحب کے اصل عربی الفاظ یوں مرقوم ہیں: ''از محنا

ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التوجهات ولو سبونا وهذه منا خاتمة المخاطبات'' یعنی ہم نے قصد کر لیا ہے کہ ان توجہات کے بعد ہم علماء کو مخاطب نہیں کریں گے اگر چہ کہ وہ ہمیں برا بھلا کہیں اور یہ رسالہ ہماری طرف سے علماء کے ساتھ خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس عبارت میں نہ خدا کے ساتھ کوئی وعدہ ہے نہ کسی مباحثہ کا ذکر ہے بلکہ صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم علماء سے خطاب نہ کریں گے۔ یہ بات ہر طالب علم جانتا ہے کہ خطاب اور چیز ہے مباحثہ اور چیز۔ قرآن مجید میں کئی جگہ یا ایّھا الّذین آمنوا اور یا ایّھا الّذین کفروا وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ یہ خطابات الٰہیہ ہیں مگر مباحثات الٰہیہ نہیں ہیں۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس بات پر بھی پختہ نہیں رہے۔ واضح رہے کہ رسالہ ''انجام آتھم ''۱۸۹۶ء کا مطبوعہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب اپنے پختہ ارادہ کے ماتحت ۱۸۹۶ء کے بعد علماء کو ناقابل خطاب سمجھ کر ان کو شرف خطاب نہ بخشتے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد بھی آپ ہر تحریر میں علماء اسلام کو اپنی عادت حسنہ کے ماتحت الفاظ قبیحہ سے یاد کرتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں علماء کو ان لفظوں میں مخاطب فرماتے ہیں:

عبدالحق غزنوی' مولوی محمد حسین بٹالوی' مولوی احمد اللہ امرتسری یا مولوی ثناء اللہ امرتسری قسم کھانے سے اپنا تقوی دکھائیں۔ مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۲۵)

آپ کی ہر کتاب میں علماء کا ذکر اسی طرح ملتا ہے۔ اسی کتاب ''اعجاز احمدی'' کو سامنے رکھ لیجئے جو خاص مجھ کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے یعنی ''انجام آتھم'' کی طباعت کے چھ سال بعد طبع ہوئی تھی۔ اگر مرزا صاحب اپنے ارادہ پر پختہ تھے تو آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟ الفضل مرزا صاحب کا دعویٰ انجام آتھم سے دکھا کر اپنی اور مرزا صاحب کی تصدیق کرے اور ہم سے سو روپیہ انعام پائے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۴۲ء)

# مرزا قادیانی دہلی میں: ۱۹۰۵ء

مرزا صاحب نے دعوی مسیحیت کے معاً بعد ۱۸۹۱ء میں دہلی تشریف لے جا کر اشتہار بازی کا میدان گرم کیا تھا اور چند ہفتے وہاں قیام کر کے مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ سے اپنے مباحثہ کو نامکمل چھوڑ کر قادیان تشریف لے آئے تھے۔ دہلی ان کا سسرالی شہر تھا اور اب انکے برادر نسبتی ڈاکٹر محمد اسماعیل وہاں محکمہ صحت میں ملازم بھی ہو گئے تھے، اس لئے اپنی اہلیہ کی خواہش پر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب مع قبائل دہلی تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ انہوں نے اشتہار بازی نہیں کی۔ ملاقات کیلئے آنے والوں کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے، اور دہلی کے مزارات اور تاریخی مقامات کی سیر کرتے رہے۔ چند مخالفوں نے انہیں مباحثہ کی طرف بلایا لیکن انہوں نے توجہ نہیں۔ دوران قیام انہوں نے چند مرتبہ بعض مجالس میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس سفر کی روداد شیخ یعقوب علی نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔ شیخ صاحب نے لکھا:

## مسیح موعود کی سچائی کا ایک نشان

سب سے پہلے یہ خیال گذرا کہ یہ ریل گاڑی جس پر سوار ہو کر ہم (دہلی) جا رہے ہیں بجائے خود ہمارے مرزا صاحب کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت اور اسکے زمانہ کی علامات میں ایک علامت ہے... آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے زمانہ کے آثار و علامات بہت سے بیان فرمائے ہیں منجملہ اس کے ایک نشان وہ ہے جو قرآن میں و اذا العشار عطّلت میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی تصدیق میں یہ حدیث موجود ہے و یترك القلا ص فلا یسعی الیها یہ زمینی نشان ہے جو مرزا صاحب کی صداقت کیلئے ظاہر ہوا ہے.. اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آ رہا لیکن یہ پیش گوئی اب خاص طور مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے پر پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ آئے گی وہی مکہ معظّمہ میں آئیگی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یک دفعہ بیکار ہو جائیں گے اور ایک انقلاب عظیم عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آ جائے گا چنانچہ یہ

کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑہ مکہ اور مدینہ کی راہ کا طیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچا کریں۔ بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا سے اٹھ جائے گی ..اور سچ تو یہ ہے مکہ اور مدینہ کی ریل کا تیار ہو جانا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہے۔

(اور مرزا قادیانی بمقام گورداسپور ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:.....

ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری ہے جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا (عرب، افریقہ، سندھ، راجستھان وغیرہ میں ابھی تک اونٹوں کی سواری بے کار نہیں ہوئی۔ جب ہوگی دیکھا جائے گا۔ بہاء) قرآن نے و اذ العشار عطلت (جب اونٹنیاں بے کار ہو جاویں گی) کہہ کر اس زمانہ کا پتہ بتلایا، حدیث نے مسیح کے نشان میں یوں کہا لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا ۔پھر یہ نشان کیا پورا نہ ہوا۔حتی کہ اس سرزمین میں بھی جہاں آج تک اونٹنی کی سواری تھی اور بغیر اونٹوں کے گذارا نہ تھا وہاں بھی اس سواری کا انتظام ہو گیا اور چند سالوں میں اونٹوں کی سواری کا نام نشان نہیں ملے گا اونٹنیاں بے کار ہو گئیں۔مقرر کردہ نشان پورے ہو گئے۔ بدر ۸۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۴۔

(مضمون بالا پر ہماری گذارشات حسب ذیل ہیں:

- کیوں نہ کہا جائے کہ وہ پیش گوئی اگر ہے تو مرزا سے سو سال پہلے پوری ہو چکی تھی، مرزا تو بعد از وقت آئے۔ اگر حجاز ریلوے کی تکمیل کو پیش گوئی کی تکمیل قرار دیا جائے تو مرزا کی موت کو بھی سو سال ہو چکا ہے، یہ سواری مکہ اور مدینہ کے درمیان وجود میں نہیں آئی، بلکہ دمشق سے مدینہ والی بھی عرصہ ہوا ختم ہو چکی۔یعنی مرزا قبل از وقت آ گئے۔۲۰۱۰ء میں یعنی ۱۵ ویں صدی کی دوسری چوتھائی میں یہ خبریں سننے میں آ رہی ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریلوے تیار ہو رہی ہے، جو مرزا کے چودھویں صدی کے آغاز میں دعوی مسیحیت کی تکذیب ہے۔
- مکہ سے مدینہ کے درمیان جانے والے اونٹوں کی کیا خصوصیت ہے، آیت میں تو مطلق اونٹنیوں کا ذکر ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں، راجستھان میں، سندھ میں، بلوچستان میں، افریقی صحراؤں میں
- مدینہ مکہ ریل کی تکمیل کے لئے مرزا صاحب نے تین سال کی قید لگا دی ہے، اور مرزا اس سفر دہلی کے بعد تین سال پورے ہونے سے پہلے ہی چل بسے تھے۔شائد اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ اگر مرزا تین کی بجائے ۴۔۵ سال رہ جاتے تو کم از کم دمشق سے مدینہ والی ریل تو ان کی زندگی میں تیار ہو ہی جاتی

اور مرزائیوں کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ جس طرح احمد بیگ کی موت سے پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا اسی طرح مدینہ تک ریل بننے سے بھی ایک حصہ پورا ہو گیا۔

❁ یہ مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ چند سالوں میں اونٹوں کی سواری کا نام ونشان نہ ملے گا۔..مرزا کے فرمان کو آج ایک صدی سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اونٹوں کی سواری کا آج نشان تک نہیں ملتا؟ مرزا صاحب کا یہ فرمان ان کے کذب کی دلیل ہے کیونکہ اونٹونکی سواری آج بھی موجود ہے

❁ قادیان میں ریل مرزا کی زندگی میں نہیں پہنچی ، نہ ہی پہلے خلیفہ کے دور میں آئی۔اگر مرکز میں ریل کا آجانا ہی تمام دنیا میں ریل کا آجانا گردانا جائے تو قادیانیت کا یہ نشان بھی بے بنیاد ہو جاتا ہے ۔ بہاء)

( شیخ یعقوب علی سفرنامہ جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں )...قرآن میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ایک قیامت کی اور ایک زمانہ آخری کی مثلاً جیسے یاجوج ماجوج کا پیدا ہونا اور ان کا تمام ریاستوں پر فائق ہونا۔ یہ پیش گوئی آخری زمانہ کے متعلق ہے اور حدیث مسلم نے پیش گوئی یترك القلاص میں صاف تشریح کر دی ہے اور کھول کر بیان کر دیا ہے کہ مسیح کے وقت میں اونٹ کی سواری ترک کردی جائے گی ( مرزا کے وقت یہ سواری کب ترک ہوئی ؟ اور اس کا ترک نہ ہونا مرزا کے دعوی کے کذب کی علامت ہے۔ بہاء ) ..انہیں خیالات کے سلسلہ میں ان احادیث کی طرف چلا گیا جن میں ہو بہو اس سواری کا نقشہ کھینچا گیا ہے کیونکہ یہ سفر ( سوئے دہلی ) رات ہی کا سفر تھا اور رات کی تاریکی اور سنسانی میں بھی یہ خر دجال اپنی آوازیں نکالتا ہوا اسی طرح جا رہا تھا جس طرح پر آنخضرت ﷺ نے قبل از وقت خبر دی تھی ۔اس مقام پر ان احادیث کا مجموعی طور پر لکھ دینا غالباً ناظرین الحکم کے فائدہ اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

یخر ج الاعور الدجال من یهودة اصبهان لم یخلق له عین و الاخری کانها کوکب من وجه من دم یشوی فی الشمس شیئاً یتناول الطیر من الجو .. ثلاث صیحا ت یسمعها اهل المشرق و المغرب له حمار ما بین عرض اذنیه اربعین باعاً یطأ کل منهل فی کل سبعة ایام یسر معه جبلان احد هما فیه اشجار و ثمار و ماء واحد هما فیه د خان و نار یقول هذه الجنة و هذه النار رواه الحا کم و ابن عسا کر عن ابن عمر

حاکم اور ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کانا دجال اصفہان کے یہودیوں میں

سے نکلے گا۔ اوراس کی ایک آنکھ پیدا ہی نہ ہوئی ہوگی اوراس کی دوسری آنکھ ستارہ کی سی ہوگی جس میں خون ملا ہو۔سورج میں کوئی چیز بھونے گا اوراڑتے ہوئے جانور کو پکڑ لے گا تین آوازیں کرے گا جس کومشرق والے اورمغرب والے سن لیں گے۔اس کا ایک گدھا ہوگا اس کے دوکانوں کے درمیان چالیس باع کا عرض ہوگا۔ ہرگھاٹ کو ہر ہفتہ میں طے کرے گا اور اسکے ساتھ دو پہاڑ ہوں گے۔ایک میں تو درخت اور پھل اور پانی ہوگا اور دوسرے میں دھواں اورآگ۔دجال کہے گا کہ یہ جنت ہےاور یہ دوزخ ہے، دیکھو کنزالعمال۔ج ۷۔ص ۳۰۰

اس حدیث سے بخوبی واضح ہے کہ دجال کا ایسا گدھا ہوگا جو بہت ہی تیز رو ہوگا اور ایک ہفتہ میں کل سٹیشنوں کو طے کرے گا اور ہم دیکھتے ہیں کہ کراچی سے کلکتہ تک اور مدراس سے پشاورتک ایک ایک ہفتہ میں کل سٹیشنوں کو طے کرتا ہے۔جس کو شک ہو ریلوے کے تقسیم اوقات کے نقشوں کو ملاحظہ کرے۔اور پھراس گدھے کی تعریف میں لکھا ہے کہ اس کے ہمراہ دو پہاڑ ہوں گے، واقعی جس قدر گاڑیاں اس کے ساتھ ہیں وہ پہاڑی کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں اور فی الحقیقت ان گاڑیوں میں درختوں کے پودے میوہ جات اور پانی بھی ہوتا ہےاور انجن اوراس کے ساتھ کی گاڑی میں آگ اورآگ کا سامان اور دھواں بھی ہوتا ہے پھرتعجب ہے کہ نادان کہتے ہیں کہ ریل دجال کا گدھانہیں ہےاورطرفہ یہ ہے کہ ہر ریلوے میں دو ہی گارڈ ہوتے ہیں جو اشاروں سے گاڑی چلاتے ہیں اور واقعی ایک گارڈ ریلوے کی اگلی گاڑی میں اورایک اسکی پچھلی گاڑی میں جب دونوں کا اتفاق ہوتا ہےتو گاڑی چلتی ہے۔جب دونوں گارڈوں کے درمیانی فاصلہ کو ماپا جائے تو چالیس یا ۷۰ باع سے کم نہیں ہوتا۔ باع کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کو، اگرکسی کو شک ہوتو ماپ کردیکھ لے..گدھے کی آواز بہت مکروہ ہوتی ہے ان انکر الا صوات لصوت الحمیر اس کی مصدق ہے اور چونکہ ریل کی آواز بھی سخت مکروہ ہےاسی واسطے اس کوحمار کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کی تائیدایک اورحدیث سے ہوتی ہے وہ ہے:

عن رافع بن بشیر السلمی عن ابیه یوشک ان تخرج نار من حبس سبیل تسیرسیر مطینة الابل تسیر بالنهار و تقیم باللیل تغدواو تروح یقال عدت النار ایها الناس فقبلوا راحت النار ایها الناس فروهوا من ادرکته الکته ۔ رواہ احمد و ابو یعلی و البغوی ... و ابن حبان و الطبرانی و الحاکم و ابو نعیم و البیهقی

......قریب ہے کہ پانی کے بند کرنے سے ایک قسم کی آگ نکلے گی جو اونٹ کی سی رفتار کرے گی اور دن کو چلے گی اور رات کو قیام کرے گی، صبح کو بھی چلے گی اور شام کو بھی چلے گی (مراد ہر وقت چلے گی) اور پکار ہو گی کہ اے لوگو وہ دن کو چلنے لگی، تم بھی تیار ہو جاؤ پھر آواز ہو گی دو پہر کو چلی تم بھی چلو۔ پھر شام کو چلے گی تم بھی چلو وہ جس کو گھیر لے گی کھا جائے گی۔

اس حدیث میں مخبر صادق نہیں ریل گاڑی کا فوٹو کھینچ دیا ہے اور اس کا گھنٹی بجنا اور لوگوں کو خبر دار کرنا کہ ریل تیار ہے، تم بھی تیا ہو جاؤ۔ اور نیز ریلوں کی تعداد بتا دی ،بعض مقامات پر دو دفعہ نہیں صبح و شام ریلوے چلتی ہے اور بعض میں تین دفعہ اور اس سے زیادہ کہیں نہیں ہوتی اس لئے صرف کثرت وقوعہ کا ذکر فرما دیا ہے اور اس میں کوئی ہرج نہیں۔

علاوہ بریں یہ بھی بتلا دیا کہ وہ سواری یعنی حمار آگ اور پانی کے ذریعہ چلے گی۔ سو کون نہیں جانتا کہ انجن میں پانی بند کر کے آگ دی جاتی ہے اور جب پانی سو درجہ تک گرم ہو جاتا ہے تو اس سے بھاپ پیدا ہو جاتی ہے جس کے زور سے وہ چلتی ہے۔

حدیث ابن المنادی میں جو حضرت علیؓ کی روایت سے ہے یہ بھی درج ہے کہ دجال کا گدھا ایسا ہو گا کہ اس کے چلنے کے مقام سے ٹھہرنے کے مقام تک ایک دن اور ایک رات کا سفر ہو گا یعنی جتنا ایک آدمی رات اور دن میں سفر کرے گا چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں

ما بین حافر حمارہ الی الحافر الآخر سیرۃ یوم و لیلۃ۔

پھر اسی حدیث میں دجال کے گدھے کی یہ بھی تعریف ہے کہ اتنا تیز چلے گا کہ اس کے دائیں طرف بادل ہو تو فوراً وہاں تک پہنچ جائے گا چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں یتناول السحاب بیمینہ و یسبق الشمس الی مغیبھا ۔ پس کون نہیں جانتا کہ ریلوے گاڑی اتنی سرعت سے چلتی ہے کہ بادلوں کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کہیں کی کہیں چلی جاتی۔ اس کا گدھا صرف خشکی پر ہی نہیں چلے گا بلکہ سمندر میں بھی اپنی پوری رفتار سے چلے گا چنانچہ الفاظ حدیث حسب ذیل ہیں: یخوض البحر الی کعبیہ

یعنی سمندر میں ٹخنوں تک غوطہ لگائے گا۔ جن لوگوں نے بندر گاہوں کا معائنہ کیا ہو گا دخانی جہازوں اور اگن بوٹوں میں سیر کی ہو گی ان پر بخوبی روشن ہے کہ انجن جہاز یا کشتی دخانی کا ایک حصہ پانی میں ہوتا۔

دجال کے گدھے کی ایک علامت یہ بھی لکھی ہے کہ اس کے آگے ایک دھوئیں کا پہاڑ اور

پیچھے سبزی نما پہاڑ ہوگا جو حدیث کے الفاظ ذیل سے ہویدا ہے اما مه جبل د خا ن و خلفه جبل د خا ن جن لوگوں نے ریلوں اور جہازوں کو چلتے دیکھا ہے ان کو معلوم ہے کہ انجن چونکہ آگے ہوتا اور اس سے بکثرت دھواں نکلتا ہے جو آسمان میں بلند ہوکر ایسا پہاڑ سا دکھائی دیتا ہے (انجن آگے بھی ہوتو دھواں پیچھے رہ جاتا، اور جب وہ پہاڑ بنتا ہے اس وقت وہ پیچھے ہی ہوتا، آگے پہاڑ نہیں بنتا۔ بہاء) اور جب دھواں ہوا میں منتشر ہوکر ریلوے کے پیچھے ہوجاتا ہے تو سبز پہاڑ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ (نہیں، سبز نہیں ہوتا، بہاء)۔ وہ گدھا آواز کرے گا جو دور دور تک سنائی دیگی۔ گویا اس سے وہ ان لوگوں کو جو اس میں سوار ہونے کیلئے منتظر ہوتے ہیں بلاتا ہوگا، چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں ینادی بصوت له یسمع به ما بین الخا فقین الیّ او لیا ئی الیّ او لیا ئی الیّ احبا ئی

پس صاف واضح ہے کہ یہ باتیں ریل گاڑی میں پائی جاتی ہیں۔ پھر اگر اس کو دجال کا گدھا نہ مانا جائے تو بتاؤ کہ ایسی عظیم الشان بے نظیر گاڑی کی رسول اللہ ﷺ نے کہاں خبر دی ہے۔

الغرض یہ تمام احادیث ریل گاڑی کی ایجاد کی پیش گوئی کو صاف طور پر بتاتی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی سچائی اور مرزا کی صداقت پر مہر کرتی ہیں اس مقام پر عوام مخالف الرائے علماء کے بہکانے سے ایک اعتراض کرتے ہیں کہ جب ریل گاڑی دجال کا گدھا ہے تو اس پر مسیح موعود خود کیوں سوار ہوتا ہے؟.. ایسے معترضین ہمیں نہیں بتاتے کہ کیا اس پر سوار ہونا قرآن شریف یا احادیث میں حرام آیا ہے؟ اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسا بیہودہ اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔ علاوہ بریں کہ بوجہ ملکیت اور قبضہ اور تصرف تام اور ایجاد گروہ دجالی کے یہ دجال کا گدھا کہلاتا ہے اور اگر عارضی طور پر کوئی اس سے نفع اٹھائے تو اس سے وہ اس کا مالک یا موجد نہیں ٹھہر سکتا۔ خرِ دجال کی اضافت ملکی ہے ۔ پھر اگر خدا تعالی دجال کے مملوکات و مصنوعات میں سے بھی مومنوں کو نفع پہنچاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیا انبیاء کفار کی مملوکات و مصنوعات سے نفع نہیں اٹھاتے تھے ہمارے نبی ﷺ اکثر خچر کی سواری کرتے حالانکہ میں احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ گدھے سے گھوڑی کو ملانا ممنوع ہے.. ماسوا اس کے جب کہ مسیح موعود قاتل دجال ہے یعنی روحانی طور پر تو بموجب حدیث من قتل قتیلاً کے جو کچھ دجال کا ہے وہ مسیح کا ہے، (لیکن حدیث تو بعد قتل قاتل کو مقتول کی املاک کا مالک بناتی ہے، مرزا صاحب تو دجال کی زندگی میں یہ کر رہے تھے۔ ا۔ اس حدیث کی رو سے یہ ریل مرزا کی قرار دینا ہے تو کیا دجالوں کی عورتیں مرزا کی لونڈیاں بن گئیں، ان کے بچے مرزا کے غلام بن گئے، ان کے سوروں کے فارم مرزا کی ملکیت ہوگئے، ان کے شرابوں کے کارخانے مرزا کے ہوگئے، وغیرہ۔ بہاء) ...اب

واضح ہو کہ یہ ریل گاڑی کی طرف اشارہ ہے جس نے تمام سواریوں سے قریباً نوع انسان کو فارغ کر دیا ہے...

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے عیسیٰؑ کے آنے کی یہ نشانیاں لکھی ہیں لینزلن ابن مریم حکماً عد لاً فیکسرن الصلیب و لیقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیة و لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا یعنی عیسی حکم اور عدل ہونے کی حالت میں اترے گا، اس طرح پر کہ مسلمانوں کے اختلافات پر حق کے ساتھ حکم کرے گا اور عدل کو زمین پر قائم کر دے گا، صلیب کو توڑے گا خنزیروں کو قتل کریگا (مرزا خود کہتے تھے کہ کچھ کو قتل کر چکا ہوں اور بڑے بڑے ابھی باقی ہیں، اس فرمان کے بعد سے مرزا صاحب نے کون کون سے خنزیر ختم کیئے؟ بہاء) اور جزیہ کو اٹھا دے گا۔ اس کے آنے کا ایک نشان یہ ہوگا کہ جوان اونٹیاں جو بار برداری اور سواری کا بخوبی کام دیتی ہیں چھوڑ دی جائیں گی پھر ان پر سواری نہیں کی جائے۔ اب واضح ہو کہ یہ ریل گاڑی کی طرف اشارہ ہے جس نے تمام سواریوں سے قریباً نوع انسان کو فارغ کر دیا ہے اور جو تمام دنیا کے ستر ہزار میل میں پھر گئی ہے اور ہندوستان کے سولہ ہزار میل میں۔ چونکہ عرب میں اعلی درجہ کی سواری جو ایک عربی کے تمام گھر کو اٹھا سکتی ہے اونٹنی کی سواری ہے جو بار برداری اور مسافت طے کرنے میں تمام سواریوں سے بڑھ کر ہے اسلیئے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا تا کہ اعلی کے ذکر کرنے سے ادنی خود اس کے ضمن میں آجائے۔ پس فرمایا کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت میں یہ سب سواریاں بے قدر ہو جائیں گی اور کوئی ان کی طرف التفات نہیں کرے گا یعنی ایک نئی سواری دنیا میں پیدا ہو جائے گی جو دوسری تمام سواریوں کی وقعت کھو دے گی۔ (حاشیہ از یعقوب علی: چونکہ ریل کا وجود اور اونٹوں کا بے کار ہونا مسیح موعود کے زمانہ کی نشانی ہے اور مسیح کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ بہت سیاحت کرنے والا، تو گویا خدا نے مسیح کے لئے اور اس کے نام کے معنی متحقق کرنے کے لئے اور نیز اس کی جماعت کے لئے ...ریل کو ایک سیاحت کا وسیلہ پیدا کیا ہے) تا وہ سیاحتیں جو پہلے مسیح نے ایک سو برس تک بصد محنت پوری کی تھیں اس مسیح کے لئے صرف چند ماہ میں وہ تمام سیر و سیاحت میسر آجائے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ جیسے اس زمانہ کا ایک مامور من اللہ ریل کی سواری کے ذریعہ سے خوشی و آرام سے ایک بڑے حصہ دنیا کا چکر لگا کر اور سیاحت کر کے اپنے وطن میں آسکتا ہے یہ سامان پہلے نبیوں کیلئے میسر نہیں تھا اس لئے مسیح کا مفہوم جیسے اس زمانہ میں جلد پورا ہو سکتا ہے کسی دوسرے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں۔

(الحکم قادیان ۱۷ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۰۔۱۱)۔

شیخ یعقوب علی صاحب نے کاریں اور ہوائی جہاز نہیں دیکھے تھے ہیلی کا پٹر نہیں دیکھے تھے، بسیں نہیں دیکھیں تھیں، ان کے مقابلے میں ریل گاڑی تو ایک محدود قسم کی سواری ہے۔ بسوں، کوچوں، اور جہازوں نے ریل کی وقعت بڑی حد تک کم کردی، یہ ان مقامات تک بھی لے جاتے ہیں جہاں ریل نہیں جاتی۔ ان میں سے بعض سواریوں کی رفتار بھی ریل کی عام رفتار سے زیادہ ہے۔ اگر اعلی درجہ کی سواری کا وجود میں آنا مسیح موعود کا نشان ہے تو مرزا صاحب قبل از وقت آکر قبل از وقت چلے گئے۔

❁ مرزائیوں کے کہنے کے مطابق مسیح افغانستان آیا، پھر کشمیر آیا، اور وہاں فوت ہوکر دفن ہوا۔ اس کی مطابقت کی پیدا کرنے کے لئے مرزا صاحب کو افغانستان اور کشمیر بھی جانا چاہیے تھا، کشمیر میں مرنا بھی چاہیے تھا، مسیح کو بقول مرزائیاں ۱۲۰ سال زندگی ملی، مرزا صاحب کو بھی اتنی عمر ملنی چاہیے تھی، مسیح کا صرف چار سال کا عرصہ تبلیغ سامنے ہے، باقی ۸۷ سال تو گم شدہ ہیں، مرزا کا بھی یہی حال ہونا چاہیے تھا، مسیح کے ماننے والے یہودیوں سے، جن میں سے اس کی ماں تھی، بڑھ گئے، مرزا صاحب کو ماننے والے بھی مسلمانوں سے بڑھنے چاہیے تھے۔ لیکن کیا ایسا ہوا؟

❁ مرزا صاحب کا کل سفر ریل یا تانگوں پر اتنا نہیں ہے جتنا مسیح نے فلسطین، مصر، پھر فلسطین، پھر افغانستان پھر کشمیر تک کیا ہے، باوجودیکہ ذرائع آمدورفت محدود تھے۔

❁ آج کے دور یعنی اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں سواریاں مرزا صاحب کے زمانہ سے بہت زیادہ تیز رفتار ہیں۔ اگر سریع السیر ہونا مسیح کی نشانی ہے تو آج کے دور میں آنے والا شخص مرزا صاحب کی نسبت دعوی مسیحیت میں کہیں زیادہ قابل قبول ہوسکتا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر مرزا صاحب آج کے دور کی تیز رفتار سواریوں کا علم ہوجاتا تو آپ خدا تعالی سے دعا کرکے غائب ہوجاتے اور آج یا اگلی کسی صدی میں ظاہر ہوتے۔ اس وقت ان کا محمدی بیگم سے شادی والہ معمہ بھی حل ہوجاتا کہ محمدی بیگم کی لڑکی کی لڑکی کی لڑکی سے ان کا نکاح ہوجاتا، اور اس وقت تک ان کے سارے دشمن مثلاً ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی کرم الدین جہلمی، مولانا عبدالجبار غزنوی، شاہ احمد رضا خان بریلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی محمد حسین کوئلہ والی دہلوی، علامہ شمس الحق ڈیانوی، مولانا اشرف علی تھانوی، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، ملا محمد بخش جعفر زٹلی، مولوی عبدالحق حقانی، مولانا محمد بشیر سھسوانی، شیخ حسین عرب محسن یمانی، حافظ محمد رمضان پشاوری، قاضی عبدالاحد خان پوری، قاضی محمد خان پوری، پیر جماعت علی شاہ، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالغفور غزنوی، حافظ محمد یوسف امرتسری، حکیم محمد الدین امرتسری، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، مولانا حامد رضا

بریلوی، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی وغیرھم بھی تخرج الی الصدور ہوچکے ہوتے۔ اور ویران گلیوں میں مرزا صاحب کے نقارے بج رہے ہوتے۔

دہلی میں قیام کے دوران ایک مرتبہ مرزا صاحب نے فرمایا:

...میرا آنا بے وقت نہیں۔صدی جس کے سر پر آنا تھا، تئیس برس اس میں سے گذر گئے۔کسوف خسوف بھی رمضان میں ہوگیا۔طاعون بھی پیدا ہوگئی...ایک نئی سواری یعنی ریل بھی پیدا ہوگئی۔ اور خدا تعالیٰ نے دس ہزار سے زیادہ نشان میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے ہیں اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی زندگی حضرت عیسیٰؑ کی موت میں ہے۔ اگر آج یہ امر عیسائیوں پر ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہوگئے تو وہ سب کے سب عیسائی مذہب ترک کردیں۔ والسلام...مرزا غلام احمد ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء

(اخبار بدر ۶ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴)

مرزا صاحب کا فرمان:

اگر آج یہ امر عیسائیوں پر ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہوگئے تو وہ سب کے سب عیسائی مذہب ترک کردیں۔

بڑا معنی خیز ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ سب کے سب عیسائی مرزا صاحب کی زندگی میں عیسائیت سے تائب نہیں ہوئے، اس لئے مرزا صاحب ثابت نہیں کر سکے کہ مسیح فوت ہوچکے ہیں۔ اور چونکہ آج تک بھی سارے عیسائی ختم نہیں ہوئے، اسلئے قادیانی بھی آج تک ایسا ثابت نہیں کر سکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہوگئے ہیں۔ اگر مرزا صاحب یا ان کے مرید ایسا ثابت کردیتے تو آج دنیا عیسائیت سے خالی ہوتی۔

مرزا صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ان کا مشن کسر صلیب ہے یعنی عیسائیت کا خاتمہ۔ پھر وہ اور ان کے مرید خاتمے سے مراد دلائل کے ساتھ عیسائیت پر غلبہ کے لیتے تھے۔ اور دلائل کے ساتھ غلبے کا مطلب بھی یہی ہے کہ عیسائیوں پر ان پر ثابت کردیا جائے کہ عیسی پرستی درست نہیں۔ اور یہ بات ثابت ہوجائے تو وہ عیسائیت چھوڑ دیں گے۔ چونکہ انہوں نے بحیثیت مجموعی عیسائیت ترک نہیں کی، اس لئے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب دلائل کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کر کے بھی کسر صلیب نہیں کر سکے۔ یعنی وہ اپنے مشن میں ناکام و نامراد رہ کر آنجہانی ہوئے۔

مرزا صاحب کے متعلق اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

مرزا صاحب کی پوری توجہ اس طرف مبذول ہو رہی ہے کہ جس طرح ممکن ہو صلیبی سحر کو اعجازی رنگ میں باطل کیا جائے۔ چنانچہ ایک روز فرمانے لگے کہ میں تو یہی سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جس سے ہم صلیب پرستی کے باطل کو مٹا سکیں کیونکہ ہماری زندگی کی یہی غرض ہے اور یہی کام ہے جس کے لئے ہم کو اللہ تعالی نے بھیجا ہے۔ فرمایا بعض اوقات سوچتے سوچتے اس قدر فکر کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ برد اطراف اور دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بھی (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ یہ حربہ جو ہمارے ہاتھ میں ہے صلیب کو بالکل توڑ دے گا جو یوز آسف کا ہے کیونکہ خود عیسائیوں نے اس کو مانا ہے اور اس کا تعلق انہوں نے مسیح کے ساتھ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ایک حواری تھا اور اٹلی میں اس کا گرجا بنایا جس پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوئے اور ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ اب اتنا تو انہوں نے خود مان لیا ہے اس لئے ثبوت ان کے ذمہ ہی رہا کہ وہ ثابت کریں کہ مسیح کے کسی حواری کا نام شاہزادہ نبی بھی ہے۔ آخر ثابت یہی ہوگا کہ وہ مسیح ہی کی قبر ہے۔

کسر صلیب کی حقیقت کی حقیقت بتاتے ہوئے (مرزا نے) فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صلیب توڑتا پھرے۔ اس کو روحانیت سے تعلق کیا اور اس کا فائدہ کیا؟ فرض کرو اگر صلیب توڑ دے تو کیا اور نہیں بن سکتیں۔ علاوہ ازیں صلیب توڑنے میں بعض مسلمان بادشاہ بھی شریک ہیں جیسے مثلاً صلاح الدین، تو مسیح موعود کی کیا خصوصیت ہوئی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ کسر صلیب سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب کی اس حقیقت کو کھول کر دکھا دے گا پھر اس کا زور ٹوٹ جائے گا۔

(الحکم قادیان ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۳۔۱۴)

مرزا صاحب کے اس فرمان سے معلوم ہوا دس ہزار نشان وغیرہ عیسائیت پر غلبہ کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ اس بات کا ثابت کرنا ضروری ہے کہ مسیح مر گیا ہے۔ جو مرزا صاحب سے نہیں ہو سکا، کیونکہ عیسائیوں کی تعداد آج بھی قادیانیوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔



قیام دہلی کے دوران ایک موقع پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

خواجہ باقی باللہ بڑے مشائخ میں سے تھے شیخ احمد سرہندی کے پیر تھے مجھے خیال آتا ہے کہ ان بزرگوں کی ایک کرامت تو ہم نے بھی دیکھ لی ہے اور وہ یہ کہ دہلی جیسے شہر کو

انہوں نے قائل کیا اور یہ وہ شہر جو ہم کو مردود اور مخذول اور کافر کہتا ہے ....

فرمایا کہ یہ سرزمین بھٹی ہے اور اس کے لئے آسمانی سرزنش کا حصہ ہمیشہ رہا ہے صرف انگریزوں کے ساتھ ہی بغاوت نہیں کی بلکہ سلاطین اسلامیہ کے ساتھ بھی شورہ پشتی کرتے رہے ہیں۔ اس جگہ کے اکابر اور مشائخ کے اخلاق کا بھی اس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ انہوں نے ایسے شہر میں کس طرح بسر کی۔ یہ بزرگ بہت ہی مسلوب الغضب تھے انہوں نے اپنے آپ کو مٹی کی طرح کر دیا تھا مرزا جان جاناں کو ان لوگوں نے قتل کر دیا .. شاہ ولی اللہ کے لئے بھی دہلی والوں نے ایسے ہی قتل کے ارادے کئے تھے مگر ان کو خدا نے بچا لیا۔ میرے ساتھ جب مباحثہ ہوا تھا تو آٹھ نو ہزار آدمی کا مجمع تھا اور میں نے سنا ہے کہ بعض کے ہاتھ میں چاقو اور بعض کے ہاتھ میں پتھر بھی تھے یہاں تک کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں غدر نہ ہو جائے۔ اس واسطے اس نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر مجمع سے باہر کیا اور گھر پہنچایا۔ ایسے وقت میں یہ لوگ کوتاہ اندیش پست خیال اور سفلہ ہونا ظاہر کرتے ہیں اس کے بالمقابل پنجاب میں بڑی سعادت ہے ہزار ہا لوگ سلسلہ حقہ میں شامل ہوتے جاتے ہیں پنجاب کی زمین بہت نرم ہے اور اس میں خدا پرستی ہے طعن و تشنیع کو برداشت کرتے ہیں مگر یہ لوگ بہت سخت ہیں جس سے اندیشہ ایسے عذاب الٰہی کا ہے جو پہلے ہوتا رہا ہے۔ کیونکہ جب کوئی مامور من اللہ اور ولی اللہ آتا ہے اور لوگ اس کے درپئے آزار اور توہین ہوتے ہیں تو عادت اللہ اسی طرح واقع ہے کہ بعد اس کے ایسے شہر اور ملک پر جو سرکش اور بے ادب ہوتا ضرور تباہی آتی ہے۔ پنجاب میں اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے وہ لوگ خدا خوف رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کثرت سے پنجابیوں کا ہماری طرف رجوع ہو رہا ہے کہ بعض اوقات ان کو ہماری مجالس میں کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ملتی (اس کے چند روز بعد امرتسر میں جو کچھ مرزا صاحب کے ساتھ امرتسریوں نے کیا تھا وہ عنقریب بیان ہوگا۔ اور اس سے پتہ چلے گا کہ پنجابی کس حد تک ان کی طرف رجوع کر رہے تھے۔ بہاء)۔ خواجہ باقی کی قبر پر کھڑے ہو کر بعد دعا کے (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ ان تمام بزرگوں کی جو دہلی میں مدفون ہیں کرامت ظاہر ہے کہ ایسی سخت سرزمین نے ان کو قبول کیا۔ یہ کرامت اب تک ہم سے ظہور میں نہیں آئی۔ (پھر بھی دعویٰ ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں، محمد ثانی ہوں، اور سب اولیاء سے

افضل ہوں۔ بہاء)۔ (بدر قادیان ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

دہلی میں مولوی عبد الکریم کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب نے فرمایا:

خدا نے دعا کو قبول کر کے (عبد الکریم کو) سرطان سے شفا دے دی۔ مگر جب کسی کی اجل آجاتی ہے تو پھر رک نہیں سکتی۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ دعا سے عمر بڑھ جاتی ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اجل کے آجانے سے پیشتر قبل از وقت جو دعا کی جائے وہ کام آتی ہے، ورنہ جان کندن کے وقت کون دعا کر سکتا ہے۔ ایسی سخت بیماری میں مولوی صاحب کا اکاون دن تک زندہ رہنا ہی استجابت دعا کا نتیجہ تھا۔ یہ تاخیر بھی تعجب انگیز ہے۔ ہم بہت دعا کرتے تھے کہ آدمی اچھا ہے، زندہ ہی رہے۔ تب خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا توثرون الحیوۃ الدنیا یعنی اگلے عالم کے تم قائل نہیں ہو جو اس دنیا کی زندگی کے واسطے اتنا زور دیتے ہو۔ (اخبار بدر ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۳)

یعنی خدا نے ڈانٹ پلا دی اور دعا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف دعوی ہے کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہاری سب دعائیں قبول کرونگا۔

مرزا صاحب کے قیام دہلی کے دوران سید محمد احسن امروہی قادیانی نے مولانا محمد بشیر سھسوانیؒ کے نام ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے:

محبّ قدیم وحب کریم حضرت مولانا محمد بشیر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ پیش گوئی اسلامی مندرجہ قرآن مجید و اذا النّفوس زوّجت کا نظارہ اس زمانہ آخر میں طرح طرح سے نظر آرہا ہے کئی جگہ بلکہ ہر ایک مقام میں تو بذریعہ ریلوے اور کہیں بذریعہ تار کے اور کسی جگہ بواسطہ مراسلت صحت کے اس مقدمہ قیامت کا جلوہ من جملہ دیگر مقدمات قیامت کے مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے عبرتاً قیامت یاد آجاتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

المدعا یہ کہ ایک حسن اتفاق ہے کہ خاکسار مسافرانہ جناب والا کے دار الاقامت میں حاضر ہو گیا ہے۔ چونکہ مسافر کو کوئی ہدیہ میزبان کریم کی خدمت میں پیش کرنا بالضرور مسنون ہے لہذا مواہب الرحمٰن یک جلد والفرقان دو جلد وتبلیغ حق چار عدد پیش کر کر امیدوار قبول فرمانے کا ہوں ولا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی و من یقترف حسنة نزد له فیها حسناً ان الله غفور شکور

اور میز بان پر ادنی درجہ یہ امر لازم ہے کہ اپنی زیارت سے مشرف فرماوے جس کی دو صورتیں ہیں یا جناب والا قدم رنجہ فرمادیں کہ القادم یزار، یا خاکسار جناب والا کی دہلیز پر حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کرے۔ امید کہ بحکم و امّا السّائل فلا تنھر کے وقت فرصت سے مطلع فرمایا جائے اور سوائے معیت ایک دو احباب نہ اس طرف کوئی ضرورت ہے اور اغلب کہ جناب کی طرف سے بھی کوئی ضرورت اس کی واقع نہ ہوگی۔ خاکسار محمد احسن نزیل بازار چتلی قبر مکان الف خان روشنائی ساز محررہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۲۳ھ یوم سہ شنبہ

مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

جواب: مکرم بندہ جناب مولوی محمد احسن صاحب دام مجدکم ..

عنایت نامہ معہ ہدایا مرسلہ موصول ہوا ممنون فرمایا مجھ کو آپ کی ملاقات کا شوق زاید از حد ہے اور ارادہ ملاقات کا مصمم تھا مگر چند موانع ومصالح کی وجہ سے قاصر رہا۔ معاف فرماویں ان بعض مصالح کا حال حامل پرچہ ہذا کی زبانی واضح ہوگا۔

خاکسار محمد بشیر از کوچہ نٹوارہ (بدر قادیان ۳ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۱-۲)

مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ نے حامل رقعہ کے ذریعہ شائد یہ کہا ہوگا کہ آپ کا مجھے لکھنا اور دعوت ملاقات دینا بے کار ہے۔ مرزا صاحب کے ذمہ ہمارے چوتھے پرچے کا جواب باقی ہے اور پانچ پرچے پورے کر کے ۱۸۹۱ء والے مباحثہ کو پورا کرنا بھی باقی ہے۔ میں ادھر آپ کے ہاں ملاقات کے لئے آ گیا تو مرزا صاحب شرمندہ ہوں گے کیوں کہ بات تو وہیں سے شروع ہونا ہے جہاں تک ۱۸۹۱ء میں پہنچی تھی۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے مرزا صاحب نے ہمارے چوتھے پرچے کا جواب ابھی تک نہیں لکھا، اور اگر لکھا ہے تو مجھے ابھی تک نہیں بھجوایا۔ آپ ان سے درخواست کر کے وہ پرچہ بھجوادیں، ادھر میں اپنے دوستوں حاجی محمد احمد وغیرہ سے بات کر کے انہیں اس بات پر رضا مند کرنے کوشش کرتا ہوں کہ اس پرچہ کو قبول کر لینا چاہیے۔ میں اپنے ان دوستوں کو بتا دونگا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مدت معینہ کا دھیان نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ دشمن مر تو گیا، خواہ پیش گوئی کی مدت کے بعد ہی مرا۔ اس لئے مرزا صاحب کا چوتھا قبول کر ہی لیا جائے خواہ ۱۴ سال بعد آئے۔

مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ کی تحریر جو مرزا کے قیام دہلی میں ایک شخص لے کر ان کے پاس

آیا یوں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم: عیسیٰ بن مریم جو بین یدی الساعۃ نازل ہونے والے ہیں وہ وہی نبی بنی اسرائیل ہیں نہ انکا کوئی مثیل اس کی دو دلیلیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

اول حدیث ابو ہریرہؓ:

عن النبی ﷺ قال لیس بینی و بینه نبی یعنی عیسی علیه السلام و انه نازل فاذا رأیتموه فا عرفوه رجل مربوع الی الحمرة و البیاض بین ممصرتین کأن رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل۔ الحدیث اخرجه ابو داؤد (حدیث نمبر ۴۳۲۴) و احمد۔

و اول الحدیث عند احمد الانبیاء اخوة من علات وامهاتهم شتی و دینهم واحد و انی اولی الناس بعیسی بن مریم لم یکن بینی و بینه نبی و انه نازل۔ الحدیث

رجال اس حدیث کے سب رجال شیخین ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن آدم کے کہ وہ رجال مسلم سے ہے پس اس حدیث کی صحت میں کیا کلام ہے۔ اوراس کی عاضد ہے حدیث عبداللہ بن مسعودؓ:

قال لما کان لیلة اسری برسول الله ﷺ لقی ابراهیم و موسی و عیسی فتذکروا الساعة فبدؤا با براهیم فسألوه عنها فلم یکن عنده علم منها ثمّ سالوا موسی فلم یکن عنده منها علم فرد الحدیث الی عیسی بن مریم فقال قد عهد الیّ فیما دون و جبتها فامّا و جبتها فلا یعلمها الا اللّٰه فذکر خروج الدجال قال فانزِل فاقتله الحدیث اخرجه ابن ماجه (حدیث نمبر ۴۰۸۱) و احمد و سعید بن منصور و ابن ابی شیبه (حدیث نمبر ۵۲۰۰ کتاب الفتن) و ابن جریر و ابن المنذر و الحاکم و صححه و ابن مردویه و البیهقی فی البعث و النشور کذا فی الدر المنثور۔

اس حدیث کے سب رجال رجال شیخین ہیں سوائے موثر بن غفارہ کے کہ اس کو حافظ نے تقریب میں مقبول لکھا ہے اور کاشف میں اس کے ترجمہ میں لکھا ہے وثق. خلاصہ میں ہے وثقہ ابن حبان۔

اگرچہ ہر واحد ان حدیثین میں سے لائق احتجاج ہے مگر دونوں کے ملنے سے اور زیادہ قوت ہوگئی اس لئے ہم نے دونوں کو ایک دلیل قرار دیا۔

دوم یہ کہ حدیث نواسؓ بن سمعان میں جس کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اس نازل ہونے والے کے حق میں پانچ بار نبی اللہ آیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب نبی اللہ ہیں یا نہیں۔ بر تقدیر ثانی مصداق عیسی بن مریم کے جو نازل ہونے والا ہے نہ ہوئے اور بر تقدیر اول کفر لازم آتا ہے کیونکہ یہ انکار ہے آیت و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین اور احادیث متواترہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی اور نیز مدعی مسیحیت کا دجالین کذابین میں سے ہونا نکلتا ہے کیونکہ احادیث ابو ہریرہ وثوبان وغیرھما میں جن کو بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے دجالین کذابین کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ وہ سب دعوی رسول اللہ و نبی اللہ ہونے کا کرینگے

(اخبار بدر قادیان ۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء ص۲)

شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں کہ دہلی میں ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء یوم چہار شنبہ چند مولوی اور طلباء آئے۔ حضرت کی خدمت میں عرض کیا....

(مرزا کہتے ہیں) میں نے ایک دفعہ لدھیانہ میں عیسائیوں کو اشتہار دیا تھا کہ ہمارا تمہارا بہت اختلاف نہیں تھوڑی سی بات ہے یہ کہ تم مان لو کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے اور آسمان پر نہیں گئے۔ تمہارا اس میں کچھ حرج نہیں۔ اس پر وہ بہت جھنجھلائے اور کہنے لگے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ عیسیٰؑ مر گیا اور آسمان پر نہیں گیا تو آج دنیا میں ایک بھی عیسائی نہ رہتا..

یہاں پر ایک مولوی صاحب مخالفین کی جماعت میں سے بول اٹھے اور چونکہ انہوں نے حضرت (مرزا) کو مسلسل تقریر نہیں کرنے دی بلکہ جلدی جلدی سوال پر سوال کرنے لگے اور کسی سوال کے متعلق حضرت کا پورا جواب نہ سنا، اس واسطے تقریر مذکورہ بالا تو ختم ہو گئی، مولوی صاحب سے سوال جواب درج کرتا ہوں تاکہ دہلی کے مولویوں کا نمونہ ناظرین کو نظر آئے۔

مولوی صاحب: تو جن روایات سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ثابت ہے ان کو کیا کریں؟

مرزا قادیانی: جو روایت قرآن اور حدیث صحیح کے مخالف ہو وہ ردی ہے، قابل اعتبار نہیں۔ قول خدا کے برخلاف کوئی بات نہیں ماننی چاہیے۔

مولوی صاحب: اور جو وہ روایت بھی صحیح ہو۔

مرزا قادیانی: جب قول خدا، قول رسول کے برخلاف ہو گی تو پھر صحیح کس طرح۔ خود بخاری میں متوفیک کے معنی ممیتک لکھے ہیں۔

مولوی صاحب: ہم بخاری کونہیں مانتے۔ اور روایتوں میں مسیح کی زندگی لکھی ہے۔ قرآن مجید کی تفسیروں میں لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہے۔

مرزا قادیانی: تمہارا اختیار جو چاہو مانو یا نہ مانو۔ اور قرآن شریف خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔ خدا نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہوگئے۔ اور کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے مطابق یہ بات ہے۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے، قرآن وحدیث کے مخالف ہم کوئی روایت نہیں مان سکتے۔

مولوی صاحب: اور جو وہ بھی صحیح ہوتو۔

حضرت۔ وہ صحیح ہو ہی نہیں سکتی۔

مولوی صاحب: اگرچہ صحیح ہو۔

مرزا قادیانی: میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں اب بار بار کیا کہوں کتاب اللہ کے برخلاف جو روایت ہو وہ کس طرح صحیح ہوسکتی ہے۔

مولوی صاحب: یہ کس نے لکھا ہے۔ کس کتاب میں یہ درج ہے کہ برخلاف روایت ہوتو نہ مانو۔ امام بخاری نے بھی غلطی کھائی جو متوفیک کے معنی ممیتک کر دیئے۔

مرزا قادیانی: اگر بخاری نے غلطی کھائی تو تم اور کوئی حدیث یا لغت پیش کرو جہاں وفات کے معنی سوائے موت کے کچھ اور کئے گئے ہوں۔

مولوی صاحب: اچھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے تو فرشتوں کے ساتھ نازل ہونا ہے تمہارے ساتھ فرشتے کہاں ہیں؟

مرزا قادیانی: جو تمہارے کندھوں پر جو دو فرشتے ہیں وہ تم کو نظر آتے ہیں جو یہ فرشتے تم کو نظر آجائیں گے۔

مولوی صاحب: تو زینہ کہاں ہے جس کا ذکر آیا ہے کہ اس پر سے اترے گا؟

مرزا: نزول کے یہ معنی نہیں جو تم سمجھے ہو۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہم مسافر سے پوچھتے ہیں کہ تم کہا ں اترے؟

اس کے بعد وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے (اخبار بدر ۳ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲۔۳)

۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو دہلی میں مرزا صاحب نے فرمایا:

ہم تو حضرت بختیار کا کی نظام الدین صاحب اولیاء حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ اصحاب کی قبروں پر جانا چاہتے ہیں۔ دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمین کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے

ہیں اور نہ ملاقات کے قابل ہیں (اور سفرنامے کا مرتب لکھتا ہے کہ دہلی کے لوگوں نے مرزا صاحب کے ساتھ اچھا سلوک کیا، آتے تھے باتیں سنتے تھے۔ بہاء)، اس لئے جو اہل دل لوگ ان میں سے گذر چکے ہیں اور زمین کے اندر مدفون ہیں ان سے ہی ہم ملاقات کرلیں تاکہ بدون ملاقات تو واپس نہ جائیں۔ میں ان بزرگوں کی یہ کرامت سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قسی القلب لوگوں کے درمیان بسر کی۔ اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جوان لوگوں کو نصیب ہوئی (اخبار بدر قادیان نومبر ۱۹۰۵ء ص ۳)

شیخ یعقوب علی نے سفرنامہ دہلی میں آخری فیصلہ کے عنوان سے لکھا ہے کہ دہلی میں مرزا صاحب کے قیام کے آخری روز یعنی ۴ نومبر ۱۹۰۵ء کے روز:

ایک نوجوان معلوم نہیں طالب علم تھا یا مولوی صاحبان میں شامل تھا، چند اور مسجد کے طلباء اور مولوی لوگوں کے ہمراہ حضرت (مرزا) کے پاس آیا اور نہایت گستاخی کے ساتھ بہت ہی کج بحثی کی گفتگو شروع کی۔ مسئلہ متعلق موعود مسیح اور الیاس کے موعود ہونے کی بابت تھا۔ حضرت نے بار بار نرمی سے اس کو سمجھایا کہ جس کے آنے کے متعلق آنے کے متعلق خدا نے وعدہ کیا کہ وہ آئے گا وہ موعود ہے۔ مگر وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ موعود کا لفظ دکھاؤ اور توریت میں الیاس کے متعلق موعود کا لفظ دکھاؤ۔ بہت ہی سمجھایا گیا مگر وہ بار بار تکذیب کرتا گیا اور نہایت شوخی کے ساتھ انکار کرتا گیا۔ اس کی زبان نہایت تیز چلتی تھی اور کوئی تقوی کی خوشبو اس میں نہ تھی۔

آخر حضرت (مرزا) نے فرمایا کہ میں نے بہت سمجھایا ہے۔ قرآن اور حدیث کو پیش کیا گذشتہ انبیاء کے حالات کو پیش کیا ہے۔ منہاج نبوت کو تمہارے سامنے رکھا ہے۔ خدا تعالی کے نشانات دکھلائے ہیں۔ اللہ تعالی کی تائید ونصرت کی دلیل پیش کی ہے۔ پھر اگر تم نہیں مانتے اور ضد سے باز نہیں آتے تو عنقریب خدا تعالی تم سے حساب لے گا۔ صرف مرنے کے بعد نہیں بلکہ اسی دنیا میں تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں صادق ہوں یا کاذب ہوں۔ خدا نے مجھے اور نشانوں کا بھی وعدہ دیا ہے جن میں سے ایک طاعون ہے اور ایک زلزلہ ہے۔ تھوڑا اور صبر کرو چند سالوں میں تم دیکھ لوگے کہ کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ عذاب تم پر نازل ہوئے تو خود ثابت ہو جائیگا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ میں باطل پر ہوں انسان امن کی حالت اور راحت میں باتیں بناتا ہے میں نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ

یہ وہ وقت نہیں کہ لوگ مانیں لیکن وقت عنقریب آنے والا ہے جب کہ خدا کے وعدے پورے ہوں گے اور لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ صادق کون ہے اور کاذب کون ہے۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہیں تو میں خود بخود تباہ ہو جاؤنگا اور تم آسودگی سے زندگی بسر کرو گے۔ میں خدا کا نشان پیش کرتا ہوں ذرا دانتوں میں زبان لو، کہ خدا کا عذاب آنے والا ہے مجازی گورنمنٹ کے ساتھ جو آدمی زیادہ قیل وقال کرتا ہے وہ بھی پکڑا جاتا ہے میں نے جو کچھ پیش کرنا تھا وہ پیش کر دیا، تواتر پیش کر دیا، خدا و رسول کا کلام پیش کیا۔نشانات تائید ونصرت پیش کئے۔اب خدا کا وعدہ ہے کہ تکذیب کرنیوالوں پر میں عذاب کی مار ماروں گا۔تھوڑے دن صبر کرو، اگر خدا سچا ہے اور میں اس کی طرف سے ہوں تو عنقریب تم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ (اخبار بدر ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۵)

اس فرمان کے تقریباً ڈھائی سال بعد مرزا صاحب قادیانی قیام لاہور کے دوران بڑی ناگفتہ حالت میں راہی ملک عدم ہو گئے۔

✵ مفتی محمد صادق بھیروی قادیانی نے لکھا ہے:

دہلی میں کوئی مولوی عبدالمجید بھی ہیں جن کو دیکھنے کا مجھے موقع نہیں ملا ... جس دن ہم نے دہلی سے روانہ ہونا تھا اسی دن ایک اشتہار نکلا جس کا مشتہر کوئی گمنام شخص عبدالرحمٰن نومسلم تھا اور اس اشتہار میں حضرت مرزا کو چیلنج کیا ہوا تھا کہ فلاں فلاں مولوی صاحبان ایک جگہ جمع ہوں گے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے واسطے وہ طیار ہوئے ہیں آپ بھی آئیں اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

اس مشتہر شخص کو میں نے گمنام اس واسطے کہا کہ اسی دن میں نے ایک کارڈ اس شخص کے نام لکھا اور اس کارڈ پر وہی الفاظ پتے والے طرف لکھے جو اس اشتہار کے نیچے تھے۔مگر ڈاک خانہ سے نکل کر وہ کارڈ پھر پھرا کر معرفت ڈاک آخر میرے پاس آ گیا، حالانکہ اسی دن کا دیا ہوا اشتہار سارے شہر دہلی میں تقسیم ہوتا پھرتا تھا۔ پہلے تو ہمیں تعجب ہوا یہ کیا بات ہے؟ چیلنج تو ایک ایسے عظیم الشان کو دیا گیا ہے جو تین لاکھ سے زیادہ انسانوں کا امام ہے (لیکن مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے مجھے مردود مخذول بنا رکھا ہے۔ بہاء) اور پھر مقابلہ کے واسطے دہلی کے بڑے بڑے مولوی لوگوں کو مشتہر نے تیار کر رکھا ہے لیکن ایسا گمنام شخص ہے کہ ڈاک خانہ تک اس کو خط نہیں پہنچا سکتا۔لیکن جب ہم

اتفاقاً مولوی محمد بشیر صاحب کو ملے جو آج کل مولوی نذیر حسین صاحب کے گدی نشین ہیں تو اس اشتہار کی اصل حقیقت ہم پر کھل گئی۔ چونکہ اس اشتہار میں مولوی محمد بشیر کا نام نامی بھی درج تھا، اس واسطے جب ہم مولوی صاحب سے ملے جو نہایت خاکساری اور خلق کے ساتھ ہمارے ساتھ پیش آئے، تو ہم نے یہ اشتہار دکھایا اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب کو مباحثہ کے واسطے طلب کیا ہے؟ تو انہوں نے بالکل انکار کیا، اور صاف کہا کہ یہ مولوی عبدالمجید کی کاروائی ہے۔ انہوں نے یہ اشتہار لکھا ہے اور اپنے ہاں کے ایک نومسلم کا نام نیچے لکھ دیا اور مجھے چھپنے کے بعد دکھایا ہے۔ یہ بات سن کر ہم حیران ہوئے اور ایک مولوی کی ایسی بزدلانہ کرتوت کو دیکھ کر افسوس ہوا۔

(اخبار بدر قادیان ۲۴۔نومبر ۱۹۰۵ء ص۲)

❁ فرض کیا کہ آپ نے دوپہر کو خط لکھا، پھر اسے پوسٹ کیا۔ اگلے روز وہ تقسیم کے لئے نکلا ہوگا۔ پوسٹ مین نے شام کو واپس پوسٹ آفس میں دیا ہوگا کہ مکتوب الیہ کا پتہ نامعلوم ہے۔ اور اسی شام کو پوسٹ آفس نے واپس آپ کو ارسال کر دیا جو اس سے اگلے روز آپ کو ملنا چاہیے۔ یعنی اشتہار سے تیسرے روز جب کہ آپ دہلی سے جا چکے تھے۔

نیز خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی، اگر مشتہر گمنام تھا تو جو لوگ اشتہار تقسیم کر رہے تھے دہلی بھر میں، ان میں سے کسی سے پوچھ لیا ہوتا، فوراً جواب مل جاتا، یا اس خاص جگہ جا کر پتہ کیا جاتا جہاں علماء کے اکٹھے ہونے کا اعلان تھا، تو سب کچھ پتہ چل جاتا۔

مولوی محمد بشیر سہسوانی سے ملنے کے بعد تو ویسے ہی پتہ چل گیا کہ عبدالرحمٰن کون ہے اور عبدالمجید اشتہار دلوانے والا ہے۔ اور عبدالمجید تو کوئی غیر معروف آدمی نہ تھا، صاحب مطبع تھا، اس کا ایک دفتر تھا، ایک مسجد و مدرسہ سے اس کا تعلق تھا، اس سے پہلے وہ حکیم نورالدین سے لاہور میں مباحثہ کی دعوت کے ساتھ مل چکا تھا، محمد احسن امروہی کے ساتھ بھوپال میں بھی اس کا واسطہ پڑ چکا تھا۔ مرزا صاحب سے بھی جب وہ ۱۸۹۱ء میں دہلی آئے تھے، مباحثہ وغیرہ کے سلسلہ یہی شخص پیش پیش تھا۔ یعنی اشتہار دینے والے کا پتہ چل گیا کہ وہ کون ہے کہاں رہتا ہے، اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ اشتہار کس نے دلوایا ہے، تو پھر اس چیلنج کو قبول کرنے میں کیا رکاوٹ تھی؟ کیا مرزا صاحب مجلس مباحثہ میں تشریف لے گئے؟ کیا انہوں نے فرمایا کہ اب تو میں دہلی سے جا رہا ہوں، تم لوگ قادیان یا کسی اور جگہ آ جاؤ اور گفتگو کر لو۔

❀ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ مولانا محمد بشیر سہسوانی نے عبدالمجید کے مناظرہ والے اشتہار سے دہلی میں انکار کیا محل نظر ہے۔ محمد بشیر نے کیوں انکار کرنا تھا؟ انہوں نے تو کہا ہوگا کہ مرزا صاحب جس مباحثہ کو ۱۸۹۱ء میں خسر کی بیماری کے بہانے نا تمام چھوڑ کر چلے گئے تھے، اسے مکمل کریں۔ انہوں نے کہا ہوگا کہ کسی نئے مباحثے کی کیا ضرورت ہے، گھوڑا بھی موجود ہے، سوار بھی، میدان بھی۔ اب مرزا صاحب ۱۴ سال بعد واپس آگئے ہیں، ان کے بڑے بڑے مرید بھی ساتھ ہیں، میں نے الحق الصریح میں اپنا چوتھا پرچہ چھپوا رکھا، اس کا جواب وہ لکھ لائیں اور سنائیں، اور پھر معاہدہ کے مطابق پانچ پانچ پرچے فریقین کے پورے کئے جائیں اور فیصلہ ہو جائے۔

اور مولانا محمد بشیر نے مولوی عبدالمجید کو انکار نہیں کیا ہوگا، بلکہ یہ کہا ہوگا کہ اگر نیا مباحثہ کرنا ہے تو باقی علماء میں سے کسی کے ساتھ مرزا صاحب نیا مناظرہ کرلیں، میرے ساتھ کرنا ہے تو وہیں سے شروع کریں جہاں وہ ۱۸۹۱ء میں چھوڑ کو گئے تھے۔

مولوی محمد احسن امروہی سے دہلی میں بیٹھ کر خط لکھوانے یا مریدوں کو محمد بشیر کے پاس بھیجنے کی بجائے مرزا صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ قادیان سے دہلی روانہ ہونے سے پہلے مولانا محمد بشیر کو دہلی میں خط ارسال کرتے کہ ۱۸۹۱ء میں بعض ضروری امور کی وجہ سے میں مناظرہ مکمل نہ کرسکا تھا اور مجھے واپس آنا پڑا تھا، لیکن اب میں دہلی آرہا ہوں تقریباً دو ہفتے قیام رہے گا، آپ کے چوتھے پرچے کا جواب میں لکھ لاؤں گا یا وہاں آکر لکھ دوں گا، آپ پانچویں پرچے کے لئے تیار رہیے، جس کے جواب میں، میں بھی پانچواں لکھ کر اس مباحثہ کو مکمل کرونگا۔

یہ نہایت قابل افسوس بات ہے کہ مرزا صاحب نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ مولانا محمد بشیر کو اطلاع دیئے بغیر چلے آئے، اور وہاں مزاروں کی حاضریوں میں لگے رہے۔ نہ پہلے مباحثے کو مکمل کیا نہ علماء دہلی کو کسی نئے مباحثے کے لئے اشتہار دیا کہ میں گذشتہ مرتبہ تو مکمل نہیں کرسکا تھا اب آجاؤ۔

❀ مرزا غلام احمد قادیانی کے قیام دہلی کے دوران کرزن گزٹ کے اڈیٹر اور مترجم قرآن مرزا حیرت دہلوی نے مرزا صاحب کو مباحثے کی دعوت دی۔ مرزا صاحب خاموش رہے لیکن ان کے ایک مرید شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم نے، جو اس موقع پر مرزا صاحب کی معیت میں دہلی میں موجود تھے، ذیل کا اشتہار شائع کیا:

## مرزا حیرت کو چیلنج

مرزا حیرت (جو اپنی شہرت اور نمود کے بڑے دلدادہ اور شیدا معلوم ہوتے ہیں) نے

یکم نومبر ۱۹۰۵ء کے کرزن گزٹ میں اعلی حضرت جناب حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود کو مناظرہ کی دعوت دی ہے۔ دہلی والوں کو شائد معلوم نہ ہوگا کہ یہ دعوت مرزا حیرت نے اس علم کے بعد کی ہے جو اسے حضرت حجۃ اللہ کی روانگی کا خاکسار مشتہر کی زبانی ہو چکا تھا کہ آپ بہت جلد دہلی سے روانہ ہونگے۔ اور یہ بھی ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ مناظرات کا سلسلہ عرصہ سے آپ بند کر چکے ہیں۔ ایسی صورت اور حالت میں مرزا حیرت ایسے نامور انسان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنی شہرت کے عمدہ موقع کو ہاتھ سے جانے دیتے۔ تاہم میں نہیں چاہتا کہ ان کا حوصلہ ان کے دل میں رہ جائے مرزا حیرت کو اگر تحقیق حق اور اعلائے حق ہی منظور ہے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ اس مختصر سی درخواست کو منظور کر لیں گے لیکن اگر انہوں نے اعراض کیا اور حیل سے ٹلانا چاہا تو دہلی کی پبلک پر جو پہلے سے آپ کے کمالات سے پوری باخبر ہے بخوبی کھل جائے گا کہ آپ کی غرض کیا تھی۔

مرزا حیرت صاحب سے میں مناظرہ کرنے کو تیار ہوں اور اخبار نویس ہونے کی حیثیت سے مجھے حق ہے کہ ان کی درخواست کا میں ہی جواب دوں لیکن مناظرہ کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہوں گے۔

اول: ہر قسم کے انتظام کا خود انہوں نے ذمہ اٹھایا ہے اس لئے امن عامہ کا انتظام خود مرزا حیرت کو کرنا ہوگا اور باضابطہ سرکار سے اجازت بھی حاصل کرنی چاہیے۔

دوم: مناظرہ حیات اور وفات مسیح میں ہوگا۔ بعدہ مرزا کے دعوی مسیحیت پر گفتگو ہوگی

سوم: مناظرہ شروع ہونے سے پہلے مرزا حیرت کے سابقہ اعتراضات مندرجہ کرزن گزٹ کو پڑھ کر حیرت کی حیرانی جو اس کا جواب ہے پیش کیا جاویگا اور پبلک سے فیصلہ لیا جاوے گا کہ آیا حیرت صاحب کے سابقہ اعتراضات کا جواب ہو چکا ہے یا نہیں (یعنی مناظرہ نہیں ہوگا۔ معاملہ اس سے پہلے ہی شور میں دب جائے گا۔ بہاء)

چہارم: جس کو چاہیں بہ شمولیت مولوی عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی اور مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی حکم کر لیں۔

پنجم: اگر منصفوں میں اختلاف ہو تو اس صورت میں مولوی محمد بشیر اور دوسرے منصف ان الفاظ میں قسم کھا کر فیصلہ دے دیں، ہم خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے مسیح کا زندہ بجسم عنصری آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے اور یہی عقیدہ آنحضرت

ﷺ اور اکابر صحابہ کا تھا۔ وفات مسیح کے دلائل اور اثبات مسیحیت کے براہین سن کر بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ یہی سچ ہے کہ مسیح جسم عنصری سے زندہ آسمان پر گیا ہے اور اگر ہم اس میں جھوٹ بولتے ہیں تو خدا تعالی کی ہم پر لعنت ہو پس اس قسم کے بعد جو اسی جلسہ میں ان کو کھانی ہوگی آسمانی فیصلہ کا انتظار کیا جاوے گا اور آئندہ اس وقت اس کے متعلق کوئی تحریری بحث نہ ہوگی۔

ششم: حضرت حجۃ اللہ کے صدق اور کذب پر کسی لمبی بحث کی حاجت نہ ہوگی۔ میں مختصر طور پر آپ کی سچائی کے دلائل منہاج نبوت پر بیان کرونگا ان دلائل کو سن کر مرزا حیرت صرف کھڑے ہو کر اسی قدر بیان کر دیں کہ میں خدا تعالی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ان دلائل اور وجوہ کو سن لینے کے بعد بھی میں یقین کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مہدی مسعود کے دعوی میں سچے نہیں۔ اور وہ مفتری علی اللہ ہیں۔ اور اگر میں اے خدا تیری قسم کھا کر بھی یہ جھوٹ کہتا ہوں تو پھر مرزا غلام احمد اور مجھ مرزا حیرت میں سے جو تیری نظر میں صادق ہے اس کو عزت دے اور اسکی زندگی میں کاذب کو اس جہان سے اٹھا لے۔ اس پر مجمع آمین کہے گا اور فیصلہ آسمانی کا انتظار کیا جائیگا۔ اس قسم میں مرزا حیرت مولوی محمد بشیر اور مولوی عبدالحق مصنف تفسیر حقانی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں۔

آپ اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں۔ فیصلہ آسان ہے اور خدائی فیصلہ ہے اگر مرزا حیرت کو حق طلبی مدنظر ہے تو بلا چون و چرا اسے تسلیم کر لیں گے اور بذریعہ اپنی تحریر خاص مجھے اطلاع دیں اور اسے چھاپ کر شائع کر دیں۔ میں مرزا صاحب کی روانگی کے بعد یہاں ٹھہر جاؤنگا اور ان سے فیصلہ کر لونگا۔ لیکن اگر مرزا حیرت نے میری اس دعوت کو منظور نہ کیا تو اے آسمان گواہ رہ اور اے زمین سن رکھ کہ اس شہر دہلی میں حجت پوری کر دی گئی۔ و السّلام علی من اتبّع الھدی (اخبار بدر قادیان ۸ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

❁ مرزا حیرت نے چیلنج تو مرزا قادیانی کو دیا تھا۔ شیخ صاحب کیوں درمیان میں ٹپک پڑے؟ نیز اگر شیخ صاحب مرزا قادیانی کی نیابت میں مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو مرزا صاحب کی طرف سے اعلان ہونا چاہیے کہ اس کی فتح و شکست میری فتح و شکست ہوگی۔ اس کے ہارنے کی صورت میں میں اپنے دعاوی سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ وغیرہ۔

نیز یہ کہنا کہ مرزا قادیانی مباحثے بند کر چکے ہیں، غلط ہے، اور اس غلطی کی ہم اوپر وضاحت بھی کر چکے ہیں۔ اس موقع پر دوبارہ یہی بات کرنا سوائے بہانہ بازی کے کچھ نہیں۔

❁ حصول اجازت اور انتظامات میں مرزا حیرت کی ذمہ داری تو مرزا قادیانی کے معاملے میں تھی۔ جب مرزا قادیانی میدان میں نہیں آتے تو اب چیلنج یعقوب علی کی طرف سے ہے، اور اسلئے انتظام اور امن کی ذمہ داری اور اجازت وغیرہ کا حصول بھی چیلنج دینے والے یعنی یعقوب علی کے ذمہ ہوگی۔

❁ مرزا حیرت کا چیلنج تو مرزا قادیانی کے دعوی کی صداقت پر تھا۔ جس پر مرزا قادیانی نے کان نہیں دھرا۔ اس لئے شیخ یعقوب علی کا یہ چیلنج ایک بالکل نئی بات ہے جس کا مرزا حیرت کے چیلنج بنام مرزا قادیانی سے کچھ تعلق نہیں۔ اس نئے مباحثے کے لئے چیلنج یعقوب علی کی طرف سے ہے، اور اگر مرزا حیرت اس چیلنج کو منظور کرلیں تو انتظامات وغیرہ کی ذمہ داری بھی شیخ یعقوب علی کی ہونا چاہیے

❁ مرزا حیرت اس چیلنج کو منظور کیوں کرتے؟ جب کہ ان کا کہنا تھا کہ جن لوگوں کے نزدیک مسیح مر چکا ہے، یا جو مسیح اول کو مانتے ہی نہیں (جیسے یہودی اور ہندو وغیرہ) ان کو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت عیسی کے مثیل نے بھی آنا ہے۔

❁ پانچویں شرط کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ مباحثے بند ہوجائیں گے۔ اور آسمانی فیصلہ کی نوعیت نہیں بتائی گئی۔ اگر جھوٹے کی موت آسمانی فیصلہ سمجھی جائے تو بغیر مباحثہ کے ہی مرزا صاحب، مرزا حیرت دہلوی (ف ۱۹۲۸ء) مولوی محمد بشیر سھسوانی اور مولوی عبدالحق حقانی کی زندگی میں چل بسے تھے

❁ چھٹی شرط کا مطلب یہ ہے کہ مرزا حیرت کو کذب قادیانی کے دلائل پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ وہ صم بکم ہوکر یعقوب علی صاحب کی تقریر سنتے رہیں۔ اور جہاں تک قسم کھانے کا تعلق ہے وہ ایک طرح سے مرزا حیرت کھا ہی چکے تھے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کو جھوٹا سمجھتے تھے، اپنے اخبار میں مستقلاً ان کے خلاف لکھتے رہتے تھے اور مباحثے کا چیلنج بھی انہوں مرزا قادیانی کو جھوٹا سمجھ کر انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لئے دیا تھا۔

❁ اس اشتہار کے بعد قادیانیوں کی طرف سے ایک اور اشتہار دیا گیا جو یوں ہے:

## مرزا حیرت صاحب کے چیلنج کا جواب

کرزن گزٹ کے اڈیٹر حیرت صاحب نے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو اپنے مقابلہ کے واسطے چیلنج کیا ہے۔ حیرت صاحب کو اگر حق طلبی کی خواہش اور اپنی حیرانی سے نجات پانے کی آرزو ہوتی تو ان کے واسطے برادر عبدالعزیز کی کتاب کا پڑھنا اور

ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج قبول کرنا ان کے معاملہ میں فیصلہ کر دیتا، مگر افسوس ہے کہ آپ کو بجز حصول شہرت کچھ مطلوب نہیں.. ان کو سمجھانے کے واسطے تو ہم خادمان مسیح موعود ہمیشہ یہاں موجود ہی ہیں، لیکن بہرحال وہ حضرت مسیح اور آپ کے خدام کی تشریف آوری سے ہی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے ہم عصر اور ہم پیشہ شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم نے آپ کو چیلنج دیا ہے وہ منظور کر لیجئے۔ اور دوسرے صاحب اڈیٹر اخبار بدر مفتی محمد صادق جو علاوہ عربی کے عبرانی زبان کے بھی فاضل ہیں اور زبان انگریزی کے بھی ماہر ہیں آپ کے ساتھ ایک عام جلسہ میں جس کا انتظام آپ کے سپرد ہوگا تحریری مباحثہ کے واسطے تیار ہیں۔ لیکن ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ دہلی کے مشہور مولوی صاحبان یعنی مولوی محمد بشیر (سہسوانی) مولوی عبدالحق (مولف تفسیر حقانی) مولوی ابوالخیر، مولوی تلطف حسین، قاضی محمد یعقوب آپ کے ساختہ پرداختہ کو بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے منظور فرمائیں کیونکہ ہم تو پبلک کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں، آپ کی ذات سے تو چنداں امید نہیں... اس کا جواب کل شام تک مرحمت ہونا چاہیے ورنہ آپ کی طرف سے سکوت سمجھا جائے گا۔ المشتہران بابو محمد اسماعیل عاجز قاسم علی و دیگر احمدی جماعت شہر دہلی ۲ نومبر ۱۹۰۵ء۔ (اخبار بدر ۱۹۰۵ء ص ۸ نومبر ص ۲)

مرزا حیرت نے چیلنج تو مرزا غلام احمد کو دیا تھا، وہ تو بولتے نہیں، اور ان کے حواری اشتہار دیتے ہیں کہ مرزا صاحب سے نہیں ہم سے مباحثہ کرو، اور ایسے موضوع پر مباحثہ کرو، جو ہمارا تجویز کردہ ہے، تمہارا نہیں۔ اور پھر دہلی کے بڑے بڑے علماء سے لکھواؤ کہ تمہاری فتح وشکست ان کی فتح وشکست شمار ہوگی۔ یہ بات مشتہر حضرات نہیں بتاتے کہ آیا مرزا صاحب بھی یعقوب علی، اور محمد صاق وغیرہ کے ساختہ پرداختہ کو منظور فرمائیں گے کہ نہیں۔ کیونکہ مرزا حیرت کے مباحثے کا مقصد تو مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنا تھا اور ایسے ثبوت سے قادیانیت کو جھوٹا ثابت کرنا تھا، یعقوب علی اور محمد صادق کی تو ایسی حیثیت نہ تھی کہ ان کی شکست کو قادیانی حضرات قادیانیت کی شکست سمجھ کر مرزا صاحب سے پلہ چھڑا لیتے۔

نیز یہ علماء کیوں لکھ کر دیں کہ مرزا حیرت کی شکست ان کی شکست شمار ہوگی کیونکہ محمد بشیر صاحب تو بذات خود مرزا صاحب کو ۱۸۹۱ء میں ہونے والے مباحثہ میں شکست سے دوچار کر کے دہلی سے فرار پر مجبور کر چکے تھے۔ اور مولوی عبدالحق سے مناظرہ کرنے سے مرزا صاحب ۱۸۹۱ء کے

قیام دہلی کے دوران معذرت کر چکے تھے۔

شیخ یعقوب علی مرزا صاحب کی سفر دہلی کی روداد کے اختتام پر لکھتے ہیں:

پیشتر اس کے کہ دہلی سے روانگی کے مضمون کو ختم کروں یہ ضرور ہو گا کہ دہلی کا شکر یہ ادا کیا جائے، عوام کا بھی اور خواص کا بھی۔ عوام کا اس واسطے کہ سوائے محدودے چند آدمیوں کے عموماً سب لوگ سلوک اور مروت کے ساتھ پیش آئے اور حضرت (مرزا) کی باتوں کو سنتے رہے۔ گو کسی نے خاص دہلی کے رہنے والوں میں سے بیعت نہیں کی مگر دہلی وہ دہلی نہیں رہی جو آج سے ۱۴ سال پہلے تھی۔ بلکہ دل بہت نرم ہو گئے ہیں اور لوگ توجہ کے ساتھ حضرت کی باتیں سنتے رہے...

دہلی کو وعدہ: دہلی میں قبولیت کی کسی قدر طیاری دیکھ کر اور وہاں کے لوگوں کو مہذب پا کر حضرت (مرزا) نے ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ کسی مناسب موقعہ پر پھر دہلی تشریف لے جائیں اور دو ماہ تک وہاں قیام رکھیں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

دہلی سے واپسی پر ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء کو مرزا صاحب نے:

رؤیا میں دیکھا کہ دہلی گئے ہیں اور بخیریت واپس آئے ہیں پھر الہاماً یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے الحمد للّٰہ الّذی او صلنی صحیحاً۔ ترجمہ۔ سب حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے صحیح سالم پہنچا دیا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء ص ۲)

مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ خدا نے مجھ میری ساری مرادیں پوری کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ ۳۰ جون ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور کے ڈائری نویس نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے:

فرمایا کہ صبح کو یہ فقرہ الہام ہوا: خدا تیری ساری مرادیں پوری کر دے گا۔

(اخبار بدر قادیان ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۴)

ایک اور موقع پر مرزا صاحب کے ایک عرب مرید نے پوچھا:

فرشتوں کے متعلق کیا بات ہے۔ آپ نے کبھی ان کو دیکھا ہے۔

مرزا صاحب نے جواباً فرمایا:

ہم تو ہر روز ان کو دیکھتے ہیں بعض وقت مجسم ہو کر نظر آتے ہیں۔

اس پر مرزا صاحب نے تین چار واقعات فرشتوں کے مجسم ہونے کے بیان فرمائے۔

ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جب آپ مبعوث اور مامور ہونے سے پہلے روزہ رکھا

کرتے تھے۔ ملائکہ کی جماعت نے کہا کہ یہ شخص اس قدر مشقت کیوں اٹھاتا ہے ؟ ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بڑے میدان میں آٹھ یا دس برس کے لڑکے کی عمر میں متمثل دیکھا اور اسکے پاس آپ گئے تو اس نے ایک بڑا نان سفید جو پاکیزہ اور درخشاں تھا آپ کو دیا اور کہا کہ یہ لو تمہارے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ پھر ایک بار اسی تمثل میں نظر آیا اور کہا کہ خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا..

(الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۵)

اور ۳۰ جون ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

آج صبح کی نماز کے قریب یہ الہام ہوا تھا: خدا تیری ساری مرادیں پوری کر دے گا۔ قریباً ۲۵ برس ہوئے ہیں کہ مجھے رؤیا ہوا کہ فرشتہ نے مجھے نان دیا اور کہا یہ تو تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے۔ ایک بار فرشتہ انگریز کی شکل میں بیس بائیس برس کی عمر کا آیا اس کے سامنے میز دھری تھی۔ میں نے اس کو کہا کہ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں۔ جواب دیا کہ: ہاں میں درشنی آدمی ہوں۔ اس سلسلہ کی بنیاد سے پہلے میں نے دیکھا جب مرزا (غلام مرتضیٰ) صاحب فوت ہوئے ہیں، میں اصل مکان موجودہ سلطان احمد والے میں ایک دالان میں بیٹھا ہوں۔ مغربی کوٹھڑی سے ایک برقع پوش عورت نکلی اور مجھے کہنے لگی، میں اس گھر سے جانے کو تھی مگر تیرے واسطے رہ گئی۔ جوان عورت اگر خواب میں دیکھی جائے تو اس مراد دنیا کے اقبال اور فتوحات ہوتے ہیں خواہ کسی قوم کی ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۱۲)

مرزا صاحب کے ان فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی تمام مرادیں پوری کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ اور سفر دہلی والے آخری اقتباس سے مرزا صاحب کی ایک مراد کا پتہ چلتا ہے، اور وہ ہے پھر سے دہلی آنا اور دو ماہ تک وہاں رہنا، اور تبلیغ کرنا۔ اور ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء کے الہام سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی یہ مراد پوری ہو گی۔ لیکن ۱۹۰۵ء والے دورہ دہلی کے بعد مرزا صاحب تقریباً ڈھائی سال زندہ رہے۔ تاہم ان کی پھر دہلی جانے کی مراد پوری نہیں ہوئی۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ جس نے مرزا صاحب سے ان کی ساری مرادیں پوری کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ خدا تعالیٰ نہیں بلکہ کوئی اور تھا، اور اس کا وعدہ بھی جھوٹا تھا۔

دہلی سے قادیان واپسی کے سفر میں مرزا صاحب نے بعض مقامات پر مختصر قیام فرمایا،

ان مقامات میں لدھیانہ اور امرتسر بھی شامل ہیں جہاں قادیانیوں نے جلسے منعقد کیا جن میں آپ نے لیکچر دیئے۔ بتایا گیا ہے کہ لدھیانہ میں:

۶ نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا کا وعظ ایک بڑے جلسہ میں ہوا۔ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک قریب ۳ گھنٹہ اسلام کی خوبیوں اور سلسلہ حقہ کی صداقت پر ایک مفصل تقریر کی ...جلسہ کا اشتہار یوں ہے:

عالی جناب مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تقریر:

آج صبح ۶ نومبر ۱۹۰۵ء کو آٹھ بجے کے قریب متصل مکان آریہ سکول محاذ کمیٹی باغ عالی جناب مرزا جو اتفاق حسنہ سے دو دن کے لئے لودیانہ آئے ہیں ایک تقریر کریں گے جس میں اسلام کی سچائی اور اس کی موجودہ حالت اور اصلاح کے وسائل کا ذکر ہوگا اور اس میں ظاہر کریں گے کہ حقیقی نجات کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ نیز ان غلطیوں کو دور کریں گے جو مسلمانوں میں اسلامی توحید کے متعلق پھیل گئی ہیں۔ یہ تقریر محض بطور تبلیغ ہوگی جو ہماری درخواست پر آپ نے کرنی منظور فرمائی ہے۔ اس مجمع میں کسی شخص کو بولنے اور کچھ کہنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کو اس مجمع میں آنا قطعاً حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص محض نیک نیتی سے سننے کے لئے آنا چاہے اسے اجازت ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس تقریر میں حضرت اقدس کے تمام دعاوی کے دلائل خوب کھول کر بیان کئے جائیں۔

المشتہر: جماعت احمدیہ لودھیانہ

ضروری نوٹ: کسی شخص کو کسی قسم کے مباحثہ کی اجازت نہیں ہے اور دوران تقریر یا بعد میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (بدر ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲) ...

## سعد اللہ نو مسلم کی مہمانی اور ماًمور من اللہ سے آنا کانی

شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں کہ کسی شخص سعد اللہ نامی نے ۷۔ رمضان المبارک کا چھپا ہوا ایک دو ورقہ حضرت مرزا کے ورود لدھیانہ پر بطور مہمانی شائع کیا ہے۔ اس اشتہار کو پڑھ کر دانشمند اور متین پبلک بخوبی سمجھ لے گی کہ جس نے اپنے آبائی مذہب کو اخلاق فاضلہ کی اور روحانیت کے اصول کی خاطر خیر باد کہا تھا وہ ان امور کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس پیرانہ سالی میں اس

کے منہ سے وہ باتیں نکل رہی ہیں جو اسلام کے خطرناک دشمن کے منہ سے بھی نہیں نکل سکتیں

سعد اللہ صاحب نے جو کچھ بطور مہمانی پیش کیا ہے وہ تو عطائے تو بلقائے تو شکر گزاری سے انہیں واپس کرتے ہیں ہاں اپنی طرف سے اس پر کچھ مستزاد کر دیتے ہیں اور گالیوں اور بے ہودہ گوئی کو چھوڑ کر تہذیب اور متانت کے ساتھ ان کے اشتہار پر نظر کرتے ہیں یہ میں:

اولاً میاں سعد اللہ نے بقول مثل مشہورہ پرائے برتے پر شکرہ پالنا، میاں ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کو پیش کیا ہے۔ کاش سعد اللہ صاحب کو معلوم ہوتا کہ خود مولوی ثناء اللہ امرتسری جب قادیان جا کر آریوں کا مہمان ہوا تھا تو اسے علی منہاج النبوۃ پیش گوئیوں کے پرکھنے کی دعوت کی گئی مگر وہ اس طرف نہیں آیا۔ اگر مولوی ثناء اللہ کی بجائے سعد اللہ صاحب میں یہ حوصلہ ہے تو بہتر ہے وہی اس معیار پر اپنے اعتراضوں کو پرکھوالیں ...

ثالثاً: بشیر، آتھم، محمد سلطان، لیکھرام وغیرھم کسی پیش گوئی پر علی منہاج نبوت سعد اللہ میرے ساتھ تحریری مناظرہ کرے جو اسی مجلس میں بیٹھ کر لکھا جاوے گا پھر اس کو معلوم ہو جاویگا کہ اس نے کہاں تک راستی سے گریز کیا ہے ..

میں ایک ادنی خادم سلسلہ ہوں میں بفضلہٖ تعالی تیرے ان دعاوی کی حقیقت کھولنے کو تیار ہوں۔ سب سے پہلے اسی مسئلہ وفات مسیح پر گفتگو کر، تا حق کھل جائے پھر سلسلہ بسلسلہ طبعی طور پر تمام مسائل میں گفتگو ہو سکتی ہے۔ میں چونکہ مہمان ہوں اور تو نے ہی مہمانی پیش کی ہے اس لئے تیرا فرض ہوگا کہ ہر قسم کے انتظام کا تو ہی ذمہ دار ہے یہ گفتگو تحریری ہوگی جو اسی مجلس میں لکھنی ہوگی ..( بہت اشعار ہیں )...نوٹ: جواب آج شام تک چھپا ہوا دو۔

الراقم: شیخ یعقوب علی تراب نزیل لودھیانہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء ( بدر ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۳ )

امرتسر میں منعقد ہونے والے جلسہ کا اشتہار درج ذیل ہے:

اعلان: دیکھو! ہم ہر ایک مسلمان اور دوسرے مذاہب کے پیرؤوں کو اللہ تعالی قسم دیتے ہیں جسکی قسم سے تجاوز کرنا سخت گناہ ہے کہ کوئی صاحب ہماری تقریر کے پہلے یا درمیان یا بعد میں ہمارے مقابل مخالفانہ اعتراض یا سوال نہ کریں۔

عالی جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود رئیس قادیان حسن اتفاق سے سفر دہلی سے واپس آتے ہوئے ہم لوگوں کی درخواست پر جو جماعت احمدیہ ہے امرتسر قیام پذیر ہوئے ہیں اور آپ نے ہماری درخواست پر ایک پبلک وعظ کرنا منظور فرمایا

ہے چنانچہ آپ ۹ نومبر یوم جمعرات بوقت ۸ بجے صبح بمقام منڈوہ بابو گھنیا لال وکیل ایک عام لیکچر دینگے۔ اس لیکچر میں آپ اسلام کی خوبیوں اور اسکی سچائی پر زبردست عملی دلائل پیش کریں گے جو معقولی رنگ کے علاوہ ثمرات اور انوار اور برکات پر مشتمل ہوں گے اور مسلمانوں کی حقیقی ترقی اور اسلام کی حقیقی ترقی کے وسائل کی مسلمانوں کو نصیحت کریں گے اپنے دعاوی پر بھی دلائل دیں گے اسلام اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کے کمالات کا بیان فرمائیں گے۔

پس جو ہمارے بھائی جماعت احمدیہ میں سے آپ کی تشریف آوری اور اس لیکچر دینے سے بے خبر ہوں اور ایسا ہی دیگر صاحبان جو حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق دلچسپی رکھنے والے ہیں، وہ وقت مقررہ پر تشریف لاکر فائدہ اٹھائیں۔

اس امر کو بخوبی یاد رکھیں کہ چونکہ یہ جلسہ محض تبلیغ حق کی خاطر ہوگا، اس سے کوئی غرض مباحثہ یا مناظرہ کا جلسہ منعقد کرنا نہیں ہے، اس لئے کسی صاحب کو جلسہ کے اول یا درمیان میں یا آخر میں قطعاً بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو صاحب اس غرض اور مقصد کو مدنظر نہ رکھ سکیں ان کو آنے کی اجازت نہیں۔ بہتر ہے کہ وہ تشریف نہ لائیں اور اسی وجہ سے شروع میں ہم نے خدا کی قسم دے دی ہے۔

والسلام۔ المشتہر۔ جماعت احمدیہ امرتسر (اخبار بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۶)

یہ ہے مرزا صاحب کا طریق تبلیغ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جگہ بجگہ اپنے خدا کا پیغام پہنچا کر اتمام حجت کر رہا ہوں۔ لیکن یہ کیسی اتمام حجت اور طریق تبلیغ ہے کہ کسی سوال کا جواب نہ دیا جائے، نہ کسی شبہے کا ازالہ کیا جائے، بلکہ صم بکم نشستن برخاستن ہو جائے۔ جب آپ ایک ایسی بات پیش کرنے جا رہے ہیں جو عوام کے اعتقاد کے خلاف ہو، تو جب تک ان کے شبہات و اعتراضات کا جواب نہ دیا جائے، تبلیغ اور اتمام حجت کیوں کر ہو سکتی ہے۔

بہرحال یہ مرزا صاحب کا طریق تھا، اور اسی طرح کا اشتہار انہوں اپنے دورہ سیالکوٹ کے موقع پر بھی چھپوایا تھا کہ لوگو آؤ، اپنے اعتقادات کے خلاف میری بات سنو، اور بغیر کسی چون و چرا کے جلسے سے اٹھ کر چلے جاؤ۔

امرتسر کے لیکچر کا حال قادیانی حضرات نے یوں بتایا ہے:

۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو امرتسر میں رائے کنہا لال وکیل کے لیکچر ہال میں مرزا صاحب کی

تقریر ہوئی .. ۸ بجے حضرت نے تقریر شروع کی۔ پہلے یہ بیان فرمایا کہ قریباً چودہ سال پہلے میں جب یہاں آیا تھا تو اس وقت چند آدمی میرے ساتھ تھے۔ مولوی لوگوں نے مجھے کفر کا فتوی دیا۔ اور عبدالحق غزنوی نے میرے ساتھ مباہلہ کیا یعنی میں نے اور اس نے قسم کھائی جس میں میں نے کہا کہ اگر میں اپنے دعوی میں جھوٹا اور مفتری ہوں تو خدا مجھے ذلیل اور ہلاک کرے (تقریر کا آغاز ہی غلط کیا، مرزا صاحب ۱۴ سال پہلے نہیں بلکہ ۱۲ سال قبل ۱۸۹۳ء میں امرتسر آئے تھے جب مولوی عبدالحق نے ان سے مباہلہ کیا تھا۔ بہاء)۔ اس مباہلہ کے بعد خدا تعالی نے میری بڑی نصرت کی۔ تین لاکھ سے زیادہ آج میرے مرید ہیں اور کثرت سے مخلصین میرے گرد ہیں... (خدا نے فوراً ہی بے عزت کر دیا۔ جیسا کہ اسی بیان سے آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔ بہاء)۔

اس کے بعد آپ نے اسلام کی خوبیوں کا ذکر شروع کرنا چاہا۔ افسوس ہے کہ مخالفین نے جو پہلے سے منصوبہ کر کے آئے تھے کہ درمیان میں شور ڈالیں تا کہ کوئی سننے نہ پائے اور جن میں غزنوی گروہ اور مولوی ثناء اللہ کی پارٹی کے آدمی شامل تھے ایک بڑا ہنگامہ اور شور مچایا اور بعض نے تالیاں بجائیں اور سیٹیاں ماریں اور بعض نے گالیاں فحش دینی شروع کر دیں۔ امرتسر کے رؤساء نے کھڑے ہو کر بار بار ان کو سمجھایا اور پولیس نے بہت بٹھانا اور خاموش کرنا چاہا۔ مگر کسی نے ایک نہ مانی اور اس قدر شور برپا کیا کہ لیکچر کو بند کرنا پڑا اور لوگوں کو منتشر کرنا چاہا مگر نہ ہوئے۔ اور جب حضرت (مرزا) گاڑی پر سوار ہونے لگے تو پتھراؤ اینٹیں بارش کی مانند برسانی شروع کیں۔ خدا کی حفاظت تھی کہ ہم سب بچ گئے ورنہ ہم پر پتھر اس طرح پڑ رہے تھے جس طرح طائف والوں نے آنحضرت ﷺ پر پتھر پھینکے تھے..

حضرت (مرزا) نے اسی جگہ فرمایا، ضرور تھا کہ یہ سنت بھی پوری ہوتی کیونکہ تمام نبیوں کے ساتھ یہ حالت ہوتی رہی ہے اور آنحضرت ﷺ کے وعظ کے وقت بھی یہ منصوبہ بندی کی گئی تھی کہ جب قرآن شریف پڑھا جائے تو درمیان میں شور ڈال دو تا کہ کوئی شخص قرآن شریف نہ سن سکے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۵ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴)


۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہزادہ (محمد ابراہیم خان) صاحب نے سوال کیا:

کیا آپ بجائے اس کے کہ قادیان میں ہی ہمیشہ قیام رکھیں، دورہ کر کے پنجاب اور

ہندوستان کے مختلف شہروں میں اگر پھر کر وعظ و تبلیغ کا کام کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔

(مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ تبلیغ کے وسائل ہر زمانہ میں مناسب وقت اور مناسب حال الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کی آزادی اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر ساتھ ہی اس میں بعض نقائص بھی ہیں۔ آپ نے جو طریق فرمایا ہے میں نے اس طریق تبلیغ کو بھی استعمال کیا ہے۔ اور بعض مقامات میں اس غرض کے لئے سفر بھی کئے ہیں۔ مگر اس میں تجربہ سے دیکھا ہے کہ اصل مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ دوران تقریر میں بعض لوگ بول اٹھتے ہیں دو چار گالیاں بھی سنا دیتے ہیں اور شور وغوغا کر کے بدنظمی کی باعث ہو جاتے ہیں۔ اس لاہور ہی میں ایک دفعہ حالانکہ خود ہمارا اپنا مکان تھا اور پولیس وغیرہ کا انتظام تھا مگر اس دوران ایک شخص دوران تقریر میں عین بھری مجلس میں کھڑا ہوا اور منہ پر کھڑے ہو کر گالیاں سنائیں۔ ...

غرض لاہور میں، امرتسر میں، دہلی میں، سیالکوٹ وغیرہ میں ہم نے اچھی طرح سے آزما لیا ہے کہ یہ نسخہ فتنہ سے خالی نہیں، اور اس میں شر کا اندیشہ زیادہ ہے۔ چنانچہ امرتسر میں ہمیں پتھر مارے گئے اور ایک پتھر ہمارے لڑکے کے بھی لگا۔ بعض دوستوں کو جوتیاں بھی لگیں لا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین۔ پس آزمودہ نسخہ کو ہم اب دوبارہ کیسے آزما سکتے ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء ص ۶)

امرتسر کے جلسہ میں جب ہنگامہ ہوا اس وقت مرزا صاحب قرآن نہیں پڑھ رہے تھے بلکہ رمضان شریف میں دن کے وقت عام مجمع میں دودھ چائے پی رہے تھے، جس کا ذکر اڈیٹر بدر نے ذکر نہیں کیا۔ نیز اس واقعہ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کیوں کر تشبیہ دی جاسکتی ہے کیونکہ:

- طائف میں آنحضرت ﷺ پتھروں سے شدید لہولہان ہوئے تھے، لیکن یہاں تو مرزا قادیانی کو ایک پتھر بھی نہیں لگا۔
- طائف میں تو آنحضرت ﷺ تنہاء تھے (سوائے ایک غلام کے جو آپ کی معیت میں تھا) لیکن امرتسر میں تو خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میرے کتنے جانثار میرے اردگرد موجود ہیں۔
- طائف میں آنحضرت ﷺ نے گلیوں، بازاروں میں گھوم پھر تبلیغ کی تھی، یہاں تو مرزائیوں نے ایک غیر مسلم کا حال کرایہ پر لے کر جلسہ منعقد کیا تھا اور لوگوں کو دعوت دے کر اس میں

شامل ہونے کے لئے کہا تھا۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی ؟

واقعہ طائف کے وقت آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد چندسو سے زائد نہ تھی اور ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں پناہ گزیں تھی ۔ امرتسر کے واقعہ کے وقت تو مرزا صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کے پیروکاروں کی تعداد تین لاکھ ہے۔ اور مرزا کے قادیانی پیرکاروں میں سے کسی کو قادیان سے ہجرت کر کے دیار غیر میں پناہ گزین ہونے کی ضرورت نہیں پڑی ۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی ؟

طائف میں تو وقت کی انتظامیہ اور رؤساء طائف آنحضرت ﷺ پر زیادتی کرنیوالے تھے اور اوباشان طائف انہیں کی انگیخت سے پتھر مار رہے تھے۔ لیکن امرتسر میں تو انتظامیہ اور رؤساء مرزا صاحب کے ساتھ تھے اور ان کے پشت پناہ ہو کر شور مچانے والوں کو روک رہے تھے۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی ؟۔

آنحضرت ﷺ تو مکیوں کے مظالم اور ان کے رویے سے تنگ آ کر طائف گئے تھے، امرتسر میں تو مرزا صاحب کی آمد قادیانیوں کے مظالم کی وجہ سے نہ تھی اور نہ وہ قادیان چھوڑ کر یہاں آئے تھے

آنحضرت ﷺ کو طائف کے واقعہ کے بعد مکہ واپس جانے کیلئے ایک سردار مکہ سے رابطہ کرنا پڑا تھا، مرزا کیلئے تو قادیان حسب سابق دارالامن تھا، انہیں امرتسر سے قادیان جانے کیلئے کسی قادیانی رئیس سے رابطہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی ؟

واقعہ طائف کے بعد تو جلد ہی آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرما کر وہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی تھی ، اور وہیں فوت ہو کر آپ ﷺ دفن بھی ہوئے ۔ واقعہ امرتسر کے بعد مرزا صاحب نے قادیان سے کسی جگہ کی طرف ہجرت نہیں فرمائی ، نہ کسی نئی جگہ جا کر کسی حکومت یا سلسلے کی بنیاد رکھی ، بلکہ وہ لاہور میں آنجہانی ہو کر قادیان میں ہی دفن ہوئے ۔

واقعہ طائف تو آنحضرت ﷺ کی نبوت والی زندگی کے کم وبیش نصف میں پیش آیا، لیکن واقعہ امرتسر مرزا صاحب کی مسیحیت موعودہ والی زندگی کے اواخر میں پیش آیا۔ مشابہت کیا ہوئی۔

# دس سوالوں کے جواب

## از حکیم نورالدین قادیانی

ماسٹر شیخ غلام حیدر ہیڈ ماسٹر چکوالی نے حکیم نورالدین سے چند سوالات کئے تھے۔ ان کے سوالات اور حکیم صاحب کے جوابات درج ذیل ہیں۔

سوال اول: کیا امت محمدی کا اجتماع ضلالت پر ہوسکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر (آل عمران: ۱۱۰)

سوال دوم: کیا ابن عباسؓ اور دیگر اماموں کی رائے ایک چوتھائی اپنے مطلب کے موافق قبول کر کے اس کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا اور تین چوتھائی حصہ رائے سے پہلوتہی کرنا خواہ وہ تین چوتھائی حصہ رائے کا ایسی پیش کردہ روایت کا نقیض ہو، ایک مسلمان شخص کی صداقت اور علمیت کو تقویت دے سکتا ہے۔

جواب: یہ ایک چوتھائی اور تین چوتھائی تو کوئی گول مول بات ہے اصل بات میرے نزدیک یہ ہے کہ حقیقی امام قرآن مجید اور اس پر عمل درآمد کرنے کیلئے پاک نمونہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پس ان دونوں کی تائید میں جو کوئی آجاوے اس کا کہنا بسروچشم قبول ہے۔ ہر حکمت کی بات مومن کی متاع ہے جہاں ملے لے لو، ایک چوتھائی ہو یا تین چوتھائی۔ تعجب ہے کہ احادیث واقوال فقہاء ومفسرین تم لوگوں کی خود بھی عادت ہے اور تمام امت محمدیہ کا یہی چال، اور آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں

سوال ۳۔ کیا آپ نے بعد بیعت مرزا صاحب ان کے مسیح موعود ہونے میں کبھی شک کیا یا دن بدن آپکے اعتقاد کو ترقی ہے؟

جواب: خوب یاد رکھو مجھے ہرگز شک نہیں ہوا میں اعتقاد میں ہر روز ترقی کرتا ہوں میں مرزا کو یقیناً مہدی مسعود اور عیسی بن مریم مسیح موعود جانتا ہوں اگر شک ہوتا تو اس علیحدگی کو کون مانع تھا۔

سوال ۴۔ کیا آپ نے پیر مہر علی شاہ کا فارسی رسالہ ہدیۃ الرسول اور اردو رسالہ شمس الہدایۃ فی اثبات حیات مسیح و نیز غایۃ المرام اور تائید اسلام مؤلفہ قاضی محمد سلیمان وکیل ریاست پٹیالہ کا بغور ملاحظہ کیا اور ان کا جواب دینے کی کوشش آپ کی جماعت سے کی گئی؟

جواب: شمس الہدایت تو میں نے خوب پڑھی ہے اور غایت و تائید کو غور سے دیکھا ہے، ہدیۃ الرسول

نے غالباً اب تک مطبع سے جنم نہیں لیا۔ ان رسائل کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں، ایسے رسائل کے جواب میں غالب بھی مغلوب ہی ہے۔ مگر پھر بھی مجھے امید ہے کہ کوئی آدمی ہماری جماعت کا جواب لکھ دے گا۔ بات یہ ہے کہ ہمیں بڑے عظیم الشان کام در پیش ہیں اور یہ رسائل ہماری شاہ راہ میں کچھ روک نہیں ان سنگریزوں سے حرج کیا ہے؟

سوال ۵۔ ازالہ اوہام میں جن الفاظ سے مرزا صاحب نے خداوند کریم کے ( یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک .. الخ ) نعماء موہوبہ کو عمل الترب مسمریزم مکروہ قابل نفرت کا لقب دیا ہے اس کی نسبت آپ کی ایمانی رائے کیا ہے؟

جواب: سخن شناس نہ دلبراء خطا ایں جاست۔ انگریزی دانی اور موسیقی دان تعلیم مدارس انگریزی اور ہے اسلام دانی، قرآن دانی اہل اللہ شناسی اور ہے۔ ایک محمدی کو کھیئۃ الطّیر تصویر کا خلق کیا تیرے نزدیک حرام نہیں اور کیا حرام مکروہ سے زیادہ مکروہ لفظ نہیں۔ سوچ اور فکر کر، اور کیا شریعت کا ہر ایک حکم نعمۃ اللہ نہیں، اور پھر کس طرح اسلام نے بعض تعلیمات انبیاء میں حلت کے مقام پر حرمت کا لفظ استعمال فرمایا۔

سوال ۶: معجزہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ظاہری بدیہی اسباب اس کے واسطے لازم ہیں یا بغیر واسطہ بدیہی کے بھی جس کو عقل نہیں سمجھ سکتی ہو سکتے ہیں۔

الف: حضرت موسی کے عصا سے قلزم کا پھٹ جانا۔ ب۔ اور عصا سے بارہ چشموں کا پتھر سے جاری ہونا۔ ج۔ اور عصا کا سانپ اژدہا بن جانا۔ د۔ شق القمر۔ ھ۔ حضرت عیسی کا بن باپ ہونا۔ و۔ حضرت ابراہیم کا آگ کے اثر سے محفوظ رہنا۔ ز۔ چار جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد زندہ دیکھنا کیا ان نشانات کو بھی آپ ایسا مکروہ اور قابل نفرت خیال کرتے ہیں یا کچھ اور ہی تاویل مثل سید احمد صاحب کرتے ہیں؟

جواب: معجزہ کا لفظ قرآن کریم اور حدیث شریف میں ان معنی پر نہیں بولا جن معنی میں آپ لیتے ہیں ۔آیات الہیہ کو نہ ماننے والے بے ایمان ہوتے ہیں، میرے نزدیک تو قرآن کریم امام اور السید الکامل محمد رسول اللہ مطاع اور مقتداء، جو کچھ ان دونوں میں پایا گیا اس پر میرا ایمان ہوا۔ میں سید احمد خان کا مقلد نہیں ہوں اس کی تعلیمات کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ یہ ۱، ۲، ۳ تیرے دل کی کوئی صدا ہے اس پر یہ نصیحت یاد رکھ ایّاك و الظّن فانّ الظّن اکذب الحدیث

سوال ۷: ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ دخل شیطانی کا کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں ہو جاتا ہے۔ اس

مرزا کے عقیدے اور مذہب کو آپ نے مرزا کے بارہ میں تسلیم کرلیا ہے، یا اس دخل شیطانی سے مرزا صاحب مامون اور معصوم ہیں۔

جواب: تمام مرسل اور انبیاء بلکہ تمام مامور من اللہ بل وہ اہل اللہ بھی جو انبیاء و رسل کے اتباع ہیں، ایک ہی رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور شیطانی تسلط سے محفوظ۔ انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان اور فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشّیطا ن کی بشارت سے مسرور ہیں مرزا بھی خاتم الرسل ﷺ بل ان سے علیحدہ نہیں۔

سوال ۸: آج کل جو مرزا صاحب نے اپنے فوٹو کرنے اور کرانے کا جواز بتلایا ہے گویا تصویر کشی کی اباحت کو ثابت کیا ہے۔ کیا اس سے آج کل ہی یا چندے بعد وفات مرزا صاحب رومن کیتھولک کی طرح بت پرستی کی بنیاد کا زہریلا اثر نہفتہ معلوم نہیں ہوتا۔

جواب: فوٹوگرافی کے جواز کا فتوی آپ نے کہاں دیکھا اور مرزا قادیانی پر کیوں اعتراض کیا۔ ایک مسیح نے تو کھیئۃ الطیر تصویریں تمہارے نزدیک کخلق اللّٰہ بنائیں اور اس کے اتباع میں رومن کیتھولک بھی ہوئے اب تم نے دوسرے مسیح پر اعتراض کیسے کردیا۔ کیا اب تصویر کشی کا مسئلہ یاد آ گیا اور نمبر ۵ بھول گئے ہم پر یا ہمارے مابعد پر سوء ظن کرتے ہو ان الظن اکذ ب الحد یث اور کیا عکسی تصویر کو برا مان کر آپ نے آئینہ دیکھنا ترک کردیا ہے۔

سوال ۹: جو شخص خدا کو وحدہ لاشریک اور محمد ﷺ کو رسول برحق اور قرآن کریم کو برحق اور قیامت کو برحق مانتا ہے اور جنت و دوزخ کا قائل ہے اور حتی الوسع عمل صالح کرتا ہے جیسا کہ اس کو آپ دین نے بتلایا یا کسی اور نیک بخت مسلمان نے سکھایا ہے تو ایسے شخص کے واسطے قرآن کریم میں لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی آیت وارد ہوئی ہے۔ اب کیا ایسا شخص بلا شفاعت مرزا صاحب یا بیعت مرزا صاحب قابل نجات و مغفرت ہوسکتا ہے؟

جواب: جو قرآن کریم کو برحق مانتا ہے وہ مسیح کا مرنا اور پھر نہ آنا بھی برحق مانے گا، اور جو محمد رسول اللہ ﷺ کو برحق مانتا ہے، اسے لازم ہے کہ نازل شدہ عیسی کو مانے۔ امام الوقت کا منکر عمل صالح کرتا ہے؟ لا خوف علیھم اور لا یحز نو ن کے مصداق تمہیں یہ مسلمان نظر آتے ہیں؟ سچ بتاؤ یہ تو ایک مرتبہ ہے جس میں عامہ اہل اسلام ہر وقت داخل نہیں۔

سوال ۱۰: اگر کوئی مسلمان اپنے نیک ارادہ سے مرزا صاحب کے دعوی کو محض باطل قرار دے تو اس کا ایمان درست رہتا ہے یا نہیں؟

جواب: کیا الٰہی فضل لغو ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ نے نہیں پڑھا اس کتاب کو جس میں سورہ نور ہے اور جس میں خلفاء کے منکروں پر الفاسقون کا فتوی ہے۔ کیا لیستخلفنّھم کا فعل کوئی باطل مانے اوراس کا ایمان درست رہے؟ افتؤ منو ن ببعض الکتا ب و تکفرو ن ببعض

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے بہ نظر تحقیق مرزا کے رسائل نہیں پڑھے یا دعاؤں سے بہت کام نہیں لیا، یا استغفار ساتھ نہ تھا، آپ نے بعض مقام پر اپنی ان عادات سے کام نہیں لیا جو مدت ہوئی مجھے معلوم تھیں۔ میں نے ایمانی طور پر مختصر جواب دیئے اگر پسند ہو تو بہتر والا کا لائے بد بر لیش خاوند۔

نورالدین ۲۹ مارچ ۱۹۰۰ء (اخبارالحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء ص ۴۔۶)

ان جوابات پر تبصرہ شیخ غلام حیدر مرحوم نے عشرہ کاملہ میں کیا تھا جس کی تلخیص تحریک ختم نبوت کی جلد ہشتم صفحہ ۱۴۲ تا ۱۶۱ میں کی جا چکی ہے۔

# چند قادیانی مکتوبات

مرزا صاحب قادیانی اپنی جماعت کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

.... مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ قادیان کی قائمی کے لئے جو آمدن ہونی چاہیے اس کی حالت بہت ابتر ہے اور اگر یہی حال رہا تو پھر اس مدرسہ کا قیام مشکل ہے... منار کے لئے ابھی کافی روپیہ نہیں۔ بعض کتابیں جن کے لئے ارادہ ہے کہ کم سے کم بیس بیس ہزار چھپ جائیں ان کے لئے بھی کچھ سامان نہیں۔ مہمان خانہ کے لئے بعض ضروری عمارتوں کی ضرورت ہے ان کے لئے روپیہ نہیں... اگر ہماری جماعت کی توجہ ہو تو قادیان کے مدرسہ کے قائم رہنے کے لئے بالفعل بہت مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک ہزار آدمی چار چار آنے ماہواری اپنے ذمہ قبول کر لے تو اڑھائی سو روپیہ ماہواری مدرسہ کو مل سکتا ہے۔ رونق کے بعد فیس کی آمدن بھی ہو سکتی ہے... یہ رقم محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب بمقام قادیان یا جس کو وہ تجویز کریں آنی چاہیے تا حساب صاف رہے کیونکہ لنگر خانہ کا روپیہ میرے پاس پہنچتا ہے اور یہ کام دقت سے خالی نہیں کہ پہلے مدرسہ کا روپیہ میرے پاس پہنچے اور پھر میں وہ روپیہ کسی دوسرے کے حوالے کروں... والسلام غلام احمد

(ضمیمہ اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۲ء)



مکتوب مرزا قادیانی بنام حکیم نورالدین:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین... اس وقت ایک اشتہار درباره ازالہ اوہام مخالفین

آپ کی خدمت میں مرسل ہے چونکہ آپ تشبّہ فاروقی کے مدعی ہیں اور یہ عاجز بھی بغایت درجہ آپ پرحسن ظن رکھتا ہے اور اپنا مخلص اور دوست جانتا ہے اس لئے آپ کی طرف تعلق خاطر رہتا ہے جو عنایات خداوند کریم جلشانہ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ دل چاہتا ہے جو اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں اور بحکم وا ما بنعمة ربّک فحد ث تحدیث نعمت کا ثواب حاصل کروں۔ سو آج آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک واقعہ پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں (یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نہ یہ شادی ہوئی نہ یہ لڑکا ہوا۔ بہاء) شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جاوے گا اس کا نام بشیر ہوگا، سو اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح کرنا تمہیں پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارساطبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جب کہ ایک طرف پارساطبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے اور ساتھ ہی چار پھل دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے سو یہی سمجھا جاتا ہے و اللّٰہ اعلم بالصواب۔ ان دنوں میں اتفاقاً نئی شادی کے لئے دو شخص نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت ومحتاجگی اور بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو اور دوسری کی نسبت اشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت وصاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ پارساطبع سے پیدا ہوسکتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے اب دیکھیں

کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے الہامات اس بارہ میں ... کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے و اللّٰہ یفعل مایشاء وھو علی کل شیء قدیر اپنی خیر و عافیت سے اطلاع بخشیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ از قادیان ۸ جون ۱۸۸۶ء

نوٹ از اڈیٹر الحکم: اس مکتوب کو پڑھتے وقت مرزا صاحب کے قیاس اور کشفی امور میں باہم تفریق کا پورا لحاظ رکھا جائے اور خوب سوچ لیا جاوے کہ فرزند موعود کے لئے آپ نے یہ ہرگز نہیں ٹھہرایا کہ وہ تیسرے ہی نکاح سے ہوگا ہاں یہ امر دیگر ہے کہ تیسرے نکاح سے بھی وجیہ اولاد پیدا ہو (جو نہیں ہوئی کیونکہ نکاح ہی نہیں ہوا۔ بہاء) جو لوگ مرزا صاحب کی تصانیف سے واقف ہیں ان کو خوب معلوم ہے کہ مرزا کے ہاں چار بیٹے پیدا ہو چکے ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک جدا پیشگوئی کے موافق پیدا ہوا ہے اور پانچویں کی بھی بشارت ہے۔ اڈیٹر (اور چار میں سے چوتھا نابالغی کی حالت میں مرگیا، اور پانچواں کبھی پیدا نہیں ہوا۔ بہاء)۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جون ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

❁ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی:

بخدمت مکرمی اخویم سید محمد احسن صاحب السلام علیکم ..

میں نے آپ کا نام اس کتاب میں لکھ لیا ہے جو بیعت کرنے والوں کے لئے طیار کی گئی ہے لیکن اس فعل کا بطریق سنت واقعہ ہونا ضروری ہے کہ اس میں برکات ہوں جس وقت آپ کو فرصت ہو اور حرج نہ ہو یا جس وقت اخویم مولوی محمد بشیر صاحب کو اس امر میں صحت نیت پیدا ہو جاوے اور وہ اس غرض کے لئے سفر کریں تب آپ مسنون طور پر عمل کرنے کے لئے تشریف لاویں ...خاکسار غلام احمد (اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں)۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳)

معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مولوی محمد احسن امروہی اس خیال میں تھے کہ مولانا محمد بشیر سھسوانی بھی قادیانیت کی طرف مائل ہیں اور جلد ہی انکے ہم رائے ہو جائیں گے۔ اس لئے مرزا صاحب مولوی محمد احسن کو لکھتے ہیں کہ ایسا ہو جائے تو انہیں بھی ساتھ لے آئیں اور بیعت کر لیں۔

❁ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی

مجی مکرمی اخویم السلام علیکم .. یہ عاجز بباعث ضعف دماغ ایسا علیل ہو رہا ہے کہ ایک کارڈ لکھنا بھی مشکل ہو گیا ہے کتاب براہین احمدیہ من وجہٍ مکمل اور من وجہٍ غیر مکمل ہے۔ جس قدر امور بعد مخالف تالیفوں کے ان کے جواب میں اس عاجز پر منکشف ہوئے ہیں یا جو کچھ وقتاً فوقتاً

بعض دقائق و معارف بعد میں تا ایں دم اس عاجز پر کھلتے گئے ہیں وہ ابھی تک اس کتاب میں شامل نہیں کئے گئے اور اپنی تالیفات کا گھٹانا یا بڑھانا مفصل کرنا یا مجمل رکھنا اپنے اختیار میں ہوا کرتا ہے پس جس نے اعتراض کیا ہے وہ اعتراض قلت تدبر کی وجہ سے ہے میں اس وقت لدھیانہ میں ہوں شائد پندرہ روز اور اس جگہ رہوں۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد۔ (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳)

معلوم ہوتا ہے کہ محمد احسن صاحب نے سوال اٹھایا تھا کہ براہین کیوں مکمل نہیں ہو رہی ۔مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تصنیف کو گھٹانا بڑھانا مصنف کا حق ہے اسلئے موجودہ براہین (چار جلدوں) کو بھی مکمل کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کو اس بات کا شائد اندازہ نہیں ہے کہ تصنیف کو گھٹانے کا اختیار ان سے سلب ہو گیا تھا جب انہوں نے عوام اہل اسلام سے وعدہ کر لیا تھا کہ براہین پچاس جلدوں میں لکھی جائیگی ۔اب پچاس سے ۴ یا ۵ پر واپس آنا وعدہ خلافی ہے۔

❁ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی

مخدومی مکرمی اخویم .... عنایت نامہ پہنچا۔ یقیناً یہ بات سچ ہے کہ کتابوں کی طبع میں حد سے زیادہ توقف ہو گیا ہے لیکن یہ توقف محض حکمت و مصلحت الٰہی سے ظہور میں آئی ہے اور بہت سی درمیانی بابرکت رکاوٹیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے اس توقف کا موجب ہو گئی ہیں قرآن شریف بھی اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی دن میں نازل ہو سکتا تھا لیکن تمام کام خدا تعالیٰ کے وقفہ اور تانی؟ سے ہوتے ہیں۔ اب یہ عاجز بہت کوشش میں ہے یقین ہے کہ جلدتر سب کام انجام پذیر ہو جائیں گے ... والسلام خاکسار غلام احمد ۱۷۔ اپریل ۱۸۸۸ء (اخبار الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳)

❁ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی :..

عنایت نامہ پہنچا۔ الحمد للہ کہ خداوند کریم نے آپ کو شفا بخشی۔ نہایت خوشی ہوئی۔ طبع کتاب میں منجانب اللہ ایسی روکیں اور ایسے موانع پیش آتے رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے آج تک طبع حصہ پنجم و دیگر رسائل معرض توقف میں ہوتا گیا مگر یہ حکمت الٰہی ہے۔ دیر آید درست آید امید رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے خود تمام کام انجام پذیر کر دے گا کہ سب کام اس کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک اشتہار ارسال خدمت ہے اس کو جہاں تک ممکن ہو شائع کر دیں۔

والسلام، خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ۷ جنوری ۱۸۸۹ء۔ (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳۔۴)

❁ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی :

مکرمی اخویم السلام علیکم .. عنایت نامہ پہنچا مولوی صدیق حسن صاحب کے لئے جیسا کہ

اشارہ ہوا تھا اس عاجز نے دعاء مغفرت کی تھی۔ امید کی جاتی ہے کہ ان کے حق میں بہتر ہے انشاء اللہ تعالی۔ ہمیشہ اپنے حالات سے مطلع ومطمئن فرماتے رہیں۔ خاکسار غلام احمد ۲۷ مارچ ۱۸۹۹ء

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۴)

مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی:

مکرمی مجی السلام علیکم .... عنایت نامہ پہنچ کر موجب فرحت ومسرت ہوا۔ یہ عاجز اس بات کے دریافت سے بہت خوش ہوا کہ آپ کو خدا تعالی نے حسن ظن و ذہن سلیم بخشا ہوا ہے۔ خدا تعالی آپ کو اس پر استقامت بخشے۔ ازالہ اوہام چھپ رہا ہے۔ شائد ایک ماہ تک چھپ کر شائع ہو جائے۔ باقی دونوں رسالے فتح اسلام وتوضیح مرام آپ دیکھ چکے ہیں لیکن ازالہ اوہام انشاء اللہ القدیر تمام امور کا فیصلہ کرنیوالا ہے۔ بفضل اللہ تعالی قریب بیس جزو کے ہوگا۔ انشاء اللہ القدیر تمام مخالفین شکست کھائیں اور حق غالب ہوگا کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا و رسلی یہ عاجز چندروز سے لدھیانہ میں آ گیا ہے شاید تین چار ماہ اسی جگہ رہوں۔ ہمیشہ اپنے حالات خیریت سے مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام خاکسار غلام احمد محلّہ اقبال گنج لدھیانہ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء (الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

مرزا قادیانی بنام مولوی اصغر علی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

از عاجز احقر عباد اللہ احد غلام احمد بخدمت اخویم مولوی اصغر علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ آپکی یہ صفت قابل تعریف ہے جو آپ اس گروہ میں سے نہیں ہیں جو محض جلد باز ہیں اور تعصب کی رو سے ایک مسلمان کا نام کافر اور دجال اور بے ایمان بلکہ اکفر کہتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ آپ کی تحریر اس غرض سے تھی کہ بعض مقامات حمامۃ البشری میں صرفی یا نحوی یا عروضی غلطی ہے اور نیز آپ کی دانست میں بعض مضامین یا فقرات یا اشعار اس کے چرائے گئے ہیں۔ سو عزیز من! اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ یہ عاجز نہ ادیب ہے، نہ شاعر، اور نہ اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے (سلطان القلمی کیا ہوئی؟ بہاء) اور نہ اس شغل میں عمر کا ئی حصہ بسر کیا ہے اور نہ ان عبارتوں اور اشعار کے لکھنے میں کوئی معتد بہ وقت خرچ ہوا ہے (حالانکہ عربی تحریروں کی آپ حکیم نورالدین سے بھی اصلاح کرواتے تھے اور محمد احسن سے بھی۔ بہاء) اللہ تعالی جانتا ہے کہ یہ تحریریں معمولی خطوں کی طرح اپنے اوقات معمورہ میں سے ہر روز ایک دو گھنٹے نکال کر لکھی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ کاپی نویس لکھتا گیا۔ اگر کبھی اتفاقاً پورا دن ملا تو ایک ایک دن میں سو سو شعر تیار ہو گیا اور وہ بھی پورا دن نہیں۔ کیونکہ اگر آپ اس جگہ آ کر دیکھیں تو آپ کو معلوم

ہو کہ دن رات کس قدر مشغولی ہے۔ خطوط کا یہ حال ہے کہ کبھی تین سو، کبھی چار سو، کبھی پانچ سو ماہوار آ جاتا ہے اور بعض خطوط کا جواب رسالہ کی طرح لکھنا پڑتا ہے۔ مہمان داری کا یہ حال ہے کہ ایک جہان توجہ کر رہا ہے، ایک قافلہ مہمانوں کا ہمیشہ رہتا ہے۔ اور عجیب عجیب صاحب کمال مدنی شامی مصری اور اطراف ہندوستان سے آتے ہیں۔ اور بباعث رعایت حق ضیف بہت حصہ وقت کا ان کو دینا پڑتا ہے۔ عمر کا یہ حال ہے کہ پیرانہ سالی ہے۔ ضعیف الفطرۃ ہوں، علاوہ اسکے دائم المریض۔ اور ضعف دماغ کا یہ حال ہے کہ کتاب دیکھنے کا اب زمانہ نہیں۔ جو کچھ خیال میں گذرا وہ لکھ دیا، یا لکھا دیا۔ دوران سر لاحق حال ہے، ادنی محنت سے گو فکر اور سوچ کی محنت ہو، مرض رأس دامن گیر ہو جاتا ہے۔ عمر اخیر ہے مرگ سر پر، تکبر اور ناز جو لوازم جوانی اور جہل ہیں کچھ تو ضعف و پیرانہ سالی نے دور کر دیئے تھے اور بقیہ ان کا اس معرفت نے دور کر دیا جو فیاض مطلق نے عطا فرمائی۔

اب ان حالات کے ساتھ آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر کسی تالیف میں غلطی جو لازم بشریت ہے پائی جائے تو کیا بعید ہے۔ بلکہ بعید تو یہ ہے کہ نہ پائی جائے۔ بہت سے نیک دل اور پرہیزگار اس جگہ رہتے ہیں، اور نوبت بنوبت اچھے علماء اور ادیب آتے رہتے ہیں، اور ایک قافلہ بزرگوں کا لازم غیر منفک کی طرح اس جگہ رہتا ہے۔ ان سے آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عاجز کی طرز تالیف کیا ہے۔ اگر آپ دریافت کرینگے تو آپ پر بھی ثابت ہو گا کہ تالیفات ایک خارق عادات طور پر ہیں۔ میری عمر کا یہ تجربہ نہیں کہ کوئی انسان بجز خاص تائیدات الٰہی کے باوجود اس ضعف اور دامن گیر ہونے انواع واقسام کے امراض کے اور باوجود اس کثرت شغل خطوط اور مہمانداری کے پھر یہ فرصت پا سکے کہ بہت سا حصہ نثر موزوں کا جو بعض اوقات قریب قریب ایک جزو کے ہوتی ہے معہ ان اشعار کے بعض اوقات سو سو بلکہ سو سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں بنیں، پھر میں لکھ دیئے، اگر آپ کا کوئی تجربہ ہو تو میں آپ سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ میں اپنے نفس کو کوئی چیز سمجھتا ہوں۔

باوجود ان سب اسباب کے کبھی مجھ کو موقع نہیں ملتا کہ جو کچھ لکھا ہے سوچ کی نظر سے اس کو دیکھوں، پھر اگر اس طور کی تحریروں میں اگر کوئی صرفی یا نحوی غلطی رہ جائے تو بعید کیا ہے۔ مجھے کب یہ دعوی ہے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ ان کم فرصتوں اور اس قدر جلدی میں جو کچھ قلم سے گذر جاتا ہے میں اس کو خدا تعالی طرف سے سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر غلط ہے تو میرے نفس کی وجہ سے۔ پھر ان غلطیوں کے ساتھ سہو کاتب شامل حال ہو جاتا ہے۔ پھر کب دعوی ہو سکتا ہے کہ یہ کتابیں صرفی نحوی

غلطی سے پاک ہیں۔لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اس جلدی کے ساتھ جو کچھ نظم اور نثر عربی مخالفوں کے الزام افحام کے لئے میرے منہ سے نکلتی ہے وہ میرے منہ سے نہیں بلکہ ایک اور ھستی ہے جو اس جاہل نادان کو اندر ہی اندر مدد دیتی ہے اور بیشک وہ امر خارق عادت ہے اور کسی عدو دین اور عدو ما دقتین کو یہ توفیق ہرگز نہیں دی جائے گی کہ وہ انہیں لوازم ارتجال اور اقتضاب کے ساتھ اس کو اخیر تک نباہ سکے۔

اور جو سرقہ کا خیال آپ نے کیا ہے، آپ ناراض نہ ہوں یہ بھی صحیح نہیں ہے۔اس عاجز کی ایک عادت ہے، شاید اس کو آپ نے سرقہ پر حمل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضمون سوچتے وقت اگر سلسلہ تحریر میں جو روانگی کے ساتھ چلا جاتا ہے کوئی فقرہ یا بعض اوقات کوئی مصرعہ کسی گذشتہ قائل کا دل میں گذر جائے اور مناسب موقع معلوم ہو، تو وہ خدا تعالی طرف سے سمجھا جاتا ہے اور اس کے لکھنے میں اگر محل پر چسپاں ہو کچھ بھی حرج نہیں دیکھا جاتا کیونکہ بے تکلف میری راہ میں آ گیا (اس کے بعد اپنی نور الحق کے مقابل بعینہ اسی طرح کی نثری وشعری کتاب لکھنے کا چیلنج کیا ہے)....

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۔اپریل ۱۸۹۴ء (الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۵۔ ے مختصراً)

(یہ وہ وقت ہے جب مرزا صاحب کی پیش گوئی کالے ناگ کی طرح آپ کی منکوحہ آسمانی کے غاصب کو ڈسنے کے لئے پر تول رہی تھی تا کہ اس کی موت کے بعد آپ کی منکوحہ آسمانی آپ کے گھر آباد ہو جائے۔ بہاء)

❁ اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں کہ شکار پور سندھ سے ایک شخص مسمی عبد القادر بیدل نے مرزا صاحب کی خدمت میں چند سوال بغرض جواب لکھے۔ ایک سوال یوں تھا:

....مسماۃ محمدی بیگم کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

جواب (میں مرزا صاحب نے لکھا)۔ وحی الہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ نہیں بیاہی جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے۔سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا (پھر سلطان احمد، فضل احمد نامی بیٹوں کو کیوں عاق کیا؟ انہوں نے تو پیشگوئی پوری ہونیکے اسباب پیدا کئے تھے اور آپ خود بھی کہتے ہیں کہ اسباب کرنے چاہییں۔ بہاء) الہام الہی کے لفظ یہ ہیں سیکفیک ھم اللّٰہ و یردھا الیک یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی ...یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جاوے اور پھر واپس لائی جاوے۔ پس چونکہ محمدی

ہمارے اقارب میں سے بلکہ قریب خاندان سے تھی یعنی میرے چچا زاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی (یعنی بھانجی تھی۔ بہاء) اور دوسرے طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی (یعنی بھتیجی تھی۔ بہاء)۔ پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی، اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی۔ اور وعدہ یہ ہے کہ وہ پھر نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی (نکاح کے تعلق سے کیوں؟ بھتیجی یا بھانجی ہونے کے تعلق سے کیوں نہیں؟ اور قادیان کیوں لائی جائے گی ہوشیار پور کیوں نہیں جہاں پہلے رہتی تھی۔ بہاء)۔سو ایسا ہی ہوگا .....

پیسہ اخبار کا خلاف واقعہ لکھنے کا یہ نمونہ کافی ہے کہ قادیان میں بعض اموات جو اور بیماریوں سے ہوئی تھیں اس نے طاعون میں داخل کر دی اور ایک شخص دیوانہ کتے کے کاٹنے سے مرا تھا وہ بھی طاعونی موت قرار دی اور اس طرح پر طاعون کی وارداتیں زیادہ دکھلائیں ورنہ اردگرد کے دیہات کی نسبت اس قدر قادیان میں طاعون کم رہی ہے کہ گویا نہیں ہوئی۔ اور قادیان میں قدیم سے آبادی تین ہزار سے زیادہ نہیں بلکہ کم ہے۔ یہ کس شوخ کے منہ سے نکلا کہ اب صرف تین سو باقی ہیں۔ پیسہ اخبار کی بار بار خلاف بیانی اور عوام کو دھوکہ دینے کی نسبت بجز اس کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین۔ اس نے یہ بھی خلاف واقعہ لکھا کہ فلاں فلاں آدمی طاعون سے مر گئے حالانکہ نہ ان کو طاعون ہوئی اور نہ وہ مرے بلکہ اب تک زندہ ہیں۔...

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ کسی دوسرے وقت میں کچھ وارداتیں طاعون کی قادیان میں بھی ہوئیں تھیں، مگر نہ اس قدر جس پر پیسہ اخبار نے شور مچایا تھا، اور ضرور تھا کہ کسی قدر قادیان میں بھی طاعون کی وارداتیں ہوتیں تا پیش گوئی ہوتی یہ آپ نے کس کے منہ سے سن لیا کہ کوئی الہام میں نے ایسا شائع کیا تھا کہ قادیان میں کوئی واردات طاعون نہیں ہوگی۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ قادیان کی نسبت شکار پور دارالامان ہے یہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر ہنسی اور گستاخی ہے معلوم نہیں کہ آئندہ شکار پور کی نسبت کیا قہر الٰہی مخفی ہے کہ یہ گستاخی کے کلمات آپ کے منہ سے نکل گئے اور آپ کا یہ کہنا کہ اب قادیان میں صرف تین سو آدمی کی آبادی باقی ہے یہ آپ کو کس نے سنایا لعنت اللہ علی الکاذبین۔ قادیان کی آبادی قدیم سے تین ہزار سے کچھ تھوڑی ہے اور اب بھی اسی قدر ہے کوئی

اس قصبہ کے اندر داخل ہو کر نہیں خیال کر سکتا کہ ایک بھی مرا ہے۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد مورخہ ۲۰ جون ۱۹۰۵ء

(اخبار بدر قادیان ۲۲ جون ۱۹۰۵ء ص ۴۔۵)

الحکم ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کا ایک خط صفحہ ۱ تا ۵ درج ہے جس میں کسی مکتوب نگار کے سوالوں کے جواب ہیں: مرزا صاحب کہتے ہیں:

مال کی بابت جو اعتراض کیا گیا ہے... ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انبیاء درہم اور دینار نہیں چھوڑتے، انکے وارث انکے علم کے وارث ہوتے ہیں، ..پس ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود جو دنیا میں آئے گا وہ ایک روحانی مال عطا کرے گا جس کی دنیا محتاج ہو گی ورنہ مسیح کسی مہاجن ساہوکار کی صورت میں نہیں آئے گا کہ لوگوں کو اپنی اسامیاں ٹھہرا کر روپیہ تقسیم کرے

(اس سے وہ تاویلیں غلط ہوئیں جو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا انعامی اشتہار جاری کرنا، مال تقسیم کرنا ہے اور کوئی لینے والا نہ ہو گا جیسا کہ محمد احسن امروہی نے بھی ایک جگہ کہا ہے۔ دوسرا یہ کہ انبیاء درہم و دینار وراثت نہیں چھوڑتے۔ مرزا صاحب کی وراثت میں زمین جائداد نقدی زیورات وغیرہ تقسیم ہوئے تھے یا نہیں؟ بہاء)۔

اور اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت مسیح آئیں گے تو نماز کے بارہ میں آپس میں مہدی و مسیح تواضع کریں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے کہ وہ امام ہو یا یہ امام ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں جو امام مہدی کے متعلق ہیں کل مجروح و مخدوش ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں کہلا سکتی۔... ماسوا اس کے ان حدیثوں کے مخالف ایک دوسری حدیث ہے لا مھدی الا عیسی جو ابن ماجہ اور مستدرک میں لکھی ہوئی۔ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے...

سوال۔ عیسی اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہو گی میں نہیں سمجھتا کہ یہ اعتراض کیوں پیش کیا ہے۔ ہر ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اولاد بھی ہو جاتی ہے ہاں اس صورت میں اعتراض ہو سکتا تھا کہ اب تک میں نے کوئی نکاح نہ کیا ہوتا، یا اولاد نہ ہوتی۔ نکاح موجود ہے اولاد بھی چھ لڑکے ہیں (مسیح بننے کے بعد تو کوئی نکاح نہیں کیا، اور مسیح بننے کے بعد لڑکے صرف تین ہوئے جن میں ایک مر گیا ۔ دو لڑکے تو عاق کئے ہوئے تھے، انہیں کیوں شمار کیا گیا ہے۔ بہاء) اور یہ اعتراض جو مسیح کا آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جانا ضروری ہے۔ اول تو یہ قبل از وقت ہے کیونکہ ابھی تک میں زندہ ہوں (لیکن اب تو مر چکے ہیں، اب کیا جواب ہے۔ بہاء) پھر ماسوا اس کے... اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھودی جاوے اور یہ نبی کی قبر کی توہین اور تحقیر ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی بھی روحانی طور

پر ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے قریب قریب اس کا مرتبہ ہوگا اور وہ بہشت جو میری قبر کے نیچے ہے اس سے وہ پورے طور پر حصہ پائے گا۔ ...اور یہ حدیث جو آپ نے لکھی ہے کہ مہدی فلاں خاندان سے ہے اور اس کے باپ کا نام یہ ہوگا، ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیثیں کل مردود اور موضوع ہے۔ قابل توجہ نہیں ہیں کیونکہ قرآن اور احادیث صحیح کے مخالف ہیں جب کہ یہ حدیث اسی صحاح ستہ میں موجود ہے لا مھدی الا عیسی۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۳-۴)

مکتوب قادیانی بنام حکیم نورالدین:

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ..معلوم نہیں اب آنمکرم کی طبیعت کیسی ہے۔ خدا تعالی اپنے فضل وکرم سے جلدتر شفا بخشے۔ اس عاجز کو آنمکرم نے قادیان کی سڑک پر لیکھ رام کے اشعار دیئے تھے، ان کی طرف خیال کرنا ایسا فراموش ہوگیا کہ کبھی یاد نہ آیا۔ آنمکرم نے ایک دو مرتبہ لکھا بھی تھا پھر بھی بھول گیا۔ ان انشاء اللہ القدیر بقیہ مضمون جلد ختم کر کے اس طرف متوجہ ہونگا۔ بباعث علالت طبع و دورہ مرض حافظہ میں بہت قصور ہوگیا ہے۔ دو تین روز سے اس قدر دورہ مرض ہوا کہ ضعف بہت ہوگیا اور کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مطبع سے بار بار مطالبہ ہے کہ بقیہ مضمون بھیجنا چاہیے مگر طاقت نہیں کہ کچھ لکھ سکوں۔

فضل احمد کا خط نہایت غایت درجہ کی التجا سے آیا تھا کہ مولوی صاحب کی خدمت میں سفارش کریں کہ کوئی نوکری میرے گذارہ کے موافق کرا دیں۔ ۲۰ روپیہ میں اپنے عیال کا گذارہ نہیں کرسکتا۔ سو اگرچہ مصلحت وقت تا حال آنمکرم کو بہتر معلوم ہوگا لیکن اگر کچھ ہرج نہ ہو اور مصلحت کے برخلاف نہ ہو اور کچھ جائے اعتراض نہ ہو اور آنمکرم کچھ اس کی معاش کے لئے اس سے بہتر تجویز کرسکیں تو کر دیں، اگرچہ ابھی تک اس کا چال چلن تا حال قابل اعتراض ہے مگر شائد آئندہ درست ہو جاوے۔ ابرار اخیار جو متخلق باخلاق اللہ ہوتے ہیں کبھی مطابق آیت کریمہ و کان ابو ھما صالحاً پر عمل کر لیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دولڑکوں کے لئے حضرت خضر نے تکلیف اٹھائی اصل میں وہ اچھے چال چلن کے ہونے والے نہیں تھے بلکہ غالباً وہ بدچلن اور خراب حالت رکھنے والے علم الٰہی میں تھے لہذا خدا تعالی نے بباعث اپنی ستاری کی صفت کے ان کے چال چلن کو پوشیدہ رکھ کر ان کے باپ کی صلاحیت ظاہر کر دی اور... ایک خوشی کی وجہ سے دو بیگانوں پر رحم کر دیا۔ امید ہے کہ اپنی روانگی کے پہلے اس عاجز کو ضرور مطلع فرماویں۔

اس قدر لکھا تھا کہ پھر نہایت عاجزی سے فضل احمد کا خط آیا ہے کہ خدمت میں مولوی صاحب کے میری نسبت ضرور لکھیں۔ آنمکرم اس کو بلا کر اطلاع دیویں کہ تیری نسبت وہاں سے سفارش لکھی ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کسی کو اس کی نسبت سفارش کر دیں کہ وہ سخت حیران ہے اس کی ایک بیوی تو میرے پاس اس جگہ ہے اور ایک قادیان میں ہے۔

خاکسار۔ غلام احمد۔ لودہانہ محلّہ اقبال گنج (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۷)

معلوم ہوتا ہے کہ فضل احمد جموں کی طرف ۲۰ روپئہ ماہوار پر ملازم تھا۔ اسکی دو بیویاں تھیں۔ ایک مرزا صاحب کے ساتھ لدھیانہ میں تھی دوسری قادیان میں۔ لدھیانہ میں موجود بیوی سے مرزا غلام احمد نے اس کی ماں کے نام خط لکھوایا تھا کہ اگر محمدی بیگم سے مرزا کی شادی نہ کرواؤ تو مجھے طلاق مل رہی ہے اور مجھے یہاں سے قادیان لے جاؤ۔

اور مرزا صاحب نے ایک خط میں جو لکھا ہے کہ میں نے نورالدین کو لکھ دیا ہے کہ وہ فضل احمد کو کہہ دے کہ بیوی کو طلاق دینا ہوگی، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا بیٹا فضل احمد ان دنوں جموں وغیرہ میں ملازم تھا اور حکیم صاحب کے ذریعہ اس پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رئیس قادیان کی مالی حالت یہ تھی کہ اس کا بیٹا ۲۰ روپئے ماہوار پر گھر سے دور ملازم تھا، اور اپنے اخراجات کا رونا رو رہا تھا۔ مرزا صاحب کی جائیداد وغیرہ اس کے کسی کام نہیں آ رہی تھی۔ اور اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب، فضل احمد کو اچھی نوکری دلوا کر اسے اپنے حق میں ہموار کرنا چاہتے کہ وہ اپنی بیوی سے کہہ کر اس کی ماں کو مجبور کرے کہ محمدی بیگم کی شادی مرزا صاحب سے کر دی جائے۔

## مکتوب مرزا قادیانی بنام مرزا خدا بخش

...آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اس جماعت پر نظر ڈال کر جنہوں نے مجھ سے بیعت کی ہے اپنے دل سے یہ فتوی نہیں پاتا کہ وہ لوگ اس کاربرداری کا ذریعہ ہوسکیں کیونکہ قریباً اکثر لوگ ان میں سقیم الحال اور مسکین اور تنگ دست اور تنگ حال ہیں۔ اور بعض شائد ادنی درجہ کی وسعت رکھتے ہوں مگر ان کے لئے یہ سوال ابتلاء اور آزمائش ہوگا جس سے ان کی حالت بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، کیونکہ آج کل طبیعتوں میں سوءظن بہت ہے۔ جنہوں نے بیعت کی ہے بالفعل ان کی اسم نویسی ہوگئی، ابھی میرے پر نہیں کھلا کہ ان میں سے واقعی طور پر سچا معتقد اور مخلص کون ہے اور پھسلنے والا اور لغزش کھانے والا کون ہے..

ابھی ان کچے حالات والوں کو ٹٹولنا فراست ایمانی سے بعید ہے۔ میرا دل صاف شہادت دے رہا ہے کہ ابھی یہ لوگ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ مجھے آپ کے کام میں دل و جان سے دریغ نہیں، مگر جو طریق ہونہار نظر نہیں آتا، بلکہ اس میں فساد دکھلائی دیتا ہے اس کا اختیار کرنا آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔ لوگ ابھی نہایت کچے ہیں اور ادنی خیال سے بگڑنے پر مستعد اور نیز روحانی تعارف مجھ سے نہیں رکھتے۔ بہت باتیں ایسی ہیں جو اس خط میں قابل تحریر نہیں، اگر آپ روبرو ہوں تو آپ پر ظاہر کی جائیں۔ اس لئے بالفعل یہ راہ مسدود ہے اگر خدا تعالی نے چاہا تو کسی وقت کھل جائے گی۔ خدائے واحد جل شانہ شاہد ہے کہ اس عاجز کو آپ کی نسبت نہایت دل سوزی و ہمدردی ہے مگر آپ پر یہ آزمائش کا وقت ہے کہ کامیابی کی راہ میں مشکلات ہیں۔ آپ سب طرف سے پاس کلی کر کے خدا تعالی پر بھروسہ رکھیں اور استغفار بہت پڑھیں۔ مجھے کبھی کبھی اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔ اگر وہ ہندو، مسلمان ہونے پر کیسا ہی مستعد معلوم ہو مگر میری رائے میں بہتر ہے کہ اس سے بھی قطع امید کر کے اپنے مولا غفور رحیم پر نظر رکھیں تا وہ کوئی راہ پیدا کرے..

اس پریشانی سے جو آپ لاہور میں گذارتے ہیں اگر آپ میرے پاس رہتے تو بہتر تھا ۔ مجھے آپ کے بارے میں دل میں درد اور فکر ہے مگر ایمانی غیرت مندی کی وجہ سے ایسے لوگوں کی طرف دامن سوال پھیلانے سے کارہ ہوں جن کی صحت خلوص و اعتقاد میں مجھے کمال درجے کا شک اور ان کے بگڑ جانے کا قریب قریب یقین کے گمان ہے۔ خصوص ان دنوں میں جو ہر طرف سے فتنے اور سوء ظن کی آوازیں سنتا ہوں.... خاکسار غلام احمد ۷ امئی ۱۸۹۹ء

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خدا بخش نے مرزا قادیانی کو کسی کام کے لئے لکھا تھا، شائد اپنی مالی مشکلات ظاہر کر کے مرزا قادیانی کی معرفت ان کے مریدوں سے تعاون مانگا تھا، لیکن اس خط میں مرزا صاحب نے اپنے سابقون الاولون کا ستیاناس کر دیا ہے۔ انہوں نے ان کے اخلاص و اعتقاد پر قریب قریب یقین کے بگڑ جانے کا گمان ظاہر کیا ہے۔ یہ خط لدھیانہ والی بیعت کے معاً بعد لکھا گیا ہے جس کے متعلق مرزائی کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ احمدیہ کا قیام تھا۔ مرزا فرماتے ہیں:

اول بلدةٍ با یعنی الناس فیھا اسمھا لدھیانہ۔ وھی اول ارضٍ قامت الاشرار فیھا للاھانۃ۔ فلما کانت بیعۃ المخلصین، حربۃً لقتل الدجال، باشاعۃ الحق المبین، اشیر فی الحدیث ان المسیح یقتل الدجال علی باب اللدّ نا لضربۃ الواحدۃ فاللد ملخص من لفظ لدھیانہ کما لا یخفی علی ذوی الفطانۃ۔ (الہدی ص۹۲ حاشیہ)

یعنی اس بیعت کو مسیح کا حربہ کہا گیا۔لیکن یہ بیعت تو اس وقت ہوئی تھی جب مرزا کا مسیحیت کا کوئی دعوی ہی نہیں تھا، اور ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح آسمان پر ہیں اور وہاں سے تشریف لائیں گے۔اور اس موقع پر بیعت کرنے والوں کے متعلق مرزا کے خیالات اوپر خط میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ بہاء)

مرزا قادیانی بنام ایک شیعہ :مکرمی اخویم مولوی سید حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا، تعجب ہے کہ جس حالت میں اس عاجز کے الہام کی نسبت شکوک وشبہات ہیں تو میرا الہام کیونکر آپ کیلئے تسلی بخش ہوگا۔ یہ تمام دعوی بھی الہام ہی پر مبنی ہیں .... علماء کے اتفاق سے باغ فدک غنیمت کی اس قسم سے تھا جس کو فئے کہتے ہیں۔ چنانچہ علمائے شیعہ بھی اس کے قائل ہیں۔اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہوتا ہے کہ فئے میں نہ ہبہ ہوسکتا ہے نہ تقسیم ہوسکتی ہے۔اس صورت میں اگر حضرت فاطمہؓ نے فدک کا دعوی کیا تو حضرت فاطمہؓ کی غلطی ہے۔قرآن شریف بتاتا ہے کہ فئے ایک مشترک چیز ہے جس میں مہاجرین ابن السبیل اور ذوالقربے وغیرہ سب داخل ہیں، پھر وہ حضرت فاطمہؓ کو کیوں دیا جاتا۔ چنانچہ یہی مقدمہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت حضرت علیؓ وحضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا اور ہر ایک نے اپنے حق کا دعوی کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کے حوالہ اس شرط سے کر دیا کہ وہ اس کے متولی ہو کر وہ تمام حقوق ادا کریں جو قرآن شریف میں درج ہیں۔ اور انہوں نے تقسیم کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی ۔حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا کہ باغ فدک آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا مگر حضرت عباسؓ نے اس کی تکذیب کی اور اس کی صحت سے انکار کیا غرض فئے میں نہ تقسیم ہوتی ہے نہ ہبہ... باقی رہا یہ وہم کہ حضرۃ فاطمہؓ نے دعوی کیوں کیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے کچھ ملتا ہوگا اور شاید آنحضرت ﷺ نے مجمل طور پر کچھ فرمایا ہوگا۔سو بشریت سے حضرت فاطمہؓ کے اجتہاد میں غلطی ہوئی کہ انہوں نے کہہ دیا کہ یہ سب میرا مال ہے اور قابل تقسیم ہے۔علاوہ اسکے اس آثار کے لفظ محفوظ نہیں۔خدا جانے حضرت فاطمہؓ نے کیا کہا اور راوی نے کیا یاد رکھا۔قرآن شریف مقدم ہے اگر حضرت فاطمہؓ جناب الصدیق رضی اللہ عنہ سے آزردہ ہوئیں تو کچھ بات نہیں۔ جب وہ خود غلطی پر تھیں تو ان کی آزردگی کچھ چیز نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ خلیفۃ اللہ تھے ان کا حکم خدا کا حکم تھا۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اکتوبر۱۹۰۳ءص ۱۳)

مکتوب مرزا قادیانی بنام مولانا احمد اللہ امرتسریؒ

(یہ خط ان دنوں لکھا گیا جن دنوں مولوی احمد اللہ اس سلسلہ عالیہ کی طرف توجہ رکھتے تھے اور مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف انہوں نے زبان نہ کھولی تھی ،اور پوری یک سوئی بھی نہ تھی ۔اڈیٹر الحکم)

مکرمی اخویم مولوی احمد اللہ السلام علیکم : افسوس کہ مجھے دہلی سے واپس آنے کے وقت آپ سے ملاقات رہنے کا اتفاق نہ ہوا۔ ہر چند ارادہ تو تھا کہ چند روز آپ کی ملاقات کیلئے امرتسر میں ٹھہر جاؤں مگر اہل وعیال ساتھ تھے اور میں بوجہ خارش مجبور تھا اس وجہ سے ٹھہر نہ سکا۔اور اس جگہ آ کر بیماری خارش اس قدر ترقی کر گئی کہ ابھی سفر کرنے میں بکلی مجبور ہوں۔ بایں ہمہ آپکی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے اور تمنائے قلبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو کر بعض امور واجب الاظہار آپ کی خدمت میں عرض کئے جائیں لیکن بوجہ سخت مجبوری بیماری مذکورہ کے امرتسر میں نہیں جا سکتا اور چونکہ خارش امراض مزمنہ میں سے ہے اس لئے معلوم نہیں کہ کب تک اس سے شفا حاصل ہو۔

آج غلبہ شوق ملاقات کی وجہ سے اور نیز بنظر محبت واخلاص آنمکرم کے یہ خیال آیا کہ اگر آنمکرم کو اسی جگہ آنے کی تکلیف دوں تو امید قوی ہے کہ دریغ نہ فرماویں گے لہذا مکلّف ہوں کہ براہ مہربانی صرف تین چار روز کے لئے ضرور تشریف لاویں۔آپ کی آمد و رفت کا خرچ میرے ذمہ ہوگا...اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوۃ کا دعوی نہیں کرتا اور نہ معجزات کا منکر ہوں اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائکہ کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدہ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر یہ لوگ پھر بھی تکفیر سے باز نہیں آتے...

از قادیان ۲۱ نومبر ۱۸۹۱ء (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۵)

یہ خط مباحثہ دہلی کے فوراً بعد کی بات ہے، دہلی میں تو خسر کی بیماری کا بہانہ کیا تھا، اب اپنی خارش کا ذکر ہے، جو مرزا صاحب کی بیماریوں کی فہرست میں ایک اور بیماری کا اضافہ ہے۔اور مرزا صاحب امرتسر سے قادیان یعنی ۳۵ میل کے سفر کا خرچ ادا کرنے کی پیش کش کر کے حاتم طائی کی قبر پر ٹانگ چلا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا احمد اللہ رؤساء امرتسر میں شمار ہوتے تھے۔

مکتوب مرزا قادیانی بنام قاضی نذر حسین اڈیٹر اخبار قلقل بجنور۔روہیل کھنڈ

مجی اڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ کے پرچہ اخبار قلقل میں میرے دعوی کی نسبت جو مضمون شائع ہوا ہے میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کے جواب میں مجھے مفصل تحریر کی فرصت نہیں ہے۔ میں چند ماہ سے بیمار ہوں اور

ابھی بہت کمزور ہوں ۔ یہ سچ ہے کہ میرا دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود ہونیکا ہے۔ میں اپنی کتابوں میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انیس سو برس سے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور کسی زمانہ میں واپس آ کر دنیا کی عدالت فرمائیں گے ...

دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود و مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا، تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ والسلام فقط غلام احمد

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۹)

اس خط سے مرزا صاحب کا دعوی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انجام پر نظر رکھی جائے۔ اگر انہوں نے کسر صلیب وغیرہ کر دیا تو سچے، اگر نہ کر سکے تو جھوٹے۔

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۶ء کے نصف تک کسر صلیب نہیں ہوا تھا، اگر کسر صلیب ہو چکا ہوتا، تو مرزا صاحب انتظار کرنے کے لئے نہ کہتے ، بلکہ فرماتے کہ میں نے وہ کام ، یعنی کسر صلیب ، کر دیا ہے جو مسیح کو کرنا تھا۔ اس خط کے ۲۲ ماہ بعد مرزا صاحب کی موت واقع ہوئی۔ قادیانی حضرات کو بتانا چاہیے کہ ان بائیس مہینوں میں مرزا صاحب نے وہ کون سا نیا کام کیا ہے جسے کسر صلیب کہا جا سکے۔ ایسے نئے کام کی عدم موجودگی میں یہی ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب وہ کام نہیں کر سکے جو مسیح کو کرنا چاہیے تھا۔

# قادیان بمقابلہ بریلی

ایک قادیانی نامہ نگار لکھتا ہے:

بریلی میں آج کل مخالفین سلسلہ احمدیہ نے بہت شور مچا رکھا ہے اور ہماری جماعت کے معزز بزرگ مخدومی مکرمی مولوی محمد احسن کو امروہہ سے مباحثہ کے لئے بلایا ہے۔ اگرچہ ایسی صورت میں جہاں مخالفانہ جوش نے ایک وحشیانہ رنگ اختیار کیا ہوا ہے، ایسے لوگوں کی طرف توجہ کرنا مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ معاندین سوائے دنگہ فساد کے کوئی نیک نیت رکھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے، تاہم حضرت مولانا نے باطل پرستوں پر حجت قائم کرنے کیلئے ان کے خط متعلقہ شرائط کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم اصل خط معہ جواب ناظرین کے مطالعہ کے لئے درج کرتے ہیں:

حضرت مولانا مقتدانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احمد حسن مہتمم مدرسہ مصباح التہذیب نے یہ چار شرائط لکھ کر بھیجے ہیں بجنسہ نقل پیش کش کرتا ہوں۔ اولاً یہ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے جملہ دعاوی کو قلم بند کر کے مناظر وکیل مجاز منجانب خود مقرر کریں اور اقرار لکھ دیں کہ اگر یہ شخص ان دعاوہی کو ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ کر سکے تو ہم مع اپنے مریدین کے اپنے دعاوی سے تبری اور توبہ کر لیں گے۔

ثانیاً ادلہ شرعیہ وکتب جن سے سند لائی جاوے گی، مقرر کر دی جائیں۔

ثالثاً مناظرہ تقریری ہوگا۔ یہ اختیار ہے کہ مجمع عام خواہ جلسہ خاص بہ تعداد معینہ ہو۔

رابعاً حکم مقبولہ طرفین مقرر ہونا ضروری ہے کہ فیصلہ حکم فریقین کو منظور ہوگا۔

چونکہ مناظر صاحب امروہی ظاہر کئے گئے ہیں، لہذا بندہ انہیں کے ہم وطن اعنی مولوی احمد حسن امروہی کو حکم قرار دینا مناسب سمجھتا ہے۔ فقط۔ جواب باصواب سے جلد تر مطلع فرمایا جاوے۔ بندہ احمد حسن بریلوی عفی اللہ عنہ

یہ نقل حرف بحرف مہتمم صاحب کے قلم کی لکھی ہوئی ہے ایک حرف کا فرق نہیں ہے۔ آج کچھ زبانی گفتگو اس عاجز سے اور مولوی مدرس مدرسہ مذکور سے ہوئی تھی۔ حضرت اقدس کے دعاوی کی نسبت فرماتے تھے کہ قرآن وحدیث سے ثبوت چاہیے۔ بندہ نے کہا اگر ثبوت دیا جائے تو پھر آپ کو عذر کرنے کا موقع نہ ہوگا۔ جب دعوی صحیح ثابت ہوگیا تو حکم وعدل ہونا ان کا امور دینی سے ثابت ہوگیا۔ فرمانے لگے امور دینی میں تو ہم نہیں مانیں گے۔ پھر فرمایا ہمارے واسطے اس وقت بھی ماننا ضروری امر نہیں ہے اس طرح کے خیال سے تحقیق حق ثابت نہیں ہوتی ضد اور نفسانیت معلوم ہوتی ہے لہذا عرض ہے کہ جس طرح حضور والا کی رائے میں آوے جواب تحریر فرما دیجئے

محبّ مکرم حافظ تصور حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شرط اول محض لغو اور باطل ہے کیونکہ حضرت اقدس کی کتابیں متحدیانہ معجزانہ اور متضمن اثبات دعاوی اور نیز خاکسار کے رسائل تمام دنیا میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان دعاوی کا ثبوت کالشّمس فی النہار واضح ہو چکا ہے لہذا اب تو یہ دعاوی اور مسائل قد تبیّن الرّشد من الغیّ کے مصداق ہو گئے ہیں۔ پس مخالف پر لازم ہے کہ ان کتابوں کو دیکھے اور جواب دیوے۔ ورنہ یہ درخواست بصورت شرط کے جو سائل نے کی ہے محض لغو ہے۔ اور تحصیل حاصل کیونکہ و الّذین ھم عن اللغو معرضون قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بے بصیرت مصداق علی ابصارھم غشاوۃ کو

ان دعاوی اور مساوی کی حقیقت نظر نہ آوے تو اس طرف سے صرف اس قدر اجازت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنا شک وشبہ تحریراً ہمارے روبرو پیش کرے۔ زبانی کوئی قول اس کا مسموع نہ ہوگا۔ ہم اس شبہ محررہ کا جواب جس قدر اوراق میں چاہیں گے انشاء اللہ اسی جلسہ میں پیش کریں گے۔ اسی طرح پر سائل اپنا شک وشبہ پیش کرتا رہے، ہم اس کا جواب لکھ کر پیش کرتے رہیں گے پھر وہ طبع ہوکر شائع ہوجائے گا۔ تحریر کی شرط اس لئے کی ہے کہ فریقین میں سے کسی کو انکار یا تبدیل تحریف اپنے قول کی گنجائش نہ رہے۔ اور حضرت اقدس کے اقرار وغیرہ کے لکھنے کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کیونکہ ہم خود اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت اقدس مصداق ثانوی وما ارسلناك الا رحمة! للعالمین کے ہیں اور آنحضرت (مرزا) کے جملہ دعاوی کو ہم نے ادلہ شرعیہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اور دلائل عقلیہ اور تائیدات الٰہیہ سے ثابت کر دکھلایا ہے پس مخالف ہم سے ہی اپنا شبہ رفع کرلیوے۔ البتہ بحکم دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید کے ہم بھی بمقابلہ شرط اول مخالف کے یہ شرط اول کرتے ہیں کہ مناظر طرف ثانی کل ہندوستان کے مشاہیر علماء وفضلاء وفقراء سجادہ نشینوں کی طرف سے یہ لکھوا کر شائع کرا دیوے کہ اگر ادلہ شرعیہ مذکورہ سے علی منہاج النبوت حضرت اقدس کے دعاوی یا مسائل کو ہم نے حق اور صحیح ثابت کر دیا تو یہ تمام مشاہیر نام کے علماء وفقراء اپنی مخالفت سے توبہ...کا اشتہار شائع کر دیویں گے اور یہ شرط ہماری بجائے خود واجب القبول ہے کیونکہ کتب متحدیانہ ومعجزانہ سلسلہ احمدیہ کی تمام دنیا میں شائع ہوچکی ہیں۔ معہذا اس شرط سے ہم ایسے ادانی..طلبہ علم کے ساتھ بھی مناظرہ کرنے کو موجود ہیں مگر صرف تحریراً تا کہ حق وباطل حاضرین جلسہ اور غیر حاضرین پر واضح ولائح ہوجائے اور تبدیل وتحریف اپنے قول کی کسی کو گنجائش نہ رہے۔ یہاں تک شرط اول دوم سوم کا جواب شافی وکافی آ گیا جو محض لغو اور باطل تھیں۔

اور شرط چہارم کا جواب یہ ہے کہ بحکم محکم ومنصوص قرآن مجید فلا وربک لا یومنون حتّی یحکّمو ك فیما شجر بینهم ثمّ لا یجدوا فی انفسهم حرجاً ممّا قضیت و یسلّموا تسلیماً کے ہم اور کسی کو سوائے کتاب وسنت صحیحہ کے حکم مقرر نہیں کر سکتے کیونکہ ان دعاوی اور مسائل میں ادلہ محکمہ شرعیہ قطعی فیصلہ کر چکی

ہیں ۔ چہ جائے مولوی احمد حسن صاحب کی کیونکہ وہ تو مامور من اللہ کے مباہلہ کے نیچے اپنی میعاد معینہ میں یعنی تیسرے سال آ چکے ہیں دیکھو دافع البلاء صفحہ ۱۵ تا ۱۸ کو اور پھر نظر ثانی دیکھو جو مولوی صاحب کے خاص گھر میں ہی تین موتیں ان کی زوجہ اہل خانہ اور نواسہ اور نواسی پر طاعون سے واقع ہو چکی ہیں ۔ آپ ان سے دریافت کر لیجئے ۔ علاوہ بریں مولوی صاحب باوجود قرب اور امروہی ہونے کے اس دشت پر خار مباحثہ اور لق و دق مناظرہ میں ایسے طفل مکتب ہیں کہ آج تک ہمارے مقابلہ میں ایک قدم تک نہیں رکھ سکے ۔ اگر فریق ثانی کو اس میں بھی شک ہو تو اس امر کو بھی ان سے دریافت کر لیوے ۔ پس وہ کیونکر حکم ہو سکتے ہیں ۔

اے حافظ صاحب جو شخص یہ کہتا ہے کہ بعد ثبوت کے ادلہ شرعیہ سے بھی ہم پر ماننا ضروری نہیں ہے ایسے شخص سے کیا گفتگو ہو سکتی ہے ..... والسلام خیر ختام محررہ ۱۷ جون ۱۹۰۵ء راقم محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ۔ (اخبار بدر قادیان ۲۲ جون ۱۹۰۵ء ص ۳)

ملاحظہ فرمائیں کہ قادیانی حضرات نے مسلمانوں کی پیش کردہ شرائط مناظرہ سے کس خوبی سے پیچھا چھڑایا ہے ۔ کسی کو ثالث نہیں مانتے ، حالانکہ مرزا صاحب نے خود بھی چند مقامات پر ثالثوں کی تقرری تسلیم کی ہے ، جیسا پیر مہر علی شاہ کے ساتھ لاہور والے مجوزہ مقابلہ تفسیر نویسی میں مولوی محمد حسین وغیرہ کو ثالث مقرر کرنے کی تجویز دی تھی ۔

❁ انی مھین من اراد اھانتک : ایک قادیانی نامہ نگار لکھتا ہے:

بریلی میں غریب حافظ تصور حسین احمدی پر محض اس وجہ سے کہ وہ احمدی ہے جو ستم وہاں کے مخالف مسلمانوں نے روا رکھے ہیں ناظرین الحکم کو میں پہلے سنا چکا ہوں ۔ ان ساری بیجا تعدیوں کے بانی مبانی مولوی احمد رضا خاں تھے ۔ حال میں بریلی سے ایک مقدمہ کی مختصر روئیداد میرے پاس پہنچی ہے جو اس الہام کی تصدیق کر رہی ہے اس لئے میں اسے بجنسہ یہاں درج کرتا ہوں ۔

جناب اڈیٹر صاحب ...آپ بریلی کی حالت سے تو واقف ہو ہی چکے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں کی طرف سے ہم کو بے حد اذیتیں پہنچیں اور پہنچ رہی ہیں مگر انّی مھین من اراد اھانتک حضرت اقدس کے الہام کی ایسی تصدیق ہوئی ہے کہ باید و شاید ۔

مولوی صاحب موصوف جب ہم لوگوں پر خوب ہاتھ صاف کر چکے تو وہابیوں کی طرف رجوع ہوئے اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابوں سے نکتہ چینی کر

کے ایک دوسرا فتویٰ مرتب کیا اور اس میں لکھ دیا کہ یہ لوگ ایسے کافر ہیں کہ اگر ان سے کپڑا چھو جائے تو بغیر کٹوائے پاک ہو ہی نہیں سکتا، اور مولوی ہدایت رسول کو لکھنؤ سے بلا کر جا بجا وعظ کہلوانا شروع کرا دیا۔ سبحان اللہ! وعظ کیا تھا اچھا خاصہ تبرا تھا۔ علماء کے نام لے لے کر وہ مغلظات گالیاں علانیہ دی جاتی تھیں کہ معاذ اللہ، اور جہلاء کو یہ بتسمہ دیا جاتا تھا کہ تم لوگ صرف رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب جانتے رہو، روزہ نماز اگر نہ بھی کرو گے، تو تمہاری حضرت قیامت کے دن شفاعت کر لیں گے، مگر یہ لوگ قطعی جہنمی ہیں، جن کی پیشانی پر گٹھ پڑا ہوتا ہے اور نیچا کرتا نیچی داڑھی رکھتے ہیں، حضرت رسول خدا کو عالم الغیب نہ جاننے والے شفاعت سے محروم ہیں، ان عابدوں سے تم گنہگار ہزار درجہ اچھے ہو۔

پس جاہل اترائے پھرتے تھے اور ہر کسی سے بھڑ پڑتے تھے اور نصیحت کرنے کے لئے مرنے کو موجود بیچارے طلبہ اور عالم الغیب نہ جاننے والوں کی عافیت تنگ کر دی مسجدوں میں جا جا کے یورش کرنا، علانیہ کافر مردود وملعون کہنا شروع کر دیا۔ پھر اودھر سے بھی وعظ شروع ہوئی، انہوں نے بھی ہرنا گفتنی کا اظہار کیا۔ غرض دونوں فریق ایک دوسرے کے منہ سے کافر بن گئے۔

اب مولویصاحب کو یہ سوجھی کہ جوان کے پاس گیا اس کو ان مولویوں کی کتابیں دکھانا اور کافر کہلانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ایک طالب علم پر کچھ زیادہ سختی کی، اس نے عدالت مجسٹریٹ جھٹ دعویٰ کر دیا۔ جب مولوی صاحب کے پاس ثمن طلبی عدالت سے پہنچا تو عذر کیا کہ میں بیمار ہوں اور گوشہ نشین ہوں، حاضر عدالت ہونے سے معذور ہوں، میرا وکیل جواب دہی کرے گا۔ عذر مسموع نہ ہوا، پھر درخواست کی کہ عدالت میں مجھ کو کرسی ملنا چاہیے۔ ہر چند وکلاء نے بھی سفارش کی منظور نہ ہوئی۔ اس کے بعد صاحب ضلع کے یہاں اپیل کی گئی کہ کرسی ملنا چاہیے منظور نہ ہوئی۔ آخر مولوی صاحب نے صلح طرفین کی سفارش کرائی اور تاریخ موعود پر معرفت وکیل کے یہ درخواست گذرانی کہ راضی نامہ ہوتا ہے، تاریخ مقدمہ ۳۔ اکتوبر منظور فرمائی جاوے۔ حکم ہوا کہ بے حاضری مدعا علیہ منظور نہیں ہوسکتی۔

آخر مولوی صاحب کو حاضر ہونا پڑا، اور باضابطہ طرفین سے چار چار آدمیوں کے مچلکے ہو گئے۔ ایک طالب علم کے پاس کھڑے ہونے سے عار کرتے، آخر خدا نے اس تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ آج ۲۷ ستمبر کو فیصلہ ہو گیا کہ کوئی کسی علانیہ کافر مردود وغیرہ نہ کہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

 قادیانی اخبار میں ایک مضمون بایں الفاظ درج ہے:

چوں خدا کواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں کند

بریلی میں ایک شہرت طلب انسان ہے جسکا نام ملا احمد رضا خان مشہور ہے۔ آپ نے کچھ عرصہ سے ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ سردار کاہن اور فریسیوں کی طرح مسیح (یعنی مرزا) کے شاگردوں (یعنی قادیانیوں) کو ہر طرح اذیت اور ضرر پہنچایا جائے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ ایک قلمی فتوے سے تمام شہر کے مسلمان پیشہ وروں کو احمدیوں کی خدمت سے روک دیا ہے۔ سقے پانی نہیں دیتے۔ ایک ہندو کھاری سے پانی لیا جاتا ہے، یا خود بھرا جاتا ہے۔ دھوبی کپڑا چھونا گناہ سمجھتا ہے۔ قصاب گوشت دینا حکم عدولی تصور کرتا ہے۔ پنہاری آٹا پیسنے کو گناہ کبیرہ خیال کرتی ہے۔ مزدور کام کرنے میں قانون رضا کے کسی دفعہ کے نیچے آنے کا خوف رکھتے ہیں۔ ایک احمدی گھر سے باہر نکلا تو اس کے پیچھے شور ہے: کافر رے، سور رے، لی جئو رے، مرزائی رے، لاحول ولاقوۃ، وغیرہ۔

یہ ہیں وہ سلوک جو مولوی صاحب موصوف کے پاک ارشاد سے غریب احمدیوں کے ساتھ کئے جاتے ہیں جن سے تنگ آ کر آخر ایک غریب معہ اہل وعیال وطن مالوف سے ہجرت کر کے اپنے آقا و امام کے قدموں میں آ گرا ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ یسوع کے حواریوں کی طرح مسیح محمدی کے مرید بھی تنگ آ کر اپنے آقا سے برگشتہ ہو جاویں گے استغفر اللہ: یہ بہادر ہیں کہیں آنکھ چرانے والے۔ استقامت ہی مخالفوں کے لئے حضرت امام کی صداقت کا نشان تھی (پھر مثیل مسیح، کی مماثلت کیوں کر ہوئی؟ بہاء) اور لازم تھا کہ آنجناب توبہ کرتے اور مخالفت سے باز رہتے مگر انّی مھین من اراد اھانتک کا کوڑا ان کو کب باز رہنے دیتا تھا۔ آخر غیر مقلدوں سے بھی پٹے، کمرہ عدالت کی بھی سیر کرنی پڑی، کرسی باوجود مانگنے کے نہ ملی وغیرہ۔ اس پریشانی اور سرگردانی کی حالت میں آپ حج کیلئے روانہ ہو گئے۔ وہاں جو گت بنی اور جس جھوٹ وحیلہ سازی سے اس خود پرست انسان کو کام لینا پڑا، وہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے یہ عبارت غیر مقلدوں کے ایک مطبوعہ خط آمدہ از مکہ معظّمہ سے لی گئی ہے:

> بعد چند روز کے سنا گیا کہ انہوں (یعنی احمد رضا) نے کوئی رسالہ لکھا ہے اور اس پر بعض علماء کی مہریں کرائی ہیں اور اس کی تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ایک رسالہ قادیانی کے رد میں لکھا ہے اور اس پر شیخ صالح کمال نے تقریظ لکھی اور اس کے بعد اور بعض علماء نے لکھی ان کے نام بھی معلوم ہو گئے۔ جب یہ متحقق ہو گیا تو شریف کے کان تک یہ پہنچایا

گیا کہ آپ نے صفائی... منع کر دیا تھا اور اب انہوں نے تقریظ لکھی اور مہریں لگائیں بعض حاضرین نے کہا وہ تقریظ اور مہر اس مسئلہ پر نہیں یعنی قادیانی کا ردّ۔ اور شریف صاحب نے خاص علم غیب کے متعلق منع فرمایا تھا۔

اس پر شریف صاحب تو خاموش ہوئے لیکن جس نے یہ تقریر کی تھی اس نے کہا کہ نہیں سیدنا نے مطلقاً ان کی تحریر پر مہر لگانے پر منع کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح سب سے کہہ دیا تھا اور تمام شہر میں اسی طرح شائع ہو گیا۔ اس کلام کے بعد شریف نے بھی اس کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں ہم کو بھی یاد تو ایسی ہی ہوتی ہے کہ مطلقاً منع کیا تھا۔

اس پر محرک نے پھر تحریک کی اور کہ جناب اگر چہ انہوں نے دوسرے مسئلہ پر مہریں ثبت کرائی ہیں لیکن یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی قدیمی عادت ایسی ہے کہ ایک مسئلہ کی تصدیق کرا کے پھر اس کے ساتھ متعدد اور بڑھا کر سب کو ذیل تصدیق میں شامل کر کے طبع کرا دیتے ہیں اس کی نظائر ہند میں ہو چکی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایسے شخص کی تحریر پر جس کی ایسی عادت ہو، مجددیت کا خبط دماغ میں سمایا ہو ہر طرز عمل میں اپنا متبوع اور مقتدا ہونا مطلوب ہو، ہرگز یہاں سے کسی طرح تصدیق ہونا مناسب نہیں، کیونکہ اس تحریر کے ذریعہ سے ہندوستان میں جا کر اپنے مفاسدانہ مسئلہ میں بہت کچھ مدد لے سکتا ہے۔

اس پر شریف صاحب نے فرمایا کہ اچھا وہ رسالہ تو منگانا چاہیے دیکھیں کس کس نے کیا کیا اس پر لکھا ہے۔ اور اس خطاب میں سید محمد نائب حرم اور فقیہ احمد مفتی حنابل کی طرف اشارہ کیا۔ ان دونوں نے وہ رسالہ مولوی صاحب بریلوی سے طلب کیا۔ اول تو انہوں نے لیت ولعل کی۔ بعدہ صاف انکار کر دیا۔ نائب الحرم وغیرہ اس خیال میں رہے کہ شریف صاحب سے حکم نامہ لے کر جبراً لے لیا جاوے، انہوں نے یہاں سے کوچ کر دیا اور جدہ جا کر بیٹھ رہے۔ چنانچہ جدہ گئے ہوئے کئی روز ہوئے۔ اور آج معلوم ہوا ہے کہ اب تک جدہ میں ہیں۔ ایک شخص کے پاس یہاں مکہ میں ان کا خط بھی آیا۔ ایک شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ وہاں انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے اور مشتہر کر دیا ہے کہ مکہ میں میرے مخالفین نے بہت زور لگایا لیکن میں سب پر غالب آیا اور تمام مکہ کے علماء اور اکابر میرے معتقد اور مرید ہو گئے۔

یہاں ان کے جانے کے بعد یہ ہوا کہ شریف صاحب کا ان لوگوں پر عتاب ہوا جنہوں نے رسالہ قادیانی پر مہریں لگائیں تھیں۔ بالخصوص شیخ صالح کمال پر زیادہ، یہاں تک کہ ان کو مجالس مشورہ سے خارج کر دیا۔

یہاں شریف صاحب کے یہاں مقدمات شرعیہ کے واسطے ایک مجلس شوری بھی ہے۔ شیخ صالح کمال بھی اس میں شامل تھے۔ اس وقت وہ اس مجلس سے برخواست کئے گئے افتا میں شریف مرحوم ہی کے وقت ہی میں برخاست کر دیئے گئے تھے۔

یہ کیفیت مولوی صاحب بریلوی کی صحیح صحیح بلا کم وبیشی کے بیان کی گئی اس میں ذرہ تفاوت نہیں۔ ہاں اگر کاتب الحروف کہیں کوئی لفظ بھول گیا ہو تو ہوسکتا ہے لیکن وہاں بھی معنی کا تحفظ یقینی ہے۔،

ناظرین! ایک طرف اس شخص کی مخاصمت اور دشمنی کا خیال فرماویں کہ مکہ معظّمہ جیسے پاک شہر میں بھی اس کی اندرونی ...کم نہیں ہوئی دوسری طرف انّی مھین کے آسمانی ڈنڈے کا بھی دھیان کرلیں کہ وہ کس طرح عصائے موسیٰ کی طرح سانپ بن کر تعاقب کر رہا ہے۔

حج شریف سے آپ (یعنی احمد رضا) واپس تشریف لے آئے ہیں اور وعظ فرمانے شروع کر دیئے ہیں۔ آپ کی عدم موجودگی مطالعہ مذکور میں کسی قدر کمی کا باعث ہوئی تھی مگر یقین غالب ہے کہ مولوی صاحب سلسلہ احمدیہ کی مخالفت سے اپنے نامہ اعمال میں کچھ اور نیکیاں زیادہ کریں گے (جیسا کہ ان کا اعتقاد معلوم ہوتا ہے) اور جماعت جہلاء کو اپنے سردار کی خوشی اور فرمان برداری کا موقعہ ملے گا۔ مگر یاد رہے: رنگ لائے گی ہماری آہ ظالم ایک دن۔ سنا گیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری پر سٹیشن سے لے کر شہر تک سڑک سجی ہوئی تھی، سبیلیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہاتھی پر سوار بڑے کروفر سے چلے آتے تھے۔ یہ شان وشوکت کا استقبال کیوں تھا۔ محض اسلئے کہ آپ احمدیوں کے خلاف فتوی لائے ہیں۔ ورنہ جس شرم ساری اور ناکامی سے آپ کو مقدس زمین سے واپس آنا پڑا اور نبی کریم ﷺ کے مرقد مبارک کی زیارت بھی نہ ہوئی اس قابل تھا کہ ان کو وہی خطاب و القاب دیئے جاتے جن سے احمدیوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ کیا گورنمنٹ عالیہ اب بھی توجہ نہ فرمائے گی۔ عاجز عبدالرحیم۔ ۶؟ اگست ۱۹۰۶ء۔ (بدر ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء ص ۱۲۔۱۳)

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے بریلی میں کس طرح قادیانی حضرات کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ اور آپ مکہ سے بھی قادیانیوں کے مخالف ایک فتوی لائے تھے۔

# چند کتابوں پر قادیانی تبصرے



## مرأۃ الحق پر تبصرہ

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ شاہ پور کے ضلع میں کسی نئے مخالف نے جنم لیا ہے جن کا نام غالباً مولوی یار محمد ہے اس کی کوئی مطبوعہ کتاب مرأۃ الحق ..وغیرہ آئی تھی، ان کا ذکر مولوی عبدالکریم نے کیا اور اس کے رسائل کا خلاصہ بیان کیا جن میں سے وفات مسیح بھی تھا۔حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ تعجب ہے ان لوگوں نے مسیح کی نسبت یہ عقیدہ رکھا ہوا ہے کہ وہ مردے زندہ کیا کرتا تھا، اور بعض پرندوں کا خالق بھی تھا، عالم الغیب اور شافی بھی تھا۔اور پھر یہ بھی مانتے ہیں کہ کہ وہ صاف آسمان پر چلا گیا۔ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ اسکی موت کی خبر اور پیش گوئی کہاں ہے؟ حالانکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی مسیح سے پوچھے گا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو۔حضرت مسیح اس سے اپنی بریت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے نہیں کہا اور پھر کہتے ہیں فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب مسیح کو قیامت سے پہلے آسمان سے اترنا تھا تو پھر قیامت میں ان کا یہ جواب تو دروغ گویم برروئے تو، کا مصداق ہوتا ہے؟ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ استمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۱۔۱۲)

مرزا صاحب فلمّا توفّیتنی سے جو معنی نکالتے ہیں، ان پر علماء اسلام معتدد مرتبہ بحث کر چکے ہیں ۔اور کتاب ہذا میں بھی کئی جگہ یہ بحث نقل ہوئی ہے ۔مرزا صاحب علماء کی اس بحث کا جواب نہیں دیتے تھے بس اپنی ہانکے جاتے تھے۔



## فیصلہ قرآنی معروف بہ تکذیب قادیانی، پر تبصرہ

اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں کہ اس کتاب حکیم حافظ محمد الدین نے معمولی کاغذ کے ۹۰ صفحوں پر چھاپ کرے آنے کو بیچنا چاہا ہے ۔ہم اس کتاب پر چونکہ تفصیلی ریمارک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لئے کسی اگلی اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں ۔اس کتاب پر جب ہمارا ریویو شائع ہوگا تو انشاءاللہ ناظرین کو اچھا خاصہ دل بہلانے کا موقع ملے گا جس سے ان کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہمارے علماء کتابوں پر تقریظ کیسے لکھتے ہیں۔ پڑھ کر یا یوں ہی من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو، پر عمل کر لیتے ہیں۔

ہم اصل کتاب کے فقروں کے فقرے درج کریں گے اور اس پر علماء کی تقاریظ دکھائیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں مکذب کی اس کتاب کی تردید کیلئے یہی کافی ہے (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء ص ۱۴)

اس کتاب کی تلخیص تحریک ختم نبوت کی گیارھویں جلد میں درج ہو چکی ہے۔ ناظرین وہاں ملاحظہ فرمائیں اور کتاب کی خوبیوں کی داد دیتے ہوئے مصنف کے حق میں دعائے خیر کریں

**تبصرہ بر رسالہ اسم نا معلوم:** اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی فرماتے ہیں:

آج منشی محمد حسین مسافر کا ایک خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے خان بہادر محمد ابراہیم خان ساکن مردان کے ایک بیس صفحہ کے رسالہ کے جواب میں لکھا تھا۔ یہ رسالہ دفتر الحکم میں بھی آیا تھا مگر افسوس کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے اب تک جواب نہیں لکھا جا سکا فی الحال اسی خط پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (اڈیٹر الحکم)

جناب خان صاحب۔ السلام علیکم کل کی ڈاک سے آپ کی طرف سے ایک ۲۰ صفحہ کا رسالہ پہنچا، پڑھا اور پھر پڑھا، یاد آوری کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ مگر افسوس کہ رسالہ کے مندرجہ مضمون سے میں اتفاق نہیں کر سکتا۔ آپ کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کو مکمل طور پر نہیں پڑھا ورنہ اتنی جلدی نہ کرتے۔ رسالہ کے صفحہ ۷ پر صرف رفع ہی ایک لفظ ہے جو قابل غور اور زیر بحث ہے اور رسالہ میں آپ نے اس مضمون کو بھی اختیار کیا ہے کہ سوائے مسیح کے کسی دوسرے کے حق میں رفع کا لفظ نہیں آیا گویا آپ نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ واقعی آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔ اسی استدلال سے آپ نے رفع کا ترجمہ بھی فارسی زبان میں برداشت کیا ہے۔ اب میں آپ کے رفع کے ترجمہ برداشت کے مقابلہ میں گلستان کی اس حکایت، کسے مژدہ پیش نوشیروان عادل برد و گفت کہ فلاں دشمن ترا خدائے عز و جل برداشت.. الخ کو پیش کر کے آپ کی منصفانہ رائے کا منتظر ہوں۔ خدا جانے آپ نے توفی کی بحث کو کیوں نظر انداز کر دیا حالانکہ توفی کی بحث پہلے ہونی چاہیے تھی میرے اس خط کو اگر آپ غور سے پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عیسی کی نسبت رفع کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا...

محمد حسین مسافر... (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۱)

توفی کی بحث تو مولانا محمد حسینؒ نے اشاعۃ السنہ میں بھی کی تھی، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے بھی تفسیر ثنائی میں کی تھی، مولانا محمد ابراہیم میرؒ نے شہادۃ القرآن میں کی تھی، پیر مہر علی شاہؒ نے سیف چشتیائی میں کی تھی۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے بھی کی تھی، ان کا آپ لوگ کیوں کوئی

جواب نہیں دیتے۔

## مسیح موعود و غایۃ المقصود، پر تبصرہ

غایۃ المقصود کے عنوان سے ایک شیعہ عالم سید علی حائری نے فارسی میں ایک کتاب لکھی جس پر قادیانیوں نے درج بالا عنوان سے فارسی میں طویل تبصرہ کیا۔ قادیانی تبصرے کی ابتدائی سطور یہاں نقل کی جارہی ہیں جن میں تبصرہ نگار نے سید علی حائری کی کتاب سے ایک اقتباس درج کیا ہے۔ ہمارے پاس سید علی حائری کی کتاب موجود نہیں ہے اس لئے ہم اس کی تلخیص یا اختصار اپنے اس سلسلہ کتب میں شامل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ذیل کی نقل سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کا ایک حصہ شامل اشاعت ہو کر اس بات کی شہادت بن جائے کہ شیعہ علماء بھی تحریک ختم نبوت میں مقدور بھر حصہ لیتے رہے ہیں۔ قادیانی مبصر نے لکھا ہے:

دریں ولا بگوشم رسید کہ سید علی حائری مجتہد زادہ لاہوری کتابے تصنیف کردہ است غایۃ المقصود نام کہ دران بقول بعض امامیہ حالات صعود ونزول حضرت مسیح موعود وحال دجال بطال وخروج یاجوج ماجوج بالاستقلال باستدلال نوشتہ شد۔ بدل خواستم کہ ازاں کتاب افادات انتساب مستفیض شوم چنانچہ جلد ثانی ازاں کتاب بعد تلاش بسیار بدستم رسید۔ خیلے شاد شدم و بمطالعہ اش مشغول گشتم حتی کہ مجلد مذکور را چند بار بنظر امعان و بدیدہ تحقیق نگریستم۔ چون کار بدینجا رسید انصاف دامنم براں کشید کہ از نتیجہ تحقیق پبلک راہم اطلاع بخشم بناء علیہ ایں چند سطور ہدیہ ناظرین کردہ میشود

ایہا الناظرون! ہر چند کہ مجتہد زادہ لاہوری در روایت کشی محنت شاقہ برداشتہ مگر افسوس کہ پے بجائے نبردہ۔ فی الاصل کتابش مجموعہ است پریشان کہ از ہر قسم روایات موضوعہ وحکایات واہیہ واخبار متعارضہ گیر معتبرہ وآثار مختلفہ متذکرہ دراں موجود۔ و راستی وحقانیت وقوت ورزانت از دلائل و براہینش مفقود مصنف حاطب اللیل وکاسب الویل چوں اسپ بدلگام سراسر بے راہہ مے رود واز صحیح وسقیم وسیاق وسباق ونشیب و فراز خبرے ندارد، بینات قرآنیہ ونصوص حدیثیہ ودلائل عقلیہ بر تکذیب او گواہ۔ الغرض مجتہد زادہ دریں میدان معرکہ الآرا باوجود طمطراق ہمہ دانی وادائے دقت نظر وطلاقت لسانی ایں چنیں حواس باختہ کہ معاذ اللہ

افادۃً للناظرین میخواہم کہ قدرے از رکاکت اقوال وسخافت ووہن دلائل وضعف

شواہد او شرم دہم لہذا بعض اہم مطالب کتاب مذکور را مطمح نظر ساختہ عبارت مجتہد زادہ لاہوری را بلفظ قولہ وجوابش را بلفظ اقول مے نگارم الانصاف احسن الاوصاف

غایۃ المقصود جلد۲ ص ۱۵ قولہ: بدانکہ محدثین ومورخین معتمدین درا حادیث وتواریخ ومسانیدہ معتبرہ باسانیدہ معتمدہ آوردہ اند کہ درزمانہ حضرت عیسی روح اللہ سلطانے بود ظالم وگردن کش تا آنکہ آنجناب علیہ السلام رامن جانب اللہ فرمان رسید کہ وے را دعوت دین حق نماید روزے حضرت عیسی نزد آن ملعون امر خود را ظاہر فرمود کہ من پیغمبر خدا و نبی اللہ ام کتاب انجیل کہ برائے من فرستادہ ودراں اوامر ونواہی واحکام خود را حسب مصلحت ایں زمانہ برائے ابلاغ بشما برمن نازل کردہ است ودین حضرت موسی را مع کتاب او کہ تورات باشد منسوخ گردانیدہ است پس تو با جمیع حضار مجلس دین مرا و کتاب مرا اینک انجیل است قبول نمائید ودست از دین منسوخ حضرت موسی بردارید وے از قبولیت دین حضرت عیسی منکر شد وآتش حسد درقلب آں ملعون شعلہ ورگردید۔

اقول.....صادق حسین مختار عدالت اٹاوہ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۴)

## شہادۃ قرآنی علی کذب کرشن قادیانی، پر تبصرہ

معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے کسی شیعہ اہل علم نے درج بالا عنوان سے کوئی کتاب لکھی تھی اس کتاب پر مولوی عبدالکریم قادیانی اپنے غم وغصہ کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ایک نیا بخار یا کیڑا ہے جو اسی برسات کے مہینہ میں لاہور کی تنگ وتاریک گلیوں کی عفونت سے پیدا ہوا ہے۔ازبسکہ یسوعیوں کی طرح راست بازوں کو گالیاں دینا شیعوں کا دین و ایمان ہے، اس برساتی کیڑے کی کچلیوں نے طبعاً وہی زہر اگلا ہے جو اس قوم کے مقدس کو بروں کا اباً عن جدٍ ورثہ چلا آتا ہے۔کوئی شخص ارشاد علی ذاکر ہے یہ نیا جوشیلہ نیش زن یا اس یاوہ سرائی کا مؤلف عبداللہ نامی اس ذاکر شاغل کا بیٹا ہے۔تعجب ہے کہ ان زنانہ فطرت بددل پجاریوں کو اپنے فانی اور لغو بتوں کے بنانے اور ڈھانے اور ان کی اور اپنی پھوٹی قسمتوں پر نوحہ سرائی کرنے سے فرصت کیسے ملتی ہے...

یہ رسالہ میرے اور مولوی (نورالدین) صاحب کے نام آیا، اور بھیجنے والے نے اپنے قلم سے اس پر میرا نام لکھا ہے۔میں عادتاً اس کو بھی ردی میں پھینک دیتا، اوران گالیوں اور یاوہ

گوئیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا، جو اس میں حضرت حجۃ اللہ المہدی (مرزا) اور میری نسبت کی گئی ہیں.. مگر اس رسالہ کے نام نے تحریک کی کہ اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے اس لئے کہ اس کا نام دھوکہ دینے کے لئے شہادۃ قرآنی رکھا گیا ہے...

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے ذکر کے ساتھ میرا ذکر کرنا اس دیرینہ کینہ کی وجہ سے ہے جوان حائریوں حیرانوں اور ظلمت کے فرزندوں کو مجھ سے میری کتاب خلافت راشدہ کے سبب سے ہے... (فضائل خلفاء ثلاثہ اور علامہ حلی کی کتاب پر طویل بحث ہے ۔.. پھر لکھا ہے) اس رسالہ میں ذاکر حسین کے بیٹے نے ایک اور عجیب کام کیا ہے، جہاں جہاں اس رسالہ میں حضرت مرزا کا اور میرا نام آیا ہے اسے الٹا لکھا ہے۔ اس طفلانہ خوشی اور احمقانہ حرکت کے فلسفہ کو ذاکر حسین کے بیٹے کا دل ہی محسوس کرتا ہو گا، ایک دانشمند سلیم الفطرت تو اس راز کو نہیں سمجھ سکتا ۔ یہ تمہارا الٹا لکھنا خدا کے بندوں یا برگزیدوں کے ناموں کو ایسا ہی جیسا تمہارا ہمیں اور ہمارے منصور بزرگوں کو گالیاں دینا..

میں حیران ہوں کہ ناظرین کو کیا دکھاؤں کہ کرشن قادیانی کی تردید میں قرآن کی کون سی شہادت ذاکر کے بیٹے نے پیش کی ہے۔ نام تو رکھا ہے شہادت قرآنی علی کذب کرشن قادیانی... خیال اس طرف جا سکتا ہے کہ اس رسالہ میں حضرت خلیفۃ اللہ المہدی کی بلحاظ کرشن ہونے کی تردید ہو گی مگر جیسا کہ ان تمام باطل کے حامیوں اور حق کے مخالفوں کا شیوہ ہوتا ہے بیہودہ نکتہ چینی اور یاوہ گوئی سے رسالہ کو بھر دیا ہے....

خدا کی شان لامعلوم قدامت سے تمام اسماعیلیوں اور کل عرب کی فطرت میں مرکوز تھا کہ مکہ معظّمہ کا فاتح کاذب اور بدچلن شخص نہیں ہو سکتا۔ جب سے قریش اور ان کے حلفاء میں اور آنحضرت ﷺ میں جنگ شروع ہوئی وہ اسی فیصلہ پر مستقیم ہو کر منتظر تھے کہ آخر کار مکہ جس کے قبضہ میں آئے گا وہی حق پر ہو گا، اور اس کی جانب داری اختیار کریں گے۔ آخر خدا تعالی نے وعدہ کے موافق آنحضرت ﷺ کو مکہ پر متصرف کیا اور تمام عرب آپ کی راستی کا لوہا مان گئے۔ لیکن الحمد للہ اس معیار کی رو سے یسوع کے پرستار اور وکیل اس کو کبھی سچا ثابت نہیں کر سکتے اس لئے کہ کسی آسمانی نصرت اور الٰہی تائید نے اسکے دعوی کی تائید نہیں کی اور نہ اس معیار کے مقابل شیعہ اپنے معبودوں کی راستی ثابت کر سکتے ہیں.. حضرت حجۃ اللہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی فتح مبین کی وحی بارہا ہو چکی ہے اگرچہ اس وقت سے جب سے جنگ شروع ہوئی خدا تعالی کی نصرت ایک عدو حق کو نیچا دکھا کر اپنا چمکتا ہوا چہرہ دکھاتی چلی آتی ہے مگر قریب ہے کہ خدا تعالی اپنے اس وعدہ کو بھی سچا کر دکھائے

فانتظروا انّی معکم من المنتظرین ۔ فقط     خاکسار عبدالکریم

(بدر ۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۳۔۶ ؛ بدر ۔۳۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۸ )

اور مولوی عبدالکریم اس تحریر کے چند ہفتے بعد دردناک موت کا شکار ہو گئے تھے۔

## حیدرآباد پر حجۃ اللہ

اڈیٹر البدر قادیان لکھتے ہیں: حیدرآباد (دکن) کی جماعت احمدیہ کی طرف سے مخالفین پر حجت پوری کرنے کے واسطے ایک نہایت مدلل اور مبرہن کتاب بنام انوار اللہ شائع ہوئی تھی جس کا ریویو ہم کسی گذشتہ پرچے میں کر چکے ہیں، مگر ہمیں افسوس کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے جبہ پوشوں نے اس نورانی کتاب سے انوار حاصل کرنے کی بجائے وہی پرانی ہرزہ گوئی پھر جاری کی، اور حضرت مرزا کو مباہلہ کے واسطے طلب کیا۔ جس کے جواب میں سید مولوی عبدالرحیم و مولوی میر مردان علی صاحب نے ۹ صفحہ کے ایک رسالہ میں مخالفین پر پھر حجت تمام کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر آپ لوگ حق پر ہیں تو ایک بڑا جلسہ کر کے جھوٹے کے حق میں بددعا کریں، اور خدا سے فیصلہ چاہیں، اور ہم کو بھی اس جلسہ میں دعا کے واسطے بلا لیں، اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔ امید ہے کہ اب مخالفین کے واسطے گریز کا کوئی مقام نہ ہوگا۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

(بدر قادیان ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۶)

چیلنج تو مرزا صاحب کو ہے ان کی صداقت وکذب کے اظہار کے لئے، مولوی مردان علی وغیرہ درمیان میں کیوں آتے ہیں؟ ہاں اگر یہ لوگ مرزا صاحب کی نیابت و اجازت سے آئیں کہ ان کی فتح وشکست مرزا صاحب کی فتح وشکست ہوگی، تو بات بھی ہے۔

## الخطاب الملیح پر ریویو

کل شام حکیم احمد اللہ خان نے مجھ کو دو جزو کا ایک رسالہ مطالعہ کے لئے دیا جو مولوی اشرف علی تھانوی نے کرم خان نامی ایک شخص کی تحریک پر ترتیب دیا ہے اور نام اس کا الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح رکھا ہے۔ میں نے بالاستیعاب اس رسالہ کو مطالعہ کیا اور محرک ومصنف کی حالت پر افسوس ہوا۔ یہ رسالہ اس قابل نہیں ہے کہ ہمارے بزرگان دین میں سے کوئی صاحب اپنے اوقات گرامی کو اس کے جواب لکھنے میں صرف فرمائیں اور نہ اس رسالہ کا زہریلا اثر کچھ زیادہ قوی اور موثر معلوم ہوتا ہے تاہم چند ناواقفوں اور سادہ لوحوں کو دھوکہ میں ڈال دینے کے قابل ہے مجھ کو

نہ تو اتنی لیاقت نہ اس قدر فرصت ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کا جواب قولہ اور اقول کی سرخیوں کے تحت تحریر کروں۔ جی چاہا کہ جس طرح ایک کتاب کا مختصر محققانہ ریویو کسی منصف مزاج کی طرف سے لکھا جا سکتا ہے اس طرح مختصراً اس رسالہ کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر کے مولانا حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ وھو ہذا:

اس رسالہ کی تصنیف کا محرک ایک شخص کرم خان ہے جو نہایت گستاخ شخص معلوم ہوتا ہے مولوی اشرف علی صاحب بیچارے بہت ہی معمولی لیاقت کے نیم ملاں معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ نصوص قرآنیہ کی تاویل اور حدیث نبوی سے استدلال کرنے میں وہ جس طرح عقل وعلم سے کام نہیں لے سکے اسی طرح منطق اور فلسفہ سے بالکل معری معلوم ہوتے ہیں۔ لفظ ربوہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر دمشق یا فلسطین غرض ملک شام کے سوا کشمیر سے کرنے کی کوئی دلیل نہیں (دلیل خیر سے اپنے اثبات مدعا میں آپ نے بھی نہیں لکھی)۔ اس عبارت کو پڑھ کر اور حضرت اقدس (مرزا) کی توجیہات کو دیکھ کر جو دوسری تصانیف میں حضرت نے فرمائی ہیں بے چارے مولوی اشرف علی صاحب کی سادہ لوحی پر رحم آتا ہے۔ ایک جگہ مجبور ہو کر فرماتے ہیں کہ: اگر ترتیب ذکری کے ساتھ ترتیب وقوعی بھی مان لی جائے تب بھی منکر رفع کو مفید نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کے لئے آپ کو وفات دی گئی ہو اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں۔

صفحہ ۹ میں مولوی صاحب فرماتے ہیں: آسمان پر اس جسم خاکی کے ساتھ بلا شک جا سکتے ہیں اور اگر کوئی شخص محال کہے تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ یہ محال عقلی ہے یا شرعی ہے یا عادی ہے۔ اگر محال عقلی یا شرعی ہے تو دلیل لانا چاہیے کون سی دلیل عقلی نے اس کی نفی کی ہے کون سی دلیل شرعی اس کا انکار کر رہی ہے انشاء اللہ تعالی قیامت تک کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو سکے گی۔

مولوی اشرف علی صاحب کی یہ بہادری قابل توجہ ہے کہ قیامت تک کوئی دلیل قائم نہ ہو سکے گی، خیر سے خود ہیئت وطبعی وغیرہ سے قطعی نابلد ہیں، ورنہ ایک اسکول کا معمولی طالب علم جو علم طبعیات کی ابتدائی کتاب پڑھتا ہے وہ بھی اس کو محال عقلی ثابت کر سکتا ہے، مگر ہمارے ناواقف مولانا فرماتے ہیں کہ قیامت تک دلیل قائم نہ ہو سکے گی۔ یوں ہی ایسے شخصوں کو دین کا پیشوا بنا کر ہم نے اسلام کو ضعیف کیا۔

مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح رسوم، حق السماع، اصلاح ترجمہ نذیریہ، فتاوی اشرفیہ وغیرہ بیسیوں کتابیں تصنیف کر ڈالیں مگر کوئی یہ تو پوچھے کہ تکفیر بازی اور آپس میں ایک

دوسرے پر غرانے کے سوا مولوی صاحب نے آریوں عیسائیوں وغیرہ کے مقابلہ میں کون کون سے کارنامے دکھلائے ہیں۔ کفر کے فتوے دینا مولویوں کو خوب آتا ہے مگر علم وعقل سے کام لینا نہیں جانتے۔ بھلا غیر مذاہب والے مولانا کے اس بیان کو دیکھ کر کیا کہتے ہیں اور اسلام کے علماء کی کیا وقعت ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہوگی۔ مولوی صاحب پہلے چند طبیعات کے رسالے پڑھ لیتے اور علم الہوا اور علم الحرارت اور ہیئت کے ابتدائی اصولوں اور سیارگان کے مجمل حالات سے اول واقفیت پہنچا لیتے تو ان کو محال عقلی ہونے کی دلیل قیامت سے پہلے خود ہی مل جاتی۔

صفحہ ۱۰ پر جو مولوی صاحب نے جواب نمبر ۸ لکھا ہے۔ اس سے وہ اپنے مطلب کو تو ثابت نہ کر سکے مگر ہاں یہ امر بخوبی ثابت فرما دیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد ایسا نبی آنا ممکن ہے جو حضرت ﷺ کا تابع ہو اور یہ ہمارے مفید مدعا ہے۔ مولوی صاحب نے اس بات کے جواب میں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر کیا کرتے ہوں گے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت سے میوے بھجوا دیتا ہے۔

صفحہ ۱۶ پر و لن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبد یلاً کے متعلق مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ قیامت میں مردوں کو زندہ کرنا تو سب سے بڑھ کر سنت اللہ کی تبدیلی ہے اور پھر تمام صفحہ میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے نہایت ہی رکیک اور لچر ہے۔ حدیث لا مھدی الا عیسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ کمال تشبہ کے لئے ہے اور ثبوت میں یہ شعر جو شاید خسرو کا ہے لکھتے ہیں

من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم، تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مگر لطف یہ ہے کہ یہ شعر بالکل ہمارے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔ حضرت الیاسؑ کے نزول کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے تو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمارا مدار استدلال نہیں ہے اس لئے کچھ حاجت بیان نہیں۔ سبحان اللہ! کیا دین کے علماء ایسے ہی دیانتدار ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اپنے حریف کو ساکت کر دیں چاہے احقاق حق نہ ہو سکے۔

دارقطنی والی کسوف وخسوف کی حدیث کا کوئی جواب جب کوئی مولوی صاحب نے نہ بن پڑا تو فرمانے لگے کہ یہ کسوف وخسوف جو واقع ہو چکا، قاعدہ ہیئت کے موافق ہوا، اور وہ کسوف و خسوف جس کی خبر دی گئی ہے قاعدہ ہیئت کے خلاف ہوگا۔ مولوی صاحب محال عقلی کو تو کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے چنانچہ یہاں محال عقلی کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ پھر اس خلاف قاعدہ ہیئت کسوف وخسوف کے بعد ایمان بالغیب بھی رہے گا یا نہیں؟ احادیث متعلق اعمال میں بمقابلہ

احادیث متعلق عقائد کے احتمالات کو کیوں زیادہ دخل نہیں دے سکتے۔ اس موٹی سی بات سے بھی مولوی صاحب ناواقف ہیں حالانکہ اس کو ایک جاہل آدمی بھی سمجھنا چاہے تو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگر نبوۃ (مامور من اللہ ہونے) کا دعوی کرے اور وہ اس دعوی میں جھوٹا ہو تو اس وقت وہ ہلاک کیا جائے گا جب کہ خلق کے گمراہ ہونے کا احتمال ہو، ورنہ نہیں ۔مگر مولوی صاحب کو یہ خبر نہیں کہ چار لاکھ خدا کے نیک بندے جن میں بڑے بڑے عالم فاضل فقیہ محدث مفسر متکلم صوفی وغیرہ شامل ہیں حضرت اقدس (مرزا) کے دعاوی کو تسلیم کر چکے ہیں اور آئندہ اس سلسلہ کو روز افزوں ترقی ہے۔ مولوی صاحب کے خیال میں ابھی تک لوگوں کے گمراہ ہونے کا (بزعم مولوی صاحب) اندیشہ ہی نہیں۔ اگر مثال میں حضرت اقدس (مرزا) کی مانند کوئی دوسرا مدعی بتا دیتے کہ اس نے اسی قدر عرصہ تک کامیابی کے ساتھ اپنے مشن کو ترقی دی ہو تو اچھا تھا۔ مگر ایک مولوی صاحب کیا اگر ساری دنیا کے آدمی بھی مل کر کوئی ایسی مثال تلاش کرنا چاہیں گے تو نہ ملے گی ۔سب سے زیادہ قابل توجہ بات اس رسالہ میں یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے سوائے چند مجروح و موضوع احادیث کے اپنے مدعا کے اثبات میں صحیح بخاری یعنی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی ایک حدیث بھی قسم کھانے کو بیان نہیں فرمائی اور مولوی صاحب کیا کسی دوسرے کو بھی صحیح بخاری سے ایسے لغو عقیدہ کے متعلق کوئی ثبوت دست یاب نہیں ہوسکتا کیونکہ امام بخاری تو ہمارے امام (مرزا) کی تصدیق کرنے والے اور آپ کو اپنے دعاوی میں صادق سمجھنے والے ہیں۔

راقم: اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۱۶ دسمبر ۱۹۰۵ء (الحکم قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۶ء ص ۱۱)

## مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور لفظ قمر

اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:

مولوی اشرف علی کے رسالہ خطاب الملیح پر ایک مجمل ریویو پیشتر میں الحکم مطبوعہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۶ء کے ذریعہ سے ہدیہ ناظرین کر چکا ہوں۔ آج کل پھر نجیب آباد کی نہایت سنجیدہ اور متین مولوی صاحب نے (جن کو میں نیک فطرت اور تمام نجیب آبادی مولویوں میں ذی علم اور بزرگ سمجھتا ہوں) وہی کتاب خطاب الملیح پیش کر کے کسوف و خسوف والی حدیث کے متعلق مولوی اشرف علی کی عبارت پر توجہ دلائی ہے جس میں انہوں نے مختصر طور پر قرآن کی دو آیتوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لفظ قمر کا اطلاق ہلال پر بھی ہوسکتا ہے اور اس لئے دارقطنی کی حدیث کے متعلق (انکے نزدیک) مرزا صاحب کی وہ مشہور توجیہہ (جس کو ہر ذی علم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا) غلط

ہے میرے قلب میں تحریک پیدا ہوئی کہ خطاب الملیح پر ایک مفصل ریویو بھی ہونا چاہیے جو مولوی اشرف علی کی باریک غلطیوں کو پوشیدہ نہ رہنے دے۔ یہ مفصل ریویو جب خدا کو منظور ہوگا ہدیہ ناظرین ہوگا مگر اس وقت اس مذکورہ بالا مغالطہ کی کے متعلق کچھ ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

مولوی صاحب موصوف نے جو آیتیں پیش کی ہیں ان میں سے و القمر قدرنا ہ منا زل حتی عاد کا لعرجون القدیم ، اور و قدر منازل لتعلموا عدد السنین و الحسا ب لکھ کر فرماتے ہیں: اور ظاہر اور یقینی ہے کہ سیر منازل کا آلہ حساب بن جانا اول ہی شب سے شروع ہو جاتا ہے باوجود اس کے پھر اس حالت میں بھی اس کو قمر ہی کیا گیا۔،

میں کہتا ہوں اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ لفظ قمر ہلال پر اطلاق ہوسکتا ہے مولوی صاحب انصاف کریں کہ کس قدر مستبعد ہے۔ الفاظ آیت میں کہیں اس کا ذکر نہیں جب تک مولوی صاحب کا یہ کلیہ اس آیت کے ساتھ شامل نہ کیا جائے، یقینی ہے کہ سیر منازل کا آلہ حساب بن جانا اول شب ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ ہرگز مولوی صاحب کا استدلال پورا نہیں ہوتا۔ حساب کرنا ایک ایسا اعتباری امر ہے کہ جس کو بدر سے بہ نسبت ہلال کے زیادہ تعلق ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ آدمی کو ہلال کے متعین کرنے میں غلطی ہو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے مگر بدر کے متعین کرنے میں غلطی نہیں ہوسکتی اور بدر قمر کے تحت میں داخل ہے اس واسطے کہ قمر کا اطلاق چاند پر تیرھویں سے پندرھویں تک ہوسکتا ہے تو چودھویں تاریخ کے چاند پر بدرجہ اولی ہوا۔ حساب کیلئے ضروری ہے کہ کسی یقینی چیز پر بنیاد رکھی جائے اور یہ بات ہر شخص غور کرے کہ ہلال میں کہاں تک حاصل ہے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ لوگوں کو قمری مہینوں کی پہلی تاریخ کے متعین کرنے میں کیسی غلطی ہوتی ہے مگر یہ بات بدر کے تعین میں کبھی نہیں ہوتی اور حساب کرنا اعتباری امر ہے چاند کی کسی تاریخ سے بھی شروع کیا جاسکتا ہے چنانچہ ہندوؤں کے یہاں بدر ہی سے مہینہ شروع ہوتا ہے۔ غرض اس آیت شریفہ کا یہ مطلب قرار دینا کہ ہم نے بدر کو تمہارے لئے آلہ حساب بنایا زیادہ قرین قیاس ہے۔ علاوہ ازیں قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی تعذر موجود نہ ہو ہمیشہ.. کامل مراد لیا جاتا ہے پس یہاں قمر کا فرد کامل بدر مراد لینے کے لئے کئی وجوہ معقولہ موجود ہیں۔

آیت والقمر قدر ناہ منازل حتی عا د کا لعر جون القدیم میں بھی اگر قمر سے مراد بدر ہی مراد لیا جائے تو آیت کے معنی زیادہ صاف اور اللہ تعالی قدرت کاملہ پر زیادہ صراحۃً دال ہوں گے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں: حاصل یہ کہ خلاف قاعدہ ہیئت ہوں گے۔، یہ خود

مولوی صاحب کا استنباط ہے اور صریحی الفاظ سے ہرگز یہ مطلب متبادر نہیں ہوتا۔ تعجب ہے کہ مولوی صاحب بلا استنباط (اور وہ بھی اکثر مخالف عقل) ٹکڑا نہیں توڑتے، اور دوسروں پر یہ تاکید کہ باوجود تعذر عقلی الفاظ کے صریحی معنی ہی لینے چاہییں۔ مولوی صاحب کا یہ حاصل حدیث کے لفظ آیت کی بنا پر ہے حالانکہ خداوند تعالی اکثر جگہ قرآن شریف میں بالکل طبعی باتوں کو مثل ہواؤں کے چلنے وغیرہ کے اپنی آیت سے تعبیر کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسوف وخسوف اگرچہ بقاعدہ ہیئت ہوا مگر اس میں آیت ہونے کی صلاحیت اس مفہوم کے مطابق بھی موجود ہے جو مولوی صاحب کے ذہن میں ہے کیونکہ اس قسم کا کسوف وخسوف ابتدائے عالم سے نہ تو اب تک ہوا اور نہ آئندہ ہو۔ اس آیت شریفہ میں خداوند عالم اپنی قدرت کاملہ پر اس طرح استدلال کرتا ہے کہ ہم نے قمر جیسی چیز کو عرجون القدیم کی مثل بنا دیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ کالعرجون القدیم پر بھی قمر کا اطلاق ہوسکتا ہے تو گویا یہ لازم آئے گا کہ خدا نے قمر کو قمر بنا دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں اس میں کمال ہی کون سا ہے لہذا کالعرجون القدیم یعنی ہلال کے مفہوم کو جہاں تک ہوسکے قمر کے مفہوم سے بعید قرار دینا چاہیے اور یہ بات جبھی ممکن ہے جب وہ معنی لئے جائیں جو میں نے کئے ہیں...۔

راقم: اکبر شاہ خان احمدی نجیب آبادی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء ص ۳)

## مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور محال عقلی

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں: رسالہ خطاب الملیح میں مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال عقلی نہیں۔

محال عادی کو تو انہوں نے خود تسلیم کیا ہے محال شرعی اور محال عقلی کے لئے فرماتے ہیں کہ دلیل لانا چاہیے۔ ایسا لکھنا ان کی قلت تدبر اور ناواقفیت پر دال ہے۔ اگر انہوں نے ہمارے سلسلہ کی کتابیں اور حضرت اقدس کی تصانیف کا اکثر حصہ دیکھا ہوتا تو شاید دلیل نہ مانگتے۔ میں ناظرین الحکم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ خطاب الملیح پر ایک مفصل ریویو لکھ کر پیش کرونگا۔ چند لفظ قمر کی بحث پر وہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء کے الحکم میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اسی طرح اس وقت محال عقلی کی نسبت کچھ ہدیہ قارئین کرتا ہوں اور ایسے ہی انشاء اللہ مولوی اشرف علی صاحب کے مغالطوں کی تمام حقیقت کھول دی جائے گی۔ وہ فرماتے ہیں: کون سی دلیل عقلی نے اس کی نفی کی ہے؟ کون سی دلیل شرعی اس کا انکار کر رہی ہے۔ انشاء اللہ قیامت تک کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہوسکے گی۔،

افسوس ہے کہ آج کل ایسے محدود قابلیت کے شخصوں کو بھی ہمارے ہم وطن بھائیوں نے

اپنا مقتداء و پیشوا اور عالم متبحر سمجھ رکھا ہے۔ اگر قرآن پاک کی صرف ایک آیت قل سبحان ربّی هل کنت الا بشرا رسولاً کے معنی اور شان نزول سے واقفیت ہوتی تو ایسی دلیری کے ساتھ دلیل شرعی کا مطالبہ نہ کیا جاتا۔ ہماری جماعت کے بچے بھی اس جسم خاکی کے رفع الی السماء کا شرعاً محال ہونا ثابت کر سکتے ہیں، اس وقت یہی جی چاہتا ہے کہ محال عقلی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے کیونکہ مولوی صاحب نے کسی تیز چیز مثل آگ کے اندر سے بار بار انگلی نکالنے اور صدمہ نہ پہنچنے کی قابل مضحکہ دلیل بڑے ناز کے ساتھ تصنیف فرما کر تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ، فلسفہ میں یہ طے ہو چکا ہے کہ سرعت حرکت کی کوئی حد نہیں ۔، مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب کی قابلیت پر رحم آتا ہے کہ وہ خود تو فلسفہ سے قطعی نا آشنا معلوم ہوتے ہیں اور دیدہ دلیری کے ساتھ لکھتے ہیں کہ فلسفہ میں سرعت حرکت کی کوئی حد نہیں جس سے وہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ مجسمات کی حرکت کے لئے زمانہ کی ضرورت نہیں اگر حرکت مجسمات کے لئے زمانہ کا لزوم مانا جائے تو مولوی صاحب کے استدلال کا شیرازہ پریشان ہوا جاتا ہے۔

خیر یہ تو نہایت سطحی خیال لوگوں کی باتیں ہیں اور جو لوگ علم حرکت سے واقفیت رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کی بات ہے کیونکہ کسی جسم کی حرکت خالی فضا میں فرض نہیں کی جاسکتی جب کہ خالی فضا کا ہی وجود نہیں بلکہ حرکت کے معنی ( بحثیت وقوع نہ بحثیت فرض ) ہیں ایک جسم کا دوسرے جسم کو ہٹا کر اس کی جگہ لینا، نہ یہ کہ ایک جسم کا دوسری خالی جگہ لے لینا، اور اس کے لئے وقت کا لزوم ثابت کرنا آسان بلکہ ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں بفرض محال مولوی صاحب کے اس استدلال کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کا کام تب بھی نہیں چلتا اور عیسی کا جسم عنصری پھر بھی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اب کسی قدر ضروری تفصیل کے ساتھ جسم عنصری کے آسمان پر جانے کا محال عقلی ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب کے لئے بڑا اچھا موقع ہے کہ وہ اس مضمون کی تردید اور اپنے خطاب الملیح کے فقرات کی تائید میں اپنی فلسفہ دانی کا اظہار فرمائیں۔ اے مغرور مخالفو! ادھر دیکھو! خدا تعالی فرماتا ہے و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے زمین میں ایسی کشش رکھ دی ہے کہ وہ مجسمات کو اپنی ہی طرف کھینچتی ہے کشش زمین جسکے تحقق و معلوم کرنے کا فخر علماء یورپ نیوٹن کو دے رہے ہیں میں کہتا ہوں قرآن شریف میں نہایت کامل اور جامع طریقہ سے مذکور ہے مگر اس وقت میرا منشاء صرف اسی قدر ہے کہ

مسئلہ زیر بحث کے متعلق مخالفین کی فلسفہ دانی کا اندازہ کیا جائے قرآن فہمی وتفسیر دانی دوسرے وقت دیکھی جائے گی (اوران حاملان اسفار کی قرآن فہمی تو عرصہ سے ہماری جماعت دیکھ رہی ہے۔ اکبرشاہ) کشش زمین جس سے زمین اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کے مرکز پر منتہی ہوتی ہے مکانوں اور دیواروں کا قائم رہنا، پانی کا نشیب کی طرف بہنا، لوہے کا پانی میں ڈوب جانا اور لکڑی کا پانی میں تیرنا، ہوا میں طبقات کا ہونا اور ہر زیریں طبقہ کا بالائی طبقہ سے زیادہ کثیف ہونا، بیلون میں بیٹھ کر آدمی کا ہوا میں اڑنا اور پھر اترنا (اس موقع پر جاہل اور جامد لوگ کہیں گے اسی طرح عیسیٰ کا آسمان پر جانا ممکن ہے مگر ایسے جاہل کو میں اپنا مخاطب نہیں بناتا۔ اکبرشاہ) زلزلہ سے مکانات کا گرنا وغیرہ یہ سب کشش زمین کے کرشمے ہیں۔ فرض کرو میرے جسم کا وزن ڈیڑھ من اور مولوی اشرف علی کے جسم کا وزن دو من ہے۔ یہ بھی کشش زمین ہی کا نتیجہ ہے۔ کشش زمین نہ ہوتی تو میرے اور مولوی صاحب کے وزن میں فرق نہ ہوتا۔ کشش زمین ہی کے باعث ہوا میں طبقات پیدا ہوئے ہیں اور انسان ہوا کے زیریں طبقہ میں (جو سطح زمین سے متصل ہے) پیدا ہونے اور زندگی بسر کرنے کے لئے ہے۔ اس واسطے ہوا کے لطیف طبقہ میں پہنچ کر (جہاں ہوا کا دباؤ بہت کم ہوجاتا ہے) وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہوا کا دباؤ کم ہوجانے کے باعث صرف چند ہزار فٹ بلندی پر جانے سے پھیپھڑہ پر مضر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ جس قدر عرصہ ہم سطح زمین پر ایک مرتبہ سانس لیتے ہیں اٹھارہ ہزار فٹ بلندی پر پہنچ کر اتنی دیر میں دو بار سانس لینا پڑتا ہے اس کے بعد اسی طرح دماغ پھر دل بےکار ہوجاتا ہے۔ نہ عقل قائم رہ سکتی ہے، نہ ہوش۔ اس وقت تک پہاڑوں پر کوئی شخص ۲۴ ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر نہیں چڑھ سکا اور بیلون میں بیٹھ کر ۳۷ ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر کوئی نہیں جاسکا۔ حرارت آفتاب بوجہ ہوا کی کثافت کے قائم رہتی ہے جس قدر ہوا میں اجزائے کثیفہ کم ہوں گے حرارت کم ظاہر ہوگی۔ ہوا کے اجزائے کثیفہ طبقات زیریں میں بتدریج زیادہ اور بالائی طبقات میں اسی طرح کم ہوتے گئے ہیں۔ چنانچہ زمین کے طبقہ حارہ پر بھی صرف ۱۵ ہزار فٹ کی بلندی پر پانی برف بن جاتا ہے جس کو طبقہ زمہریر کہا جاتا ہے اس طبقہ کی سردی اوپر کو بتدریج زیادہ ہوتی گئی اسی طبقہ یعنی زمہریر کے سب سے زیریں خط (اس جگہ خط سے مراد سطح ہے) یا سب سے گرم خط کو خط دائم الثلج کہتے ہیں اجزائے مائیہ یعنی بخارات کا الخط سے اوپر پہنچنا غیر ممکن ہے مگر کوئی شخص زیادہ تیزی سے طبقہ زمہریر کو طے کرنا چاہے گا تو اسی قدر زیادہ عجلت اور سختی سے اس پر ہلاکت کا اثر ہوگا۔ اگر کوئی جسم مثلاً لکڑی یا پتھر وغیرہ زمین سے جدا ہوکر آسمان کی طرف جانا چاہے یا یوں سمجھئے کہ بیلون میں صرف ایک پتھر باندھ کر یا

خالی بیلون کو آسمان کی طرف جانے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو جب تک اس کے اندر کی ہوا گرم اور بیرونی ہوا سے ہلکی ہے اس وت تک بیلون اونچا ہوتا جائے گا مگر پھر ایک خاص بلندی تک پہنچ کر وہ طبقہ آجائے گا جہاں کی ہوا خود اس قدر ہلکی ہے کہ اس سے زیادہ ہوا کا ہلکا کرنا یا کوئی ایسا ہی ہلکا جسم (جو زمین پر دستیاب ہو سکے) فرض کرنا غیر ممکن ہے۔ اس طبقہ تک نہ بیلون جا سکتا ہے نہ لکڑی اور نہ کچھ اور۔ بلکہ لکڑی کرچ وغیرہ اجسام ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی شکل میں زمین کی طرف آئیں گے۔ اب اگر لکڑی پتھر وغیرہ کو چھوڑ کر حضرت انسان کے صعود کو دیکھیں تو یہ بے چارے ۳۸ ہزار فٹ بلندی تک بھی نہیں جا سکتے، اول تو تنفس ہی دشوار ہوگا، آگے چل کر دماغ بے کار، اس سے آگے چل کر جسم کی کھال شق ہونی شروع ہوگی اور جسم مشک یا کپے کی طرح پھول کر پاش پاش ہو جائے گا۔ پھر گوشت پوست اور ہڈیاں وغیرہ سب غبار ہو کر اڑ جائیں گے یا کم سے کم کوئی چیز بھی حالت اصلی پر تو ہرگز نہ رہے گی اور یہ سارے مراحل زمین سے ہزار دو ہزار کوس بلند ہونے پر نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ کوس یا اسکے قریب کسی قدر کم یا زیادہ بلندی پر طے ہو جائیں گے اور ان سب واقعات کے لئے وقت یا زمانہ کی بس اسی قدر ضرورت ہے جس قدر یا جس طرح مولوی اشرف علی صاحب اجسام کی حرکت کے لئے زمانہ کی ضرورت تسلیم کریں۔

ابھی یہ سوال بھی باقی ہے کہ کشش زمین کا مضبوط رسا جو ہر جسم کی گردن میں پڑا ہوا ہے یا ٹانگ سے بندھا ہے وہ کس طرح کسی جسم یا کسی انسان یا حضرت عیسیٰ کو آسمان پر جانے دے گا اور پھر کشش زمین ہی نہیں نیر اعظم کی کشش (جس نے زمین جیسے بڑے سیارے کو بھی اپنی طرف کھینچ رکھا ہے) کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا کیونکہ اس نظام شمسی کا مرکز آفتاب ہے۔ حضرت عیسیٰ کشش زمین کی حدود سے باہر چلے بھی گئے تو راستہ میں اگر کوئی دوسرا سیارہ قریب ہوا تو وہ فوراً کھینچ لے گا ورنہ آفتاب اپنی طرف کشش کرے گا اور ظاہر ہے کہ آفتاب پر روئے زمین کا کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا۔ آفتاب تو آفتاب زہرہ اور عطارد میں بھی بوجہ قرب آفتاب اس قدر حرارت ہے کہ یہاں کے ذی روح کا ان سیاروں میں زندہ رہنا غیر ممکن ہے علاوہ ازیں زمین گول ہے اور اس کا متحرک بہ حرکت محوری و دولابی ہونا خود اس کے نام ارض سے ثابت ہے (کیونکہ زبان عرب میں ارض اس کیڑے کو کہتے ہیں جس کا نام ہندی میں گھن ہے اور جو لکڑی کے کاٹنے کی حرکت سے ایک دم کے لئے بھی ساکن نہیں ہوتا اسی طرح زمین کی حرکت میں بھی کبھی سکون نہیں) پس جب کہ حضرت عیسیٰ زمین کو اپنے جانب تحت چھوڑ کر آسمان کی طرف یعنی اپنی جانب فوق صعود فرماویں گے تو بارہ گھنٹے کے بعد ملک شام (جہاں سے ان کا

آسمان پر اٹھایا جانا بتایا جاتا ہے) کے آدمیوں کے جانب تحت یعنی نیچے ہوں گے۔ اور سر کے جانب کی سمت فوق اور قدم کے جانب کا تحت کہلاتی ہے اور زمین مدور و متحرک ہے اس لئے زمین والے فوق وتحت کی کوئی کوئی حقیقی سمت قائم ہی نہیں کر سکتے اور آسمان کے کسی مقام یا کسی سیارے وغیرہ کو اوپر یا نیچے کہہ ہی نہیں سکتے اگر فلسفہ قدیم کے موافق آسمان کو متحرک اور زمین کو ساکن مانا جائے تب بھی بجنسہ یہی اعتراض وارد ہوتا ہے اس موقع پر یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بحث جسم سے ہے اور جسم کے لئے ہی اس قسم کی فوق وتحت وغیرہ جوانب کی ضرورت ہے باقی امور روحانیات یعنی رفع روحانی وغیرہ کے لئے فوق وتحت وغیرہ جوانب کا تعلق اور قرآن کریم کے تمام اس قسم کے الفاظ بالکل ثابت شدہ حقیقتیں ہیں اس جگہ چونکہ صرف زمینی جسم سے بحث ہے اس لئے زمینی جوانب کا تذکرہ کیا گیا نہ کہ فوق وتحت سے قطعی انکار۔

جواب الجواب میں اگر ضرورت پڑی تو تشریح کر دی جائے گی۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عیسی کا آسمان پر جانا بھی مان لیں (حالانکہ محال ثابت ہو چکا ہے) تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہاں کاربن ہائیڈروجن نائٹروجن اور آکسیجن سے مرکب جسم کی پرورش کے لئے ضروری غذائیں ان کو پہنچائی جاتی ہوں اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کی ضرورتیں وہ رفع کرتے ہوں اور بڑھاپے کی روک کے لئے فاسفورس ایسڈ محلول یا اسی قسم کی دوائیاں استعمال کرتے ہوں بلکہ پھر بھی بڑھاپا ضرور آ ہی گیا ہو اور عرصہ دراز سے وہ الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعدعلم شیئا کے درجہ میں پہنچے ہوئے ہوں وغیرہ۔ اور اگر ان کے اس جسم کو ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ضرور کوئی دوسری قسم کا دوسرا جسم ہے جس کو عنصری خاکی جسم کی طرح نہیں کہا جا سکتا اور جب عنصری خاکی جسم نہیں تو مقصود اصلی جس کو ثابت کرنا تھا حاصل ہو گیا۔ علاوہ ازیں اگر حضرت عیسی کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچا ہوا خیال کر لیں تو بموجب توجیہ مولوی اشرف علی صاحب یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسی کے جسم کو طبقہ زمہریر وغیرہ میں سے اس قدر سرعت کے ساتھ لے گئے ہیں کہ جس سرعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس قدر عظیم الشان فاصلہ چشم زدن میں طے ہوا ہے تب ہی تو بقول مولوی اشرف علی تاثیرات طبقی زمہریر وغیرہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں لیکن یہاں بھی اعتراضات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ یکایک تغیر ٹمپریچر موجب امراض شدیدہ ہوتا ہے چنانچہ حمام کے گرم درجہ سے یک لخت سردی میں آنا باعث بیماری اور موجب ہلاکت ہو جاتا ہے حضرت عیسی کو یک لخت اس قدر عظیم الشان تغیر ٹمپریچر نے کیسے زندہ رہنے دیا پھر یہ کہ جن لوگوں کو برسات میں جھولا جھولنے

اور پینگ بڑھانے کا اتفاق ہوا ہے وہ بآسانی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ نیچے سے اوپر کو جانا اس قدر ناگوار نہیں معلوم ہوتا مگر اوپر سے نیچے کی جانب میں آنے میں دوران خون میں ایک عجیب انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے اور اس تنزل کی رفتار ذرا تیز ہونے سے آدمی اس طرح مر جاتا ہے جس طرح برقی قوت سے امریکہ میں اکثر واجب القتل مجرم ہلاک کئے جاتے ہیں چنانچہ ایسی مثالیں بکثرت دست یاب ہوسکتی ہیں کہ بلند مکانوں اور درختوں پر سے گرنے والے آدمی بعض اوقات زمین تک پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں مر جاتے ہیں اور زمین پر مردہ گرتے ہیں (اس کا تفصیلی بیان اور ایسا ہونے کے وجوہات آئندہ ظاہر کر دیئے جائیں انشاء اللہ) حضرت عیسی جو آسمان سے زمین تک اس قدر دور دراز فاصلہ اوپر سے نیچے کی جانب آنے میں نہایت سرعت کے ساتھ طے کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا ؟ میں نہایت خوش ہونگا کہ مولوی اشرف علی صاحب کے طرف داروں میں سے کوئی صاحب (جو ہیئت وطبقات وعلم الہوا وعلم الحرارت وغیرہ سے واقف اور قدیم وجدید فلسفہ کے اختلافات سے آگاہ ہوں) اس محال عقلی کے متعلق کوئی مضمون لکھیں اور بے چارے مولوی اشرف علی صاحب کی بات رکھ لیں جنہوں نے یہ تحدی کی ہے کہ قیامت تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہوسکے گی اور پھر مجھ کو بھی موقع دیں (یعنی جس اخبار میں ان کا مضمون شائع ہو وہ اخبار میرے پاس بھی بھجوا دیں) کہ میں ان علوم عقلی سے اس محال عقلی کو جانچوں مگر شرط یہی ہے کہ اس جسم عنصری خاکی سے بحث ہو اور خلط مبحث نہ کیا جائے۔ والسلام

راقم: خاکسار اکبر شاہ خان اکبر نجیب آبادی۔ (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۱۰۔۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے الخطاب الملیح کو مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصنیف قرار دیتے ہوئے براہین حصہ پنجم میں اس پر تنقید کی ہے۔ جناب اکبر شاہ نجیب آبادی کی یہ تحریر مرزا صاحب کی تغلیط وتکذیب ہے جو خطاب الملیح کو مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف قرار دے کر اس پر تنقید کر رہے ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تکذیب قادیانی، خود قادیانی (تبصرہ نگار، اڈیٹر) حضرات کر کے، جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے، کا سماں باندھ رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی براہین پنجم میں خطاب الملیح کو مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصنیف قرار دے کر غلط بیانی کر چکے تھے لیکن چونکہ براہین مرزا صاحب کی زندگی میں بصورت مسودہ پڑی رہی اس لئے عام قادیانیوں پتہ نہ چل سکا کہ مرزا صاحب خطاب الملیح کی بابت کیا غلط بیانی کر چکے ہیں۔ اسی لئے اکبر شاہ صاحب نے ایک درست بات لکھ دی اور اڈیٹر الحکم نے دھڑلے سے شائع

بھی کر دی۔ ان لوگوں کو مرزا صاحب کی غلط بیانی کا پتہ چل جاتا تو وہ ان کے سامنے اصل صورت حال پیش کر کے مسودہ میں اصلاح کروا لیتے۔لیکن اللہ تعالی نے شائد اس غلط بیانی کو بھی مرزا کے کذب کا نشان بنانا منظور تھا اس لئے نہ مرزا نے براہین پنجم کا مسودہ کسی باخبر کو دکھایا، اور نہ اکبر شاہ اور ایڈیٹر بدر نے خطاب الملیح پر تبصرہ شائع کرنے سے پہلے مرزا صاحب کو اس سے آگاہ کیا۔

اور یوں اکبر شاہ کا تبصرہ اخبار بدر میں مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہو گیا جس کے مطابق خطاب الملیح کے مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ہیں۔ جب مرزا صاحب فوت ہو گئے، اور ان کے مسودات میں سے بھی براہین پنجم ان کے وارثوں کے ہاتھ آئی، تو انہوں نے اسے من وعن شائع کر دیا جس میں لکھا ہوا ہے کہ خطاب الملیح کا مصنف مولوی رشید احمد گنگوہی ہے۔

براہین پنجم اس کے بعد بھی کئی بار شائع ہوئی ہے، اور مرزا صاحب کی غلطی جوں کی توں اس میں موجود ہے۔حال ہی میں کمپیوٹر پر کمپوز شدہ روحانی خزائن کی جلد ۲۱ میں براہین پنجم شائع کی گئی ہے جس کے تعارف میں سید عبدالحی قادیانی نے لکھا ہے:

آخر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح کا جواب حضور (مرزا) نے تحریر فرمایا ہے اور تفصیل کے ساتھ حضرت عیسی بن مریم کی وفات کو قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت کیا ہے۔

اور براہین پنجم کے ضمیمہ میں جہاں یہ جواب شروع ہوتا ہے، وہاں مرزا صاحب کی عبارت یوں ہے:

جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح ، جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے

اس رسالہ میں جہاں تک مؤلف سے ہو سکا ہے میری تکذیب کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے ہیں اور اپنے خیال کو قوت دینے کے لئے بہت سی خلاف واقعہ باتوں سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب سراسر کچی اور بے اصل اور لغو خیالات اور مفتریات سے پر ہے۔اور میں جانتا ہوں کہ اس کے ردّ کی کچھ بھی ضرورت نہیں اور ایسا شخص جو قرآن شریف و حدیث کا کچھ علم رکھتا ہے اس کے لئے اس بات کی حاجت نہیں کہ اس کا رد لکھا جائے۔مگر چونکہ میں نے سنا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے مرید سہارن پور کے نواح میں اس رسالہ کو بہت عزت سے دیکھتے ہیں اور محض اس خیال سے کہ یہ تحریر ان کی ایام زندگی کی

یادگار ہے بہت محبت سے اس کو پڑھتے ہیں، اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایسے لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے ان چند ضروری اعتراضات کا جواب دیا جائے جن کی وجہ سے اس نواح کے جاہل اور بے علم ورطۂ ضلالت میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اس رسالہ مجموعہ اباطیل پر ناز کرتے ہیں ..... ہمارے مخالف جن میں مولوی رشید احمد بھی داخل ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے ..(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۹۹)

جوابی بیان کے صفحہ اول کی اس عبارت میں تین جگہ مولوی رشید احمد کے نام یہ رسالہ منسوب کیا گیا ہے، اور مرزا صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولوی رشید احمد کے مرید اس رسالے کو ان کے ایام زندگی کی یادگار سمجھ کر عزت کرتے ہیں ۔یعنی مرزا صاحب بتا رہے ہیں کہ میری تحریر کے وقت مولانا رشید احمد گنگوہی فوت ہو چکے ہیں (یاد رہے کہ مولانا گنگوہی کی تاریخ وفات ۱۱۔اگست ۱۹۰۵ء ہے)۔ دوسری طرف مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ ان دنوں زندہ تھے اور اس کے کئی عشرے بعد فوت ہوئے۔

کیا یہ خدائی حکمت نہیں کہ ایک سو سال ہو گیا ہے لیکن قادیانیوں سے مرزا صاحب کے لٹریچر میں سے (جسے وہ الہامی سمجھتے ہیں، اور جسکی صداقت پر وہ ایسے ہی ایمان رکھتے ہیں جیسے قرآن پر) یہ واقعاتی غلطی بھی نہیں نکال سکے ۔ حاشیہ تک میں نہیں لکھ سکے کہ یہ کثرت کار کے باعث مرزا صاحب کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے، یا کسی کاتب کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔

یہ غلطی مرزا صاحب کے دعاوی الہام کا تار و پود بکھیرنے کے لئے کافی ہے، کیونکہ مرزا صاحب کا یہ بھی دعوی تھا کہ خدا انہیں غلطی پر باقی نہیں رکھتا۔ یہ کتاب مسودے کی صورت میں ایک عرصہ تک ان کے پاس پڑی رہی لیکن الہام نے انہیں متنبہ نہیں کیا۔اور اگر کیا تو انہوں نے تنبیہ پر کان نہیں دھرے، یعنی اپنے الہام کی مخالفت کی۔

اکبر شاہ صاحب کے مضمون کا جواب آیا تو انہوں نے لکھا:

میں نے ایک مضمون مولوی اشرف علی تھانوی اور محال عقلی کے ہیڈنگ سے الحکم میں بہت دن ہوئے شائع کرایا تھا۔ اس کی تردید میں کسی پردہ نشین، آئی اے صدیقی نے لاہور کے کسی غیر مشہور اخبار میں تقریباً ایک سال ہوا کہ ایک مضمون چھپوایا اور مجھ کو سب سے پہلے اب تقریباً ایک ہفتہ ہوا کہ اخی المکرّم حضرت اکمل کے ایک مراسلہ سے اس کا حال معلوم ہوا۔ جی چاہتا تھا کہ اس موقع پر سادہ لوح معترض کی نادانی کا اچھی طرح اظہار کر دوں اور اس کے مبلغ علم کے تمام بخئیے

ادھیڑ ڈالوں مگر ایسے بزدل کومخاطب بناتے ہوئے اوراس کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے جوخود ہی تاریک کوٹھڑی میں چھپ چھپ کر بیٹھتا اور وہاں سے بادہوائی تیر چلاتا ہے...

راقم اکبر نجیب آبادی (بدر ۲۴۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۹)

یعنی نجیب آبادی صاحب نے جواب الجواب سے معذرت کر لی۔ ویسے نجیب آبادی کے ان مضامین در رد تھانوی میں اگرکوئی بات قابل جواب ہے تواس کا یہی جواب کافی ہے کہ حکیم نورالدین کی وفات کے بعد یہ اکبرشاہ صاحب قادیانیت سے نکل کر لاہوری فرقے میں شامل ہو گئے تھے،اور بالآخراس فرقے سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔

## فیصلہ قرآنی پر نظر

لاہور چھاؤنی سے محمد حسین قادیانی لکھتے ہیں:

یکم اگست ۱۹۰۷ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون منجانب ڈاکٹر نور حسین انچارج سول ہستال وانو (وزیرستان) بعنوان فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی، دیکھنے میں آیا...لکھا ہے:

ایک مرزا صاحب ہیں جنہوں نے دعوی مسیح موعود کیا ہوا ہے گوکہ علماء کرام نے آپ کو ہزاروں چیلنج دیئے اور میدان میں مباہلہ و مباحثہ کے واسطے بلایا مگر آنجناب قادیان سے باہر نہ نکلے۔

اقول:...خود ہی غور کریں کہ جن علماء کی ایسی گندی حالت کوآپ تسلیم کرتے ہیں...کیا وہ اس لائق ہیں کہ آپ ان کوعلماء کرام کا خطاب دیں یاکوئی ان سے کسی قسم کا مباحثہ یا مباہلہ کرے؟ میرے خیال میں آپ عجیب قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں کہ خود ہی ان کوعلماء کرام بنا کران سے بحث مباحثہ ومباہلہ نہ کرنے کا سبب دریافت کرتے ہیں کہ کیوں میدان میں نہیں نکلے؟ اجی! مردآدمی! کیا کہہ رہے ہوکچھ ہوش کی دوا پی کر فیصلہ قرآنی لکھا ہوتا؟ کیا یہ علماء جن کوآپ مخرب دین بدعات سیئہ کے جاری کرنے والے اور قرآن کوٹکڑے ٹکڑے کرنے والے سینکڑوں نئے فرقے بنانے والے تسلیم کرتے ہیں، اس لائق ہیں کہ ان سے کسی قسم کا مباحثہ کیا جاوے۔میرے خیال میں آپ جیسا اگر ایسا خیال کرے تواس کی کمال دانائی پر دال ہے۔

قولہ: حضرت اقدس خواجہ عالم قطب زمان مجدد دوراں آل عبا حضرت مخدومی سید پیر مہرعلی شاہ صاحب گولڑوی کے مقابلہ میں ہرگز نہ آئے۔

اقول: مجدد دوراں کا لقب پیر جی نے کب سے اختیار کیا ہے؟ آیا یہ لقب پیر گولڑوی صاحب کو خدا کی طرف سے الہامی عطا ہوا ہے، یا پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند، کی مثل کو پورا کرنے کے لئے آپ نے پیر صاحب کی گردن پر یہ احسان کیا ہے کہ جس بات کی ان کو کبھی جرأت نہ ہوسکی وہ بات ان کے لئے تحریر کر ماری؟ کیا مرزا صاحب گولڑوی صاحب کے مقابلہ میں نہیں آئے یا گولڑوی صاحب تفسیر القرآن لکھنے سے بوجہ اپنی کم علمی کے انکار وفرار وحیلہ و بہانہ کر کے روپوش ہوئے اور اب ان کے چیلے چانٹے گپ بازیوں سے دل خوش کر کے پیر جی کی جئے کا راگ الاپ رہے ہیں۔

قولہ: میرزا صاحب اپنے آپ کو بروزی نبی بتلاتے ہیں مگر اس کی دلیل قرآن وحدیث نبوی سے ہرگز نہیں لاتے۔ حضرت آدم سے سرور عالم ﷺ جتنے نبی ومرسل آچکے ہیں ان میں سے کسی ایک بروزی کا نام لیجئے یہ دعوی ختم نبوت کے برخلاف ہے

اقول: مرزا صاحب نے اپنی کتب میں اپنے دعوی کے متعلق ایک نہ بلکہ بے شمار دلائل دیئے ہیں... حضرت آدم سے سرور عالم تک جس قدر انبیاء گذرے ہیں اول تو ان کا نام وحال اللہ نے ظاہر نہیں کیا بلکہ صرف یہی کہہ کر فیصلہ کر دیا منهم من قصصنا و منهم لم نقصص۔ دوئم آپ کو تمام انبیاء کے بروز دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا جس حالت میں کہ آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء کے کمالات کا جامع ہر ایک مومن مسلمان تسلیم کرتا ہے... خود آپ کو جملہ انبیاء کا بروز تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ بروز کے معنی ہی یہ ہیں کہ ایک کی صفات کا دوسری میں داخل ہونا پس جب کہ آنحضرت ﷺ کو جامع جمیع کمالات انبیاء تسلیم کیا گیا تو گویا دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے بروز ہیں... (اخبار الحکم قادیان ۱۰ استمبر ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

## مرقع قادیانی : اڈیٹر البدر قادیان نے لکھا ہے:

ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کو روشن کرنے اور اس کے حجم کو موٹا کرنے کے لئے اور دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مامور من اللہ کے مقابل میں ہر قسم کی کوشش عبث جاتی اور آخر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے ایک رسالہ اس نام کا ماہوار نکالا ہے۔ دو نمبر چھپ چکے ہیں۔ طرز استدلال ایسا بھونڈا اور دلائل ایسے کمزور ہیں کہ میرے خیال میں جواب کی بھی بہت کم ضرورت ہے۔ جو عبارتیں ہماری کتابوں سے نقل کرتا ہے انہی میں اس کے اعتراضات کا جواب ہوتا ہے (اخبار بدر قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲)

اس تحریر کے دس ماہ بعد مرزا صاحب، ناکام ونامراد آنجہانی ہوگئے تھے۔

## الصارم الربانی پر تبصرہ

صادق حسین قادیانی اوٹاوہ سے لکھتے ہیں:

رسالہ الصارم الربانی (مصنفہ مولوی محمد حامد رضا خان بریلوی مطبع حنفیہ پٹنہ) میری نظر سے گذرا۔ نیم ملا خطرہ ایمان اس رسالہ کو اور ایسے ہی کئی اور رسالوں کو بغل میں دبائے عوام کالانعام کو بہکاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کیسی خبر لی ہے کہ میسیحیت کا سارا تانا بانا ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ واللہ ہمارے مولوی صاحبوں کے کیا کہنے۔ سننے والے بھی پکے سنی ہوتے ہیں کہ ایسی ویسی سنی سنائی باتوں پر پورا ایمان لے آتے ہیں اور گرہ کی عقل کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتے... انفاس مسیح سے فیض یافتہ حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ ایسی گندی تحریرات کی زہریلی ہواؤں سے پبلک کو بچانے کے لئے ٹریکٹ سیریز کے طور پر کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہنے کا التزام فرمائیں، ورنہ کم سے کم اخبار کے ذریعہ ریویو کی صورت میں ان طاعونی اجرام کی مخرب ایمان و جانستان تاثیرات سے خلق اللہ کو ضرور متنبہ کرتے رہیں..

اس تمہید کے بعد اب میں مصنف الصارم الربانی علی اسراف القادیانی کی علمی قابلیت انکے فہم وفراست دیانت و امانت، تہذیب و متانت کی قلعی کھولنا اور ان کی برائے نام الصارم الربانی کی حقیقت کو طشت از بام کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

الصارم الربانی اوسط تقطیع پر چھپا ہوا، ۵۶ صفحہ کا ایک رسالہ ہے۔ بریلوی ملا نے اس رسالہ کے شروع میں ایک استفتاء من جانب یعقوب خان کلرک پولیس سرساوہ ضلع سہارن پور درج کیا ہے۔ اس استفتاء میں کلرک صاحب ملا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

> اس قصبہ سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے رہتا ہے پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ...الی قولہ تحریر یہ ہے: ایک مدت سے حضرت عیسی کی وفات وحیات پر ...بینوا توجروا،

اس استفتا کے بعد بریلوی ملا کا فتوی شروع ہوتا ہے۔ قبل اس کے کہ میں فتوے کے عیب وصواب کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کراؤں، استفتاء کے متعلق چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

یعقوب خاں صاحب ناظرین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی ہے اور مفتی صاحب نے بھی اسی یقین کی بنا پر اپنے فتوی میں احمدیوں کے خلاف بعض ریمارک کیئے ہیں۔ مثلاً یہ بات کہ احمدی لوگ صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ وہ حدیث سے منکر ہیں۔ مگر احمدیوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ پس قطعی طور پر ثابت ہوا کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی نہیں۔

علاوہ بریں ہمیں تعجب ہے کہ پولیس کلرک صاحب نے اس شخص کا نام، جس نے کوئی عبارت ان کیسامنے پیش کی تھی اور جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا تھا، کیوں نہیں لکھا، اور اس عبارت پر اس کے دستخط کیوں نہیں کرائے۔ چونکہ چھوٹے خان صاحب کی طرف سے استفتاء میں یہ اہم فروگذاشت ہوئی اور بڑے خاں صاحب نے اپنے کفرنامے یعنی فتوی میں اس کی طرف مطلق توجہ مبذول نہیں فرمائی، اس لئے چھوٹے خاں صاحب کی یہ رپورٹ صحیح نہیں، بلکہ فرضی ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ دو غیر احمدیوں کی باہم یہ ایک جنگ زرگری ہے دگر ہیچ۔

اگر یعقوب خاں صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں تو اس شخص کا نام بتلائیں جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا تھا، اور وہ عبارت چند معزز آدمیوں کے روبرو ایک جلسہ میں پیش کریں۔ ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جو تحریر انہوں نے ایک احمدی کی طرف سے ظاہر کر کے پیش کی ہے وہ ایک مصنوعی تحریر یا کم سے کم ایک طرفہ تحریر کیوں نہ سمجھی جائے؟

مندرجہ بالا اقتباس میں ان کا فقرہ کہ، پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جسکا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں، اور بھی یقین دلاتا ہے کہ استفتاء کی عبارت خان صاحب موصوف نے اپنے ہی لفظوں میں ادا کی ہے ورنہ اس فقرہ کی عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ، پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کی نقل ذیل میں درج کرتا ہوں۔

علاوہ بریں خود استفتاء کی عبارت خصوصاً اخیر عبارت جو فقرہ: یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسی کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں.. اس بات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ مضمون استفتاء چھوٹے خاں صاحب کی جودت طبع کا نتیجہ ہے اور یہ درخواست کہ، ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے، جو اخیر عبارت استفتاء میں درج ہے، یہ خاص یعقوب خان کی درخواست ہے کسی احمدی کی طرف سے ہرگز نہیں۔

بناء علیہ بڑے خاں صاحب نے اپنے فتوی تکفیر کے مقدمہ اولی ص ۷ میں درخواست

مذکور کو کسی احمدی کی طرف سے سمجھ کر صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہنے والوں کے خلاف جو ضال مضل مردود ابلیس لعین ہونے کا وظیفہ پڑھا ہے اس کی عجیب وغریب تاثیر سے صرف چھوٹے خاں صاحب ہی فیض یاب ہو سکتے ہیں کوئی احمدی اس سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ باقی آئندہ۔

(الحکم ۶ مئی ۱۹۰۸ء ص ۷۔۸)

اخبار الحکم قادیان کا وہ شمارہ ابھی تک ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا، اس لئے یہ تبصرہ نامکمل ہے۔ اور الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مصنفہ مولانا حامد رضا بریلوی کی تلخیص انشاءاللہ ہم کسی آئندہ جلد میں پیش کریں گے۔

# دعاء کا ہتھیار

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

عیسائیوں کا جب سے پنجاب میں قدم پڑا ہے مسلمانوں نے بھی ان کی ابطال میں کمی نہیں کی (کبھی مرزا صاحب کہتے تھے کہ کسی نے کچھ نہیں کیا، حتی کہ مجھے آنا پڑا۔ بہاء) رسالہ اور کتابیں وغیرہ ان کی تردید میں ہمیشہ نکلتے رہے لیکن .. کارگر نہ ہوئے اور عیسائیوں کی جمعیت بڑھتی گئی۔ اصل میں اس کا استیصال جانکاہ اور دل سوز دعاؤں پر موقوف ہے جیسے کہ و استفتحوا سے ظاہر ہے جب تدبیریں کر کر کے انسان تھک جاتا ہے تو آخر کار پھر دعا ہی کام آتی ہے اور جب دعا اپنی انتہاء تک پہنچے تو پھر مطلب ہو جاتا ہے

ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگوں کو اس قسم کی دعا سے مطلب ہی کیا ہے کہ اس فتنہ اور بطلان کے استیصال کے لئے دعائیں کریں۔ ان کی تو کل دعائیں اپنے اپنے نفس کی ضروریات تک محدود ہیں، حالانکہ اس زمانہ میں دعا ایک بڑا جنگ ہے، اور خود دعا میں مشکل بھی پیش آتی ہے، گوشہ نشینی کی ضرورت پڑتی ہے۔ مجھے ایک دفعہ خیال آیا ہے کہ باغ میں ایک مکان بنالوں (کہ وہاں تخلیہ میں دعا ہو) کیونکہ عمر گذرتی جاتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ نرے قلم کا اب یہ کام نہیں رہا کیونکہ پادریوں وغیرہ کے پاس روپیہ بہت ہے، اور لوگوں کو اغراض نے دبا رکھا ہے۔ کسی نے نوکری کے لئے، کسی نے حاجت کے لئے اپنے آپ کو ان کا دست نگر بنا رکھا ہے۔ اس لئے دلائل

وغیرہ کا جو اثر دلوں پر ہونا چاہیے، وہ نہیں ہوتا۔ اب یہ وقت ہے کہ ہر ایک مومن کو چاہیے کہ دعا میں لگے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵)۔

اڈیٹر البدر قادیان بتاتے ہیں:

۸ فروری ۱۹۰۴ء کو دوران سیر عیسویت کے مہلک فتنہ کی نسبت مرزا صاحب نے فرمایا کہ بہت غور اور فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اب صرف قلموں اور کاغذوں کا کام ہی نہیں ہے کہ وہ اس فتنہ کو فرو کر سکے۔ کتابیں ہم نے لکھیں، تو اس کے مقابل پر انہوں نے بھی لکھ دیں۔ لوگ اپنے اپنے نفس کی فکر میں اس قدر مصروف ہیں کہ ان کو مقابلہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی، اور جب انہوں نے مقابلہ ہی نہیں کیا تو پھر حق کیسے کھلے۔ اس لئے اب میرا ارادہ ہے کہ ایک لمبا سلسلہ دعا اور انقطاع کا شروع کیا جاوے، نرے وعظ اور تبلیغ سے کیا ہوتا ہے۔ انبیاء بھی جب وعظ اور تبلیغ سے تھک گئے اور دیکھا کہ ابھی فتنہ برقرار ہے تو پھر انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی تاکہ توجہ باطنی سے فتنہ کو پاش پاش کیا جائے جیسے کہ اللہ قرآن شریف میں فرماتا ہے و استفتحوا و خاب کل جبار عنید (پارہ ۱۳۔ ع ۱۵) یعنی جب رسولوں نے دیکھا کہ وعظ اور پند سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو انہوں نے ہر ایک بات سے کنارہ کش ہو کر خدا کی طرف توجہ کی اور اس سے فیصلہ چاہا تو پھر فیصلہ ہو گیا۔ نوح بھی جب وعظ و پند سے عاجز آ گئے تو آخر آپ نے دعا کیا اور سب ہلاک ہوئے سخت طوفان آیا ان کی کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری جسے ارارات کہتے ہیں۔

(اخبار بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵)۔

مرزا صاحب نے یہاں ایک تو یہ بات تسلیم فرمائی کہ مسلمانوں نے رد قادیانیت میں بہت علمی کام کیا ہے، ۔ دوسری یہ بات تسلیم کی ان کی کتابوں نے بھی میدان نہیں مارا، بلکہ عشروں کی محنت اور ۸۰ سے زائد کتابیں لکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایسے کاموں کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر انہوں نے خود ہی اپنے کسر صلیب کے دعووں کی تغلیط کر دی۔

اور مرزا صاحب نے ناکامیوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اب دعاؤں پر زور دینا چاہیے اور اسی لئے ان کا دل چاہتا ہے کہ باغ میں مکان بنوالیں اور گوشہ نشین ہو کر دعاؤں میں لگ جائیں

معلوم نہیں مرزا صاحب نے حسب خواہش دعائیں فرمائیں یا نہیں؟ لیکن اتنی بات واضح ہے کہ ۱۹۰۴ء کے بعد بھی مرزا صاحب اپنی باقی ماندہ زندگی میں عیسائیت کو ختم نہ کر سکے۔ اور چونکہ ان کا کام عیسائیت کا خاتمہ تھا، اور وہ نہ ہو سکا، اس لئے اگر انہوں نے دعائیں کی ہیں تو یہ ان

کی دعاؤں کی عدم قبولیت کا ثبوت ہے۔

مرزا صاحب نے حضرت نوح ؑ کی مثال دی ہے۔ لیکن نوح ؑ کی دعا کے بعد تو ان سب مخالف ختم ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب کے مخالفوں میں سے تو عیسائی بھی ختم نہ ہوئے، جب کہ ہندو اور مسلمان بھی مرزا صاحب کے مخالف تھے۔

مرزا صاحب دعاؤں کے پیسے لیتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے جلد گیارہ میں عصائے موسی کی تلخیص کرتے ہوئے کئی واقعات نقل کئے ہیں جہاں مرزا صاحب نے دعاؤں کی محنت کے عوض پیسہ لیا۔ ذیل میں ایک ہی واقعہ کا بیان سیرۃ المہدی کے حوالے کیا جا رہا ہے جہاں انہوں نے ایک لاکھ روپئے کا مطالبہ تھا۔ اور یہ ایک لاکھ اس دور کا تھا جب مرزا صاحب جیسے سرکاری منشیوں کی تنخواہ ۱۵ روپئہ ماہوار ہوتی تھی۔ اس دور کا ایک لاکھ روپئہ آج کے کروڑوں روپئہ کے برابر ہے۔ سنئے مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

> بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبدالعزیز صاحب ہوتے تھے جو کوم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے (ان کا ذکر خیر اوپر ہو چکا ہے اور جس دور کی یہ بات ہو رہی ہے ان دنوں مرزا صاحب مناظر اسلام، مجدد، پیر، کی شہرت رکھتے تھے۔ بہاء) ان کا ایک دوست تھا جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائداد تھا اور لاکھوں روپئے کا مالک تھا۔ مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا جو اس کا وارث ہوتا۔ اس نے مولوی عبدالعزیز صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔ مولوی عبدالعزیز نے مجھے (یعنی عبداللہ سنوری کو) بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں تم قادیان جاؤ اور مرزا صاحب سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کے لئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کے لئے کہا۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک تقریر فرمائی جس میں دعا کا فلسفہ بیان کیا اور فرمایا کہ محض رسمی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک خاص قلبی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ جب آدمی کسی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یا تو اس شخص کے ساتھ کوئی ایسا گہرا تعلق اور رابطہ ہو کہ اس کی خاطر دل میں ایک خاص درد اور گداز پیدا ہو جائے جو دعا کے لئے ضروری

ہے اور یا اس شخص نے کوئی ایسی دینی خدمت کی ہو کہ جس پر دل سے اس کے لئے دعا نکلے۔مگر یہاں نہ تو ہم اس شخص کو جانتے ہیں اور نہ اس نے کوئی دینی خدمت کی ہے کہ اس کے لئے ہمارا دل پگھلے۔ پس آپ جا کر اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے ایک لاکھ روپئہ دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کے لئے دعا کریں گے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ اسے ضرور لڑکا دیدیگا۔میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر یہی جواب دے دیا۔مگر وہ خاموش ہو گئے۔

(سیرۃ المہدی جلداول روایت نمبر۲۶۴)

# مباحثوں سے انحراف

مرزا صاحب نے سیالکوٹ والی ملازمت چھوڑنے کے بعداپنی پبلک زندگی کا آغاز ایک مناظر کی حیثیت سے کیا تھا۔انہوں نے مقلدوں کی طرف سے غیر مقلدوں سے مناظرہ کیا، پھرمسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں اورآریوں کومباحثوں کے چیلنج دیئے۔ پھردعوی مسیحیت کے بعد چیلنج کر کے مسلمانوں اورعیسائیوں سے نہ صرف خودمباحثے کئے بلکہ مریدوں کوبھی باحث بنایا۔ انہیں اپنے علم وفضل پر ناز تھا اوراپنے مخالف مسلمان علماء کومرے ہوئے کیڑوں سے بھی حقیر جانتے تھے۔لیکن اللہ کے بندوں کی علمی گرفت انہیں بتدریج ترک مباحثہ کی طرف لے آئی۔ پہلے تو انہوں نے یہ فرمایا کہ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اب علماء سے مباحثہ نہیں کروں گا، پھرانہوں انہیں الفاظ میں یہ مطلب ڈال دیا کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہے کہ مباحثے نہ کرونگا، پھرانہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انہیں الہامی طور پر مباحثوں سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن ان کا کام ایسا تھا کہ اگر چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ بند ہونا دکان بڑھانے کے مترادف تھا، اسلئے وہ گیدڑ بھبکیوں سے باز نہیں آتے تھے، اورمریدوں کوبھی آگے بڑھاتے رہتے تھے، پھر مدوغیرہ میں ان کے علماء کا ایسا ناطقہ بند ہوا کہ ان کی دلداری کیلئے مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے مخالف سرے سے جاہل ہیں، تمہاری اورمیری باتیں سمجھ ہی نہیں سکتے، اسلئے ان سے واعرض عن الجاھلین کرو۔



۲۶مئی ۱۹۰۲ءکومرزا صاحب نے فرمایا:

میں بڑی تاکید سے اپنی جماعت کو جہاں کہیں وہ ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا مباحثہ

مقابلہ اور مجادلہ نہ کریں اگر کہیں کسی کو کوئی درشت اور نا ملائم بات سننے کا اتفاق ہو تو اعراض کرے میں بڑے وثوق اور سچے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری تائید میں آسمان پر خاص تیاری ہو رہی ہے ہماری طرف سے ہر پہلو کے لحاظ سے لوگوں پر حجت پوری ہو چکی ہے اس لئے اب خدا تعالی نے اپنی طرف سے کاروائی کرنے کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی سنت قدیم کے موافق اتمام حجت کے بعد کیا کرتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ بدزبانیوں اور فضول بحثوں سے باز نہ آئیں گے تو ایسا نہ ہو کہ آسمانی کاروائی میں کوئی تاخیر اور روک پیدا ہو جائے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء ص ۵)

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے حجت پوری ہو گئی ہے۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ حجت کیسے پوری ہوئی، ابھی تو کہا جا رہا تھا کہ مرزا صاحب بھی زندہ ہیں اور محمدی بیگم بھی زندہ ہے، شادی کا انتظار کرو۔

اور کہا جا رہا ہے کہ پہلے سور ماریں، پھر حج کریں گے۔ انتظار کرو۔

اور کہا جا رہا ہے کہ سلطان محمد کے مرنے کا انتظار کرو تاکہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح ہو۔

اور کہا جا رہا ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی اولاد پیدا ہونے کا انتظار کرو۔

ابھی تو کہا جا رہا ہے آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں مرزا کیسے دفن ہو کیونکہ وہ تو ابھی زندہ ہے، اور یہ سوال ابھی قبل از وقت ہے۔

مالیر کوٹلہ سے ایک معزز رئیس نے لکھا کہ ایک مولوی صاحب اتفاق سے انہیں مل گئے ہیں اس لئے وہ قادیان آ کر تحقیق حق چاہتے ہیں۔ جواب میں اعلی حضرت (مرزا) نے فرمایا کہ بے شک وہ آجائیں تحقیق حق کے لئے سائلین کا دروازہ کھلا ہے وہ تحریری سوال کریں جواب تحریری دے دیا جائے گا۔ اس کے لئے یہاں آنا بھی چنداں ضرور نہیں ہاں بصورت مباحثہ کوئی امر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اصل مقصد ہار جیت ہوتی ہے اس لئے اعلام الہی موافق انجام آتھم میں وہ سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

۸ فروری ۱۹۰۵ء۔ ایک شخص کی درخواست مباحثہ پر (مرزا نے) فرمایا کہ حسب اعلام الہی ہم نے مباحثہ کا دروازہ بند کر دیا ہوا ہے لیکن ہاں جس کا جی چاہے ازالہ شبہات کیلئے ہم سے کلام یا تحریر کر سکتا ہے بحث میں تو فریقین کو ہار جیت کا خیال ہوتا ہے مگر اس میں یہ خیال نہیں ہوتا بحث بند کرنے سے ہماری یہ غرض نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی اعتراض کرے یا سوال کرے یا

اسے کچھ وساوس ہوں تو اس کی طرف توجہ ہی نہ کیجاوے بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ جواب اور جواب الجواب اور پھر ہار جیت کا جو خیال لوگوں کو ہوتا ہے اس سے وہ احقاق حق سے دور جا پڑتے ہیں ورنہ سوالات اور ازالہ وساوس کے لئے دروازہ کھلا ہے جس کا جی چاہے ہم سے پوچھ سکتا ہے۔

(الحکم ص ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۲)

جس طرح مولانا ثناء اللہ کو کہا گیا تھا کہ صم بکم بیٹھنا ہوگا، لکھا ہوا سوال پڑھنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

## سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں کو آخری جواب

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی عنوان بالا کے تحت لکھتے ہیں:

آج ۹۔ اپریل کو ظہر اور عصر کی نماز سے پہلے جو جمع کی گئی تھیں مرزا صاحب کے حضور مخالفوں کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ کس پر درندگی سے حملے کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ یہ ذکر اس وقت آیا جب کہ آپ خدا تعالیٰ کی وہ وحی جو دوسری جگہ درج ہے سنا چکے تھے مخالفوں کے ذکر میں اہل حدیث کے مضامین اور لاہور کے ڈیلی ٹائمز اور ست دھرم پرچارک وغیرہ کے اعتراضات کا ذکر کیا گیا۔ اس پر آپ (مرزا) نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ،

> ان سب کو تفویض الی اللہ کرو۔ اللہ کی وحی بتاتی ہے کہ اس فعل میں وہ خود احکم الحاکمین ہے تمہارے قلم میں اتنا زور نہیں ہوگا جو خدا تعالیٰ کے فعل میں ہوگا۔ اس نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ وہ خود ہی ایک فیصلہ کرے گا اور ہم اسی کے منتظر ہیں۔ مجھے اسی لئے اس نے فرمایا فاصبر کما صبر اولوا العزم انبیاء علیھم السلام کو ایسا ہی کرنا پڑتا ہے آخر ان کے صبر کا انجام عجیب ہوتا ہے۔ اب یقیناً سمجھو کہ وہ وقت بہت ہی قریب آ گیا ہے جو جس قدر یقین کریگا اسی قدر اس کا ایمان بڑھے گا۔ خدا تعالیٰ پہلے سے مجھے فرما چکا ہے قرب اجلک مقدر و لا یبقی لک من المخزیات ذکراً غرض اللہ تعالیٰ اس جماعت کو اپنے وجود پر روشن اور تازہ ایمان دینا چاہتا ہے میں یہی دعا کرتا رہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔

خدا کے ماموروں مہدی کی زبان سے یہ باتیں سن لینے کے بعد گناہ ہے کہ میں کسی مخالف کے جواب میں قلم اٹھاؤں۔ پس اہل حدیث ہو یا کوئی اور اخبار جو اس سلسلہ پر اعتراض کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے مہدی اور مسیح کی توہین کرتا ہے اور بے باکی اور شوخی سے گالیاں دینے میں اپنی کامیابی

سمجھتا ہے وہ جس قدر گالیاں دینی چاہتا ہے دیتا رہے میں اس کو مخاطب نہیں کرونگا اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر نظر رکھونگا آج سے یہ سلسلہ الحکم میں بند کیا جاتا ہے اور خدائی فیصلہ کا انتظار فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔ (الحکم قادیان۔۱۰۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس کے ڈائری نویس نے بتایا ہے:

ذکر آیا کہ لدھیانہ میں ایک فحش گو نے پھر گالیاں دینے پر کمر باندھی ہے۔(مرزا صاحب) فرمایا کہ اب ایسے لوگوں سے اعراض ہی اچھا ہے۔ہم کیا جواب دے سکتے ہیں خدا خود ہی اب تو جواب دینے لگ پڑا ہے۔(بدر قادیان ۲۷۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۸)

اڈیٹر البدر نے درج بالا اعلان کے اڑھائی سال بعد، اطلاع عام، کے عنوان لکھا:

چونکہ ہماری طرف سے کیا تحریراً اور کیا تقریراً پورے طور پر مخالفوں پر اتمام حجت ہو چکا ہے، اس لئے اب ان کے ایسے کلمات کا اخباروں میں رد کرنا جو انصاف پر مبنی نہیں ہیں ہرگز مناسب نہیں۔اب یہ تمام امور خدا تعالیٰ عدالت میں ہیں وہ خود آسمان سے ان کا فیصلہ کرے گا۔اس لئے ہم تمام لوگوں اور تمام مخالفین کو عام اطلاع دیتے ہیں کہ اب مخالفین کی تحریروں کے مقابل پر ان کا نام لے کر کوئی تحریر شائع نہ ہوگی بجز اس صورت کے کہ کوئی افتراء شائع کریں جس پر خاموشی کرنے سے دین کا حرج ہو۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ (بدر قادیان ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۷)

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں، کی اس سے بہتر تعبیر کیا ہو سکتی ہے۔نہیں لکھیں گے، نہیں جواب دیں گے، لیکن لکھیں گے بھی اور جواب بھی دیں گے۔قادیانیت کے خلاف لکھی جانے والی کسی بھی بات کو قادیانی جب چاہیں اس قسم میں ڈال سکتے ہیں جسے وہ، دین کے حرج، والی قسم کہتے ہیں۔

# طاعون

قادیانی لٹریچر طاعون کی خبروں اور ان سے متعلق بحث مباحثوں سے بھرا پڑا ہے۔ مرزا صاحب صاحب کا دعویٰ تھا کہ طاعون ان کا نشان ہے۔اور لوگوں کو ڈرانے، اور قادیانیت کی آغوش میں پناہ لینے پر مجبور کرنے کے لئے آیا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ مسیح موعود کے دور میں طاعون کی

پیش گوئی سابقہ کتب سماوی میں موجود ہے اوران کے دور میں پھیلنے والا طاعون ان کی صداقت کے نشان کے طور پر آیا ہے اوراس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک سب لوگ انہیں خدا کے فرستادہ مرسل من اللہ امام الزمان اور مسیح دوران اور مہدی معہود نہ مان لیں گے، اور قادیان کو طاعون سے اس لئے محفوظ رکھا جائے گا کہ خدا کے رسول کا تخت گاہ (یا دارالحکومت) اور دارالامن والامان ہے۔ وغیرہ۔ الحکم والبدر کی فائلوں میں طاعون کی پیش گوئی، اس کی تباہ کاریوں وغیرہ کے متعلق خبروں، مضامین اور سوالوں کی صورت میں بہت سا مواد موجود ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

سوال: کیا طاعون جارف ہی عذاب ہے جس سے قادیان اور جمیع منقادان کے محفوظ رہنے کا وعدہ ہے یا مطلق طاعون۔ بصورۃ ثانیہ بعض احمدیوں کی موت بالطاعون پر اعتراض لا جواب ہے اور پہلی صورت میں وضاحت طلب جارف کی حد جامع مانع کیا ہے۔

جواب (از مرزا صاحب): ..... ہاں مصلح آپ یا خدا تعالی نظر میں اس سچے مصلح کے معاون اور نفع رساں وجود جو آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ اور ممتاز جماعت بننے کے محرک ہوتے ہیں اگر وہ ہلاک ہو جائیں اور پھر اس کے مقابلہ میں اعدائے مدبر اور راس الکفر اگر زندہ رہیں تو اعتراض ہوسکتا ہے، اور بعد حصول مطلب تو کوئی مرجاوے اعتراض باقی نہیں رہ سکتا۔ آخر سب کو مرنا ہے ....

اگر طاعون جارف کے معنی مدنظر ہیں، تو ایک اکمال الدین نام کتاب ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ سات میں سے پانچ مرجاویں۔

مگر یہ میزان بھی مدبروں ہی کے متعلق ہے، عام لوگ کس گنتی میں ہیں۔ اور مدبروں کا سمجھنا خدا کے اختیار میں ہے۔ سردست یہ کافی ہے اگر اس پر بھی سائل کو کچھ اعتراض باقی رہے تو انشاء اللہ اس کے حل کے لئے بھی کوشش کی جاوے گی

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جون ۱۹۰۲ء ص ۲۔۳)

## درخواست چندہ برائے توسیع مکان

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر

میں، جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقع ہے۔ اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیوار کے اندر ہوں گے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دے دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوش خبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا، نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ میں سے حصہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کرنے کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیے۔ میں یہی دیکھا ہے کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش نہ عورت کی، اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔..

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

اس اشتہار سے معلوم ہوتا کہ کسی مرے ہوئے شخص کے متروکہ گھر میں مرزا صاحب کا بھی حصہ ہے، اور اس کے دوسرے حصہ دار اپنے حصے مرزا صاحب کو فروخت کرنے پر رضا مند ہو گئے ہیں، اس لئے مرزا صاحب چاہتے ہیں کہ انہیں خرید لیا جائے، اور سارے مکان کو اپنے مکان میں شامل کرلیا جائے جو مرزائیوں کے دارالامن ہو جائے گا۔

دوسری طرف مرزا غلام احمد کے عم زاد مرزا امام الدین جو اس مکان میں حصہ دار تھے، اپنے ایک اشتہار کے ذریعہ بتاتے ہیں کہ وہ اپنا حصہ فروخت کرنے پر رضا مندنہیں ہیں، اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ شریک اپنا حصہ ہمیں فروخت کرنے پر راضی ہو گئے ہیں، غلط ہے۔ مرزا امام الدین کا اشتہار ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

> برخوردار مرزا قادیانی طال عمرہ، بعد دعائے درازی عمر کے واضح ہو کہ میں تمہارے دعوی ہمیشہ سے سنتا ہوں اور دور دراز تک تمہاری خبر پہنچی ہوئی ہے اور لوگ جوق در جوق آتے ہیں مگر افسوس میں تمہارا بڑا بھائی اور بزرگ ہوں میری طرف تم نے کوئی خاص توجہ نہ کی جو تمہاری نالائقی کا ثبوت ہے۔ آخر میں بھرے دل سے از خود تم کو اطلاع کرتا ہوں کہ میں تمہارے ذاتی عیوب سے قطع نظر تمہاری پیش گوئیوں کو ایک گوز شتر سمجھتا ہوں۔ تم نے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری کو فی پیش گوئی سو روپے دینا

کیا تھا جوان کے آنے پر تم گھر سے بھی نہ نکلے مگر میں تم کو فی پیشگوئی ہزار روپے دینے کا وعدہ کرتا ہوں اگر تم اپنی پیش کردہ پانچ پیشگوئیاں بھی مجھے سچی کر دو تو، فی پیشگوئی ہزار روپے تم کو دوں گا اور اگر نہ ثابت کر سکو تو صرف تم کو مسلمان ہونے کی دعوت دیتا ہوں ۔ پس ایک ہفتہ تک اس دعوت کا جواب بذریعہ اشتہار جلدی دینا کیوکہ خدا تعالی نے قرآن مجید میں اپنے نبی ﷺ کو بھی حکم فرمایا ہے و آت ذا القربی حقّہ ۔ یعنی قریبیوں کے حقوق ادا کرو۔ قریبوں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے ۔ بھلا یہ کیا انصاف ہے کہ کشتی نوح کے آخر صفحہ پر تو ہم کو اپنا شریک اور قرابتی بتاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہمارے شرکاء مکان دینے کو راضی ہیں دو ہزار روپے چندہ جمع کر لیا ہے حالانکہ ہمیں اس کی کوئی خبر ہی نہیں اور نہ ہم دینا چاہتے ہیں ایسے جھوٹ کا بھی کوئی علاج ہے ۔ خیر ان باتو ں کے ذکر کو تو ایک دفتر چاہیے جو میں الگ کسی وقت تفصیل سے بیان کروں گا ۔ سر دست میں اس اشتہار کے جواب کا منتظر ہوں ۔

رقیمہ مولائی مرزا امام الدین برادر کلاں مرزا قادیانی مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء

(مطبوعہ اہل حدیث پریس امرتسر)۔

اس اشتہار کے چار ماہ بعد اڈیٹر الحکم نے بتایا:

مرزا امام الدین جو اپنے آپ کو ہدایت کنندہ قوم لال بیگیاں مشہور کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود کے سخت ترین دشمنوں سے تھا، ۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو فوت ہو گیا۔

(اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء۔ ص ۱۰)

اور اس امام الدین کے مریدوں کی تعداد قادیانیوں سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ مردم شماری رپورٹ صوبہ جات متحدہ ..۱۹۰۱ء میں لکھا ہے:

اس صوبہ میں مسلمانوں کے بڑے بڑے فرقے دو ہیں ۔ اول سنی ، جن کی تعداد ۶۴ لاکھ ۳۰ ہزار ۷ سو ۶۶ ہے ۔ دوم شیعہ جن کی تعداد ایک لاکھ ۸۲ ہزار ۲ سو آٹھ ہے ۔ ان کے علاوہ ۶۴ ہزار ۲ سو ۹۲ بھنگی ہیں جنہوں نے باوجود مسلمان ہونے کے یہ لکھوایا ہے کہ ہم لال بیگی کی پرستش کرتے ہیں ...کل ۶۷ لاکھ ۳۱ ہزار ۳۴ مسلمانوں میں سے ۸ ہزار ۹ سو ۶۹ یہ نہیں بتا سکے کہ وہ کس فرقہ کے ہیں ۔ ان کے علاوہ ۳۶ ہزار ۴ سو ۴۳ نے جو اپنے فرقہ سے واقف نہیں تھے بجائے فرقہ کے کسی مسلمان بزرگ کا نام لکھوا دیا... ۹ سو ۳۱ ۔ آدمیوں نے اپنے نام کے ساتھ احمدیہ فرقہ لکھوایا...

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۱۔۱۲)

اس مرزا امام الدین کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹ بول کر لوگوں سے توسیع مکان کے لئے چندہ مانگ رہے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی درج بالا تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان دار الامن والامان نہیں تھا بلکہ اس گاؤں کا ایک مختصر سا ٹکڑا، یعنی مرزا صاحب کا گھر دار الامن والامان تھا۔ بنا بریں مرزائیوں کا قادیان کو دار الامن والامان کہنا غلط ہے۔

مرزا غلام احمد کی تحریر سے ان کی لالچی طبیعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ رئیس قادیان ہونے، اور اپنے بیٹے بشیر احمد کی شادی پر ہزاروں روپے خرچ کرنے کے باوجود اپنے ذاتی مکان کی توسیع کیلئے مریدوں کے سامنے دامن پھیلا رہے ہیں۔

شائد قادیانی بھی مرزا صاحب کی روز بروز کی چندوں کی درخواستوں سے تنگ آ چکے تھے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو ہزار روپیہ کے لئے ایک ایسی جماعت کے سامنے جن کی تعداد بقول مرزا تین لاکھ سے بھی زائد ہے، اور جس میں سرکاری افسر، تاجر، زمین دار، تحصیل دار، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی، وغیرہ شامل ہیں، اس درخواست پر کما حقہ توجہ نہیں دے رہے تھے جیسا کہ ذیل کے نوٹ سے ظاہر ہے جو، توسیع مکان کا چندہ، کے عنوان سے اڈیٹر الحکم نے لکھا تھا:

مرزا صاحب نے کشتی نوح کے آخر میں جو اعلان چندہ توسیع مکان کے لئے دیا ہے اس پر ہماری جماعت کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیے۔ حضرت چاہتے ہیں کہ یہ مکان نومبر میں بالکل تیار ہو جائے یوماً فیوماً طاعون ملک میں بڑھ رہی ہے اور جس غرض کے لئے یہ مکان تیار کیا جاتا ہے وہ اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ نومبر میں یہ عمارت ختم ہو۔ دو ہزار روپۓ کا تخمینہ کیا گیا ہے جس میں قادیان کی جماعت میں سو روپۓ سے زائد چندہ ہو گیا ہے۔ اب ۱۹۰۰ روپۓ کی ضرورت ہے جو دو ہفتہ کے اندر اندر ہونا چاہیے .. یہ اطلاع حضرت اقدس کے حکم اور ایماء سے کی گئی ہے اس لئے اس کو معمولی تحریک نہ سمجھی جاوے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۶)۔

اور چند ہفتے بعد توسیع مکان کا چندہ کے عنوان سے اڈیٹر الحکم کی طرف سے یہ اطلاع شائع ہوئی:

توسیع مکان کا چندہ خدا کا شکر ہے کہ جلد جلد آ رہا ہے اور اگر اسی طرح احباب نے توجہ کی تو امید ہے کہ بہت جلد تخمینہ شدہ رقم جمع ہو جاوے گی۔ چار سو روپۓ سے

زائد کی لکڑی خریدی جا چکی ہے دوسرا مصالحہ وغیرہ خریدنے کی فکر ہو رہی ہے جہاں تک جلد ممکن ہو اس کارِ خیر میں حصہ لینے والے متوجہ ہوں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱۱)

اس اطلاع سے معلوم ہوا کہ ۳۰ نومبر تک صرف چار سو روپیہ پورے ملک کی قادیانی جماعت سے وصول ہوا تھا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مرزا صاحب کی درخواست کا تا حال کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ اور قادیانیوں کی اکثریت نے مرزا کی درخواست ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی ہے۔ اور یہ طرزِ عمل اس جماعت کا ہے جس کے متعلق مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھ سے بیعت کر کے وہ اپنے جان مال اور آبرو میرے پاس فروخت کر چکے ہیں۔

نیز اس اطلاع سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نومبر گذر گیا، لیکن ابھی یہ حال تھا کہ تعمیر کا کام ہی شروع نہیں ہو سکا۔ جب کہ مرزا صاحب فرماتے کہتے تھے کہ جس مقصد کے لئے توسیع مکان ضروری ہے وہ تبھی حاصل ہو سکتا ہے کہ نومبر میں کام ختم ہو جائے۔

اس بات کا مطلب یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب کے پاس کن فیکون وغیرہ کے کوئی اختیار نہ تھے جس کے وہ مدعی تھے، اور یہ کہ وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہتے تھے، نقصان وخسران ان کا مقدر ہوتے تھے، اور یہ کہ اب اگر مکان میں توسیع ہو بھی گئی وہ بے فائدہ ہو گی کیونکہ جس مقصد کے حصول کے لئے یہ عمارت بنوانا تھی اس کا وقت گذر گیا۔

 علاج طاعون:

سید عبداللہ عرب نے اپنے اطراف میں درد کی شکایت کر کے خطرہ طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے آنحضرت (مرزا) کا کرتہ طلب فرمایا آپ نے فرمایا کہ کرتہ تو ہم دے دیں گے مگر اصل بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کا کرتہ نہ ہو کچھ کام نہیں آتا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بارہا وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے اور میری جماعت کو اس ذلت کی موت سے حفاظت فرمائے گا مگر اس حفاظت کے نیچے آنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے بدون تقویٰ حقیقی کے کوئی شکی مسلمان یا بیعت کنندہ کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا۔

...فرمایا میرا دل ہرگز اس امر کو قبول نہیں کر سکتا کہ جو شخص ہماری جماعت میں سچے تقویٰ اور طہارت رکھتا ہو وہ کبھی بھی اس ذلت کی موت سے ہلاک نہ ہو گا... ہم یقیناً جانتے

ہیں کہ اگر کوئی آدمی بظاہر ہماری جماعت میں شریک ہو اور طاعون سے مرے تو وہ کسی نہ کسی نوع کی غفلت اپنے اندر رکھتا ہوگا..۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء (الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

یعنی قصور مرنے والے کا ہے، ہمارا نہیں، حالانکہ ایسی اموات تو مرزا کی دعاؤں کی عدم قبولیت کی دلیلیں ہیں کیونکہ آپ تو اپنی جماعت کے طاعون سے بچائے جانے کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور آپ اگر فرمائیں کہ ہماری دعائیں صرف پختہ مرزائیوں کے لئے ہیں تو آپ کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ پختہ مرزائی کون کون ہیں، ورنہ طاعون سے مرنے والے ہر مرزائی کے متعلق کہہ دیں گے کہ وہ پختہ نہیں تھا۔

ایک اور نشان ظاہر ہوا، کے عنوان سے اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

عرصہ ہوا حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود کو یہ الہام ہوا تھا تخرج الصدور الی القبور اور انہیں دنوں میں یہ الہام الحکم کے ذریعہ شائع ہو گیا تھا۔جن لوگوں نے اس الہام کو پورا کیا مولوی نذیر حسین دہلوی بھی ان میں سے تھا۔ ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ساڑھے پانچ بجے صبح کے اس نشان کو پورا کرنے والوں میں مولوی رسل بابا امرتسری بھی بعارضہ طاعون فوت ہو گئے جو حنفیوں کا سب سے بڑا امام تھا۔

مولوی رسل بابا سلسلہ عالیہ کا سخت مخالف تھا۔ایک کتاب بھی اس نے لکھی تھی اور آج کل اس نے حضرۃ حجۃ اللہ (مرزا) کے خادموں کو امرتسر میں تکلیف دہی کا خاص مذاق پیدا کرلیا تھا۔مولوی رسل بابا کے بعض نادان دوست ان کو اور اپنے آپ کو طاعون کا نشانہ نہ ہونے میں بطور نشان پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں کیوں طاعون نہیں ہوتا، یا رسل بابا کو کیوں نہیں ہوتا۔آخر خدائے غیور نے رسل بابا کو پکڑا اور وہ ۱۶ روز تک سخت تکلیف کے بعد آخر تخرج الصّدور الی القبور کا نشان پورا کرنے کو اس جہان سے کشتہ طاعون ہوکر رخصت ہوا۔اس کی موت مسیح موعود کی صداقت پر ایک روشن دلیل ٹھہری۔امرتسری مقلدین وغیر مقلدین نے اس کی زندگی کے لئے بہت دعائیں کیں مگر ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال کا مصداق ہوئیں۔پچھلے جمعہ حضرت اقدس کو الہام ہوا تھا یموت قبل یومی ھذا

یعنی اگلے جمعہ سے پہلے مرجائے گا (کون؟ بہاء) چنانچہ اب رسل بابا کی موت کی خبر نے ثابت کر دیا کہ یہ اس کے حق میں تھا۔اب امرتسر پر ایک عبرت ناک نشان کی صورت

میں حجت پوری ہوگئی اور رسل بابا کی لاش اور قبر زبان حال سے اپنے ہم عصر مولویوں اور دوسرے لوگوں کو جو اس سلسلہ کے مخالف ہیں مخاطب کر کے نہایت حسرت اور سوز و رقت کے ساتھ یہ کہتی ہے روز گار رم بشد بنا دانی ۔ من نکر دم شما حذر بکنید ۔ کیا اہل امرتسر اس آواز کو سنیں گے اور دیدہ عبرت کھول کر اس کو دیکھیں گے (الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۸)

مرزا مبارک احمد کے لئے کی جانے والی مرزا قادیانی کی دعائیں کیا ہوئیں ۔ مولوی عبدالکریم کی زندگی کے لئے کی جانے والی مرزا غلام احمد کی دعائیں کدھر گئیں ۔ محمد افضل اڈیٹر بدر کے لئے کی گئی قادیانیوں کے دعائیں کیا ہوئیں ؟ کیا ان مواقع پر ما دعاء الکافرین الا فی ضلال نہیں کہا جاسکتا ؟

یموت قبل یو می ھذا، والا الہام عجیب پیش گوئی ہے ، نہ دوست کی تخصیص ، نہ دشمن کی ، نہ غیر جانبداروں کی ۔ ایک ہفتے کے دوران دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ مر جاتے ہیں ، کسی پر بھی لگا دو ۔

تخرج الصدور صرف مخالفوں کیلئے کس طرح ہوسکتا ہے ۔ کہ صدور تو ہر جگہ ہو سکتے ہیں ، مخالفوں میں بھی ، اپنوں میں بھی ، اور غیر جانبداروں میں بھی یعنی جن لوگوں کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی اور انہوں نے آپ کے متعلق موافقانہ یا مخالفانہ کوئی ریمارک نہیں دئے ، اور جس طبقہ میں مرزا صاحب کے وقت کی دنیا کی اکثریت شامل تھی ۔

اور یہ الہام کوئی پیش گوئی بھی نہیں ہے ، بلکہ یہ تو ایک حقیقت واقعہ ہے جو ہر شخص کو معلوم ہے کہ سب چھوٹے بڑے لوگ اپنے اپنے وقت پر مر جائیں گے ، اور جن اقوام میں مردے دفن کرنے کا رواج ہے ان اقوام کے مردگان قبروں میں پہنچ جائیں گے ۔ اس بات کا معلوم ہونا تو مرزا صاحب کے الہام کا محتاج نہ تھا ۔ اور اگر مرزا صاحب اسے ایک پیش گوئی قرار دینے پر مصر ہیں تو یہ نہ صرف لغو گوئی ہے بلکہ وہ خود اور انکے سارے اعیان مثل نواب محمد علی ، مولوی عبدالکریم ، حکیم نور الدین ، مولوی محمد احسن امروہی ، یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم ، محمد افضل اڈیٹر بدر ، مفتی محمد صادق ، مولوی سرور شاہ ، مولوی محمد علی لاہوری ، میر قاسم علی دہلوی ، مولوی برہان الدین جہلمی ، کتے مار پیر نعمانی ، وغیرہ بھی اس الہامی پیش گوئی کا شکار قرار دیئے جانے چاہییں کیونکہ یہ سب بھی اس پیش گوئی کے بعد ہی مرے ہیں ۔

مرزا صاحب یہ پیش گوئی اپنے ہر مخالف کی موت پر چسپاں کر دیتے تھے اور اس سے

انہیں یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا کہ یہ لوگ میرے دشمن تھے اور میری پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں ، اور مجھ پر ایمان لائے بغیر مرے ہیں اس لئے ان کی موت ، جاہلیت کی موت ہے اور یہ جہنمی ہیں ۔ اسی لئے انہوں نے یہ پیشگوئی سید نذیر حسینؒ پر چسپاں کر دی تھی جب ۱۹۰۲ء میں ان انتقال ہوا ، جیسا کہ اسی اقتباس میں بتایا گیا ہے ۔ لیکن میاں صاحبؒ ایک ایسی شخصیت ہیں جنہیں وہ اپنے دور مجددیت میں ولی اللہ مانتے تھے جیسا کہ تذکرۃ المہدی میں پیر سراج الحق نعمانی قادیانی کی درج ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

ایک روز حضرت مرزا سے عرض کیا کہ حضور یہ وہابی غیر مقلد ناپاک فرقہ ( میں اس وقت سخت متعصب حنفی تھا ) جو ہے، اس کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ سن کر اور ہنس کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا ۔ دوسرے روز پھر میں نے ذکر کیا ۔ فرمایا کہ:

یہ فرقہ بھی خدا کی طرف سے ہے ، برا نہیں ہے ۔...

میں نے عرض کیا کہ اس فرقہ کے بانی اور پیشوا مولوی نذیر حسین کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں ۔

فرمایا: کہ ہمارا مولوی نذیر حسینؒ صاحب پر نیک گمان ہے ۔ وہ بھی ولی اللہ ہے ۔

میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے مولوی نذیر حسینؒ صاحب کی نسبت بہت کچھ برا کہا ہے ۔

فرمایا: معاف کرانا چاہیے ، وہ شخص برا نہیں ۔ جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں ، ویسا نہیں ہے ۔

پھر جب میں حضرت اقدس سے رخصت ہوا تو دہلی میں آ کر مولوی نذیر حسین کے مکان پر گیا ...( مولوی نذیر حسین نے ) فرمایا آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا رہتا تو سرساوہ ضلع سہارن پور میں ہوں لیکن اب قادیان سے آ رہا ہوں ۔

( مولوی صاحب نے ) کہا .. سرساوہ میں دھومن شاہ صاحب رہتے تھے ، نام ان کا مخدوم احمد صاحب تھا ۔ اور وہ مولوی فضل حق خیر آبادی کے مرشد تھے ۔

میں نے کہا کہ میں ان ہی کا پوتا ہوں ۔

( مولوی صاحب نے ) پھر کہا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے؟

میں نے کہا کہ شاہ حبیب الرحمٰن ۔

پھر دوبارہ مولوی ( نذیر حسینؒ ) صاحب نے مصافحہ کیا اور کہا کہ ہم شاہ حبیب الرحمٰن صاحب سے ملے ہیں ۔ آپ صاحبزادہ ہیں ۔ آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

میں نے تمام سرگزشت قادیان کی بیان کی اور کہا کہ اب میں حسب الا ارشاد آپ کے پاس آیا ہوں

کہ جو میں نے آپ کی نسبت گستاخی کی یا کلمات بے جا کہے ہیں ان کی معافی چاہتا ہوں۔
مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔(تذکرۃ المہدی۔ص۲۱۳۔۲۱۵)

یہ واقعہ ۱۸۸۲ء کا ہے جب پیر صاحب پہلی مرتبہ مرزا صاحب کو ملنے قادیان آئے تھے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے واپس اپنے گھر گئے تھے۔ یہ دور مرزا صاحب کے دعوی مجددیت کا دور ہے اور اس دور میں وہ، سید نذیر حسینؒ محدث کو ولی اللہ کہتے ہیں۔اور پیر صاحب نے اختلاف مسلک کے باعث جو انہیں برا بھلا کہا تھا، اس پر میاں صاحب کے پاس حاضر ہو کر معافی مانگنے کی تلقین کر رہے تھے۔

## یا ارض ابلعی ماء ك

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی بتاتا ہے:

طاعون کے متعلق الہام قلنا یا ارض ابلعی ماء ك و یا سماء اقلعی کے متعلق یعنی مرزا صاحب کی رائے ہے کہ یہ عام شہروں اور دیہات کے متعلق نہیں اور نہ اس سے دوام ثابت ہوتا ہے۔ غالباً یہی ہے کہ بعض دیہات اور شہروں میں جن کی نسبت خدا کا ارادہ ہے چند مہینوں تک طاعون نہ رہے اور پھر جہاں خداوند قدیر چاہے پھر ٹوٹ پڑے۔اور یہ بکلی بند نہیں ہوگی جب تک وہ ارادہ بکمال وتمام پورا نہ ہو جائے جو آسمان پر قرار پایا ہے اور ضرور ہے کہ زمین اپنے مواد نکالتی رہی جب تک کہ خدا کا ارادہ اپنے کمال کو پہنچے۔

خاکسار غلام احمد (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵)

مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ جب تک سارے لوگ انہیں مسیح موعود اور امام الزمان وغیرہ نہ مان لیں گے طاعون ختم نہیں ہوگا۔اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ جب تک خدائی ارادہ اپنے کمال کو پہنچے طاعون باقی رہے گا۔ اب دیکھئے کہ دنیا کی آبادی کا غالب حصہ قادیانیت کے دام سے باہر ہے ، اور طاعون رخصت ہو چکا ہے۔ جو اس بات کی شہادت ہے کہ طاعون اور اس کی آمد اور رخصتی کے متعلق مرزا صاحب کے تمام دعاوی کذب وافتراء پر مبنی تھے۔

## دار الامان

مرزا صاحب طاعون کی ابتداء میں عام طور پر قادیان کو دار الامان قرار دیتے تھے۔

جب قادیان میں طاعون کی وارداتیں شروع ہوئیں تو انہ آوی القریہ کی آڑ لے کر اس امان کو قادیان کے ان لوگوں پر حصر کر دیا جن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا جا سکتا ہے، یعنی قریبی لوگ۔ جب قریبیوں میں بھی طاعونی اموات ہونے لگیں تو مرزا صاحب نے قادیان میں اپنے چار دیوار کے گھر میں رہنے والوں پر حصر کر دیا۔ جب ساتھ والے دیوار بدیوار گھر میں طاعون کی واردات ہوئی تو آپ اپنا گھر چھوڑ کر اپنے باغ میں جا کر خیمہ زن ہو گئے۔ یعنی نہ چار دیواری رہی نہ اس کے مکین۔ شائد ان کا خیال تھا کہ اب اگر کوئی خیمہ نشینوں میں سے طاعونی موت کا شکار ہو گیا تو کہہ دیا جائے گا کہ خیمہ میں چار دیواریں کہاں ہیں، اور وعدہ تو چار دیواری میں رہنے والوں کی حفاظت کا تھا۔ اور جہاں چار دیواری تھی اس میں انسانوں کی بجائے بلیاں چوہوں کے خواب دیکھ رہی تھیں۔ لیکن درج ذیل واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا قادیان میں گھر ہی ان کی چار دیواری نہیں تھا بلکہ گورداسپور میں بھی جہاں مقدمہ کی پیشی کے دوران مقیم تھے وہ بھی ان کا چار دیواری میں شامل تھا۔ ملاحظہ فرمایئے اڈیٹر الحکم بتاتے ہے:

> ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء: اعلی حضرت احاطہ کچہری (گورداسپور) میں رونق افروز تھے وقتاً فوقتاً جو کچھ آپ نے فرمایا ہدیہ ناظرین ہے۔:
>
> .....آج دن کو مولوی محمد علی ایم اے منیجر و اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلی جنز کی طبیعت علیل ہو گئی اور درد سر اور بخار کے عوارض کو دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر مرزا صاحب کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپکو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام اور سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر ان کو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے کہ جس سے بخار کا شبہ ہو اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ایمان ہے جیسے اس کی کتابوں پر۔
>
> (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء ص۔۲۔۳)

یہ واقعہ قادیان کا نہیں، نہ قادیان میں مرزا صاحب کے گھر کی چار دیواری کا۔ بلکہ گورداسپور کا ہے اور قادیانی گھر سے باہر کا۔ اس موقع پر مرزا صاحب محمد علی کو بتا رہے ہیں کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ جو میرے گھر میں ہو گا اس کی حفاظت کرونگا۔ اور چونکہ تم میرے گھر میں ہو اس لئے تمہیں طاعون نہیں ہو سکتا۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے دار سے مرزا کی مراد ان کا حلقہ بیعت ہے

یا کم از کم وہ جگہ، مقام، علاقہ، شہر، قصبہ وغیرہ جہاں کسی خاص وقت میں وہ خود موجود ہوں ۔ اس لحاظ سے وہ تمام طاعونی اموات جو قادیان میں مرزا صاحب کی موجودگی میں ہوئیں، خواہ وہ احمدی ہوں یا عیسائی ہندو اور چوہڑے وغیرہ، وہ دار والے الہام کی تکذیب کرتی ہیں ۔

مرزا صاحب کے قادیانی چار دیوار کے گھر کئی لوگ مقیم تھے ۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم، حضرت (مرزا) صاحب کے مکان کے اس حصہ میں رہتے تھے جو مسجد مبارک کے اوپر کے صحن کے ساتھ ملحق ہے، اس مکان کے نیچے خود حضرت (مرزا) صاحب کا رہائشی کمرہ تھا۔ مولوی عبدالکریم کے علاوہ مولوی نور الدین اور مولوی محمد علی ایم اے بھی حضرت صاحب کے مکان کے مختلف حصوں میں رہتے تھے۔ اور شروع شروع میں جب نواب محمد علی خان قادیان آئے تھے تو ان کو حضرت صاحب نے اپنے مکان کا ایک حصہ خالی کر دیا تھا۔ مگر بعد میں انہوں نے خود اپنا مکان تعمیر کر والیا۔ اسی طرح شروع میں مفتی محمد صادق کو بھی آپ نے اپنے مکان میں جگہ دی تھی ۔ مولوی محمد احسن بھی کئی دفعہ حضرت صاحب کے مکان پر ٹھیرتے تھے ۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ بھی جب فیملی کے ساتھ آتے تھے تو عموماً حضرت صاحب ان کو اپنے مکان کے کسی حصے میں ٹھہراتے تھے ۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۰۳)

مذکورہ بالا بیان اور روایت پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کی چار دیواری میں رہنے والوں سے مراد صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو ان کے اہل وعیال ہیں بلکہ، دیگر غیر رشتہ دار بھی ان میں شامل ہیں جو اس میں مقیم ہیں، اور گھر کے نوکر خادمائیں، مہمان وغیرہ بھی ان میں شامل ہیں ۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب کسی خاص وقت میں جہاں کہیں بھی ہوں مثلاً گورداسپور یا لاہور وغیرہ اس گھر پر بھی دار کا اطلاق ہوگا اور اس گھر میں رہنے والوں، نوکروں، مہمانوں کو بھی حفاظت کے وعدہ میں شامل کیا جائے گا ۔

اس لحاظ سے مرزا صاحب کا باغ میں خیمہ بھی ان کا گھر شمار ہوگا، اور اس خیمے کے مکین، مہمان نوکر وغیرہ بھی حفاظت کے وعدہ میں شامل ہوں گے ۔

مرزا صاحب کی مسجدیں اور سکول وغیرہ بھی جہاں وہ وقتاً فوقتاً جاتے ہوں گے اور گھڑی دو گھڑی ٹھہرتے ہوں گے وہ بھی دار کی تعریف میں آگئے، اور ان مقامات میں مصروف کار افراد یعنی اساتذہ، طلبا، نمازی وغیرہ بھی حفاظت کے وعدہ میں آگئے ۔ اور بطور خاص البدر کا اڈیٹر

محمد افضل بھی حفاظت کے وعدے میں شامل ہوگیا کیونکہ وہ شب و روز مرزا صاحب کی خدمت میں ان کے گھر یا مسجد میں حاضری دیتا تھا اور ان کے الہامات و خطابات سن کر انہیں مرتب کر کے اپنے اخبار میں شائع کرتا تھا۔

## قادیان میں طاعون

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

ان دنوں جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی ہم خدا تعالی کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آتی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اس طرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے محفوظ رکھا اور آئندہ بھی ہم اس کے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری حفاظت فرمائے گا

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۳)

اور وہ کشتی خالی تھی کیونکہ مسافر کشتی سے چھلانگ لگا کر باغ میں چھپ گئے تھے۔

## طاعون سے کون بچے گا؟

(ایک دفعہ مرزا صاحب نے) فرمایا میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اس کی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہ مرے گا۔ میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہو جو پہچاننے کا حق ہے۔

(اخبار بدر قادیان یکم اگست ۱۹۰۴ء ص ۳)

اسی اخبار بدر کا اڈیٹر محمد افضل جس نے یہ خبر شائع کی تھی، اور جو مرزا صاحب کا نہایت قریبی اور مخلص مرید تھا، اور اپنی جان و مال، علم و قلم، اور اخبار سے مرزا صاحب کے مشن کی خدمت کر رہا تھا، اسی قادیان میں اس خبر کے شائع ہونے کے ساڑھے سات ماہ بعد مرزا صاحب کے جوار میں طاعون سے مر گیا، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

## اڈیٹر البدر کی طاعون سے موت

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب اپنے معاصر اڈیٹر البدر محمد افضل کی موت کی خبر بایں الفاظ درج اخبار کرتے ہیں:

بابو محمد افضل اڈیٹر بدر کی وفات: الحکم کی گذشتہ اشاعت میں جب میں نے (بابو محمد افضل

کے بیٹے) عبداللہ کی خبر وفات درج کی تھی اس وقت مجھے یا کسی اور کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ الحکم کا اگلا شمارہ خود بابو محمد افضل صاحب کی عبرت ناک موت کی خبر کا اعلان کرنے والا ہوگا، لیکن مقادیر الٰہی سے کون مقابلہ کر سکتا ہے اور عاجز انسان کو کیا معلوم ہے کہ کب اسے اس جہان سے پیام کوچ آ پہنچے گا۔

بابو محمد افضل صاحب اپنے بچہ عبداللہ کو دفن کرنے کے تیسرے دن بعد بخار سے بیمار ہوئے اور دوسرے دن ہی یہ بخار نمونیا کے رنگ میں تبدیل ہو گیا اور طاعونی تپ ثابت ہوا اور آخر ۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء کو عصر کے قریب وہ اس جہان سے رخصت ہوئے۔

بابو محمد افضل صاحب کے ساتھ مجھے طالب علمی کے زمانہ سے واقفیت تھی۔ میں ان کے اور وہ میرے علمی اور مذہبی مذاق سے بہت کچھ واقف تھے۔ پھر اس سلسلہ میں داخل ہونے پر تو تعلقات اور بھی بڑھ گئے۔ وہ صبر اور استقامت کے ایک اچھے نمونے تھے۔ جن مشکلات اور مصائب کے درمیان سے گذر کر وہ البدر کے کاروبار کو چلا رہے تھے ہر شخص کا کام نہیں کہ ان ابتلاؤں میں ثابت قدم رہ سکے۔

وہ ایک لڑکا اور چار لڑکیاں یتیم اور دو عورتیں بیوہ چھوڑ مرا ہے، اس کی ناگہانی موت ہم لوگوں کے لئے ایک سبق اور عبرت ہے۔ اس کی عمر کچھ بہت بڑی نہ تھی، چونتیس پینتیس برس کا ایک خوش رو جوان تھا۔ آخر دم تک وہ حضرت حجۃ اللہ (مرزا) کی رسالت پر ایمان رکھتا تھا۔ مرنے سے دو دن پہلے مجھے کہلا بھیجا کہ میں الحکم میں ان کی بیماری کی خبر شائع کر دوں اور احباب سے دعا کی درخواست کروں، اور منتظر ناظرین بدر کو اطلاع دوں کہ ان کی بیماری کے باعث البدر شائع نہ ہوگا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ اطلاع آخری اطلاع ہوگی۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۱)

مرزا صاحب نے دعوی کیا تھا کہ ان کا کوئی پکا مرید جو انہیں اچھی پہچانتا ہو اور وہ بھی انہیں پہچانتے ہوں طاعون سے نہیں مرا۔ بابو افضل کے حالات اس کے معاصر کی زبانی آپ نے ملاحظہ کر لئے ہیں، وہ بالکل اس معیار پر پورا اترتا ہے جو مرزا صاحب نے طاعون سے امان کے لئے بتایا ہے، لیکن وہ عین ان کی ناک کے نیچے طاعون سے مر گیا، اور اس کے مرنے کے بعد مرزا صاحب کو بھی ہمت نہیں ہوئی کہ کہہ سکیں کہ یہ شخص ان کے مذکورہ بالا معیار پر پورا نہیں اترتا تھا اس لئے طاعون کا نشانہ بن گیا ہے۔ اس کے اخلاص اور مرزا صاحب پر جان و مال سے فدا ہونے کی

تصدیق درج ذیل تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اڈیٹر الحکم نے برادرم بابو محمد افضل کے عنوان سے لکھا ہے:

بعض اخبارات نے جن کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے نہایت شدید بغض اور عناد ہے برادرم بابو محمد افضل صاحب کی رحلت پر نہایت بے ہودہ بکواس کی ہے جس سے بعض احمدی احباب کو مجھ سے استفسار کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے میں ان اخبارات پر تو کیا افسوسکروں کیونکہ وہ تو

نیش عقرب نہ از پئے کین است　　　مقتضائے طبیعتش ایں ست

کے مصداق ہیں لیکن مجھے اپنے ان احمدی بھائیوں پر افسوس ہے جنہوں نے افضل کی وفات کے متعلق ان اخبارات کی بنا پر استفسار کرنے شروع کر دیئے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ لوگ سلسلہ عالیہ کے خلاف بیہودہ اور رنج دہ خبریں شائع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں پھر وہ کیوں ان کی باتوں پر اعتبار کرتے ہیں۔ یہ نقص اور خرابی کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ کثرت کے ساتھ احمدی احباب اپنے اخبارات کو نہیں پڑھتے جن کے ذریعہ انہیں دارالامان کے صحیح واقعات بہم پہنچائے جاتے ہیں اگر وہ اپنے اخبار پڑھیں تو ایسے وسوسے ان کے دل میں خلل انداز نہ ہوں۔ یاد رکھو یہ ضروری بات ہے کہ ان وسوسوں سے رہائی پانے کے لئے اخبارات کو پڑھیں میں بابو محمد افضل صاحب کی وفات کی خبر لکھ چکا ہوں۔

یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے کہ اسکی مرض الموت میں کوئی پاس نہ تھا اور وہ پانی پانی کرتا مر گیا۔،

اس کے اخیر دم تک متعلقین نے اور دوسرے احمدیوں نے جہاں تک جس سے ممکن ہو سکا پوری خبر گیری کی، اور اس نے نہایت اطمینان اور صبر کے ساتھ اپنی جان خدا کو سونپی۔ اخیر وقت تک وہ حضرت حجۃ اللہ (مرزا قادیانی) کی مسیحیت ومہدویت پر ایمان رکھتا تھا۔ یہ بھی محض افتراء ہے کہ تین دن تک اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اسی دن قبل از عشاء دفن ہوا اور بعد عشاء سب احمدیوں نے اس کا جنازہ مسجد مبارک میں پڑھا۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ وہ طاعون سے شہید ہوا اور اس پر اعتراض کرنا سلیم الفطرت کا کام نہیں۔　　(اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۱)

نیز مرزا قادیانی کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم ۳۔اپریل ۱۹۰۵ء کو لکھتے ہیں:

(محمد افضل) قادیان میں آئے، چند روز رہے، پورے بے سامان اور عیال کثیر، اور بظاہر معاش کا کوئی امید دلانے والا منظر نہیں، بایں ہمہ صدق دل سے عزم کرلیا کہ جو ہو سو ہو یہاں سے نہیں جاؤنگا...

(محمد افضل) کے دل میں مدت سے خیال تھا کہ قادیان میں ایک اخبار نکالا جائے۔ اس مضمون کا ایک مفصل خط ایک دفعہ انہوں نے افریقہ سے مجھے لکھا تھا۔ یہاں وہ قیام کے عزم بالجزم اور دوام سکونت کے اسباب کی تلاش اور نگہداشت نے انہیں اس ارادہ پر پختہ کردیا اور آخر انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ فلاح دارین کا بھی ایک ذریعہ ہے اس سے قوم کی خدمت بھی ہوگی اور قوت لایموت بھی مل جائے گی۔

البدر نکلا، مختلف اوقات میں نہیں، شروع سے آخری دم تک اس کی راہ میں انہیں مصیبتیں اور رکاوٹیں پیش آئیں، شائد کم ہی لوگ واقف ہوں گے محمد افضل اور اس کے عیال نے بسا اوقات دن کو آدھا پیٹ کھانا کھایا اور رات کو بھوکے سو گئے اور اکثر خشک نون مرچ کے ساتھ کچی پکی مسی روٹیاں کھا کر گذارہ کیا۔ کچی پکی میں نے اس لئے کہا کہ ایندھن خریدنے کی طاقت بھی نہ ہوتی۔ نہ صرف بچے پھٹے پرانے کپڑوں میں ادھر ادھر پھرتے نظر آتے بلکہ خوبصورت نوجوان باپ بھی اسی رحم انگیز ہیئت میں باہر نکلتا اور کاروبار کرتا ہے۔ ایک لائق اور بہتوں سے افضل منشی انگریزی میں عمدہ دستگاہ رکھنے والا، باہر نکل کر خوب کمانے اور عمدہ گذران والا، کون سی بات تھی جس نے اسے زاہدانہ زندگی کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اس کا جواب صاف ہے حضرت مسیح موعود کی شناخت اور آپ کی معیت کی لذت۔

غرض اس کے اخلاق میں یہ استقامت اور استقلال کا خلق مجھے قابل قدر اسوہ نظر آیا ہے یہی وہ نور ہے جس سے اللہ تعالی ملتا ہے...(اخبار بدر قادیان ۶۔اپریل ۱۹۰۵ء ص۴)



نور افشاں کی ہرزہ درائی بجواب بدر کی ژاژ خائی

نور افشان مورخہ ۹ جون ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں ایک سیاہ لیلے نے منشی محمد افضل صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف سے کوئی ہمدردی اس کے اور اس کے اہل وعیال کے ساتھ نہیں کی گئی۔ جواب دینے سے پیشتر میں یہ سوال کرتا ہوں کہ نامہ نگار نور

افشاں کا اس بات کے ساتھ کیا تعلق؟ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے یا نادان لیلے نے عشاء ربانی لینے کے بعد اس مضمون کو شروع کیا ہوگا کیونکہ اس میں حمق اور ناعاقبت اندیشی کی بو آرہی ہے اور یا منشی محمد افضل کے گھر میں ایک مسیحی عورت تھی، شاید اسی ناراضگی سے نامہ نگار صاحب کی طبیعت میں جوش پیدا ہو رہا ہے۔ بہر حال دونوں حالتوں سے ایک تو ضرور ہے۔ مگر نادان یسوعی لیلے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے بناوٹی خداوند کی ہمدردی کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگر یہی طریقہ استدلال درست ہے تو انجیلوں سے یسوع مسیح کی بیدردی اور بے رحمی کا فوٹو مل سکتا ہے۔ اس پر بھی عیسائی صاحبان توجہ کریں۔ دنیا کے ساتھ اس نے ایسی ہمدردی کی کہ آج تک ٹمپرنس ایسوسی ایشن دور ہی ہے۔ قانائے گلیل میں ایسی شراب بنائی نہ ہی بنائی بلکہ پی پلائی یورپئین بھیڑیں اس کی پیروری میں سرتاپا ...غرق شراب ہوگئیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ خدا صاحب کی مادر مہربان بھی اسی مجلس میں تھی۔ کھیت چرنے کی ایسی عادت تھی کہ بلا اجازت بالیں توڑ توڑ کھانے لگا۔ غریب زمین داروں کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی چاہیے۔ لوگوں کے مالوں کی وقعت اس کی نظر میں اتنی تھی کہ سوروں کا ایک گروہ کراڑے پر سے دریا میں ڈال دیا۔ ہیکل میں لوگوں کی اشیاء پر ہاتھ مارا حالانکہ چاہیے تھا کہ نرمی وحکم سے ان کو منع کیا جاتا۔ اب لیلہ صاحب ہی بتائیں کہ جس کے ہاتھ میں کوڑا ہو کیا وہ ہمدرد کہلا سکتا ہے ... مسیحوں کا پرانا نیاز مند عبدالحق بی اے ہیڈ ماسٹر تعلیم السلام قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۵ء (اخبار بدر قادیان ۱۵ جون ۱۹۰۵ء)

(اس جواب میں ایک لفظ تک نہیں لکھا گیا کہ مرزا قادیانی نے محمد افضل وغیرہ کے ساتھ ہمدردی کی یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں نہیں، اور اگر کی تو اس کا کیا ثبوت؟ بہاء)

 ڈائری ۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء

قادیان کے گاؤں سے بعض آدمیوں کے طاعون میں مبتلا ہونے اور بعض کے مرنے کا ذکر ہوا حضرت (مرزا) نے فرمایا خدا جانے ہمارے باہر آجانے میں کیا کیا حکمتیں ہیں (ان دنوں مرزا صاحب باغ میں مقیم تھے۔ بہا) اگر قادیان میں سو آدمی روز مرنے لگتا تب بھی ہم نے قادیان سے نہیں نکلنا تھا مگر اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایسی نئی بات پیدا ہوگئی یعنی سخت زلزلہ کے سبب سہ منزلہ مکانات کے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس واسطے بموجب پابندی شریعت اپنے آپ کو خطرناک جگہ سے محفوظ

کرنے کے واسطے ہم باہر آ گئے اور زلزلہ کی کیفیت ایسی ہے کہ اب تک محسوس ہوتا ہے ۔خدا نے دل میں پختہ طور سے یہی بات ڈال دی کہ اب باہر جانا چاہیے ۔ طاعون کے لحاظ سے باہر آنا تو گناہ تھا مگر زلزلہ کے سبب خدا نے یہ بات دل میں ڈال دی اور اس سے ہم کو بہت فائدہ اور آرام ہوا کیونکہ باغ میں عمدہ ہوا اور خوش بودار پھولوں کے سبب مضامین کے لکھنے اور فکر اور تدابیر کے واسطے عمدہ موقع ملتا ہے اور صحت میں بہت ترقی محسوس ہوتی ہے اور درختوں کی چھاؤں کے نیچے دعا کے واسطے عمدہ خلوت مل جاتی ہے جس کے سبب ہم باغ کے مکان میں آ گئے ۔ فرمایا اب تو اس قدر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں کہ گویا خدا اپنے آپ کو برہنہ کر کے دکھانا چاہتا ہے..

قاضی سید آل محمد طیبب امروہی کا ایک بیان یوں شائع ہوا:

حضرت اقدس مرزا صاحب کا بالہام الٰہی یہ دعوی کرنا کہ مجھے طاعون ہرگز نہ ہوگی خواہ ملک اس سے برباد ہو جاوے، کیا چھوٹا معجزہ ہے؟ کوئی اپدیشک یا پرچارک یا کوئی پردھان ایسا کر کے تو دیکھے کس طرح غضب الٰہی اس کو ملیامیٹ کرتا ہے...

(اخبار بدر قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے بھی یہ دعوی کیا تھا کہ اس کی موت طاعون سے نہ ہوگی ۔اور اللہ نے اسے طاعون سے بچائے رکھا۔جیسا کہ کسی اور جگہ بیان ہو چکا ہے۔

## طاعون کی نسبت ضروری اطلاع

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیروا ما با نفسھم انّہ آوی القریۃ۔ یعنی خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہ کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ (دافع البلاء۔ص ۵)

حاشیہ صفحہ ایضاً۔ آوی عربی لفظ ہے جسکے معنی ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون

سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے ۔یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی (فرار ہوکر باغ میں کیوں چلے گئے تھے؟ بہاء) اسی کی تشریح دوسرا الہام کرتا ہے کہ لو لا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں ۔ ا۔ یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذونادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذونادر معدوم کا حکم رکھتا ہے (کیا دہلی، لاہور، امرتسر، بٹالہ، گولڑہ وغیرہ سے کسی وقت سب لوگ فرار ہو گئے تھے اور یہ خالی سنسان خالی ہو گئے تھے، اور کیا یہ شہر ہلاک ہو گئے؟ یہاں تو بڑے بڑے مخالف رہتے تھے۔ بہاء) ب ۔ یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شیروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں ان کے شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ کر رہے گی یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے۔ ہم نے آوی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ.. معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کر دینے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اسکے مقابلہ پر دوسرے شہروں اور دیہاتوں میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کیلئے یہ وعدہ ہوا (ہندوستان اور دنیا میں ہزاروں ایسے شہر ہونگے جہاں طاعون کی ایک واردات بھی نہیں ہوئی۔ اور لاکھوں دیہات اور شہر ایسے ہوں گے جہاں قادیان سے بھی کم طاعون کی وارداتیں ہوئیں۔ بہاء)

(اخبار بدر قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)



مرزا غلام احمد کشتی نوح صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں:

یہ بڑے زور سے خدا تعالی کی طرف سے پیش گوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اس کے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے بلائے طاعون سے نجات دے گا۔ (اخبار بدر قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳)

میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہینگے (بدر ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳)

یہ کیا وعدہ ہوا، گھر میں لوگ ہی کتنے رہتے تھے؟ اور اگر ان میں سے بھی کوئی مر جائے تو یہ کہنا کتنا آسان ہے کہ یہ مخلص نہیں تھا۔ مثلاً بیوی مر جائے، تو کہا جائے گا کہ اس لئے طاعون کا شکار ہوگئی کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی کو پسند نہیں کرتی تھی، میں خواتین مبارکہ سے بھی شادی کرنا چاہتا ہوں، یہ دل میں ناپسند کرتی تھی یوں میرے ساتھ مخلص نہ تھی، اور میں خدا کا مامور ہوں، میرے ساتھ عدم اخلاص کا مطلب خدا کے ساتھ عدم اخلاص ہے، اور خدا دلوں کی باتیں جانتا ہے اس لئے اس نے اسے طاعون کا شکار بنا دیا۔

## قادیان اور طاعون

اڈیٹر بدر لکھتے ہیں: مارچ ۱۹۰۴ء کے آخر ایام میں طاعون سے چند واردا تیں قادیان میں ہوئی تھیں مگر فوراً ہی آرام کی صورت پیدا ہوگئی تھی اور جو لوگ طاعون سے بیمار تھے وہ بالکل تندرست بھی ہو گئے تھے۔ اپریل کی ۵ تاریخ کے بعد پھر طاعون نمودار ہوئی اور آج ۱۳ تاریخ تک بدستور ہے۔ قادیان آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو کہ ۲۔۳۔ اپریل کو ہوا ہے، سنا گیا ہے کہ یوگندر پال نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے۔ سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔

(اخبار بدر ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۷)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ قادیان میں طاعون سے صفائی کی یہ باتیں ایک قادیانی کے قلم سے قادیانی اخبار میں شائع ہوئی ہیں۔

ڈائری مرتبہ محمد صادق: ۱۸۔ اپریل۔ ۱۹۰۲ء ..

قادیان میں ایک بدگو بد باطن مخالف آیا ہوا تھا اس نے احباب میں سے ایک کو بلایا وہ اس کے ساتھ بات کرنے کو گیا حضرت (مرزا) کو خبر ہوئی تو فرمایا: کہ ایسے خبیث مفسد کو اتنی عزت نہیں دینی چاہیے کہ اس کے ساتھ تم میں سے کوئی بات کرے۔

فرمایا: مختلف لوگوں کو جو رؤیا ہوئے ہیں کہ قادیان میں طاعون نہیں ہوگی ان خوابوں کو جمع کر کے شائع کر دینا چاہیے..

## انی ا حافظ کل من فی الدار

۲۸۔اپریل ۱۹۰۲ءکو حضرت اقدس کو الہام ہوا انّی ا حافظ کل من فی الدار۔

(مرزا صاحب نے) فرمایا دار کے معنی نہیں کھلے کہ اس سے مراد صرف یہ گھر ہے یا قادیان میں جتنے ہمارے سلسلہ کے متعلق گھر ہیں مثلاً مدرسہ اور مولوی صاحب کا گھر وغیرہ

(الحکم قادیان ۳۰۔اپریل ۱۹۰۲ء ص ۷)

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں:

حضرت اقدس (مرزا) ایک روز فرماتے تھے کہ ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے اونچی اونچی دو منزلی چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں اور روپؤں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ اور قسما قسم کی دکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں یکے بگھیاں ٹم ٹم فٹن پالکیاں گھوڑے ... پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھا سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔

(پیر صاحب فرماتے ہیں) سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان عجیب شہر عظیم الشان بن جائے گا۔ پھر (مرزا نے) فرمایا کہ:

جو لوگ بڑے لوگوں اور عزیزوں کی یادگاریں بناتے ہیں کیا خدا اپنے پیارے کی یادگار قائم نہ کرے گا، ضرور کرے گا۔

اور فرمایا کہ آج کل جو طاعون کا سخت زور شور ہو رہا ہے اور ساٹھ یا سو برس تک اس کا دورہ رہتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ یا تو یہ مرض گناہ کو نگل جاتا ہے یا گنہگاروں کو کھا جاتا ہے اور مرسل و مامور کے زمانے میں تو یہ آتا ہی رہا ہے اور یہ لوگوں کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہو جاتا ہے وہ مامور پر جو جھوٹے طعن کرتے ہیں وہ الٹے طاعون میں گرفتار ہوتے ہیں۔ پس جب اس کا اس قدر دورہ رہا تو لوگ امن کی جگہ تلاش کریں گے تو کیا عجب ہے کہ ہمارا کشف اسی طرح پورا ہووے کہ لوگ ہلاکت اور طاعون زدہ مقامات کو چھوڑ کر قادیان میں آ کر بسیں۔

خاکسار (سراج الحق نعمانی) نے بھی دوخواب اسی کشف کے مطابق ایک سال شائد ہوا ہوگا دیکھے ایک خواب مجھے اس وقت خوب یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ:

میں نے خواب دیکھا کہ حضرت اقدس (مرزا) اور خاکسار اور بہت سے اپنی جماعت احمدیہ کے لوگ کہیں سفر کو گئے ہیں جب واپس آئے تو قادیان کے قریب پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ قادیان ایک عظیم الشان گلزار جناں بنا ہوا ہے سنگ مرمر اور سنگ موسی کی تحریروں سے مکانات بلند ہوئے ہیں اور انگریزوں کی کوٹھیاں اور مکانات عمدہ عمدہ خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ وائسرائے اور لفٹننٹ گورنر اور کمشنر اور کلکٹر اور نیز بڑے بڑے عہدہ داران کے بنگلے رفیع الشان مزین ہیں اور ان میں وہ صاحب رونق افروز ہیں اور فوجیں اور لشکر پڑے ہوئے ہیں۔ ڈیرے اور خیمے اور چھولداریاں کوسوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اور وہ تالاب جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے، اس میں کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں اور دھوبی بکثرت ایک طرف کپڑے دھو رہے ہیں۔ پھر میں جاگ اٹھا...

(پیر صاحب کہتے ہیں) قادیان امن کی جگہ ہوگا تو لوگوں کو چل پھر کر قادیان ہی سوجھے گا اب تو لوگ ٹھٹھا اور استہزا کرتے ہیں.. پھر قادیان ہوگا اور مستہزئین ہوں گے اور قادیان کی نسبت جو طاعون اور فتن دجالیہ سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے الہامات جو حضرت کو ہوئے ان میں سے چند الہام بطور نمونہ لکھتا ہے۔ اول: انّہ آوی القریۃ ۔ یعنی قادیان کو ہم اپنی پناہ میں لے لیں گے یا منتشر ہونے سے بچالیں۔ پس جو خدا کی پناہ میں مقام ہوا اور منتشر ہونے سے بچایا جائے وہ ضرور مجمع اور ماوی اور مامن اور کہف الناس.. ہوگا۔ دوم: من دخلہ کان آمناً یعنی جو اس شہر میں داخل ہوا یعنی قادیان میں وہ امن میں ہوگا. سوم: ما کان اللّٰہ لیعذ بھم و انت فیھم یعنی جب تو یہاں ہے خدا ایسا نہیں کہ وہاں کوئی عذاب بھیجے۔ آئندہ کو جو زندہ رہے وہ دیکھے گا کہ کیا کچھ یہاں ہوگا.. خدا تعالی کے فضل اور وعدوں کے دن قریب ہیں۔ ہاں ابھی تک ایک دکان یہاں پانوں کی بھی نہیں ہوئی.. (الحکم ۳۰۔اپریل ۱۹۰۲ء۔ص۱۳)

ان کشوف کے بعد کیا ہندوستان کی کل آبادی قادیان منتقل ہوگئی تھی؟ وائسرائے وغیرہ کبھی وہاں کوٹھیاں بنا کر مقیم ہوئے۔ کیا وہاں کبھی فوجی چھاؤنی بنی۔ کیا ہندوستان بھر کے مسلمان ہندو عیسائی طاعون سے بچنے کے لئے قادیان میں آباد ہوئے؟

## مسیح موعود کی دعاؤں کی عظمت

۱۰۔اپریل۱۹۰۲ء صبح کو سیر میں (مرزا صاحب نے) فرمایا میں آج کل طاعون سے قادیان کے محفوظ رکھنے کے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں ..اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالی نے بڑے بڑے وعدے فرمائے ہیں لیکن یہ سوء ادب اور انبیاء کے طریق سے دور ہے کہ خدا کی لایدرک شان اور غناء ذاتی سے خوف نہ کیا جاوے۔

آج پہلے وقت ہی یہ الہام ہوا:

دلم مے بلرزد چو یاد آورم مناجات شوریدہ اندر حرم

شوریدہ سے مراد دعا کرنے والا ہے اور حرم سے مراد جس پر خدا نے تباہی کو حرام کر دیا ہو، اور دلم مے بلرزد، خدا کی طرف ہے یعنی یہ دعائیں قوی اثر ہیں میں انہیں جلدی قبول کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالی کے فضل اور رحمت کا نشان ہے دلم مے بلرزد بظاہر ایک غیر محل سا محاورہ ہوسکتا ہے مگر یہ اسی کے مشابہ ہے جو بخاری میں ہے کہ مومن کی جان نکالنے میں مجھے تردد ہوتا ہے۔

توریت میں جو پچھتانا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں دراصل وہ اسی قسم کے محاورہ ہیں جو اس سلسلہ کی ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے نہیں سمجھے اس الہام میں خدا تعالی کی اعلی محبت اور رحمت کا اظہار ہے اور حرم کے لفظ میں گویا حفاظت کی طرف اشارہ ہے۔

حرم کے لفظ پر اس وقت خاکسار اڈیٹر الحکم نے عرض کیا تھا کہ حضور کا الہام من دخلہ کان آمنا اور بھی اس لفظ حرم کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اب ہم کہتے ہیں کہ انی احافظ کل من فی الدار کا الہام بھی اسی کا موید ہے۔ یاد آورم اسی طرح ہے جیسے اذکرونی اذکرکم۔ (الحکم قادیان ۱۰، مئی ۱۹۰۲ء ص ٦۔۷)

## انہ آوی القریۃ:

۱۹نومبر۱۹۰۲ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

آج کل جو قادیان میں بعض اموات ہو رہی ہیں میں ان کو دیکھ کر انہ آوی القریۃ کے متعلق غور کرتا تھا (یہاں مرزا صاحب قادیان میں طاعون اور طاعونی اموات واقع ہونے کا اعتراف کررہے ہیں۔ بہاء)۔ مجھے معلوم ہوا کہ جہاں جہاں قرآن میں آوی کا لفظ

آیا ہےاس سے پہلے کوئی نہ کوئی مصیبت اور تکلیف کا وقوع ہوا ہے جس کے بعد آوی آیا ہے جیسے مسیح کے لئے آیا فآ و ینا هما الی ر بوة ذات قرار و معین ان کو بھی صلیب کی مشکلات اور تکالیف پیش آئے ۔ آنحضرت ﷺ کو بھی یتیمی کی تکالیف سے بچانے کے لئے آ وی کا لفظ استعمال فرمایا گیا اصحاب کہف پر بھی جب مصائب پڑے تو ان کو بھی آ وی کہہ کر بچایا ہے ( یہ تو محمدی بیگم والا حال ہے، پہلے اس کے ساتھ شادی کی کوشش کرتے رہے، بیٹوں کو عاق کر دیا، جب اس کی شادی کہیں اور ہوگئی تو کہا رد ھا کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کسی اور جگہ شادی ہوگی پھر واپس آئے گی ۔ بہاء) غرض قرآن شریف میں خوب غور کر کے دیکھ لو کہ آ وی کا لفظ وہیں آتا ہے جہاں پہلے کچھ خوف ہو اس الہام انه آ وی القریة سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ پہلے کچھ خوفناک صورتیں پیش آئیں چنانچہ وہ خواب بیان کی گئی تھی کہ ہمارے گھر کے گرداگرد دیوار کھنچی ہے اور ابھی سارے گاؤں کے گرد نہیں کھنچی اس سے بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے ابھی انه آ وی کا وقت نہیں آیا پہلے بعض خوفناک صورتیں پیدا ہونی چاہییں (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵)

یعنی مرزا صاحب فرما رہے ہیں کہ میں نے جو پہلے کہا تھا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا، وہ غلط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ پہلے قادیان میں طاعون تباہی مچائے گا اور پھر پناہ ملے گی ۔



## سفینۃ النوح اور سفینۃ البیعت کے سوار

(مرزا صاحب سے ) پوچھا گیا کہ کشتی نوح میں سوار ہونے والے تو سب کے سب بچائے گئے تھے تو کیا وجہ ہے کہ یہاں سب محفوظ نہ رہیں ۔ فرمایا( مرزا نے ) کہ ہمارا سلسلہ تو آنحضرت ﷺ کے قدم پر ہے ۔نوحؑ کے وقت ایمان کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ اس وقت کوئی التباس ایمان کا نہ تھا مگر اب ہے۔نوحؑ کے وقت فیصلہ ہو چکا تھا کہ یہ قوم غرق ہوگی لیکن آنحضرت ﷺ کے وقت میں ایسا نہیں ہوا، بلکہ مہلت دی گئی کہ جو توبہ کرے گا وہ بچ جاوے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے عین قتل کے وقت فرمایا کہ اگر کوئی ایمان لاوے تو تلوار روک لی جاوے، مگر نوح کی قوم کے لئے تھا کہ صرف کشتی والے بچیں گے باقی سب ہلاک ہوں گے ۔ وہ صورت بالکل خاص اور الگ تھی ۔اور خود حضرت نوحؑ پر بھی اعتراض باقی رہا کہ اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے حالانکہ کہا تھا کہ اہل

بچ رہیں گے ۔معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت نوحؑ کو بھی شبہ ہوا تھا، تب ہی تو ان کو اللہ کی طرف سے زجر ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالی اپنے خوف اور رعب کو دور کرنا نہیں چاہتا اگر وہ آج کھلا وعدہ دیدے کہ جماعت میں سے کوئی بھی نہ مرے گا، تو پھر اس کا خوف دلوں میں نہ رہے۔ جہاں اس نے خاص گھر کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے کہ انّی احافظ کل من فی الدار وہاں بھی ایک فقرہ ساتھ رکھ دیا کہ الّا الّذین علوا باستکبار

(اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۳ء ۲۴ مئی ص ۹)

پھر آپ کشتی محمد کیوں نہیں کہتے، کشتی نوح کیوں کہتے ہیں؟

نیز اس تشریح مرزا کی صورت میں تو کسی کو بھی بچانے کا وعدہ نہیں۔ جو بھی مر گیا آپ کہہ دیں گے کہ اس کے دل میں خرابی تھی۔

مرزا صاحب تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں:

وہ اس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لے لیگا ( آوی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور کثرۃ مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے الم یجد ك یتیماً فآوی ) (الحکم ۳۰ نومبر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳)

## شماتت اعداء

بمقام گورداسپور ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب کہتے ہیں:

میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اس کی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہیں مرے گا اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہو جو شناخت کا حق ہے (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۱)

اس بیان کے بعد محمد افضل اڈیٹر بدر کی طاعونی موت، شماتت کا باعث ہوگئی۔

## رپورٹ انسپکٹر تعلیم

میں نے ۹۔ اگست ۱۹۰۴ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا معائنہ کیا.. مدرسہ طاعون کی وجہ سے یکم اپریل ۱۹۰۴ء سے ۱۵ مئی ۱۹۰۴ء تک بند رہا ہے

(الحکم ۳۱ جولائی ۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱)

یعنی قادیان میں طاعون کی وجہ سے قادیان اجڑ گیا تھا، سکول بھی بند ہو گیا تھا۔

❁ مرزا صاحب نے ۲۸۔ اگست ۱۹۰۴ء بمقام لاہور فرمایا:

یاد رکھو یہ طاعون کے دن ہیں معلوم نہیں ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کیا ہو؟ جہاں تک خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت خطرناک دن آنے والے ہیں ... میں جانتا ہوں کہ خدا تعالی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، آخر اس طاعون کی اس قدر شدت ہو جائے گی کہ دس میں سے سات مر جائیں گے۔ اور بعض بستیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جائیں گی (الحکم قادیان ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

ہندوستان کا کون سا قابل ذکر شہر یا قصبہ ہے جس کی ستّر (۷۰) فی صد آبادی مرزا صاحب کی زندگی میں طاعون سے ہلاک ہوئی ہو؟

❁ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کہتے ہیں:

ان کیفیات کو جو ہم خدا کے مسیح کی حالت میں دیکھتے ہیں کس طرح کسی کو دکھا سکیں، مجھے (مرزا) کہتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے ڈر کر مکان چھوڑ دیا ہے اور طاعون کے خوف سے بھاگے ہیں۔ خدا تعالی کے عذاب اور غضب کے سامنے دلیری سے کھڑا ہونا اور اس کا مقابلہ کرنا یہ تو بے باک دہریہ کا کام ہے خدا کے قہر کا مقابلہ کرنا یہ بہادری نہیں ہے مومن ایسی بہادری پر لعنت بھیجتا ہے۔ مومن کا دل تو چڑیا کی طرح ہونا چاہیے جو ہر وقت دھڑکتا ہے اور خوف کھاتا ہے۔ ہاں یہ بالکل غلط ہے کہ ہم طاعون کی وجہ سے بھاگے ہیں۔ طاعون تو اگر اس شدت سے بھی پھیل جاتی کہ ہمارے اردگرد کیڑوں کی لوگ مرنے لگتے تو میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ الدار سے نکلنا میں معصیت سمجھتا تھا (گورداسپور میں محمد علی لاہوری کو کیوں کہا تھا کہ اگر تم طاعون سے مر گئے تو میں الدار والا الہام غلط سمجھوں گا۔ کیا محمد علی لاہوری اس الدار میں رہتا تھا، وہ تو اس وقت گورداسپور میں آپ کے ساتھ تھا جہاں آپ مقدمات کی پیروی کے سلسلے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔) کیونکہ اس طرح پر خدا تعالی کے اس نشان کی بے حرمتی تھی۔ مگر اب جو ہم نکلے ہیں تو یہ خدا تعالی کا ایک اور غضب ہے جو دنیا پر نازل ہوا ہے۔ الدار کی حفاظت کا وعدہ طاعون کے ساتھ ہے (زلزلہ کے ساتھ کیوں نہیں، اس الہام میں کہاں لکھا ہے کہ صرف طاعون کے لئے ہے۔ بہاء) ہم اس کی غناء ذاتی سے ڈرتے ہیں اور مومن کو ڈرنا چاہیے۔ اب ہم کو خدا تعالی نے خود نکالا ہے معلوم نہیں اس میں کیا سر ہے۔ (الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۳)

عبدالقادر نے شکار پور سندھ سے ایک مکتوب میں مرزا صاحب سے پوچھا کہ:

آپ نے پیش گوئی کی تھی کہ قادیان میں طاعون کا اثر نہ ہوگا اور میرے مریدوں سے کوئی اس مرض مہلک میں گرفتار نہ ہوگا۔ اوراس کے برعکس ہوا۔

جواباً مرزا صاحب نے فرمایا: میں نے کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی کہ قادیان میں طاعون سے کوئی نہیں مرے گا بلکہ قادیان کی نسبت یہ پیش گوئی کی تھی کہ لو لا الاکرام لھلک المقام یعنی خدا فرماتا ہے کہ اگر میں تیری عزت کا پاس نہ کرتا تو قادیان کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ اس گاؤں میں اکثر شریر اور خبیث اور ناپاک طبع ہیں۔ خدا تعالی نے فرمایا تھا انی احافظ کل من فی الدّار یعنی میں قادیان میں طاعون بھیجوں گا اور میں ان سب لوگوں کو بچالوں گا جو تمہارے گھر کی چہار دیوار کے اندر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قادیان کی نسبت عام طور بچانے کا وعدہ تھا تو پھر اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہوئے (پھر قادیان کو دارالامان کیوں کہا جاتا ہے، بلکہ مرزا کے صرف گھر کو دارالامان کہنا چاہیے جو قادیان کے پورے گاؤں کی نسبت حجم کے لحاظ سے ایک بالکل معمولی سی جگہ ہے اور پورے گاؤں کے رقبے کا ہزارواں حصہ بھی مشکل سے ہوگا؟ بہا)

مرزا غلام احمد ...۲۰ جون ۱۹۰۵ء (الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۱)

## مسیح موعود کا وعظ

بروز جمعہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

اس وقت تمام جماعت کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہیے۔ یاد رکھو تم میں اس وقت دو اخوتیں جمع ہو چکی ہیں ایک تو اسلامی اخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اخوۃ ہے۔ پھر ان دو اخوتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سرد مہری ہو، تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم خارج از مذہب سمجھتے ہو اور وہ تم کو کافر کہتے ہیں ان میں ایسے موقع پر سرد مہری نہیں ہوتی جن لوگوں میں یہ سرد مہری ہوتی ہے وہ دو باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے افراط اور تفریط کا .... (طویل تقریر ہے آخر میں کہا)،

اب میں اس دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالی ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھالے آمین۔ (اخبار بدر قادیان ۴ مئی ۱۹۰۵ء ص ۱۔۲)

مرزا صاحب ان مریدوں کو کہتے ہیں جن کے بارے میں ان کا اور مرزائیوں کا دعوی ہے ان میں باہم کینہ ختم ہو چکا ہے ہمدردی غم گساری اخوت وغیرہ پیدا ہو چکی ہے جو مسیح موعود کا نشان ہے۔لیکن اس تقریر میں مرزا صاحب بتا رہے ہیں قادیانیوں میں مصیبت کے وقت ایک دوسرے سے گریز اور سردمہری پائی جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ۔ مرزا صاحب کا یہ مشاہدہ انکے سابقہ بیان کی تردید اور ان کے کذب ودجل افتراء علی کا ثبوت ہے۔

نیز اس تقریر میں مرزا صاحب نے دعا کی ہے کہ اے اللہ میری جماعت پر سے طاعون کو اٹھا لے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع کے بعد قادیانیوں میں ہونے والی ہر طاعونی موت، مرزا صاحب کی دعاؤں کی عدم قبولیت کا ثبوت ہے۔

قادیان میں نہال زرگر جو آسودہ حال اور متمول آدمی تھا طاعون سے فوت ہو گیا ہے اور اس کا اکلوتا لڑکا بھی طاعون سے فوت ہو گیا ہے اس کے جائز وارثوں میں صرف ایک صغیرسن نابالغ پوتا ہے چونکہ نہال متمول آدمی تھا اور کئی ہزار روپیہ کی جائداد چھوڑ کر مرا ہے بعض مختلف تجویزوں سے اس کی جائداد پر دانت لگائے بیٹھے ہیں۔( الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء ص۲ )

ملاحظہ فرمایئے کہ طاعون کس زورشور سے قادیان میں صفائی کر رہا ہے۔

## طاعون کے معانی میں وسعت

طاعون کے ذکر پر ( مرزا صاحب نے ) فرمایا کہ اس سال طاعون کسی قدر کم ہے۔ یہ کوئی خوشی کا مقام نہیں کیونکہ لوگوں نے طاعون سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، جس غرض کے واسطے یہ آیا تھا وہ غرض ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اصل میں طاعون نام ہے موت کا۔لغت میں وہ خطرناک عوارض جن کا انجام موت ہوتا ہے اس کا نام طاعون ہی رکھا ہے، اور یہ لفظ لغت کی رو سے بڑا وسیع ہے، ممکن ہے کہ اب کسی اور رنگ میں نمودار ہو جاوے، یا اسی رنگ میں آئندہ اور بھی زور سے پھوٹ نکلے ...اصل میں طاعون بڑا وسیع لفظ ہے الطاعون الموت کل امراض دوری کا نام ہے، یہ چیچک ہے، ذات الجنب ہے، تپ، گلٹیاں، قئے، سکتہ، اس قسم کی کل امراض اس میں داخل ہیں۔

( اخبار الحکم قادیان ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء ص۲ )

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قئے بھی طاعون ہے۔اس تشریحی بیان کے ٹھیک ۱۲ روز بعد مرزا صاحب آنجہانی ہوئے، اور مرتے وقت انہیں قئے ( الٹیاں ) آئی ۔ گویا وہ طاعون سے مرے، جب کہ ان کا الہامی دعوی تھا کہ وہ طاعون سے نہیں مرینگے ۔ یہ تشریحی بیان ان کی تکذیب کا نشان

ہے۔مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کے آخری لمحات کی تفصیل یوں بیان کی:

خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا، یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ میں نے جب پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یک دم سب پر سناٹا چھا گیا۔مگر تھوڑی دیر بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔ جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا ہے۔آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہو گئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا، صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی۔مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔مگر آپ جواب نہ دے سکتے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی، اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا۔اور آپ پھر لیٹ گئے۔ یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔نو

بجے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔ گرگرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھنچ کھنچ کر آتا تھا خاکسار اس وقت آپکے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپکی چارپائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ.... لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ ابھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے برا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتی کہ ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلی کی طرف پرواز کرگئی۔..

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سوگئی۔ لیکن کچھ دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالبًا ایک دو دفعہ حاجت کے لیے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے۔ اس لیے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کردیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دباتی رہی۔ مگر ضعف بہت ہوگیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہوکر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔

(سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۲)

ناظرین مرزا صاحب کی موت کا آنکھوں دیکھا حال ان کی اہلیہ اور صاحبزادے کی

زبانی آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے، اور شاید آپ کو تعجب ہوا ہو گا کہ اس حال احوال میں کسی کے سورہ یسین پڑھنے کا ذکر ہے نہ مرزا صاحب کے کلمہ شہادت پڑھنے کا۔ جب کہ مرزا فرماتے تھے کہ نزع کی حالت میں حاضرین کو سورۃ یسین پڑھنی چاہیے۔ جیسا مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ:

بیان کیا مجھ سے عبداللہ سنوری نے کہ بشیر اول کی پیدائش کے وقت میں قادیان میں تھا۔ قریباً آدھی رات کے وقت حضرت مسیح موعود مسجد میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا میاں عبداللہ اس وقت ہمارے گھر میں دردزہ کی بہت تکلیف ہے آپ یہاں یسین پڑھیں اور میں اندر جا کر پڑھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ یسین کا پڑھنا بیمار کی تکلیف کو کم کرتا ہے چنانچہ نزع کی حالت میں بھی اسی لئے یسین پڑھی جاتی ہے کہ مرنے والے کو تکلیف نہ ہو اور یسین کے ختم ہونے سے پہلے تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد حضور (مرزا) اندر تشریف لے گئے اور میں یسین پڑھنے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں نے ابھی یسین ختم نہیں کی تھی، آپ مسکراتے ہوئے پھر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا ہمارے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔

(سیرۃ المہدی جلد اول روایت ۹۰)

# مرزا صاحب کا قیام لاہور: ۱۹۰۴ء

اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی:

۲۰۔ اگست ۱۹۰۴ء گورداسپور سے معہ اہل بیت (لاہور روانہ ہوئے) دو بجے سے پیشتر لاہور کے سٹیشن پر پہنچے۔ دور سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا کل پلیٹ فارم آدمیوں سے پر ہے، اور پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں۔ احمدی جماعت کے علاوہ سٹیشن کا عملہ جس میں انگریز اور ہندو اور مسلمان وغیرہ اور دیگر معززین وعوام الناس لاہور، جو زیارۃ کے مشتاق تھے، پلیٹ فارم پر موجود تھے...

حضور (مرزا) کے قیام کے لئے اس دفعہ میاں معراج الدین عمر احمدی رئیس وٹھیکدار لاہور کا ایوان تجویز ہوا تھا جو حال ہی میں دہلی دروازہ کے باہر تعمیر ہوا ہے....

بعض کم ظرف اور تنگ خیال کے لوگوں نے اس امر پر اعتراض کئے کہ سفر میں عورتوں کے جمگھٹے کے سوا ان سے رہا نہ گیا۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ جن لوگوں نے چشمہ نبوت کے آب

حیات سے کوئی جرعہ نوش کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ سرور انبیاء اور امت محمدیہ کے ابوالانبیاء آنحضرت ﷺ کا بھی یہی دستور تھا (ابوالانبیاء امت محمدیہ کا مطلب یہ ہوا کہ اس امت میں ایک نہیں کئی نبی ہیں یا ہوں گے۔ بہاء) کہ ایسے موقعہ پر اہل بیت کو ہمیشہ ہمراہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی اتباع میں آپ کے خدام والا شان مولوی محمد علی ایم اے خواجہ کمال الدین پلیڈر بی اے مرزا خدا بخش اور دیگر اصحاب کے اہل بیت بھی ہمراہ تھے اور جب حکیم نور الدین و مولانا عبدالکریم اور عالی جناب نواب محمد علی خان کے نام حضرت کا فرمان لاہور آنے کے لئے پہنچا تو اسی سنت نبوی کے اتباع میں ہر سہ اصحاب معہ اہل بیت کے رونق افروز ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ سیالکوٹی سابق بالخیر جماعت نے بھی اس سفر میں اسی سنت پر عمل کیا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۲)

لاہور میں ۲ ستمبر کو مرزا صاحب نے ایک تقریر کی اور:

اثنائے تقریر میں کوئی وزیر آبادی مولوی جو کہ مسیح موعود کے منکروں میں سے پرانے متعصب تھے، خلاف آداب جلسہ و بلا اجازت منتظمان جھٹ بول اٹھے، اور ان کی ترکش میں جو کند اور شکستہ تیر تھے، ان کو بلا کسی دیکھ بھال کے چلانے لگے۔ اور جس میدان مباحثہ کی راہ کو تقریروں اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعہ سے ایک عرصہ دراز سے مسیح موعود بن کر چکے تھے، اس کو وہ پھر کھولنے لگے۔ بار بار سمجھانے پر جب وہ اپنی شرارت اور رخنہ اندازی سے باز نہ رہے تو آخر کار منتظمان جلسہ نے ان کو باہر نکال دیا۔ اس سے حاضرین کو اس لئے صدمہ ہوا کہ جو تقریر حضرت اقدس فرما رہے تھے اس کا ایک بہت سا حصہ باقی رہ گیا... شور و شر کے فرو ہونے کے بعد حضور تشریف لے گئے۔ ... حضرت مسیح موعود کا ارادہ پنجاب کے بڑے بڑے امصار اور بلاد میں اتمام حجت کے لئے جانے کا... (البدر بابت ۲۴ اگست جس کی اشاعت ستمبر ۱۹۰۴ء میں ہوئی ص ۱)

ایک اور موقع پر لاہور ہی میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷۔ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے لئے خواہش مند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میں ان کی درخواست کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کیلئے جانا ہے جو عدالت میں دائر ہے۔ میں قریباً بارہ روز سے لاہور میں مقیم ہوں، اس مدت میں

کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی اب میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ کی بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب ہے اور کیا غرض ہے۔ لیکن تاہم میں حکیم مرزا محمود اصاحب کو تصفیہ کے لئے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کل ۳ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائے گا وہ مضمون اڈیٹر پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام وکمال شائع کر دیں حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرا دیں اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کر لے گی کہ کس شخص کا مضمون راستی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے۔

(اخبار بدر ۲۴۔اگست۔طبع ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷)

مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں مناظروں کو باعلام الٰہی بند کر چکا ہوں، بلکہ یہ کہا کہ دعوت بے وقت ہے۔ یعنی دعوت پہلے ہوتی یا مجھے مزید یہاں رہنا ہوتا تو مناظرہ کرتا۔

گورداسپور دور تھا نہ قادیان دور تھا۔ ایک مدعی مسیحیت کا حواری مرزا صاحب سے مناظرہ کا خواہش مند تھا تو مرزا صاحب گورداسپور میں تاریخ بھگتنے کے بعد واپس لاہور آ سکتے تھے، یا مرزا محمود ایرانی کو گورداسپور یا قادیان میں آنے کی دعوت دے سکتے تھے۔

مقابلے میں مضمون لکھنے کا فائدہ تو تب ہے کہ پہلے سے عنوان طے ہو اور ظاہر ہے وہ ایسا ہی عنوان ہو گا جو بہائیوں اور مرزائیوں میں وجہ تنازع ہو گا، اگر ایسے عنوان پر مرزا صاحب لکھیں تو پھر حکیم مرزا محمود کا اس کے جواب میں لکھنا تو مفید ہو سکتا ہے۔ بصورت دیگر مرزا صاحب کی لن ترانیوں کے جواب دینے کا کیا فائدہ۔ مرزا صاحب کو چاہیے یہ تھا کہ وہ محمود ایرانی سے طے کر لیتے کہ کس مضمون پر لکھا جائے۔ پھر ایسا مضمون آپ جلسہ میں پڑھ کر اخبار میں چھپواتے اور محمود ایرانی سے اس کے جواب کا مطالبہ کرتے۔

بابیوں کے چیلنج مباحثہ کے ضمن میں ایک مرتبہ اڈیٹر الحکم نے لکھا:

ایک بابی مرزا محرم مع ایک امریکن بابی کے رنگون سے آ رہے ہیں وہ کلکتہ علی گڈھ دہلی ہوتے ہوئے لاہور آئیں گے۔ لاہوری پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ اچھا موقعہ ہے کہ مرزا قادیانی ان سے اپنے دعاوی کا تصفیہ کرا لیں۔

پیسہ اخبار کو خدا ہدایت دے وہ اتنا نہیں سمجھتا کہ جو شخص علی وجہ البصیرت بولتا ہو خدا تعالیٰ

نے جس کی صداقت کے لئے ہزاروں ہزار نشان ظاہر کر دکھائے ہوں یہاں تک کہ خود پیسہ اخبار اپنے گھر میں بھی نشان دیکھ چکا ہے، زمانہ جس کی ضرورت کے لئے چلاّ رہا ہو، اسے کون سی حالت منتظرہ باقی ہے، پیسہ اخبار ہو یا بابی یا کوئی اور اسے اگر مرزا صاحب کے کسی دعوی میں شک ہو تو وہ آپ کی تصانیف پڑھے، ان کی تائیدات پر غور کرے جو خدا تعالی نے اپنے صادق مسیح کے لئے ظاہر کی ہیں، اور بالآخر اللہ تعالی سے دعا کر کے فیصلہ چاہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۱۲)۔

لاہور میں مرزا محمود بابی نے مباحثہ کیلئے کہا تھا تو مرزا نے فرمایا تھا کہ میرے پاس وقت نہیں گورداسپور مقدمے کے لئے جانا ہے۔ اب وہ مقدمہ ختم ہو چکا تھا، اب کون سی رکاوٹ تھی، مرزا صاحب نے جواب کیوں نہیں دیا۔ آخر یہ لوگ بھی تو ایک مدعی مسیحیت کے پیروکار تھے، دونوں کے دعاوی کا فیصلہ آمنے سامنے ہوسکتا تھا۔

❁ اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں:

اس ۱۵ روزہ قیام (لاہور) میں پبلک لاہور کا سلوک احمدی جماعت اور اس کے لیڈر مرزا صاحب سے کیا کچھ رہا..

مرزا صاحب کی تشریف آوری کی خبر چونکہ لاہور میں پھیل گئی تھی اس لئے جب سے یہاں قدم رکھا اس وقت سے لے کر آپ کی روانگی تک عام طور پر ہر وقت جم غفیر مکان کے نیچے اور مقابل نظر آتا تھا..کوئی گلی اور کوئی کوچہ اور کوئی بازار لاہور کا ایسا نہ رہا جہاں حضرت مرزا صاحب کا چرچا نہ ہو۔ صبح سے شام تک خاص و عام حضرت کی زیارت کے لئے تشریف لاتے، اور اکثر حصہ ان کا اس لئے بادل ناکام واپس جاتا کہ حضور طبیعت کی ناسازی یا عدیم الفرصتی کے باعث ان کی آرزو کو پورا نہ کر سکتے، ایسے ہی عورتوں کے غول درغول آپ کی زیارت کے لئے آتے رہے۔ لیکن اس رحمۃ للعالمین وجود نے آخر کار لوگوں کے شیشہ دل کو سنگ ناکامی سے چور ہوتا دیکھ کر دو تین دفعہ پبلک میں ظہور فرمایا ... (یعنی پندرہ دنوں میں دو تین دفعہ عوام کو درشن دیئے اور باقی سارا وقت حرم میں محصور ہو کر گذارا۔ کیا خوب تبلیغ فرمائی؟ بہاء)

ایک دن ایک سبز پوش ..تشریف لائے۔ ملاقات کی خواہش کی۔ حضور کی خدمت میں پہنچ کر اس نے سوال کیا کہ عاشق ہو یا معشوق؟ آپ نے فرمایا کہ ہم نے سب کچھ

کتابوں میں لکھ دیا ہے وہاں دیکھ لو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے کیا وہ سب سچ ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ اس پر اس نے درخواست کی کہ اسے تحریر فرما دیجئے۔ آپ نے حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے بعد آنا ہم لکھ دیویں گے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد جب وہ سائیں صاحب ۲۸ تاریخ کو تشریف لائے تو آپ نے یہ عبارت لکھ کر اور اپنی مہر ثبت کر کے ان کے حوالے کی ...

میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ میں دعوی کیا ہے یا جو کچھ اپنے دعوی کی تائید میں لکھا ہے یا جو میں نے الہام الہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں وہ سب صحیح ہے سچ ہے اور درست ہے والسلام علی من اتبع الھدی الراقم خاکسار مرزا غلام احمد ... (کچھ کتابوں میں لکھ دیا ہے پڑھ لو۔ تو پھر آپ کے اسفار، تقریروں اور لوگوں سے ملنے اور دوروں کا کیا مقصد؟ کتابوں میں لکھا ہوا تو آپ خود کہتے ہیں کہ کافی نہیں، بلکہ تبلیغی دوروں، اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ بہاء)

(ایک اور فقیر تھے چاچڑاں والے کے مرید، کہتے تھے) میں حضرت مرزا صاحب سے ملنے کے لئے بہاولپور سے آیا ہوں لیکن دو دن تک جب ملاقات کا موقع نہ ملا تو گھبرا گئے اور عدم استقلال دکھلا کر چلے گئے۔ پولیس بھی ان کو مشتبہ الحال جان کر نگرانی کرنے لگی تھی۔ شاید اس لئے بھی دل برداشتہ ہو گئے ...

ہم نہایت افسوس کے ساتھ اس واقعہ کو بھی بیان کرتے ہیں جو کہ ۲۲۔ اگست کی شام کے وقت بعض شریر اور مفسد طبائع سے وقوع میں آیا۔ کل جماعت نماز مغرب میں مصروف تھی کہ چند بدمعاشوں نے موقعہ پا کر اور دروازہ کو دربان سے خالی دیکھ کر اوپر چڑھ جانے کی کوشش کی ابھی وہ زینہ پر ہی تھے کہ بعض جاں نثاروں کو خبر ہو گئی اور انہوں نے آکر روکا اور مقتضائے وقت کے لحاظ سے جو بن پڑا وہ ہوا (جماعت تو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی اور مرزا صاحب کہاں تھے؟) آخر مناسب سمجھا گیا کہ پولیس سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع دی جائے جس پر دو پولیس مین سرکاری طور پر روانہ کئے گئے جو ہر وقت موجود رہتے اور مجمع کو منتشر کرتے رہتے تھے۔ (اخبار بدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱ نمبر ۳۳ جلد ۳)

❁ آپ (مرزا) کے ساتھ اللہ تعالی کی کچھ یہی سنت چلی آئی ہے کہ جب کبھی کوئی مضمون یا کتاب تصنیف کرنی ہو تو ضرور کسی نہ کسی عارضہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ان ایام میں بھی ایسا ہی ہوا کہ وہ جو مضمون پڑھا جانا تھا اس کی تاریخ قریب آ گئی اور صرف دو تین دن باقی رہ گئے تھی کہ آپ آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ ایک تو لاہور کے لوگوں کی درخواست ملاقات سے فرصت نہ تھی دوسرے یہ عارضہ چشم، اس لئے آپ نے حکم دیا کہ دو دن تک نہ کوئی شخص ہماری ملاقات کو آوے، اور نہ کوئی رقعہ کسی قسم کا اوپر پہنچے۔ حتی کہ عورتوں کو بھی بالا خانے پر آنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔

(اخبار بدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۲)

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

اس واقعہ کا بیان کر دینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے قیام میں لاہور کے بعض اڈیٹران اخبار نے کیا حصہ لیا۔ کل اڈیٹروں سے تو ہمارا تعارف اور شناسائی ہے نہیں، ہاں دو صاحب اکثر احمدی محفلوں میں نظر آتے تھے اور انہی کے متعلق ہم یہاں ریمارک کریں گے۔ ایک تو پیسہ اخبار کے اسسٹنٹ اڈیٹر تھے.. دوسرے اڈیٹر صاحب ہمارے مشفق میاں فوق اڈیٹر پنجہ فولاد تھے.. جنہوں نے ۲۸۔ اگست کے پرچہ میں حضرت مسیح موعود کی آمد پر ایک لیڈر بعنوان، مرزا صاحب قادیانی کو جنون تو نہیں، لکھا۔

اس میں شک نہیں کہ اس مضمون میں ایک بڑی حد تک انہوں نے راستی اور انصاف کو مدنظر رکھ کر خلاف اور بلا تحقیق واقعات کو درج نہ کیا بلکہ صحیح واقعات لکھے...

حق اور انصاف پروری کی داد ایک حد تک اس طرح بھی دی کہ پیسہ اخبار جو برائے نام مولویوں کو اس لئے وقعت دیتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی مخالفت اور عناد میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں، اس کی اصلاح کی کوشش چند فقرات سے کی.. لیکن نہ معلوم کہ کن وساوس اور خطرات نے ان کے قلب کو پکڑا جس کی وجہ سے ان کو آخر حصہ مضامین میں حضرت مرزا صاحب کی ذاتیات کا ذکر خصوصیت سے بلا تحقیق اصل واقعات کے اس طرح کرنا پڑا، جو ایک حقائق شناس اور دقیقہ رس انسان کی شان کے شایان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہوں نے عوام کی طرف سے یہ بات لکھی ہے کہ مرزا صاحب رات دن زنان خانہ میں مست اور عورتوں کے جمگھٹوں میں خوش رہتے ہیں.. اور مرزا صاحب نے کل مریدوں کو اپنی عورتیں ہمراہ لانے کی تاکید کی، اور بعض مرید غیر حاضر لیکن ان کی عورتیں موجود ہیں

.. یہ ریمارک میاں فوق کا ہے جس پر ہمیں افسوس ہے (البدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

تحریر بالا کے ساتھ ذیل کا قادیانی فتوی بھی ملاحظہ فرمالیجئے،

حکیم فضل الدین قادیانی نے ایک سائل کے سوالات کے جواب میں فرمایا:

سوال: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟

جواب: وہ نبی معصوم ہیں ان سے مسّ کرنا اور اختلاط منع نہیں، بلکہ موجب رحمت و برکت ہے اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنی ہیں۔

سوال: حضرت (مرزا) کے صاحبزادے غیر عورتوں میں بلا تکلف اندر کیوں جاتے ہیں کیا ان سے پردہ درست نہیں۔

جواب: آپ نے اس سوال کے وقت جلدی سے کام لیا اور غور نہیں کیا کہ پردہ کرنیکی پابند عورات ہیں یا عورتوں کے پردہ کرانے کے بھی پابند مردی ہی ہیں۔ غرض مردوں کو حکم ہے یغضوا من ابصارھم یعنی مرد اپنی آنکھیں نیچے رکھیں۔

اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبزادے غیر عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں اور غض بصر نہیں کرتے اور اس کا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرتے، تو اس کے جواب کی ضرورت بھی ہوتی، اب تو اس کے جواب کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی فرماتا لست علیھم بمصیطر یعنی تو ان پر داروغہ نہیں کہ ان سے عمل درآمد کراوے اور منواوے۔

جب مامور کسی کا داروغہ نہیں تو کیا (مرزا کے) صاحبزادے عورتوں سے پردہ کرانے کے ذمہ دار ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ ص ۱۳)

# مرزا قادیانی کی غربت و امارت

مرزا صاحب بزعم خود رئیس قادیان تھے، اپنی کتابوں اور خطوط میں بھی اپنے نام کے ساتھ رئیس قادیان لکھ دیا کرتے تھے۔ اور جدی پشتی جاگیردار ہونے کے مدعی تھے، دوسری طرف ان کے اعلانات بیانات اشتہارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پیسے پیسے کے لئے مریدوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے رکھتے تھے۔ کبھی لنگر کے نام پر، کبھی مہمان خانہ کے نام پر، کبھی مدرسہ کے نام پر، کبھی اشاعت کتب کے نام پر، کبھی توسیع مکان کے نام پر کبھی تعمیر منار کے نام، کبھی جلسے کے اخراجات کے نام پر، کبھی مقدمات میں وکلاء کی فیسوں کے نام پر، کبھی پریس لگانے کے بہانے، کبھی بہشتی

مقبرہ کی تعمیر تزئین و آرائش کے نام پر، اور یہ سارے کام ان کے ذاتی کام تھے۔ مکان جس کی توسیع کرانا مقصود تھی وہ ان کا ذاتی تھا، لنگر سے ان لوگوں کو کھانا ملتا تھا جو (عموماً نذر نیاز کے ساتھ )انہیں ملنے کے لئے آتے تھے یا ان کے ملازم تھے۔ کتابیں ان کی اپنی تصانیف ہوتی تھیں اور ان کی فروخت سے ہونے والا منافع ان کی جیب میں جاتا تھا، مقدمات میں یہ ذاتی طور الجھے ہوئے تھے کیونکہ وہ عام طور پر انہی کی سرگرمیوں تحریروں وغیرہ کی وجہ سے قائم ہوتے تھے۔ مدرسہ انہی کے افکار کو پھیلانے کا ایک ذریعہ تھا اور جلسہ بھی انہی کی مدح وثناء اور انہی کے مضامین سنانے اور انہی کے خدام کا سٹیج تھا، کسی غیر کو اس سٹیج پر آکر بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ مینار انہی کی ملکیتی زمین پر بن رہا ہے اور انہی کے مقاصد کی تکمیل کے لئے تھا کہ چونکہ حدیث میں ہے کہ مسیح مینار کے پاس اتریں گے، اور مرزا نے دعوی کیا تھا اس وقت قادیان میں کوئی ایسا مینار نہ تھا جس پر وہ اتریں اس لئے انہوں نے ایک میدانی جگہ پر اتر کر مینار تعمیر کروانے کا اعلان کر دیا، تاکہ یہ تو کہا سکے کہ اگر یہ مسیح مینار پر نہیں اترا، تو کیا ہوا، اس نے خود مینار کو اتار لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ زندگی بھر یہ بھی نہ ہو سکا۔ اور مینار پر اترنے یا مینار کو اتارنے کی حسرت دل میں لئے وہ قبر میں جا پڑے۔

الغرض جس قدر چندہ مانگے جاتے تھے وہ کم وبیش بالواسطہ یا بلاواسطہ مرزا صاحب ہی کی جیب میں جاتے تھے اور وہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ میرا وہ حال تھا کہ دس روپئے کی آمدن کی توقع بھی نہ تھی اور لاکھوں روپیہ کی فتوحات ہو رہی ہیں۔

ان تعارفی سطور کے بعد ذیل میں وہ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی غربت وامارت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

> دار الامان کی ضرورتیں یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں خصوصاً مدرسہ اور مہمان خانہ کی وسعت کا سوال آج کل خصوصیت سے قابل غور ہو رہا ہے۔ مدرسہ کی حالت یہاں تک کمزور ہو رہی ہے کہ اگلے مہینہ غالباً مدرسہ کے ماہواری اخراجات بھی مشکل سے پورے ہوں ...مبارک ہیں وہ لوگ جو اس وقت نصرت کر کے اجر کے مستحق ہو جاتے ہیں۔
>
> (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۴)

تنگ دستی کا حال تو آپ نے دیکھ لیا، کہ ملازموں کو تنخواہ دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں، شہ خرچی کا حال آپ کو مرزا صاحب کے بیٹے بشیر احمد کی شادی میں نظر آئے گا۔ نکاح

کی رسم قادیان میں ادا کی گئی، اور کچھ روز بعد بارات پشاور گئی اور دلہن کو لے کر قادیان واپس آ گئی۔ اس واقعہ سے متعلق خبریں اور مضامین ملاحظہ فرمائیے:

۱۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو مرزا بشیر احمد کے نکاح کی مسنون رسم عمل میں آئی.. حضرت اقدس کے کمرہ کے سامنے والے صحن میں جو مسجد مبارک سے ملحق ہے احباب جمع ہوئے۔ حضرت مولانا نورالدین حکیم الامۃ نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب وقبول کے بعد خرمے پیش تقسیم کیے گئے... صاحبزادہ کا تعلق مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور کے ہاں ہوا ہے۔ آپ کی دختر نیک اختر بی بی سرور سلطان ایک فرخندہ بخت لڑکی ہے جو بشیر احمد کے نکاح میں آئی ہے۔..آپ ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے...... غالباً یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو گا کہ مولوی (غلام حسن) ممدوح کی دختر پشاور ہی میں ہیں۔ مہر ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان: ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۹۔۱۰)

اس شادی پر اٹھنے والے اخراجات کا ذکر اڈیٹر الحکم کی ذیل کی تحریر میں دیکھئے:

منشی سراج الدین احمد، روزگار، کی ۲۳ جون ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں انہوں نے صاحبزادہ بشیر احمد کی شادی پر اعتراض کیا ہے۔ اعتراض کی نوعیت اور اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے ان کے نوٹ کو بجنسہ درج کرتا ہوں اور مجھے ایسی ہی امید منشی سراج الدین صاحب (والد مولانا ظفر علی خان) آپ رکھنی چاہیے کہ وہ میرے جواب کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کریں (وہ یہ ہے):

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب کی جماعت سے علیحدہ ہونے کی وجوہات پر جو تقریر لاہور میں کی ہے اس کی بہت ہی مختصر رپورٹ پیسہ اخبار کے رپورٹر نے لکھی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اس مضمون کو بہت تفصیل سے بیان کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے اور ان کی ننگی تلواروں سے جو ان پر کھینچی گئی ہیں ڈر نہیں جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں اس امر کا بھی ذکر کیا ہے کہ قادیان میں جو چندہ مریدان مرزا صاحب نے مختلف مدات میں بھیجا ہے اس کا کوئی حساب نہیں رکھا گیا۔ ہم اس کے متعلق ایک واقع کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا مرزا صاحب کے ایک فرزند کا نکاح پشاور کے ایک معزز مسلمان کی لڑکی سے ہوا، پشاور کے یہ مسلمان بھی مرزائی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے عام رواج کے مطابق بہت قیمتی زیورات و پارچات لڑکی کو دہیج میں دیئے لیکن مرزا صاحب کی جانب

سے بھی زیورات اور پارچات پیش کئے گئے وہ بھی قیمت اور شان وشوکت میں کم نہ تھے۔ ہر ایک قسم کا مرصع زیور اور اعلیٰ درجہ کے ریشمی پارچات کے جوڑے دولہا کی جانب سے پیش کئے گئے۔ چاندی کی جوتی جب پیش کی گئی تو اس پر اعتراض ہوا کہ سونے کی کیوں نہیں ہے۔ ریشمی دوپٹوں کے گرد موتیوں کی جھالریں لگی ہوئی تھیں اور دوسرے پارچات... اور قیمت بھی اسی حیثیت کی تھی اور کل سامان قیمت میں پانچ چھ ہزار سے کم کا نہ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی جماعت میں صرف پیشوائے دین ہی نہیں بلکہ اپنی جماعت کے درمیان امور اور رسوم دنیوی میں بھی ایک عمدہ تمثیل قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برات کے ممبروں نے ریزروگاڑیوں میں سفر کیا اور جو کچھ ہوا ایک بڑے امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ ہوا۔ یہ تمام روپیہ جو زیورات وغیرہ میں صرف کیا گیا ہے یہ کہاں سے آیا؟ اس کا جواب تو ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب دیں گے کیونکہ ضرور ہے کہ وہ مرزا صاحب کے وسائل آمدنی سے واقف ہیں۔

مرزا صاحب سید احمد خان کو دنیا دار اور کافر و مرتد بتاتے ہیں لیکن وہ دنیا دار کافر اس قسم کا تھا کہ باوجود اس کے کہ مستقل ذاتی آمدنی ڈیڑھ ہزار ماہوار کی رکھتا تھا۔ مرنے کے بعد ایک دوست نے اپنی گرہ سے کفن خرید کر اس کے برہنہ جسم کو ڈھانکا۔ اس کے مقابلے میں ایک دین دار مسلمان نبی ہے جو سونے چاندی کے ساتھ کھیل رہا ہے جس کی مستورات سونے چاندی سے اس حد تک لدی ہوئی ہیں کہ ان کے پاؤں میں بھی سونے کی پازیبیں ہیں۔ جن وسائل سے یہ روپیہ پیدا ہوتا ہے ان کے قیاس اور دریافت کرنے کی نسبت بھی کوئی غلطی نہیں کرسکتا۔ مرزا صاحب نے جو گر سیکھا اور سمجھا ہے اور جس پر ان کا عمل ہے وہ وہی ہے جو حالی نے موزوں کر دیا ہوا ہے:

انسان کو چاہیے کہ وہ ابلہ فریب ہو ۔۔۔ دنیا پہ جب تک کہ مسلط ہے ابلہی

(اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں) اس نوٹ میں منشی صاحب نے اس امر کو نہایت کراہت کی نظر سے دیکھا ہے کہ اس تقریب پر کیوں مرزا صاحب یا غلام حسن نے قیمتی زیورات یا پارچات دیئے اگرچہ اس میں بہت کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے لیکن میں اس کو امر واقعی تسلیم کر لینے کے بعد یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غور طلب قابل بحث یہ امر ٹھہرتا ہے کہ، کیا امارت، نبوت یا خداشناسی کے منافی ہے (مرزا صاحب جن کے مثیل اور بروز ہونے کے مدعی تھے وہ تو مسیح اور آنحضرت ﷺ ہیں۔ دونوں

نے فقر میں گذارا کیا، سادگی رکھی ۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کے زیورات وغیرہ کے مطالبات پر کان نہیں دھرا ۔ بیٹیوں کی شادی بھی انتہائی سادگی سے کی ۔ بہاء ) یا دوسرے الفاظ میں یوں ہی سہی کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک شخص جو خدا تعالی سے ایسا تعلق رکھتا ہو کہ وہ اس کے پاک کلام سے مشرف ہو اور بنی نوع انسان کی روحانی رہنمائی کیلئے مبعوث اور مامور ہوا ہے ٹکڑوں کی مار ہو۔ منشی سراج الدین صاحب کا نوٹ ، ان کا یہی مذہب ظاہر کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کہلائے تو اس کے لئے لازمی امر ہے کہ وہ خانہ بدوش ہو اس کے گھر کا یہ حال ہو کہ اس کے گھڑے میں پانی ہو نہ چولہے میں آگ ۔ اور پوری ذلت ونکبت کا نمونہ ہو ( معاذ اللہ ) ٹکڑے سے محتاج ہو اور دلق مرقعہ سے ملبوس ہو۔ مختصر یہ کہ تمام نحوستیں معاذ اللہ اس میں جمع ہوں۔

پس اگر روزگار کے اڈیٹر صاحب کی رائے میں ایسا آدمی صاحب الہام وحی ہونا چاہیے اور ریفارمر اور مصلح قوم کی حالت دنیوی حیثیت سے بہت ہی گری ہوئی ہو تو بے شک میں مان لینے کو تیار ہوں کہ حضرت مسیح موعود میں یہ نشانات نہیں خدا تعالی نے کبھی پسند نہیں فرمایا کہ اس کے محبوب اور وفادار بندے دنیا میں ذلیل ہوں بحالیکہ وہ دنیا میں خدا تعالی سے تعلقات صافیہ کے نتائج اور ثمرات کا ایک نمونہ ہوتے ہیں ۔ ایک مامور من اللہ جو لوگوں کو اس امر کی دعوت کرتا ہے کہ خدا تعالی سے تعلق پیدا کرو اور ان تعلقات میں اخلاص ہونا چاہیے تو تم پر فضل کیا جائیگا تمہیں ایسے برکات اور فضل ملیں گے اگر یہ باتیں خود اس کی ذات پر وارد نہیں تو وہ اللہ تعالی کے انعامات و برکات کا کوئی نمونہ نہیں دکھا سکتا تو وہ کون سی بات ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے کشش کا موجب ہوگی؟

مجھے افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ لوگ جو بجائے خود ریفارمر بنتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں یہ ایسی باتیں کیوں کہتے ہیں جن سے اسلام کی ہتک ہو اور قرآن کریم کی مخالفت میں نے قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی پاک سیرۃ میں اس معاملہ پر غور کیا ہے اور دوسرے انبیاء کے حالات پر نظر کی ہے ۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ روزگار کے اڈیٹر کا اعتراض ایسا بودہ اور بے ہودہ ہے جو منہاج نبوت کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا۔

قرآن مجید عام طور پر متقیوں کے لئے فرماتا ہے ... متقی کو ایسے طور پر رزق دیا جاتا ہے اور ایسی جگہ سے دیا جاتا ہے کہ اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا۔ پس جب کہ عام متقی کے لئے اللہ تعالی کی یہ خصوصیت اور سنت ہے تو وہ لوگ جو مظہر اللہ ہوتے ہیں اور جن کے حالات میں شمائل الہیہ کے تقاضاؤں کو ہم مطالعہ... کرتے ہیں کیا ان کے حسب حال یہی امر ہوسکتا ہے کہ وہ بھوکے

مریں اور ٹکڑے مانگیں؟

اے ناخدا ترس انسان! خدا کی تجھے اسی قدر معرفت اور اسکے صفات کا اسی قدر علم ہے؟ کیا تیرے پیمانہ اور ماپ سے خدا کے وہ راست باز بندے جو مرزا غلام احمد سے پہلے ہو گذرے ہیں پورے راست باز ثابت ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ در بدر بھیک مانگا کرتے تھے یا وہ سلاطین عہد سے بھی بڑھ کر آسائش اور راحت اور عزت رکھتے تھے؟

پھر قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا انّ الّذین آمنوا و عملوا الصالحات لھم مغفرۃ و رزق کریم بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں ان کے واسطے مغفرۃ اور معزز رزق ہے۔

مغفرۃ کا لفظ قرآن کریم میں جن اعلیٰ درجہ کے مفہوم اور معنوں میں آیا ہے اس کی تصریح کے لئے ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن یہاں جس لفظ پر میں اپنے ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ رزق کریم ہے۔ اڈیٹر صاحب روزگار اس لفظ کی تفسیر تو کریں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اور کیا وہ لوگ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اور اصلاح خلق کے لئے آتے ہیں بدرجہ اولیٰ اس امر کے مستحق نہیں ہیں کہ انہیں رزق کریم عطا ہو؟

میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ کوئی دانشمند مسلمان اس سے انکار نہ کرے گا کہ سب سے اول رزق کریم کے وارث اور حق دار خدا کے مرسلین و مامورین ہیں۔

اور پھر قرآن مجید فرماتا ہے اللّٰہ ولیّ الّذین آمنوا یخرجھم من الظّلمات الی النّور۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے ان کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر ہر قسم کی ذلت اور رسوائی تیرہ حالی کا نام اڈیٹر روزگار کی اصطلاح میں نور ہے تو امر دیگر ہے ورنہ نور اگر متمیز کرتا ہے تو کچھ شک نہیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہر پہلو سے متمیز ہوتے ہیں پھر اگر اس زمانہ میں اللہ اپنے کسی اتقی بندے کو مامور کرے اور اس پر ہر قسم کا فضل کرے تو اسے اعتراض کی نظر سے دیکھا جاتا ہے شائد اس لئے کہ کہیں قرآن کریم کی سچائی کا زندہ ثبوت ظاہر نہ ہو جاوے۔ افسوس! جو اس تقریب شادی اور اسکے اخراجات پر نظر کرنے کا ہے کاش نا عاقبت اندیش معترض اس کے محاسن پر غور کرتا۔

شادی بالکل آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر کی گئی تھی اور قادیان میں جس قدر شادیاں ہوتی ہیں اسی طرز پر ہوتی ہیں جس قدر فضول روپیہ بے جا رسم و رواج اور خلاف شرع امور کی تکمیل میں

صرف ہوتا ہے اس سے اگر قاضی صاحب واقف نہیں تو وہ عصر جدید کے اڈیٹر کو لکھ کر پوچھ لیں مگر یہاں وہ ساری رسمیں القط ہیں۔ یہاں تک کہ خود حضرت اقدس بھی باوجودیکہ انکے اپنے صاحبزادہ کی شادی تھی برات میں نہیں گئے (کیا وہ بیماری کے باعث اتنا طویل سفر کرنے معذور تھے یا سرحدی لوگوں سے ڈرتے تھے جیسا کہ مہر علی شاہ کے مقابلے میں لاہور اس لئے نہیں آئے تھے کہ مہر علی کے ساتھ چند سرحدی لوگ تھے، اور پشاور تو سرحدی کا گھر تھا وہاں وہ کیسے جاسکتے تھے۔ اور پھر پشاور، کابل کے بھی قریب تھا جہاں بعض مسلمانوں نے انہیں کہہ رکھا تھا کہ ایک دفعہ جا کر ہو آئیں، اور ہم سے انعام لیں۔ بہاء) صرف تین آدمی گئے تھے اور یا دو چار بچے ساتھ تھے۔ زیورات یا قیمتی پارچات کا پیش کرنا کوئی معیوب امر نہیں اور نہ اس کو رسم سے تعلق۔ بلکہ یہ تو عورت کی گم شدہ عزت کو پھر قائم کرنا ہے۔ عورت کے ساتھ جس قدر سلوک کرنا چاہیے حضرت اقدس اس کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس اگر قیمتی زیورات یا پارچات دیئے گئے یا لڑکی کے والد صاحب نے دیئے تو کیا برا کیا؟ (مرزا صاحب کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟ تھے تو اڈیٹر بدر جیسے لوگوں کے چولہے کیوں نہیں جلائے جاتے تھے؟ بہاء) معلوم نہیں قاضی صاحب ان نکاحوں پر جہاں رنڈیوں کا ناچ اور آتش بازی اور مے نوشی اور فضول رسومات میں ہزاروں روپیہ مسلمانوں کا صرف ہوتا ہے کیوں نہیں چڑتے اور کیوں اعتراض نہیں کرتے؟ یہ صورت تو ایسی تھی کہ اس پر اعتراض کا کوئی محل ہی نہ تھا مگر بات یہ ہے: ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است

اگر قیمتی زیورات یا پارچات کوئی گناہ کی بات ہے تو قیصر و کسریٰ کے اسباب جب صحابہ کے قبضہ میں آئے اور انہوں نے استعمال کئے تو غالباً روزگار کے اڈیٹر کے نزدیک بہت برا ہوا ہوگا

اور شائد ہمارے قاضی صاحب قبلہ خود بھی اور اپنے گھر میں بھی ہدایت کرتے ہوں گے کہ پھٹے سے پھٹے کپڑے پہنو، جن میں جوئیں چلتی پھرتی نظر آئیں اور بدبو سے دماغ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔ وہ اپنے گریبان میں ذرا منہ ڈال کر دیکھیں؟ پھر اپنے اعتراض کا وزن کریں آخر وہ بھی تو مسلمان ہیں؟ کچھ اگر یہ ایسا ہی کبیرہ گناہ ہے تو وہی نمونہ دکھائیں ورنہ اس سے ڈریں ۔کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تعلمون۔

آخر میں انہوں نے ..سید احمد کو رسوا کیا ہے اگر وہ ڈیڑھ ہزار کی ماہوار ذاتی آمدنی رکھتے ہوئے بھی آخر کفن سے تہی دست نکلے تو پھر انکی آمدنی کا مصرف بتانا آپکا فرض ہے۔ کیا ان کو اپنے گھر سے کفن نہ ملنا ناداری کی وجہ سے تھا یا اس کا باعث کچھ اور تھا؟ ذرا سوچ کر جواب دینا۔

اور اگر بہر حال ناداری اور قلاشی ہی اس کا سبب تھا جو ہمارے خیال اور واقعات کی بنا پر

نہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے ماموروں اور مرسلین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں ۔سید احمد کا اسوہ آپ کو مبارک ہو آپ دعا کریں کہ آپ کا کوئی بیٹا اخیر عمر میں شراب کے نشہ میں سرشار ہو کر آپ کو گھر سے نکال دے اور آخر آپ بھی کسی دوست کے گھر وفات پائیں اور گھر سے کفن نصیب نہ ہو۔ ہمارے لئے تو ہمارے سید و مولا آقا خاتم الرسل ﷺ کا اسوہ حسنہ کافی ہے خدا کے مامور و مرسل ایسی حالت میں نہیں مرا کرتے اور مرنے کے بعد بھی ان کے مدفن عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اگر شبہ ہو تو مدینہ طیبہ جا کر دیکھو کہ مسجد نبوی کی کیا شان ہے؟ پھر آپ کے نزدیک تو یہ بھی فضول خرچی اور اسراف ہوگا؟ ۔ (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۴۔۵)

اس اقتباس پر طویل تبصرہ ہوسکتا ہے، لیکن اختصار کی غرض سے یہاں اتنی سی بات پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ ایک طرف تو مرزا صاحب بات بات پر چندے مانگتے تھے، ان اڑوس پڑوس میں بچے بھوکے سوتے تھے، ان کے اخبار کا اڈیٹر اور جاں نثار خادم بھوکا پھرتا رہتا تھا، ایک یتیم کی امداد کے لئے قادیانی اخباروں میں اپیلیں ہوتی تھیں جیسا کہ اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

یتیم کی سنو: ایک یتیم کی امداد کے لئے ۸۰ روپے کی درخواست کی گئی تھی ۔۸۰ روپے کی رقم بہت بڑی رقم نہ تھی اور الحکم کے کئی ہزار ناظرین ایک ایک پیسہ بھی جمع کر کے بھیجتے تو ۸۰ روپئہ ایک سال کا خرچ پورا ہو جاتا مگر افسوس ہے ابھی تک باوجودیکہ فاما الیتیم فلا تقھر سنایا گیا تھا، مگر بجز چودھری محمد دین افسر مال دہلی کے کسی نے اس آواز پر کان نہیں دی چودھری صاحب نے ۵ روپئہ بھیجے ہیں

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۷ء ص ۷)

یتیم کی امداد۔ ایک یتیم کی امداد کے لئے دست سوال دراز کیا گیا تھا خدا کا شکر ہے کہ اس کی طرف توجہ کی گئی ہے ..امید کی جاتی ہے کہ جلد اس کے ایک سال اخراجات کے لئے ۸۰ روپئے جمع ہو جائیں اس وقت تک مندرجہ ذیل بزرگان نے توجہ فرمائی ہے

(یہاں ۹۔ افراد کے نام لکھے ہیں لیکن ان میں سے کوئی قادیان کا رہنے والا نہیں، نہ مرزا صاحب، نہ حکیم صاحب) (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۷)

یتیم کے اخراجات: جس یتیم کے سالانہ اخراجات مبلغ ۸۰ روپئہ کے لئے اپیل کیا گیا تھا وہ ابھی پورے نہیں ہوئے گذشتہ رقوم کے بعد کوئی رقم تا حال نہیں آئی۔ احباب توجہ کر کے اس رقم کو پورا کریں)۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱)

یعنی مرزا صاحب جیسے رئیس قادیان کا دل نہ پسیجا حالانکہ اپنے بیٹے کی شادی پر خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس روپے کی کوئی کمی نہ تھی۔

# ریاست قادیان

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ بندوبست مال ۱۸۶۵ء کے کاغذات کے ساتھ جو ہمارے خاندان کا شجرہ نسب منسلک ہے اس میں قصبہ قادیان کی آبادی اور وجہ تسمیہ کے عنوان کے نیچے بثبت دستخط مرزا غلام مرتضیٰ، مرزا غلام جیلانی، و مرزا غلام محی الدین وغیرہ یہ نوٹ درج ہے: ...عرصہ چودہ پشت کا گذرا کہ مرزا ہادی بیگ قوم مغل گوت برلاس مورث اعلیٰ ہم مالکان دیہہ کا بعہد شاہان سلف ملک عرب سے بطریق نوکری ہمراہ بابر بادشاہ کے آکر حسب اجازت شاہی اس جنگل افتادہ میں گاؤں آباد کیا...، (اس روایت میں جو عرب سے آنا بیان ہوا ہے یہ غالباً سہو کتابت ہے۔ بشیر احمد)۔ (سیرۃ المہدی، جلد اول۔ روایت ۱۳۰)

(کیا مرزا غلام مرتضیٰ وغیرہ نے بغیر پڑھے اس دستاویزی بیان پر دستخط کر دیئے تھے۔ بہاء)

قادیان کو آباد مرزا صاحب کے اجداد نے کیا تھا لیکن مرزا صاحب تک آتے آتے تقریباً سب کچھ لٹ گیا تھا، اوران کے والد صاحب ساری عمر واپسی جائداد کے لئے مقدمہ بازی کرتے رہے۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

> بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ تمہارے دادا نے قادیان کی جائداد پر حقوق مالکانہ برقرار رکھوانے کے لئے شروع شروع میں بہت مقدمات کئے اور جتنا کشمیر کی ملازمت میں اوراس کے بعد روپیہ جمع کیا تھا اور وہ قریباً ایک لاکھ تھا، سب ان مقدمات پر صرف کر دیا۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت ۴۵)

وہ کون سی ملازمت تھی جس میں مرزا غلام مرتضیٰ نے انیسویں صدی میں لاکھ روپیہ کما لیا تھا (یعنی اپنے روزمرہ کے اخراجات نکال کر لاکھ روپیہ مقدمات پر صرف کرنے کیلئے بچا لیا تھا) کیونکہ بتایا جاتا ہے کہ ان کی عمر تقریباً ۸۰ برس ہوئی اور بروایت مرزا صاحب وہ پچاس سال تک قادیان، بٹالہ وغیرہ میں حکمت کرتے رہے، اور مفت علاج کیا کرتے تھے، اور بقول مرزا بشیر احمد ان کی

حکیمی کا عرصہ ۶۰ برس ہے۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز پندرہ سال کی عمر کیا ہو تو ان دونوں کے بیانات کی روشنی میں مرزا غلام مرتضیٰ کو کشمیر میں ملازمت کے لئے کتنے سال ملتے ہیں؟ اور کشمیر کی ملازمت کا حال ہم تحریک ختم نبوت جلد دہم میں قاضی فضل احمد کی کلمہ فضل رحمانی کی تلخیص میں بیان کر چکے ہیں۔ وہ نوٹ یہاں بھی درج کیا جاتا ہے:

قاضی فضل احمد بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے والد کے دوست مولوی عبدالحکیم ساکن دہرم کوٹ رندھاوا تحصیل بٹالہ اپنے رسالہ تحفہ مرزائیہ (مؤلفہ ۱۳۰۳ھ) میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام مرتضیٰ، والد مرزا غلام احمد سکھوں کے عہد میں واسطے تلاش معاش راہی کشمیر ہو کر بسواری ایک چھوٹے سے ٹٹو پر راقم آثم کے مکان پر دھرم کوٹ رندھاوا وارد و فروکش ہوئے ماحضر پیش کیا گیا۔ یہاں سے منزل بمنزل... کشمیر میں پہنچ گئے۔ چند جگہ نوکری کی تلاش کی مگر میسر نہ ہوئی۔ آخرالامر جمعدار محمد بخش ککے زئی دہرم کوٹی کے پاس ...واسطے تعلیم ان کے فرزندان مسمیان پیر بخش و امیر بخش کے بمشاہرہ ۵ روپیہ اور نان نفقہ کے چند مدت گزاری۔ اتفاق سے سردار میہاں سنگھ صوبہ کشمیر فوت ہو گیا تو وہ جمعدار اور مرزا صاحب واپس تشریف لائے اور پھر شہزادہ شیر سنگھ کے زمانہ میں پھر کشمیر کو گئے اور واپس آ گئے۔ شیر سنگھ، مرزا صاحب سے سخت ناراض ہو گئے تو مرزا صاحب اور قادی خان... طالب پورہ کو علیحدہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنے گھر موضع قاضیاں میں آ کر پیشہ طبابت میں مشغول ہوئے۔ پھر ڈپٹی گوپال سہائے سے مرزا صاحب کی دوستی ہو گئی۔ سرکار انگریزی کے وقت میں ملکیت اراضی قاضیاں مغل کی ان کے نام کر دی۔ وقت مفسدہ دہلی تو مرزا حکیم غلام مرتضیٰ صاحب والد مرزا غلام احمد نے اپنے پاس سے ایک سوار بھی نوکر رکھ کر مدد سرکار نہیں دی اور اس وقت ان کے پاس ایک گھوڑی چھوٹی سی ... اپنی زیر سواری تھی اور مفسدہ سے پانچ یا چھ ماہ. (بعد؟). مرزا غلام قادر خلف الرشید تھانہ داری دنیانگر سے معزول ہو کر بے نوکر پیچھے پیچھے عملہ ضلع کے پھرتے تھے۔ اور راقم الحروف ان دنوں دینانگر میں مدرس تھا۔ اگر مرزا صاحب کو توفیق مدد دہی سرکار کی تھی تو ان کا خلف الرشید کیوں مارا مارا پھرتا تھا۔ فرضاً اگر سرکار کو اپنے رسالہ سے مدد دی تھی تو دفتر شاہی فوجی میں پتہ ہو گا اور اسکے صلہ میں کوئی انعام یا جاگیر ملی ہو گی۔ اس وقت سرکار عام نوکر رکھتی تھی، اگر قادیان کے دس پندرہ آدمی نوکر ہوئے تو کیا

عجب ہے۔ انتہی بلفظہ

کہاں مرزا صاحب کے والد کا ۵ روپیہ ماہوار پرلڑکے پڑھانے پرنوکر ہونا، پھر اس سے بھی برطرف ہونا، اور کجا ۵۰ سوار بھرتی کر کے سرکار کو مدد دینا۔ محض جھوٹ ہے۔

غرض یہ دعوی کہ انہوں نے مقدمات پر اتنی رقم صرف کی، مبالغہ آرائی کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کوئی ایسی ملازمت ہی نہیں کی جس کی آمدنی سے وہ اتنی رقم بچا سکتے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی وفات پر ان کے ورثاء کو ان کے قرضے بھی ادا کرنے پڑے تھے، اور شائد اسی لئے مرزا غلام احمد مالی طور پر تہی دست تھے۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

بیان کیا مجھ (بشیر احمد) سے عبداللہ سنوری نے کہ جب حضور (مرزا) کو وسّع مکانک (اپنا مکان وسیع کر) کا الہام ہوا، تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ مکانات بنوانے کیلئے تو ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اس حکم الٰہی کی تعمیل اس طرح کر لیتے ہیں کہ دو تین چھپر بنوا لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے مجھے اس کام کے واسطے امرتسر حکیم محمد شریف کے پاس بھیجا جو حضور کے پرانے دوست تھے اور جن کے پاس حضور اکثر امرتسر میں ٹھہرا کرتے تھے، تاکہ میں ان کی معرفت چھپر باندھنے والے اور چھپر کا سامان لے آؤں۔ چنانچہ میں جا کر حکیم صاحب کی معرفت امرتسر سے آدمی اور چھپر کا سامان لے آیا، اور حضرت صاحب نے اپنے مکان میں تین چھپر تیار کروائے۔ یہ چھپر کئی سال تک رہے پھر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بات دعوی مسیحیت سے پہلے کی ہے۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۴۲)۔

مرزا صاحب کی اسی بدحالی کا اثر تھا کہ رئیس قادیان ہونے کے دعووں کے باوجود اہل قادیان نے ان کے متعلقین و مریدین کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ جیسا:

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں خصوصاً ابتدائی ایام میں قادیان کے لوگوں کی طرف سے جماعت کو سخت تکلیف دی جاتی تھی۔ مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین وغیرہ کی انگیخت سے قادیان کی پبلک خصوصاً سکھ سخت ایذا رسانی پر تلے ہوئے تھے۔ اور صرف باتوں تک ایذا رسانی محدود نہ تھی بلکہ دنگہ فساد کرنے اور زدوکوب تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کوئی احمدی مہاجر بھولے سے کسی زمین دار کے کھیت میں رفع حاجت کے واسطے چلا جاتا تھا تو وہ بدبخت اسے مجبور

کرتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے اپنا پاخانہ وہاں سے اٹھائے۔

کئی دفعہ معزز احمدی ان کے ہاتھ سے پٹ جاتے تھے۔ اگر کوئی احمدی ڈھاب سے کچھ مٹی لینے لگتا تو یہ لوگ مزدوروں سے ٹوکریاں اور کدالیں چھین لیتے اور ان کو وہاں سے نکال دیتے تھے۔ اگر کوئی سامنے سے کچھ بولتا تو گندی اور فحش گالیوں کے علاوہ اسے مارنے کے واسطے تیار ہو جاتے۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۴۰)

اور اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

قادیان کے باشندوں کو باستثنائے بعض ہمارے سلسلہ کے ساتھ خاص دشمنی اور عداوت ہے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی صورت ہمارے امام (مرزا) اور آپ کی جماعت کو دکھ دینے کی تلاش کرتے رہتے ہیں محض اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو چونکہ ہر قسم کے شر کے مقابلہ سے روکا گیا ہے اور صبر اور برداشت کی تعلیم دی جاتی ہے اس لئے وہ جو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں لیکن اب ان لوگوں کی مخالفت کا رنگ کوئی اور صورت اختیار کرنا چاہتا ہے اس لئے ہم ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور (جو ایک نہایت بیدار مغز اور مردم شناس حکمران ہیں) کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں گے کہ وہ قادیان کے ایسے افراد کی ایک فہرست مرتب کرائیں جو ہمارے جماعت کے خلاف ہر معاملہ میں انفرادی اور مجموعی طور پر پارٹ لیتے ہیں اور پھر ان لوگوں کے ذاتی چال چلن کو معلوم کریں تو ان پر یہ راز بہت جلد کھل سکتا ہے (الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۹)

کچھ عرصہ بعد اڈیٹر بدر نے ،قادیان میں سکھا شاہی، کے عنوان سے حکام کو توجہ دلائی:

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ۔ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

..آج عرصہ کے بعد آپ بیتی یعنی خاص قادیان کے حالات لکھے جاتے ہیں اور یہ حالات اب نہایت خطرناک حالت اختیار کرتے جاتے ہیں۔

قادیان کے سکھوں کی جماعت نے بارہا ہماری جماعت پر حملہ کیا ہے اور یہ تو ایک معمولی بات ہوگئی ہے کہ وہ ہمارے مزدوروں سے کیّاں (بیلچے، کسّیاں وغیرہ۔ بہاء) اور ٹوکریاں چھین کر لے گئے ہیں جب کہ وہ ہمارے کام پر لگے ہوئے تھے۔ بلکہ یہ کہنے میں مبالغہ نہیں کہ یہاں کے سکھ زمین دار ایک عرصہ سے ٹوکریوں اور کیّوں کی خرید سے بے فکر ہو چکے ہیں۔ انہیں جب ضرورت ہوتی ہے وہ حملہ کر کے چھین لے جاتے ہیں،

اور ہم خاموشی کے ساتھ ان کی حرکات کو دیکھا کرتے ہیں۔لیکن اب صبر کی حد ہو چکی ہے، زیادہ انتظار کرنے کی طاقت ہم میں نہیں رہی۔ اس لئے ہم متواتر ان کے مظالم مقامی اور ذمہ دار حکام کو سنائیں گے اور اپنے درد کی دوا انہیں سے چاہیں گے۔اب تازہ واقعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کا ہے کہ بہت سے سکھوں کا ایک گروہ میاں احمد نور پر بلوہ کر کے آپڑا۔اوراس غریب کو سخت مارا۔وہ کسی طرح انکے قبضہ سے نکل کر بھاگا اور بھاگ کر اس نے اپنے مکان میں گھس کر پناہ لی، تو یہ سکھا شاہی کرنے والے دلیر اور بہادر اس کے دروازے پر پہنچے دروازے کو توڑنے کی کوشش کی اور سخت گالیاں دے رہے تھے کوئی اندر اینٹیں پھینکتا تھا، کوئی کچھ۔ بڑی تشویش ہوئی، آخر مرزا نظام الدین صاحب نمبر دار اور نظام دفعدار قادیان کو اطلاع دی گئی وہ سنتے ہی موقعہ واردات پر پہنچے، اورانہوں نے آکر نہایت عقل مندی کے ساتھ اس حملہ آور گروہ کو منتشر کیا۔لیکن یہ لوگ بہت بڑے جوش میں ڈانگوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے کہ بس ماردو اور خون بہا دو۔اس واقعہ کی اطلاع تھانہ میں مظلوم احمد نور نے جا کر دی، جس پر منشی سندھی خان ہیڈ کانسٹیبل تفتیش کیلئے مامور ہوکر اسی روز شام کو آئے اورانہوں نے نہایت سلامت روی کے ساتھ جیسا کہ انکی عادت میں ہے موقعہ واردات کو دیکھا اور سب کے بیانات لئے اور ۱۶، کس کو ملزم قرار دے کر ۱۹۔تاریخ کے لئے مقدمہ چالان کرنے کے واسطے مقرر کی۔ یہ تو معمولی بات ہے۔

اس امر سے ان لوگوں کے جوش کا پارہ اور بھی چڑھ گیا ہے..ایسی سکھا شاہی ،سرکار انگریزی کے راج میں سخت اندھیر ہے اور اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ہماری جان مال اور آبرو سخت اندیشہ اور خطرہ میں ہے۔ (بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ریاست کا حال ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ قادیان انکا تخت گاہ ،اور دارالامن والامان تھا۔



وصلّی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه محمّد و علی آله و صحبه اجمعین

www.ircpk.com

# کتابیات

معجم الفہرس لالفاظ القرآن الکریم ۔محمد فؤاد عبدالباقی ۔ دارالموید
صحیح بخاری ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری
سنن ابی داؤد۔ سلیمان بن الاشعث سجستانی
مشکوۃ المصابیح۔ ولی الدین بن عبداللہ الخطیب العمری
احتساب قادیانیت جلد۱۰ طبع ستمبر۲۰۰۳ء ملتان
احتساب قادیانیت جلد۲۱۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۲۰۰۸ھ
الصارم الربانی درفتاوی حامدیہ۔ حامد رضا بریلوی، ترتیب عبدالرحیم نشتر، لاہور،۲۰۰۴ء
افادۃ الافہام ۔ مولانا انواراللہ حیدرآبادی
الہامات مرزا، مولانا ثناءاللہ امرتسری
تائیدالاسلام ۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
عصائے موسیٰ، منشی الٰہی بخش لاہوری
غایت المرام ۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
کلمہ فضل رحمانی ۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی
قاضی محمد سلیمان منصور پوری ۔ محمد اسحاق بھٹی
قطع الوتین باظہار کید المفترین ۔ ابو اسحاق محمد دین ۔ ۱۹۰۱ء ۔ چشمہ نور پریس امرتسر
مرزا قادیانی اور نبوت ۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری در احتساب قادیانیت جلد۶

قادیانی تصانیف:

براہین احمدیہ؛ فتح اسلام؛
توضیح المرام؛ ازالہ اوہام؛
دافع الوساوس؛
آئینہ کمالات اسلام،
انجام آتھم؛

دافع البلاء؛
ایک غلطی کا ازالہ؛
کشتی نوح؛ سراج منیر؛
حجۃ اللہ؛ حمامۃ البشریٰ؛
سر الخلافہ؛ تریاق القلوب،
اعجاز المسیح،
کرامات الصادقین،
اربعین؛ الہدیٰ؛
تذکرۃ الشہادتین؛
شہادۃ القرآن؛
حقیقۃ الوحی؛ انوار الاسلام؛
ضیاء الحق؛ ضرورۃ الامام،
تبلیغ؛ نزول المسیح؛ تذکرہ؛
مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی
تذکرۃ المہدی۔ پیر سراج الحق نعمانی قادیانی
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی
مضامین ڈاکٹر محمد اسماعیل جلد اول۔ مرتبہ امۃ الباری ناصر۔ کراچی۔ طبع اول

اخبارات و رسائل:

شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۹۰۴ء
ریویو آف ریلی جنز قادیان
ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹
اخبار الحکم قادیان متعدد شمارے
اخبار بدر قادیان متعدد شمارے
اخبار اہل حدیث امرتسر متعدد شمارے